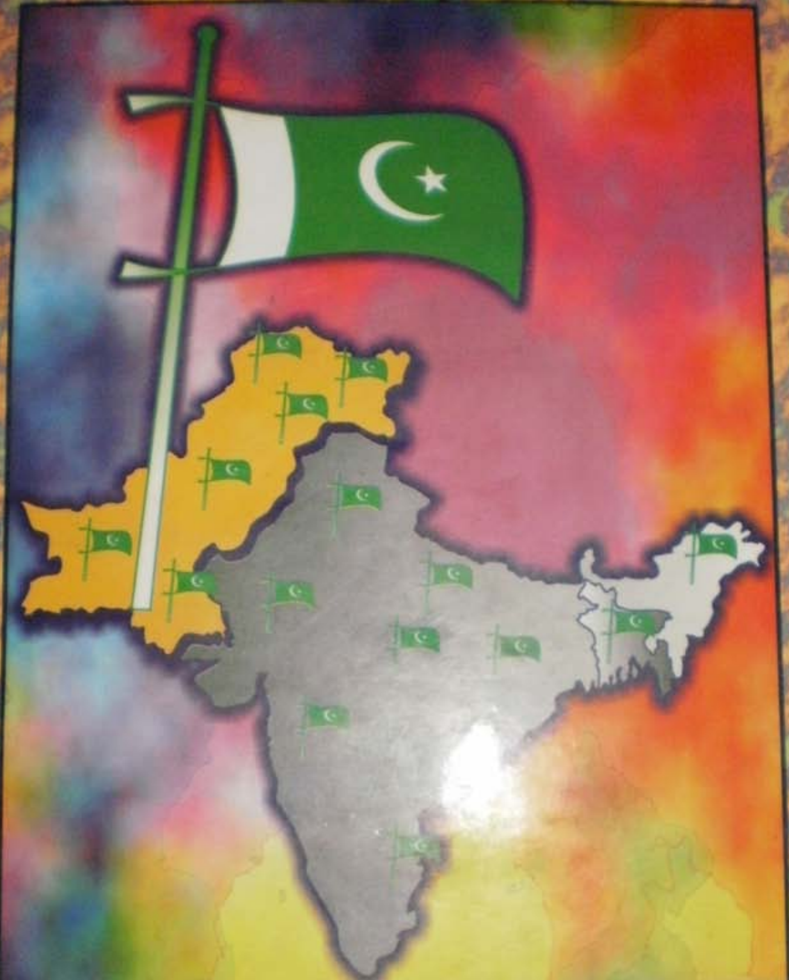
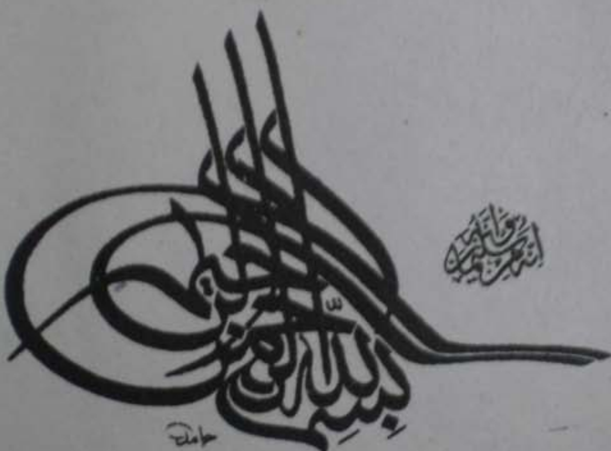


تحریکِ پاکستان اور علما کرام

تحقیق و تحریر

محمد صادق قصوری


انه من سليمان وانه
بسم الله الرحمن الرحيم

تحریکِ پاکستان اور علمائِ کرام

تحریکِ پاکستان اَور عُلمائے کرام

تحریکِ پاکستان میں صِلہ و ستائش اَور نام و نمود سے بے نیاز
عُلمائے حق کے کردار کا روشن تذکرہ، پہلی بار منظرِ عام پر آنے والے
چشم کشا حقائق، اِنتہائی محنت، تحقیق اور جستجو سے مُرتب کی گئی

تاریخی دستاویز

○

تحقیق و تحریر

محمد صادق قصوری

زیرِ اہتمام:

محمد رضاء الدین صدیقی
نجابت علی تارڑ

زاویہ

۸۔سی دربار مارکیٹ، لاہور
۷۱۱۳۵۵۳

۱۹۹۹ء

باراوّل ———— ایک ہزار
ہدیہ ———— = ۱۶۰ روپے

مرکزِ ترسیل

مکتبۂ زاویہ

۹۔ مرکز اولیس، دربار مارکیٹ، لاہور
۷۳۲۴۹۴۸

اِنتساب

سرپرستِ تحریکِ پاکستان مربئ قائداعظمؒ سنوسئ
ہند قبلہء عالم ابوالعرب سیدّی و سندی مرشدی و مولائی
حضرت امیرِ ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب
محدّث اعظم علی پوری قدس سرہٗ

اور

محققِ عصر سیوطئ دہر مبلغِ نظریہء پاکستان حکیمِ
ملت اُستاذی و ملاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم
لاہوری دامت برکاتہم عالیہ کے نام۔

سجا کے لختِ دل کو کشتیٔ چشمِ تمنا میں
چلا ہوں بارگاہِ عشق میں لے کے یہ نذرانہ

نگاہِ لطف و کرم کا امیدوار
محمد صادق قصوری

فہرست

وہ لوگ

(تحریکِ پاکستان میں علماء و مشائخ کی ولولہ انگیز قیادت کا ذکرِ جمیل)

عزم و ہمت، جرأت و ایقان رکھتے تھے وہ لوگ　　جذبۂ حق، قوتِ ایمان رکھتے تھے وہ لوگ
ایک خطے میں کریں قائم نظامِ مصطفیٰؐ　　اُن کی یہ خواہش تھی یہ ارمان رکھتے تھے وہ لوگ
ذہن میں تھی ایک اسلامی فلاحی مملکت　　جب بنائے قصرِ پاکستان رکھتے تھے وہ لوگ
صاف ان کی نیتیں، اُن کے ارادے تھے بلند　　شان والوں سے لڑے کیا شان رکھتے تھے وہ لوگ
ان کے سینوں میں تھی یادِ کبریا کی روشنی　　دل میں عشقِ صاحبِ قرآن رکھتے تھے وہ لوگ
خانقاہوں، مدرسوں کے رہنے والے تھے مگر　　دشمن و ہمدرد کی پہچان رکھتے تھے وہ لوگ
بُت کدے لرزاں تھے اُن کی ہیبتِ تکبیر سے　　ہر نفس میں سینکڑوں طوفان رکھتے تھے وہ لوگ
جو نبیؐ کے بے ادب تھے نام کے ایمان دار　　دشمنی اُن سے علی الاعلان رکھتے تھے وہ لوگ
نصرتِ حق پر انہیں ہر وقت کامل تھا یقین　　مسند و منصب نہ کچھ سامان رکھتے تھے وہ لوگ
جو کہا وہ عقل و استدلال سے ثابت کیا　　اپنے دعوے کے لئے بُرہان رکھتے تھے وہ لوگ
ظلمتِ شب، شدتِ طوفان سے آگاہ تھے　　اپنی شمعوں کو تہِ دامان رکھتے تھے وہ لوگ
زیرکی سے چال چلتے تھے بساطِ دہر پر　　شاطرانِ وقت کو حیران رکھتے تھے وہ لوگ
دین و ملت کی سرفرازی فقط مقصود تھی　　کب خیالِ نفع و نقصان رکھتے تھے وہ لوگ
بے خطر ہر قوتِ باطل سے وہ ٹکرا گئے　　راہِ حق پر ہیں یہ اطمینان رکھتے تھے وہ لوگ
جو خدا سے اور بندوں سے سرِ میداں کیا　　وہ سدا پیشِ نظر پیمان رکھتے تھے وہ لوگ
دشمنوں کی اکثریت سے نہ گھبرائے ذرا　　گرچہ تھوڑے تھے مگر کیا آن رکھتے تھے وہ لوگ

اس حصارِ عافیت میں آج جو مامون ہیں
اُن عظیم المرتبت لوگوں کے ہم ممنون ہیں

طارق سلطانپوری، حسن ابدال (اٹک)

ارضِ پاکستان

میرے وطن! تری تخلیق معجزہ ہی کی
وہ معجزہ جو بڑے عزم سے عبارت ہے

☆

مرا ہر ایک نفس تیرے پیار کا عطا کی
کہ تجھ سے میری محبت مری عبادت ہے

☆

سدا بہار رہے تیرا گلستان یونہی
ہوائے امن چلے، دل کی ہر کلی کھل جائے

☆

جو لوگ تیری بقا کے لیے ہیں سرگرداں
مری دعا ہے انھیں میری زندگی مل جائے

(سرور بارہ بنکوی)

پیغام

(جناب ڈاکٹر شیر محمد زمان چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان، اسلام آباد)

مجھے اس امر پر مسرت ہے کہ نہایت ہی محدود وسائل کے باوجود آپ جس طرح علمی و تحقیقی مشاغل جاری رکھے ہوئے ہیں، وہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ اللھم زد فزد۔ آپ کی تازہ کتاب بعنوان "تحریک پاکستان اور علماء کرام" بھی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی پہلی کاوشوں کی طرح تاریخی و سوانحی ادب میں ایک وقیع اضافہ ثابت ہوگی۔ وہ گرامی مرتبت شخصیتیں جنہیں تحریک پاکستان کی عظیم اور تاریخ ساز جدوجہد کے درخشندہ اور تابندہ ستارے کہا جا سکتا ہے، آہستہ آہستہ غروب ہو کر اپنی ابدی منزل کو منور کر رہے ہیں۔ ان کی جدوجہد، ایثار، استقلال اور اُن کی قربانیوں کی تاریخ کو محفوظ کرنا ہمارے ذمے ایک قرض ہے۔ آپ لائقِ تہنیت ہیں کہ کسی سرکاری سرپرستی کے بغیر ملت پاکستان کا یہ فرض اپنے گوشہء عزلت میں بیٹھ کر یوں نبھا رہے ہیں کہ بے اختیار داد و دُعا کے لئے ہاتھ اٹھتے ہیں۔

بلا شبہ تحریک پاکستان کے تاریخی قافلے میں سے چوٹی اکابر کا انتخاب بذاتہ ایک مشکل کام ہے جسے آپ نے نہایت خوبی اور تاریخی بصیرت کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔ اس فہرست میں کوئی ایک نام بھی ایسا نہیں جس پر انگشت نمائی کی گنجائش ہو۔ مولوی فرید احمد شہید جیسے نسبتہً قریب العہد بزرگ بھی بقائے دوام کے اس دربار میں رونق افروز ہیں مگر کس کی مجال ہے کہ ایسی ہستیوں کے پاکستان کے شہیدوں کی بزمِ گلنار میں مسندِ وقار پر فائز ہونے پر معترض ہو۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی جیسے چند بزرگ اب ہمارے درمیان باقی ہیں۔ ربِ رحیم و کریم اُن کی زندگی میں برکت عطا کرے اور اُنہیں صحت و عافیت اور اپنی روایتی ہمت و جرأت کے ساتھ دفاعِ پاکستان اور اتحاد و استحکامِ ملت کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کا بھرپور موقع عطا فرمائے۔ آمین۔

دعا گو

شیر محمد زمان

۹/ ستمبر ۱۹۹۸ء

پیغام

(جناب خواجہ افتخار مصنف "جب امرتسر جل رہا تھا") ـــــ لاہور

مجھے یہ معلوم کر کے از حد خوشی ہوئی ہے کہ وطن عزیز کے معروف محقق، صاحب طرز مصنف اور ممتاز اہل قلم میاں محمد صادق قصوری صاحب کی تازہ تصنیف "تحریک پاکستان اور علمائے کرام" زیور طبع سے عنقریب آراستہ ہو رہی ہے جس کے لئے میں ان کی خدمت میں صمیم قلب سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اس سے قبل موصوف کئی تصانیف کر کے وطن عزیز کے علمی و ادبی حلقوں میں عظیم محقق اور ممتاز مصنف کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ مجھے ان کی متعدد کتابوں کے مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے جس سے میرے دل میں ان کے لئے بے پناہ محبت اور عقیدت پیدا ہوئی ہے۔ بلاشبہ قصوری صاحب جیسے لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ بقول میر تقی میر

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

قصوری صاحب نے تحریک پاکستان کے عظیم رہنماؤں کی خدمات جلیلہ کے بارے میں قلم اٹھا کر ملک و قوم کی عظیم خدمت انجام دی ہے جس پر ان کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ خداوند کریم انہیں صحت، تندرستی اور خوشحالی جیسی نعمتوں سے مالا مال کرے جس سے وہ ملک و قوم کی خدمت کے اس سلسلے کو جاری رکھ سکیں۔ (آمین)

دعاگو

خواجہ افتخار

۵/ ستمبر ۱۹۹۸ء

تاثرات

(جناب حکیم محمد سعید دہلوی سابق گورنر سندھ، ہمدرد یونیورسٹی، مدینۃ الحکمۃ کراچی)

علمائے حق نے تاریخ کے ہر دور میں تعمیر و بقائے ملت کا نہایت مخلصانہ فریضہ سر انجام دیا ہے اور ملت کے افراد کو صراطِ مستقیم سے آگاہ کیا ہے اور راہِ حق میں جہاد کی دعوت دی ہے۔ یہ جہاد حیات کا پہلو رکھتا ہے۔ اس میں نفس کشی کو مقامِ اہمیت حاصل ہے اور خواہشات پر جبر اور قابو اس کا اولین عنوان ہے۔ اتباعِ سنتِ نبوی ﷺ سے یہ جہاد عبارت ہے۔ "تحریک پاکستان اور علمائے کرام" کتاب میں جن جید شخصیات کا تذکرہ ہے ان سب نے راہِ حق میں جہاد کو عنوانِ زندگی بنایا ہے اور افرادِ ملت کے قلوب میں گرمی پیدا کر دی ہے۔

جناب محترم میاں محمد صادق قصوری صاحب نے ان علمائے حق کے حالاتِ زندگی اور تحریک پاکستان کے لئے ان کی جدوجہد اور ایثار و خدمات کو قلمبند کیا ہے اور نہایت خوبی اور جامعیت کے ساتھ ان کا تعارف کرایا ہے۔ یہ خدمت قابلِ قدر ہے اور مستحقِ تحسین ہے۔

حکیم محمد سعید

۳/ دسمبر ۱۹۹۸ء

تعارف

(علامہ عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان، کراچی)

تحریک پاکستان در حقیقت جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی تحریک آزادی سے عبارت ہوئی ہے۔ ۱۵۸۷ء میں مغلیہ حکومت کے اختتام پر مسلمان ہی زیر عتاب آئے۔ استعمار پسند برطانوی حکمرانوں نے بھی ظلم ڈھائے اور یاران وطن نے بھی برصغیر ہند سے مسلمانوں کے خلاف منصوبے بنائے۔ اس دور ابتلاء میں مسلمانوں پر معیشی ضرب کاری بھی لگائی گئی اور اُن کے قائدین علمائے کرام اور مشائخین کو تہ تیغ بھی کیا گیا۔ یہ تمام حقائق ہماری تاریخ کا حصہ ہیں۔

۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ، مسلمانوں کی جماعت بن کر میدانِ سیاست میں آئی۔ اُس نے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کیلئے جدوجہد کی لیکن اس تحریک کو توانائی علمائے اہلسنت کی کاوشوں سے ملی۔ یہ انہی کی سعی جلیلہ کا فیضان تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے قلوب میں حبِ مصطفےٰ ﷺ کے جذبات نہ صرف تروتازہ رہے بلکہ انہی جذبات کے تحت وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی گریزاں نہ ہوئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ضروری تھا کہ تحریک پاکستان کے ان مجاہدین کی کاوشوں اور قربانیوں کو ملتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا جائے۔ لیکن افسوس اس کام کو اس طرح نہ کیا گیا جیسے اس کا تقاضا تھا۔

محمد صادق قصوری صاحب کی یہ کتاب اسی سمت ایک کاوش ہے۔ اُنھوں نے جذبۂ صادق کے ساتھ قلم اٹھایا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اہلِ سنت کی خدمت کرنے کی اور زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

عبدالعزیز عرفی

۷ ردسمبر ۱۹۹۸ء

قائداعظم کا نظریۂ پاکستان

کسی نظریاتی مملکت کے نظامِ حکومت کا تصور اُس کے بانی کے رہنما اصولوں اور اساسی نظریات کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ روس سے لینن، چین سے ماؤزے تنگ اور امریکہ سے لنکن کے اساسی نظریات کو نکال دیجئے تو ان ممالک کا نظریاتی آئینی ڈھانچہ ایک جسدِ بے جان ہو کر رہ جائے گا۔ آیئے ہم دیکھیں کہ بانیٔ پاکستان بابائے قوم محمد علی جناح کا تصورِ پاکستان کیا تھا اور اس تصور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قائداعظمؒ اور تحریکِ پاکستان کے کارکنوں نے اللہ تعالیٰ اور اپنی قوم سے کیا وعدے کئے تھے اور اُن پر کتنا عمل ہوا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ ''پاکستان کا مطلب کیا "لا اِلٰہ الّا اللہ"'' کے پرکشش نعرے نے کوہِ ہمالیہ سے راس کماری اور چاٹگام سے درہ خیبر تک برصغیر ہند و پاکستان کے تمام مسلمانوں کو تحریکِ پاکستان کا گرویدہ اور جاں نثار بنا دیا تھا۔ یہاں تک کہ ہندو اکثریتی علاقوں کے مسلمانوں نے جن کی بہت بڑی واضح اکثریت کو عملی طور پر قیامِ پاکستان سے کوئی سیاسی فائدہ حاصل نہیں ہوتا تھا، محض مذہبی شیفتگی اور اسلامی اخوت کی بنا پر حصولِ پاکستان کے لئے یہ عظیم الشان قربانیاں دیں جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی اس تحریک کے ضمن میں ہمیشہ سنہری حروف میں لکھی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، نصرتِ ایزدی، قائداعظمؒ کی فراست اور مسلمانانِ ہند کی جدوجہد اور قربانیوں سے ہم نے انگریز اور ہندو کی مخالفت کے باوجود پاکستان حاصل کر لیا۔

پاکستان وہ خطۂ زمین جو اسلامی ممالک میں سب سے بڑا اور دنیا کا پانچواں بڑا ملک

تھا، جہاں آزادی کی نعمت کے علاوہ دنیاوی ترقی کیلئے تمام مادی وسائل بہ افراط موجود ہیں اور جس کے حصول کے بعد قائداعظمؒ نے ۱۳ر جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے جلسہ میں حصول پاکستان کا مقصد بیان کرتے ہوئے قوم کو یاد دہانی فرمائی تھی :

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔"

اسلامی نظام کے متعلق قائداعظمؒ کے فرمودات کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں :-

(۱) نومبر ۱۹۳۹ء، عید الفطر، بمبئی

"مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن کریم میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔"

(۲) خطاب اجلاس مسلم لیگ، کراچی ۱۹۴۳ء

"وہ کونسا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں، وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے، وہ کون سا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے، ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک کتاب، ایک امت۔"

(۳) صدارتی تقریر، جالندھر بموقع اجلاس آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن ۱۹۴۳ء

"مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرزِ حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کے طرزِ حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوں؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے۔ اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرزِ حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن کریم نے فیصل کر دیا تھا۔"

(۴) خطاب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۸ر مارچ ۱۹۴۴ء

"آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبہ محرکہ کیا ہے؟ مسلمانوں کے لئے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی، اس کی

وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے، نہ انگریزوں کی چال۔ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔"

(۵) انٹرویو بنام گاندھی جی ۱۹۴۴ء

"قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی، غرض سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ امور حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق، فرائض تک، اخلاق سے لے کر انسداد جرم تک، زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک، ہر ایک قول، فعل اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہٰذا جب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہیں تو حیات و مابعد کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق کہتا ہوں۔"

(۶) پیغام عید ۱۹۴۵ء

"میرے پچھلی عید کے پیغام کے بعد مسلمانوں میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس زیادہ سے زیادہ بڑھ رہا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادات اور اخلاقیات تک ہی محدود نہیں بلکہ قرآن کریم سب مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے۔ یعنی مذہبی اور معاشرتی، تمدنی، تجارتی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ ﷺ کا ہم کو یہ حکم ہے کہ مسلمان کے پاس اللہ کی کلام کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کا بغور و خوض مطالعہ کرے تاکہ یہ اس کی انفرادی و اجتماعی ہدایت کا بھی باعث ہو۔"

(۷) خطاب کراچی بار ایسوسی ایشن ۲۵ر جنوری ۱۹۴۸ء

"آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آپ کی اس عزت و تکریم کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی تمام عظیم شخصیتیں آپ کے سامنے سر جھکاتی ہیں۔ میں ایک عاجز ترین، انتہائی خاکسار، بندہ ناچیز، اتنی عظیم، عظیموں کی بھی عظیم ہستی کو بھلا کیا اور کیسے نذرانہ پیش کر سکتا ہوں۔ رسول اکرم ﷺ عظیم مصلح تھے، عظیم راہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم سیاستدان تھے، حکمران عظیم تھے۔"

"میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا، جو دیدہ و دانستہ اور شرارت سے پروپیگنڈہ

کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصول عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابل اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔ میں ایسے لوگوں کو جو بد قسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں، یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ یہاں غیر مسلموں کو بھی کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے۔"

(۸) خطاب سبی (بلوچستان) ۱۴ر فروری ۱۹۴۸ء

"میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطہ حیات پر ہے جو ہمارے عظیم واضع قانون پیغمبر اسلام (ﷺ) نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام کا سبق یہ ہے کہ مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث و تمحیص اور مشوروں سے کیا کرو۔"

(وامرھم شوریٰ بینھم) سورہ الشوریٰ: ۳۸

(۹) خطاب کراچی ۱۹۴۸ء

"اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے، جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام و اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ نہ کسی شخص یا ادارے کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی احکام و اصول کی حکومت ہے۔"

(۱۰) خطاب سٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح یکم جولائی ۱۹۴۸ء

"میں اشتیاق اور دلچسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی "مجلس تحقیق" بینکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع و اختیار کرتی ہے، جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کیلئے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں اور اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے جو کہ مغرب کی وجہ سے دنیا کے سر پر منڈلا رہی ہے۔ مغربی نظام افراد انسانی کے مابین انصاف کرنے اور بین الاقوامی میدان میں آویزش اور چپقلش دور کرنے میں ناکام رہا ہے بلکہ گزشتہ نصف صدی میں ہونے والی دو عظیم جنگوں کی ذمہ داری سراسر مغرب پر عائد ہوتی ہے۔

مغربی دنیا صنعتی قابلیت اور مشینوں کی دولت کے زبردست فوائد رکھنے کے باوجود، انسانی تاریخ کے بدترین باطنی بحران میں مبتلا ہے۔ اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوشحالی حاصل کرنے کے لئے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہ مل سکے گی۔

اپنی تقدیر ہمیں اپنے منفرد انداز میں ڈھالنی پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت میں اپنا فرض انجام دیں گے۔ انسانیت کے سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے۔ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوشحالی کا امین و محافظ ہو سکتا ہے۔"

مذکورہ بالا تحریروں کی روشنی میں یہ صاف عیاں ہے کہ قائداعظم مغرب کے ہر نظام کو روئے زمین کے انسانوں کیلئے عام طور پر اور مسلمانوں کے لئے خاص طور پر مضر سمجھتے تھے۔ عصر حاضر کا نوجوان قائداعظم کے ان افکار و نظریات سے بالکل ناواقف ہے اور یہ بڑا المیہ ہے۔ اس خطہ پاک میں جو لوگ نظریہ پاکستان کی حقیقی بنیاد پر ملک کی آزادی اور تنظیم نو کے خواہاں ہیں، ان کو چاہیے کہ بانی پاکستان کی تحریروں کو نظر انداز نہ کریں۔

ہمیں سوچنا یہ ہے کہ آج پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے، کیا یہی قائداعظم کا تصور پاکستان تھا؟ کیا یہی وہ خواب ہے جو علامہ اقبال نے دیکھا تھا؟ کیا یہ وہی ملک ہے جس کی آرزو ملت اسلامیہ نے کی تھی؟ کیا ہم مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دیگر حصوں کے دس لاکھ سے زائد شہیدوں کو بھول گئے جو اپنے بنائے ہوئے ملک کو دیکھنے کی تمنا لئے چل بسے؟ کیا ہم ان ۳۵ ہزار بہنوں کی آہ و بکا کو بھول گئے جو آج بھی غیروں کے قبضے میں ہیں؟ پاکستان کے حصول کی پاداش میں کیا کیا قربانیاں نہیں دی گئیں۔ ایک کروڑ سے زائد مسلمانوں کو اپنے صدیوں کے گھر بار اور مال و اسباب مجبوراً چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔ کروڑوں مسلمان بھارت میں آج بھی قیام پاکستان کی وجہ سے ہندو کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ آج ہمیں خود غرضی، ہوس، اقتدار، دولت اور عیش و عشرت کے علاوہ کچھ بھی یاد نہیں۔ افسوس ہم اس عظیم ورثہ کو سنبھالنے کے اہل ثابت نہ ہوئے۔ جس ملک نے ہمیں دولت و عزت سب کچھ دی، اسے اپنے ہاتھوں برباد کرنے کی

کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ جب کوئی قوم کفران نعمت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی اور اپنے نظریہ سے روگردان ہو جاتی ہے تو اسے آزمائش و آلام میں ڈال دیا جاتا ہے اور نتیجۃً اس کے لئے پریشانیوں اور مصیبتوں کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ باہمی اختلافات، لڑائی جھگڑے، عدم اعتمادی، بے چینی، نفرت، غربت و افلاس، غفلت و خود بینی، خود غرضی اور غلط خواہشات اس مقہور معاشرہ میں عام ہو جاتی ہیں اور اچھے برے کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے۔ مشیتِ خداوندی اس طرح کے حالات میں ایسی قوم کو تنبیہ کے طور پر بار بار جھنجھوڑتی ہے کہ شائد وہ راہِ راست پر آجائے اور اگر اس پر بھی وہ باز نہ آئے تو وہ قوم دنیا میں ذلیل و خوار ہو جاتی ہے۔ مشرقی پاکستان کا سانحہ ہمارے لئے زبردست تنبیہ تھی لیکن اس سے ہم نے کیا سبق لیا؟ ملک دو ٹکڑے ہو جانے اور تمام دنیا میں اپنی ذلت و رسوائی کے باوجود ہم نے اپنی غلط روش نہیں چھوڑی۔ آج بھی ہم عدم استحکام، بے چینی اور پریشانیوں کا شکار ہیں۔ ہمارا معاشرہ ہر روز بد سے بد تر ہوتا جارہا ہے۔

آیئے! اب بھی وقت ہے کہ ہم دوسروں کا احتساب کرنے سے پہلے خود اپنا احتساب کریں کہ ہم نے ملک کی بھلائی یا برائی کے کام کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور درِ توبہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ اللہ اور قوم سے کئے ہوئے وعدہ کو ایفا کرنے کی انفرادی اور اجتماعی کوشش میں دل و جان سے لگ جائیں۔ اس وعدہ کی تکمیل ہی پر ہم اللہ تعالیٰ، نبی اکرم ﷺ، قائد اعظمؒ اور شہیدوں کی روحوں سے سرخ رو ہو سکتے ہیں۔ اور اس عمل میں انفرادی طور پر دنیا و آخرت کی بھلائی اور اجتماعی طور پر قوم و ملک کی خوشحالی، یکجہتی اور عظمت کا انحصار ہے ورنہ خدانخواستہ ہماری اپنی بد اعمالیوں سے ہمارا جو حشر ہو گا، وہ تحریک پاکستان کے ادنیٰ خادم

([illegible])

([illegible])

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

سخنِ اوّلیں

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ علمائے کرام کے قدسی گروہ نے ہر دور میں مذہب و ملت کی عزت و آبرو کے تحفظ کیلئے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں، اس سلسلے میں انہوں نے جابر سے جابر حکمرانوں کے سامنے بھی کلمہء حق کہنے اور حق و صداقت کا علم بلند کرنے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ حالانکہ انہیں اس کی پاداش میں تن من دھن کی بازی لگانا پڑی، چنانچہ انہوں نے ہنسی خوشی تختہء دار پر لٹک جانا قبول کر لیا مگر اپنے آقا و مولا حضور پُر نور ﷺ کی اطاعت سے انحراف نہیں کیا۔

امامِ اعظم سیدنا ابو حنیفہ، آفتابِ ہند مجدد الف ثانی، مجاہد کبیر مولانا فضل حق خیر آبادی قیام الملت والدین مولانا عبد الباری فرنگی محلی (پیرو مرشد علی برادران) اور فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیھم و دیگر بے شمار نفوسِ قدسیہ کے کارناموں سے کون واقف نہیں ہے، ان سب حضرات نے اپنے اپنے دور میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے گرانقدر خدمات سر انجام دیں، تاریخ ان کے روشن کارناموں سے مزین ہے۔

جو کام جذبِ شوق میں دیوانے کر گئے
وہ زندگیء عشق کے افسانے بن گئے

حضرت امام اعظم نور اللہ مرقدہٗ نے عباسی خلفاء کے جبر واستبداد کے خلاف نعرۂ حق بلند کیا تو ایوان خلافت میں لرزہ طاری ہو گیا اور انہیں قید و بند سے دو چار ہونا پڑا اور اسی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے مگر باطل کی تائید کیلئے کسی لمحہ بھی غافل نہ رہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ النورانی نے دور اکبری و جہانگیری میں ان کے خود ساختہ "دین الٰہی" کے تار و پود بکھیرنے کیلئے جس جرأت و مردانگی کا مظاہرہ کیا وہ اسلامی تاریخ کا سنہری باب ہے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے "دو قومی نظریہ" کا دفاع کرکے یہ واضح کیا کہ ہندو، ہندو ہے اور مسلمان، مسلمان ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے رات اور دن کی طرح متضاد ہیں اور اپنا الگ تشخص رکھتے ہیں۔

یہ وہ دور تھا جب ہندوؤں نے مغلیہ سلطنت میں اپنا کافی اثر و رسوخ پیدا کر لیا تھا اور مسلمان بادشاہوں پر ڈورے ڈالنے کے لئے اپنی خوبصورت لڑکیاں بادشاہوں کے حرم میں اور بڑے بڑے امرائے سلطنت کو قتل کرنے کی مذموم کوششیں کرنے لگے تاکہ وہ اس طرح اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسلام کے خلاف اپنی ازلی و ابدی دشمنی کا مظاہرہ کر سکیں۔ حضرت مجدد قدس سرہ، نے اکبری دور کے حالات کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

"اسلام ضعیف گشتہ کفار ہند بے تحاشا مساجد منہدم می نمایند و در آنجا معبد ہا برائے خود می سازند" (مکتوبات شریف)

ترجمہ:۔ "اسلام اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ کفار بے کھٹکے مسجدوں کو گرا رہے ہیں اور ان کی جگہ مندر بنا رہے ہیں۔"

مکتوبات کی جلد اول میں ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

"کفر والے صرف اسی پر راضی نہیں کہ اسلامی حکومت میں ان کے کافرانہ قوانین نافذ ہو جائیں بلکہ ان کی منشاء تو یہ ہے کہ اسلامی احکام اور قوانین سرے سے نابود کر دیے جائیں اور ان کو اتنا مٹا دیا جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کا کوئی اثر اور نشان باقی نہ رہے۔"

ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، نے اکبری دین، ہندوؤں کی اسلام دشمن تحریکوں اور گونا گوں فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تمام تر مساعی صرف کردیں۔ انہیں جلال الدین اکبر کا جاہ و جلال اور رعب و داب مرعوب کر سکا، نہ ہندوؤں کی منظم طاقت، صراط مستقیم سے متزلزل کر سکی اور نہ ہی گوالیار کے قلعے کی صعوبتیں جادہ

حق سے عاری نہیں۔ حکیم الامت ترجمان حقیقت اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمئ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا مرحلہ آیا تو ہمارے علماء نے اپنے خون سے تاریخ رقم کی، مجاہد کبیر علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شیر دل ساتھیوں مولانا کفایت علی کافیؒ، مولانا فیض احمد بدایونیؒ، مفتی رسول بخش کاکوروی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا رضی الدین بدایونیؒ، مفتی صدر الدین آزردہ اور سید وہاج الدین مراد آبادی وغیرہم نے انگریزی سامراج کا تختہ الٹنے کیلئے جو بیش بہا قربانیاں دیں ان کے ذکر کے بغیر جنگ آزادی کا تصور تک ممکن نہیں ہے۔

تحریک خلافت حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ قیادت میں علی برادران، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا عبدالماجد بدایونی جیسے سینکڑوں نہیں ہزاروں علماء نے جس سرفروشی کا مظاہرہ کیا تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسی طرح تحریک پاکستان کا دور آیا تو بھی ہمارے علمائے کرام نے میدان عمل میں اتر کر آزادی کے حصول کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہ ہے کہ اگر ہمارے علماء تحریک پاکستان کی حمایت نہ کرتے تو پاکستان کا حصول آج تک نا ممکن ہوتا۔ آج وطن عزیز کے نوجوانوں کو اس امر کا علم نہیں ہے کہ ہمیں اس مملکت کے حصول کے لئے کیا کچھ کرنا پڑا ہے۔

تحریک پاکستان کی جنگ میں ہمیں دوہری لڑائی لڑنا پڑی۔ انگریز اور ہندو نے تو پاکستان کی مخالفت کرنی ہی تھی کہ کیونکہ ان کا تو خمیر ہی اسلام دشمنی سے تھا، لیکن ستم یہ ہے کہ بعض مسلمان کہلوانے والوں نے ان سے بھی بڑھ کر اسلام دشمنی اور ملت فروشی کا شرمناک مظاہرہ کیا۔ چنانچہ ان نام نہاد مسلمان علماء نے گاندھی کی لنگوٹی تھام کر ہندو کانگریس کے حقیر سکوں کے عوض "دو قومی نظریے" "قیام پاکستان" اور "مسلم لیگ" کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی اس کا ذکر کرنے سے سینہ شق ہوتا ہے، آنکھوں سے اشک رواں ہوتے ہیں

کہ کہاں یہ جبہ ودستار پوش علماء اور کہاں ہندوؤں کی ہمنوائی۔ زبان سے یہ لوگ قال اللہ کی صدائیں بلند کرتے تھے، مگر اُن کے دل کانگرس کے روپے پیسے سے سیاہ ہو چکے تھے۔ یہ لوگ قائداعظمؒ کو کافر، فاسق وفاجر، ابو جہل اور مسلم لیگ کو کافروں کی جماعت کہتے تھے۔ ان حالات میں علمائے اہلسنت نے مسلم لیگ کی مکمل اور جان ودل حمائت کی۔ ایک طرف ہندو اور انگریز مسلمانوں کو ہمیشہ کیلئے غلام بنانے کی فکر میں تھے تو دوسری طرف ہندو کانگرس کے نمک خوار مسلمان اس منحوس کوشش میں اُن کے دست وبازو بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ ہمارے علماء نے ہر قسم کے خطرات کو بالائے طاق رکھ کر قیامِ پاکستان کی راہ ہموار کی۔ ان کو کانگرس کا روپیہ پیسہ خرید سکا، نہ ٹاٹا اور برلا کے لعل وجواہر ان کی آنکھوں کو خیرہ کر سکے اور نہ انگریزی حکومت کی جیلیں اور جبر واستبداد ان کے ایمان چھین سکا اور نہ ہی جبہ ودستار پوش قشقہ لگانے والے علماء کی ہرزہ سرائی اور ناشائستہ وناگفتہ بہ سازشیں انہیں اس راہ سے متزلزل کر سکیں۔ حتیٰ کہ ان کی شبانہ روز کاوشوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پاکستان ایک روشن حقیقت بن کر ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کے نقشے پر اُبھرا۔

ضرورت تھی کہ ان قدسی صفات علمائے کرام کے کارناموں کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ نئی نسل اپنے ان محسنوں اور اکابرین کی خدماتِ جلیلہ سے واقف وآگاہ ہو کر اپنے اندر مذہب وملت کے درد کی کسک محسوس کرے کیونکہ تحریک پاکستان کے مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے نژادِ نو کی ذہنی، فکری، نظریاتی اور رُوحانی تربیت کی اشد ضرورت ہے کہ ابھی ہمیں قائداعظمؒ کے تصورِ پاکستان کے حصول کیلئے بہت کچھ کرنا ہے۔ سب سے پہلے تو پاکستان کو پاکستان اور قائداعظمؒ کے اصل پیروکاروں کے حوالے کرنے کی جدوجہد کرنا ہے اور اس کے بعد قائداعظمؒ کے تصورِ پاکستان پر کام کرنا ہے کیونکہ ۔

ابھی گرانیٔ شب میں کمی نہیں آئی
نجاتِ دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

میں نے گذشتہ سال طبع ہونے والی اپنی کتاب "تحریک پاکستان اور مشائخ عظام" میں وعدہ کیا تھا کہ اس کے بعد انشاء اللہ "تحریک اور علمائے کرام" پیش کی جائے گی، چنانچہ

پیش خدمت ہے تاکہ نئی نسل اسے پڑھ کر قائداعظمؒ کے تصورِ پاکستان کو عملی جامہ پہنانے کی سعی و کاوش میں ہراول دستے کا کام دے۔ قائداعظمؒ کا تصورِ پاکستان یہ تھا کہ اس ملک میں نفاذِ شریعت ہو، دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا ہو، یہاں امن و آشتی کی حیات افروز ہوائیں مہکیں اور مسلم اُمہ کے شعور کی بلبلیں چہکیں مگر افسوس کہ ہم اپنے مقصد کو فراموش کر کے اندرونی اور بیرونی سازشوں کا شکار ہو گئے۔ آج عیار سامراج اور مکار ہندو ہمیں زیر کرنے کیلئے بے قرار ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام تر گروہی اختلافات ختم کر کے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں، آج ہم میں اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ اگر ہم نے اندرونی سازشوں کو ناکام نہ بنایا تو آنے والا کل کسی اور کا ہو گا۔ اب نہ تو دوبارہ علامہ اقبالؒ جیسا مدبر اور قائداعظمؒ جیسا رہنما پیدا ہو گا اور نہ ہی قربانیاں دینے والے علماء و قومی کارکنان۔ لہٰذا آئیں سب مل کر عہد کریں کہ وطنِ عزیز کو اسلام کا ناقابلِ تسخیر قلعہ بنا دیں۔

لہو برسا ہے آنسو لُٹے رہرو کٹے رشتے

ابھی تک نا مکمل ہے مگر تکمیلِ آزادی!

آخر میں اُن تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی شفقت، محبت اور عنایت کی بدولت یہ کتاب پایہء تکمیل تک پہنچی۔ حضرت امیر ملتؒ کے جانشین مہر الملت حضرت پیر سید منور حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ العالی استاذی حکیم ملت حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری دامت برکاتہم عالیہ اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مدظلہ کی بزرگانہ شفقت اور رہنمائی میرا سرمایہء حیات ہے۔ اگر ان ہر سہ حضرات کی سرپرستی مجھے حاصل نہ ہوتی تو شاید میں عشق کے اس بھاری پتھر کو چوم کر رکھ دیتا۔ اللہ کریم میرے ان تینوں بزرگوں کا سایہ ہماپایہ سلامت تاقیامت رکھے۔ علاوہ ازیں پیر طریقت حکیم سید اکرام حسین چشتی سجادہ نشین سیکر شریف حیدر آباد سندھ، حضرت الحاج الحافظ صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول سجادہ نشین للہ شریف ضلع جہلم، حضرت دیوان سید آل مجتبیٰ علی خاں اجمیری سجادہ نشین گلشن سلطان الہند ضلع اٹک، حضرت پروفیسر پیر نثار احمد جان سرہندی میرپور خاص سندھ، بزرگ محترم ڈاکٹر شیر محمد زمان چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، محبِ گرامی پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر آف کوئٹہ، عظیم دانشور حکیم محمد سعید دہلوی شہید، نامور مورخ خواجہ افتخار لاہور، انجینئر شفیق

محمد صدیق لاہور اور جناب اختر علی وینس ٹیک چنیوٹ و دیگر حضرات نے بھی حوصلہ افزائی کی اور اپنے تعاون سے نوازا۔ جناب علامہ عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ کراچی نے "تعارف" تحریر فرمایا۔ حضرت صابر براری ثم کراچوی، حضرت طارق سلطانپوری ثم حسن ابدالوی اور سید عارف محمود مجور رضوی گجراتی نے "قطعات تاریخ وفات" مرحمت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر سے نوازے اور دین و دنیا میں شاد کام رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

محمد صادق قصوری
برج کلاں ضلع قصور
پوسٹ کوڈ: ۵۵۵۱
۲۸ / اکتوبر ۱۹۹۸ء
بدھ وار

ضروری نوٹ:۔

اس کتاب کے بعد "کاروانِ تحریک پاکستان" کے نام سے ایک الگ کتاب پیش کی جائے گی جس میں سنی کارکنان کی تحریک پاکستان میں خدماتِ جلیلہ کا احاطہ کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔

قصوری

مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ تو از تنگیٔ داماں گلہ دارد

قدوۃ الخلف بقیۃ السلف قیام الملۃ والدین مولانا محمد عبدالباری ابن مولانا شاہ عبدالوہاب (۱۸۳۶ء۔ ۱۹۰۳ء) ابن شاہ محمد عبدالرزاق (۱۸۲۲ء۔ ۱۸۸۹ء) ابن شاہ محمد جمال الدین (ء۔ ۱۸۵۹ء) ابن ملا علاء الدین (ء۔ ۱۸۴۷ء) ابن ملا احمد انوار الحق (ء۔ ۱۸۲۱ء) ابن مولانا شاہ احمد عبدالحق فرنگی محلی (ء۔ ۱۷۵۳ء) ابن ملا محمد سعید سالوی (ء۔ ء) ابن ملا قطب الدین شہید سالوی (ء۔ ۱۶۹۲ء) کی ولادت باسعادت ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ / ۱۳ اپریل ۱۸۷۸ء بروز اتوار فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ سلسلۂ نسب خواجہ عبداللہ انصاری (مدفون ہرات ۱۰۸۸ء) کے واسطے سے سیدنا ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حفظ قرآن کے بعد مولانا عبدالباقی فرنگی محلی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۵ء)، مولانا غلام احمد پنجابی، مولانا احمد اللہ سندیلویؒ، مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی ثم لکھنوی (ف ۱۹۲۵ء) اور مولانا غلام یحییٰؒ سے اکتسابِ علم کیا۔ ختم کتب کے بعد مولانا عبدالباقی نے اپنی مرویات

کی مع مسلسلات وغیرہ کے اپنے سامنے پڑھوا کر اجازت عنایت فرمائی۔ علاوہ ازیں سید علی بن سید ظاہر وتری مدنی، شیخ الدلائل علامہ سید امین رضوان، علامہ سید احمد برزنجی مدنی، سید محمد ہاشمی حریری سے اجازت کتب حدیث اور دلائل حاصل ہوئی تھی۔ نانا جان مولانا نورالحسنین بن ملک العلماء مولانا حیدر نے بھی اجازت حدیث مسلسلہ و سید عابد سندھی اور سید احمد دحلان عطا فرمائی تھی۔

۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء میں حرمین شریفین اور عراق کا سفر اختیار فرمایا۔ رمضان المبارک میں بغداد شریف پہنچے اور بصرہ و بغداد کے تمام متبرک مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بغداد شریف کے صاحبزادے نہایت عزت و احترام سے پیش آئے اور حضرت نقیب الاشراف سید عبدالرحمٰنؒ نے سلاسل طریقت کے علاوہ سند حدیث بھی مرحمت فرمائی۔

آپ آسمان شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ بحر العلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی (۱۷۳۱ء۔ ۱۸۲۰ء) کے بعد ارباب فرنگی محل میں کسی کو ایسی شہرت کہ جو بر صغیر پاک و ہند کے عوام و خواص، علماء امراء، شہروں اور دیہاتوں سے گزر کر بیرون ہند، عرب و عجم تک پہنچی ہو، نصیب نہیں ہوئی۔ آپ کی شہرت کا ڈنکا دنیائے اسلام ہی میں نہیں بلکہ یورپ کے قصور سلاطین اور ارباب سیاست میں بھی بجتا تھا۔ آپ کے علم و فضل کا لوہا ہر کسی نے مانا۔ آپ کو تمام علوم ظاہری و باطنی میں تبحر تام حاصل تھا، فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاںؒ (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۱ء) آپ کو "فاضل اکمل" کہتے تھے۔

آپ نے درس و تدریس کا پیشہ اختیار فرمایا اور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کو شہرت عام اور بقائے دوام تک پہنچایا۔ ایک زمانہ تک آپ کی توجہ مبارک صرف مدرسے پر ہی مرکوز رہی لیکن جب آپ کو مدرسہ کی جانب سے بڑی حد تک اطمینان ہو گیا تو آپ نے سیاسی امور میں بھی پوری دلچسپی سے حصہ لیا اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ عالم دین میدان سیاست میں بھی شہسوار ہو سکتا ہے۔ آپ سب سے پہلے عالم دین تھے جنھوں نے میدان سیاست میں قدم رکھ کر علماء کو اس طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ آپ نے مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) اور علی برادران یعنی مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) اور مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) کی سیاسی و روحانی تربیت کر کے تحریک آزادی کو جلا بخشی۔ کوئی

مانے یا نہ مانے لیکن یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اگر مولانا عبدالباری، ان کا خاندان اور ان کے روحانی و سیاسی مرید سیاسیات ہند میں دخیل کار نہ ہوتے تو حصول پاکستان کی منزل ابھی بہت دور ہوتی۔

۱۳ راگست ۱۹۱۳ء کو کانپور کی مسجد مچھلی بازار کا واقعہ پیش آیا، جس میں ایک سڑک نکالنے کے لئے مسجد کا ایک حصہ گرا لیا گیا تھا۔ جب مسلمان اس سلسلے میں مسجد کی اینٹیں جمع کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے اور مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی (۱۸۸۴ء۔ ۱۹۵۷ء) کی پرجوش تقریر سے متاثر ہو کر تعمیر کا سلسلہ شروع کیا تو حکومت کی طرف سے گولی چلا دی گئی۔ مسٹر ٹائلر ڈپٹی کمشنر کانپور کے حکم پر سکھ فوج نے نہایت بے رحمی سے گولیاں برسائیں اور قریب سے برچھے مارے، شہیدوں اور زخمیوں میں ننھے ننھے بچے بھی شامل تھے۔ اس خونیں سانحے نے تمام ہندوستان میں آگ لگا دی۔ مولانا آزاد سبحانی اور دیگر بہت سے علمائے کرام اور راہنما گرفتار کر لئے گئے جس کی وجہ سے ملک گیر مظاہرے شروع ہو گئے۔ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ مسجد کے اس حصے کو جو شہید کیا گیا ہے، قائم رکھا جائے مگر حکومت نے اسے اپنے وقار کا مسئلہ بنا لیا۔

اس موقع پر مولانا عبدالباری دیوانہ وار میدان میں کودے اور مسجد کے شہید شدہ حصے کی تعمیر اور بازیابی کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر حکومت نے آپ سے صلح کرنا ہی مناسب جانا۔ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر، مشہور ماہر آئین و قانون سر سید علی امام (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) نے مولانا محمد علی جوہر اور ان کے ذریعے مولانا عبدالباری کو پیام صلح بھیجا۔ حکومت ہند نے صوبائی حکومت سے قطع نظر بطور خود اس مسئلے کا فیصلہ یوں کرنا چاہا تھا کہ:

(۱) قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔

(۲) زیر سماعت ملزموں سے مقدمہ اٹھا لیا جائے گا۔

(۳) مظلوموں کی مالی مدد کی جائے گی۔

(۴) مسجد کا جو حصہ منہدم کیا جا چکا ہے وہ علیٰ حالہ رہے گا۔

(۵) مسلمان از سر نو تعمیر کا مطالبہ نہ کریں۔

یہ شرائط صد درجہ نامعقول تھیں۔ نہ مولانا محمد علی جوہر نے انہیں منظور کیا اور نہ

ہی مولانا محمد عبدالباری کی دینی حیثیت اسے قبول کر سکتی تھی۔ ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے اس بے غیرت تجویز کو نہ صرف رد کر دیا بلکہ حکومت کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ حکومت حواس باختہ ہو گئی اور ایک مرتبہ پھر وہ اپنے طے شدہ اور ناقابل تنسیخ فیصلے کو بدلنے پر آمادہ ہو گئی۔ ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل لارڈ ہارڈنگ (عہد حکومت ۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۶ء) بہ نفسِ نفیس کانپور آئے۔ سر علی امام نے حکومت ہند کی طرف سے اور مولانا عبدالباری نے مسلمانان ہند کی طرف سے گفت و شنید شروع کی، جس کا نتیجہ نکلا کہ:

(۱) جملہ قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے گا۔

(۲) جن لوگوں کے خلاف مقدمات چل رہے ہیں وہ واپس لے لئے جائیں گے۔

(۳) اور مسجد جو بلندی پر واقع تھی اس کے منہدم شدہ حصے کی تعمیر از نو اس طرح کی جائے گی کہ اوپر چھت دے کر وضو خانہ پھر سے قائم کر دیا جائے گا اور چھت کے نیچے سے آمد و رفت کا راستہ رکھا جائے گا۔

یہ ایسا فیصلہ تھا جسے فریقین نے خوش دلی سے اور مسرت کے ساتھ منظور کیا، اس فیصلے کا اعلان بذاتِ خود وائسرائے نے کیا اور اس کی مدح و ستائش سرکار پرستوں نے بھی کی اور حکومت کے باغیوں اور حریت ماآبوں نے بھی کی۔ مسلمانوں کی لاج رہ گئی اور ایک بہت بڑا فتنہ دب گیا اور پہلی مرتبہ مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ بھی ایک طاقت ہیں اور اپنے قومی و دینی مطالبات حکومت سے منوانے کی سکت رکھتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے بعد پہلی مرتبہ مسلمانوں نے خود اعتمادی، خودی اور خودنگری کا مظاہرہ کیا اور اس میں وہ پورے طور پر کامیاب ہوئے تھے۔

ہندوستان کے علماء میں سب سے پہلے جو علمائے کرام زاویہ و خانقاہ و حلقۂ درس و افتاء کو ترک کر کے فرنگی استعمار کے مقابلے میں سدِ سکندری بن کر حائل ہوئے ان میں سب سے پہلا نام مولانا عبدالباری کا ہے۔ دوسرے علماء کرام انہی کی دعوت تحریک، تلقین اور تبلیغ سے مسجد و خانقاہ سے اٹھ کر میدان میں اترے اور بلاشبہ عظیم اور وسیع اور عہد آفریں کارنامے انجام دیئے۔

۶ / مئی ۱۹۱۳ء کو آپ نے مقامات مقدسہ کے تحفظ کے لئے "انجمن خدام کعبہ" کی بنا ڈالی۔ اس انجمن نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے وہ تاریخ کا ایک روشن باب

ہیں۔ یہ انجمن دہلی میں آپ کی سربراہی اور مولانا شوکت علی کی معتمدی میں قائم ہوئی۔ اس انجمن کی کارگزاری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نصف سال کی کم مدت میں اس کے ممبروں کی تعداد ساڑھے تین ہزار کے لگ بھگ پہنچ گئی۔

واضح رہے کہ "انجمن خدام کعبہ" کوئی سیاسی جماعت نہیں تھی جس کی بنیاد ہنگامہ آرائیوں پر ہو، یہ ایک خالص ملی تنظیم تھی اور ان لوگوں پر مشتمل تھی جو خدا کے نام پر اور حضور سید عالم ﷺ کی حرمت پر کٹ مرنے کو تیار تھے۔ ممبری کی شرط یہ تھی کہ حرمین شریفین کی تحریم اور ناموس پر قربان ہو جانے اور جان فدا کرنے کا فیصلہ کر کے ممبری کے فارم پر دستخط کئے جائیں۔

دسمبر ۱۹۱۸ء میں مسلم لیگ کا گیارھویں سالانہ اجلاس دہلی میں زیر صدارت شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) منعقد ہوا۔ کانگرس کا اجلاس بھی اسی وقت دہلی میں ہو رہا تھا۔ مسلم لیگ کے جلسے کے صدر استقبالیہ ڈاکٹر مختار احمد انصاری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۶ء) تھے۔ یہ اجلاس اپنی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے تاریخی اجلاس تھا۔ مسلمانوں کے عام اضطراب اور حکومت کے خلاف عام ناراضگی کا پتہ اس اجلاس کی جو شیلی کاروائی سے چلتا ہے۔ اسی سال کلکتہ میں "انڈین ڈیلی نیوز" نے حضور پر نور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی پر حملہ کیا تھا جس کے خلاف بے شمار احتجاجی جلسے کئے گئے۔ ان جلسوں کو سرکاری حکام نے روکنے کی کوشش کی اور مسلمانوں پر گولیاں برسائی گئیں، جس سے سینکڑوں مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمان ان واقعات سے نہایت برہم تھے۔

اس اجلاس کی خصوصیت یہ تھی کہ سب سے پہلی بار مولانا عبدالباری نے کثیر التعداد علماء مثلاً مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) اور مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) وغیرہ کے ساتھ شرکت فرمائی اور اپنی شعلہ بار تقریر سے سامعین کے قلب و جگر کو گرمایا۔ اس زمانے میں کانگرس اور مسلم لیگ کے اجلاسوں میں "یونین جیک" کے جھنڈے لگائے جاتے تھے۔ کانگرس میں تو "ملک معظم" کی وفاداری کا ریزولیشن ہمیشہ پاس ہوتا تھا۔ مولانا عبدالباری جب اس اجلاس میں بہ اصرار صدر تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو آپ نے جب "یونین جیک" کو ہال میں دیکھا تو غصہ کی شدت سے چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا:

"اس ہال میں کسی مذہبی مسئلہ پر ایمانداری کے ساتھ ایک لفظ کہنا بھی حرام ہے جب تک کہ انگریزی جھنڈوں کی لعنت یہاں موجود ہے۔"

آپ کے ان الفاظ کے ساتھ تمام ایوان میں سناٹا چھا گیا اور مولوی فضل الحق نے ایک دم منبر پر کھڑے ہو کر ان جھنڈوں کو اپنے ہاتھ سے اتار کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ اقدام اس زمانے کی سیاست میں بڑی زبردست سزا کا مستوجب تھا اور آخر کار ڈاکٹر انصاری کا خطبہ مجلس استقبالیہ ضبط کر لیا گیا۔

اس اجلاس میں علمائے کرام بالخصوص مولانا عبدالباری کی شرکت کی خوشی میں کرسی صدارت سے ایک تجویز پیش کی گئی جس میں علمائے کرام کی شرکت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ اجلاس کی تجاویز میں خلافت، بیت المقدس اور اسلامی سلطنتوں کی تقسیم مذہبی نقطہ نظر سے اہم تھیں۔

ایک تجویز یہ تھی کہ جنگ کے بعد "حق خودارادیت" کا جو مسئلہ لیگ آف نیشنز (مجلس اقوام) نے طے کیا ہے، اس پر عملدرآمد ہندوستان پر بھی کیا جائے۔ اوائل دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں مسلم لیگ کا اجلاس زیر صدارت حکیم اجمل خان دہلوی (۱۸۶۳ء۔ ۱۹۲۸ء) منعقد ہوا۔ تو علی برادران قید سے رہائی کے بعد سیدھے امرتسر پہنچے۔ علی برادران، صدر اجلاس کے دائیں بائیں سٹیج پر بیٹھے تھے جبکہ مولانا عبدالباری مولانا حسرت موہانی اور مولانا آزاد سبحانی بھی ساتھ جلوہ گر تھے۔ اسی موقعہ پر حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے "بلبلان اسیر کی رہائی" کے عنوان سے مندرجہ ذیل اشعار سنا کر علی برادران کو خراج تحسین پیش کیا۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرہ نیساں ہے زندان صدف سے ارجمند

مشک اذفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے
مشک بن جاتی ہے ہو کر نافہ آہو میں بند

ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند

شہپر زاغ و زغن در بند قید و صید نیست
ایں سعادت قسمت شہباز و شاہیں کردہ اند

جمعیت علمائے ہند کے آپ بانی تھے۔ اس کا پہلا اجلاس ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو امرتسر میں ہوا۔ اسی زمانے میں امرتسر میں کانگرس، مسلم لیگ اور خلافت کمیٹی کے اجلاس

ہو رہے تھے۔ اس اجلاس میں آپ کو جمعیت علماء ہند کا مستقل صدر چنا گیا۔ اجلاس میں یہ قرار پایا کہ مساجد میں سلطان المعظم کا خطبہ پڑھا جائے اور مسائل خلافت طے کرنے کے لئے صلح کانفرنس میں لائیڈ جارج وزیر اعظم کے ساتھ وزیر ہند، مسٹر ابوالحسن اصفہانی (۱۹۰۲ء۔۱۹۸۱ء)، مسٹر غلام محمد بھوگری (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۲۴ء) اور مسٹر رفیع احمد قدوائی (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۵۴ء) کو جانے کی اجازت دی جائے۔ جمعیت کے مقاصد میں حسب ذیل امور شامل کئے گئے۔

(۱) غیر مسلم برادران کے ساتھ ہمدردی اور اتفاق۔

(۲) مذہبی حقوق کی نگہداشت اور مسلمانوں کی رہنمائی۔

مولانا عبدالباری نے تحریک خلافت میں جو کردار ادا کیا، قلم اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ اس تحریک کو ہندوستان کے تمام اہل اسلام میں عام تحریک واشاعت کرنے میں آپ ہی کا قدم سب سے آگے تھا اور اس کے تمام ابتدائی انتظامات و مصارف قیام آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے انجام پائے۔ تحریک خلافت اور دوسری تمام تحریکوں میں آپ نے دامے، درمے، قدمے، سخنے اور قلمے جو سعی و کاوش کی وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ چالیس پچاس ہزار روپے اپنی جیب خاص سے ان تحریکوں میں خرچ کئے۔ یہ رقم اس زمانے میں بڑی اہمیت کی حامل تھی۔

تحریک خلافت کی کامیابی وکامرانی کے لئے آپ بہت منہمک رہتے تھے۔ اکثر دن بھر اور رات کے دو ثلث حصوں میں انہیں امور پر توجہ رہتی۔ آپ نے خلافت کمیٹی کی امداد کے لئے اپنے ذاتی مصارف سے تمام ہندوستان کا یا تو خود سفر فرمایا یا اپنے بھائیوں اور بچوں کو بھیجا۔ خود تقریباً ہر دوسرے مہینے بمبئی کا سفر فرماتے۔ بہر حال عمر کا آخری حصہ اسی جہاد میں بسر فرمایا۔

آپ نے ہندو مسلم اتحاد کے لئے بڑے خلوص سے کوششیں کیں، اس سلسلے میں انہیں اپنوں اور بیگانوں کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ کفر کے فتوے بھی برداشت کئے مگر حصول منزل کے لئے چارہ بیکار ہے۔ لیکن ہندوؤں کی مفاد پرستی، مسلم دشمنی اور ان امور سے تنگ آکر بدظن ہو گئے اور پھر "ہندو مسلم اتحاد" کا خیال حرف غلط کی طرح دل سے نکال دیا اور اپنی اس کوشش پر تادم زیست نادم وپریشان رہے۔

"بعد مسلم اتحاد" کا ذکر کرتے وقت مولانا عبدالباری کو جس طرح ہدف تنقید
بنایا جاتا ہے اور ان کے ساتھ نہایت توہین آمیز رویہ اختیار کیا جاتا ہے، اس کی مذمت بھی
چاہئے۔ مسلمانوں اور دوست نہیں ہے انہوں نے اپنے اس فعل پر سخت ندامت اور شرمندگی
کا اظہار کیا اور وقت آخر بھی وصیت نامے میں اپنی غلطیوں پر معذرت چاہی۔ ان کی وفات
کے دو سال بعد ان کے وصیت نامے کی وہ دفعہ پڑھی گئی جس میں مسلمانوں سے عموماً اور
علماء مسلمین سے خصوصاً اپنی غلطیوں کی معافی چاہی گئی۔ یہ دفعہ مولانا سلامت اللہ فرنگی محلی
(م ۱۹۲۸ء) نے پڑھ کر گلوگیر آواز سے سنائی، حاضرین کے دل فگار اور آنکھیں اشکبار
تھیں۔ مولانا محمد علی جوہر تو دونوں کے آنسو رواں تھے۔ مذہبی اور سیاسی تحریکات میں حصہ
لینے کے ساتھ ساتھ آپ نے تعلیمی اداروں سے بھی تعلق رکھا اور مقدور بھر معاونت
فرماتے رہے۔ چنانچہ ۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو ندوۃ العلماء کی علی
گڑھ کے جلسے کی صدارت فرمائی جس سے کالج کی زندگی و دور پر اچھا خاصا اثر پڑا۔

آپ بچپن سے عاشق رسول ﷺ اور پابند شریعت تھے۔ وقت امر سفر و حضر
میں کبھی بھی نماز باجماعت قضا نہ کی۔ سفر میں جماعت کی خاطر ضرورت نماز کے لئے دو آدمی
ہمراہ لے جاتے۔ رمضان المبارک میں شب و روز میں کئی دور اور کبھی کچھ کم و بیش قرآن
شریف ختم فرماتے اور ہر سال دو تین مہینوں کے لئے آرام فرماتے۔ مولانا حسرت موہانی
آپ کے والد گرامی سے بیعت تھے اور آپ سے خلافت پائی۔ علی برادران بھی آپ سے
شرف بیعت رکھتے تھے۔ ان سب کی وفاداری کی وجہ صرف آپ ہی کے مرتبے اور یہ
تحریک خلافت انہی کی خدمات پر پیش پیش تھے۔

وفات سے چند سال قبل آپ کو زہر دے دیا گیا، وقت معلوم ہو جانے پر فوراً
دوا کی گئی مگر کچھ عرصہ بعد اس کے اثر میں دوبارہ پیدا ہو گئی تھی۔ پھر روز
روز حالت بگڑتی گئی یہاں تک کہ ۴ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۸ جنوری
۱۹۲۶ء کو آپ نے وفات پائی۔ جب آپ نماز عصر کی ادائیگی کا ارادہ فرما رہے تھے،
وضو کرنے کے بعد کھانے کے متعلق ہوا اور فوراً علاج شروع کر دیا گیا مگر افسوس کہ کچھ کام نہ
ہوا۔ آپ کے ظاہری حالات پر کچھ اثر نہ تھا بلکہ نماز کے اوقات میں آخر وقت
تک قائم رہے اور اللہ اللہ کرتے ہوئے وصال ہو گیا۔ آخری وقت اپنے مولانا

قطب الدین عبدالوالی المعروف قطب میاں کو سینے سے لگا کر، پیٹھ پر دو تین مرتبہ تھپ تھپایا۔

۴/ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹/ جنوری ۱۹۲۶ء روز منگل تقریباً ۱۰ بجے شب آپ نے رحلت فرمائی۔ تمام شہر میں کہرام مچ گیا۔ ملک کے اطراف و اکناف میں رحلت کی خبر آناً فاناً پھیل گئی۔ صبح بعد نماز فجر غسل شروع ہوا اور دن کے ۱۲ بجے جنازہ تیار ہو کر مزار مبارک حضرت محمود شاہ جیؒ (۱۲۹۸ھ ۹۰۔۱۲ء) تک پہنچا، جہاں قطب میاں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد باغ مولانا انوار الحق (ف ۱۸۲۱ء) کے متصل لا کر پھر دوبارہ حکیم مولوی عبدالحق ( ) نے جنازہ پڑھایا۔ نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد تقریباً ۳۰ ہزار سے زائد تھی۔ باغ مولانا انوار الحق میں مزار مقدس ہے۔ جو کتبہ پر حضرت حاتم الہ آبادی (۱۸۳۶ء۔۱۹۲۱ء) کا یہ شعر کندہ ہے:

اے چرخ ہوا سے شوق جسے اسے شان کمال عبدالباری کر
بچہ کام کریں یا بیٹھ سعی کریں ہم شیخ کو عبدالباری کر

مولانا عبدالباری کی وفات حسرت آیات پر ہندوستان کے تمام اسلامی اور قومی اخبارات نے تعزیتی مضمون لکھے۔ اور اکثر شعراء نے مرثیے اور تاریخیں کہیں۔ طوالت کے خوف سے ہم صرف ہفت روزہ "النجم" اخبار مورخہ ۲۸/ جنوری ۱۹۲۶ء کا اداریہ نقل کر رہے ہیں:

"نہایت رنج اور قلق سے یہ خبر حوالہ قلم کی جاتی ہے کہ آفتاب علم غروب ہو گیا۔ یعنی حضرت مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی ۱۹۔۲۰/ جنوری کی درمیانی رات کو وقت ۱۰ بجے اس دار ناپائیدار سے ملک جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا مرحوم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ لکھنؤ کے اس علمی خاندان کے ایک روشن چراغ تھے جو فرنگی محل کے نام سے موسوم ہے۔ اور جو اپنی خداداد علمی قابلیت کے سبب سے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام اسلامی دنیا میں شہرۂ آفاق ہے۔

آپ ایک زبردست عالم تھے۔ اسلام کے سچے شیدائی اور ہمدرد تھے۔ آپ کے کام اور

اعمال میں خلوص نیت اور ہمدردی و اسلام علی حالہٖ ہوتی تھیں۔

خلافت کمیٹی کے قیام سے کچھ عرصہ تک ان کے طرز عمل سے مسلمانوں کو کس قدر نقصان پہنچا خصوصاً تحریک ہجرت سے مسلمان برباد ہوئے۔ مگر مولانا مرحوم کی نیت نیک تھی اگرچہ عمل میں غلطی تھی۔ لیکن موجودہ حالات حجاز کے پیدا ہوتے ہی ان کو خدائے عزوجل نے حمایت حق کی جو توفیق عطا فرمائی وہ تلافی مافات سے صد بار چند بڑھ کر ثابت ہوئی۔ مرحوم نے نجدی غدار اسلام کے خلاف علم جہاد بلند فرما کر اور اس کی تکمیل کے لئے "انجمن خدام الحرمین" کی بنیاد رکھ کر وہ اسلامی کام کیا جس کے مقابلہ میں اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کو ایک صحیح رستے پر چلایا، جس کے لئے نہ صرف مسلمانان ہندوستان بلکہ دنیا کے کل مسلمان ان کے ممنون احسان ہیں۔ اور یقین کامل ہے کہ مرحوم نے اس کار ثواب کے عوض میں بارگاہ ایزدی سے اعلیٰ انعامات حاصل کئے ہوں گے۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

مرحوم کی نماز جنازہ کی دو جماعتیں ہوئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پہلی جماعت میں تقریباً دس ہزار اور دوسری میں تخمیناً دس ہزار نمازی تھے۔ ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگ آپ کے ماتم میں شریک تھے جو آپ کی ہردلعزیزی کا بیّن ثبوت ہے۔ آپ کی وفات سے مسلمانوں کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہوا۔

مرحوم کی کرامت ہے کہ اخبار "زمیندار" جو ان کو گالیاں دینا اپنے لئے باعث فخر و ناز خیال کرتا تھا وہ بھی آپ کی وفات پر متاثر ہوا۔ اور یہ مصرعہ صادق آیا۔

یاد آئے گی انہیں میری وفا میرے بعد

امرتسر میں "انجمن خدام الحرمین"، "انجمن نصرۃ الحق حنفیہ" نے مرحوم کی وفات پر اظہار افسوس اور وابستگان دامن مقدس سے اظہار ہمدردی میں جلسے کئے۔ ۲ دن "مدرسہ انجمن نصرۃ الحق حنفیہ" میں تعطیل رہی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مراتب عطا فرمائے اور تمام متعلقین اور اراکین خاندان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔" (خاکسار مدیر)

اسی پرچہ کے صفحہ ۱۱ پر خانوادۂ بریلی کے فرد فرید حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں رضوی (۱۹۰۷ء - ۱۹۸۸ء) نے "آہ صد آہ! کہ گنج علم کا نیر اعظم غروب ہو گیا

گیا" کے زیر عنوان یوں خراج تحسین پیش کیا:۔

"خبر وفات حسرت آیات حضرت مولانا قیام الدین عبد الباری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ہلچل مچ رہی ہے۔ آج دار العلوم مظہر اسلام اہلسنت وجماعت دہلی کے ہر فرد کا قلب مجروح اور ہر قلب مجروح میں ایک بے چین کن درد ہے اور کیوں نہ ہو کہ اسلام کے رکن اعظم کا دنیا سے اٹھ جانا حقیقتاً ایک ایسا حادثہ کبریٰ ہے کہ جس سے اہلسنت کے قلوب پر جس قدر بھی غم والم کی گھٹائیں گھریں وہ کم ہیں۔ اس حادثہ کے اظہار تاسف میں ہماری زبان و قلم قاصر ہے۔ آج بتاریخ ۱۸ رجب حضرت مولانا مرحوم کی عرس سوم کیا گیا۔ تمام دار العلوم میں تعطیل کر دی گئی۔ نماز فجر کے بعد دس بجے تک قرآن خوانی ہوئی جس میں دار العلوم کے علماء کرام و جملہ طلباء شریک تھے۔ دس بجے حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ہدایائے ثواب کا ایصال کیا گیا۔ اور شیرینی تقسیم ہوئی۔ ہماری دعا ہے کہ رب عزوجل حضرت مولانا کو مدارج عالیہ پر فائض فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جملہ اہلسنت اور آپ کے متعلقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ (اقدس علی خان رضوی نائب مہتمم مدرسہ مظہر اسلام اہلسنت وجماعت دہلی)

ماہنامہ "پیشوا" دہلی جلد اٹھارہ بابت فروری ۱۹۲۶ء نے صفحہ ۳ پر آپ کی رحلت پر یوں اظہار رنج و غم کیا:

"گزشتہ مہینہ کا سب سے زیادہ المناک واندوہگیں حادثہ امام الہند حضرت مولانا عبد الباری صاحب کی وفات ہے۔ جماعت علماء میں بلحاظ علم و فضل، زہد و تقویٰ، محاسن اسلامی، شرافت انسانی کے اگر کسی شخص پر نظر پڑتی تھی، تو وہ حضرت مولانا محترم کی ذات تھی۔ مسلمانان ہندوستان کی اس سے زیادہ اور کیا بدنصیبی ہوگی کہ ان میں سے ایسی محترم ہستیاں اٹھتی جاتی ہیں اور کوئی خلف نام لیوا مسلمانوں کی رہی دراز ہے۔ بہر حال ہمیں خاندان فرنگی محل سے اس مصیبت کبریٰ میں عموماً اور مولانا قطب میاں صاحب سے خصوصاً دلی ہمدردی ہے۔ خدا تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کی نیکیوں کے عوض ان کے مدارج کو اور بلند کرے۔ آمین"

مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) نے رنج والم کے عالم میں آپ کی رحلت کو

یوں خراجِ عقیدت پیش کیا :۔

تری وداع پہ ہے خلق اشکبار بہت — کہ تھی تو خادمِ خلق اور وفا شعار بہت
تو ذی کمال تھی اور تیرے عزم اعلیٰ تھے — ترے عمل سے تھے آباد کاروبار بہت
تو فتح و خوبی و انجام پر بھی قابض تھی — زمانہ یعنی رہا تجھ سے سازگار بہت
تو بے قرار تھی اور بے قرار رکھتی تھی — تری روش میں تھا اندازِ روزگار بہت
شہود میں ترے تھوڑے ہی عزم ابھرے ہیں — دبے ہوئے ہیں بہ حسرت تہ مزار بہت
تھی معرفت تری دشوار مثل رمز عمیق — زبسکہ تھی تری تعمیر کہنہ دار بہت
کریں گے قدر تری آگے چل کے اہل زماں — ترے ارادوں کے جب ہوں گے رازدار بہت
مٹی نہیں ہے تو دنیا سے بھی کسی صورت — کہ تو نے چھوڑی ہیں اشکال یادگار بہت
رکھے گا زندہ انہیں، ہے یہ عزم نُحانی — وہ اپنے روش پہ رکھتا ہے گرچہ بار بہت

مولانا محمد روح اللہ ادیب فرنگی محلی لکھنوی ؒ نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

عبدِ باری مُرشد و مولائے من — روح پاکش شد بجنات النعیم
طالبِ حق بود واصل شد بحق — گفت ہاتف "ذالک الفوز العظیم"

۱۹۲۶ء

دیگر

قیام الملۃ والدین امام الوقت مولانا — محمد عبد باری ناگہاں رُو تافت زیں عالم
دلِ محزوں ہمن بچوں تاریخ ترحیلش — نگینِ خاتم دلِ محمدؐ بودہ "من گفتم"

۱۳۴۴ھ

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے یوں تاریخ وفات کہی۔

"وسیع الاخلاق مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی"

۱۹۲۶ء

عالمِ دیں وہ بھی رخصت ہو گئے — تھے فرنگی محل میں جو ضوفشاں
کیا بیاں ہو اُن کے علم و فضل کا — سارے عالم میں تھے ان کے قدرداں
ان کی تربت نور سے معمور ہو — ہو عطا یارب انہیں قصرِ جناں

کہدو صابر ان کی تاریخ وفات
"عبد باری نعمت حق لکوش بیاں"

۱۹۲۶ء

مولانا عبدالباری نے ایک سو سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ طوالت کے خوف سے تفصیل نہیں دی جارہی۔ خواہش مند حضرت "تذکرہ علمائے فرنگی محل" ملاحظہ فرمالیں۔

ماخذ

(۱) "تذکرہ علمائے فرنگی محل" از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۰ء ص ۱۰۶ تا ۱۱۷۔

(۲) "تذکرہ علمائے اہلسنت" از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ ص ۱۷۳۔

(۳) "حیات شبلی" از سید سلیمان ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۴۳ء ص ۲۰۱، ۲۰۲۔

(۴) "دیدو شنید" از سید رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاھور ۱۹۴۸ء ص ۵۸، ۲۰۔

(۵) "اعمالنامہ" از سر رضا علی مطبوعہ لاھور ۱۹۹۵ء ص ۱۲۵، ۲۷۸، ۲۸۰ تا ۲۸۲، ۲۸۷، ۲۹۱۔

(۶) "داستان پاکستان" از چوہدری نذیر احمد خاں مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۱۔

(۷) "مسلمانوں کا روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں ۱۹۴۰ء ص ۳۷۳، ۳۸۹۔

(۸) "عظیم قائد عظیم تحریک جلد اول" از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۱۲۰۔

(۹) "کاروان گم گشتہ" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۳۱۲ تا ۳۱۴، ۳۴۷۔

(۱۰) مجلّہ "علم و آگہی" گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی، "مولانا محمد علی نمبر" ۷۹۔۱۹۷۸ء ص ۲۸۔

(۱۱) ماہنامہ "جامعہ" دہلی، "مولانا محمد علی نمبر" حصہ دوم جنوری فروری ۱۹۸۰ء ص ۱۱۱، ۱۲۶۔

(۱۲) "مجلّہ علم و آگہی" گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی، "تحریکات ملی نمبر" ۸۳۔۱۹۸۲ء ص ۵۵ تا ۱۰۶۔

(۱۳) "مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ" از عبدالوحید خاں مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۸ء ص ۹۲ تا ۹۳،۱۱۶۔

(۱۴) "روح روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں ۱۹۴۶ء ص ۷۵،۸۵۔

(۱۵) "دس بڑے مسلمان" از عبدالرشید ارشد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۳۲۸۔

(۱۶) "حیات امیر شریعت" از جانباز مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۴۲۔

(۱۷) "شاہراہ پاکستان" از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۳۲۷ تا ۳۲۸،۳۵۴،۴۵۷۔

(۱۸) "کاروان شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۲۲۱ تا ۲۲۲۔

(۱۹) "جمعیت علماء ہند" از پروین روزینہ مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۰ء ص ۳۱ تا ۳۶۔

(۲۰) "تحریک خلافت" از قاضی محمد عدیل عباسی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء ص ۱۶۸۔

(۲۱) "مشاہیر جنگ آزادی" از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء ص ۲۷۷۔

(۲۲) "پاکستان ناگزیر تھا" از سید حسن ریاض مطبوعہ کراچی طبع سوم ۱۹۸۲ء ص ۸۶۔

(۲۳) "تاریخ ہندو پاک" از مولانا قاری احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۷۴ء ص ۳۵۱۔

(۲۴) "حیات شیخ الہند" از سید اصغر حسین مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۸۱۔

(۲۵) "محمد علی، ذاتی ڈائری کے چند اوراق" حصہ اول از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء ص ۳۱۱ تا ۳۲۱۔

(۲۶) "معاصرین" از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۰ء ص ۸۶۔

(۲۷) مجلہ "برگ گل" اردو کالج کراچی، "مولانا محمد علی جوہر نمبر" ۱۴۰۱ھ ص ۳۳۳۔

(۲۸) ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر جلد ۹ شمارہ ۴ بابت ۲۸ جنوری ۱۹۲۶ء ص ۱۰،۱۱۔

(۲۹) ماہنامہ "سب رس" کراچی جنوری ۱۹۸۱ء ص ۳۶ تا ۳۸۔

(۳۰) ماہنامہ "السعید" ملتان بابت نومبر ۱۹۹۶ء ص ص ۳۲ تا ۳۶،۴۹۔

(۳۱) ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور مارچ ۱۹۹۶ء ص ۷۷ تا ۸۶۔

(۳۲) "میرے زمانے کی دلی" از ملا واحدی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص ۲۷۴۔

(۳۳) ماہنامہ "پیشوا" دہلی فروری ۱۹۲۶ء ص ۳۔

(۳۵) سہ ماہی "العلم" کراچی بابت اپریل تا جون ۱۹۹۷ء ص ۳۴،۳۳۔

(۳۶) "دانائے راز" از سید نذیر نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۷۱،۳۷۰۔

(۳۷) "سفر نامہ ہند" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۴۴۷۔

(۳۸) ماہنامہ "تہذیب الاخلاق" لاہور بابت جنوری ۱۹۹۸ء ص ۱۶ تا ۱۷۔

(۳۹) "قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۱۸۸۔

(۴۰) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۸۰۷،۳۵۰۔

مولانا عبدالماجد بدایونیؒ

مولانا عبدالماجد بن مولانا حکیم عبدالقیوم قادری (م ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء) بن مولانا محب رسول (م ۱۲۶۰ھ / ۱۸۴۴ء) بن مولانا فضل رسول قادری (م ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء) بن سیف المسلول مولانا شاہ محمد عبدالمجید بدایونی قادری (م ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء) بن مولانا قدوۃ الحق عبدالمجید قادری عثمانی (۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء) کی ولادت باسعادت ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۰۴ھ / ۱۰ مئی ۱۸۸۷ء بروز جمعرات بدایوں کے مشہور عثمانی خاندان میں ہوئی۔ تاریخی نام عبدالماجد کاملہ سے نکلتا ہے۔

مولانا شاہ عبدالمجید قادری مقتدری، مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی اور مولانا شاہ محب احمد بدایونی سے ابتدائی درسیات اور درس نظامی کی تکمیل کر کے ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں سند فراغت حاصل کی۔ پھر ۱۳۲۰ھ میں دہلی جا کر حکیم اجمل خان اور حکیم عبدالرشید سے علم طب میں تلمذ کر کے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں سند حاصل کی جس پر حکیم محمد اجمل خان دہلوی (م ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء) نے مہر تصدیق ثبت کی۔

مولانا عبدالماجد بدایونی جادو بیان مقرر تھے۔ آپ کی تقریر کی گونج دور دور تک لاکھوں کی تعداد میں جمع ہو جاتے تھے۔ آپ کے دور میں مولانا عبدالقدیر بدایونی (۱۲۹۸ھ

میں علماء بھی آپ کی طرح نامور خطیب تھے۔ تحریک ترک موالات اور انگریز دشمنی میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ انجمن خدام کعبہ اور تحریک خلافت میں شامل ہو کر بے لوث خدمات کی وجہ سے تمام ہندوستان میں چھا گئے۔ تحریک مسجد کانپور میں اپنے مثالی کارنامہ کی وجہ سے ہر دل کی عزیز بن گئے اور فتنہ ارتداد میں آپ کی خدمات کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا محمد علی جوہر کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔

آپ ایک عالم بے بدل ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر خطیب، خوش فکر شاعر اور بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ شعلہ نوائی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اسلام کی سربلندی [illegible] پہلی جنگ عظیم کے بعد جب انگریز حکومت نے ترکی سے معاہدہ کا اعلان کیا تو آپ نے نہایت جرأت کے ساتھ یہ اعلان فرمایا کہ

"مسلمانوں کی کسی حال میں یہ ممکن نہیں کہ وہ ترکوں پر انگریزوں کی فتح پر خوش ہوں کیونکہ یہی وہ خلیفہ وقت ہیں جو اپنے مقامات مقدسہ و مساجد کے محافظ [illegible] مقامات مقدسہ پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے ان حالات میں مسلمانوں کو انگریز فوج کی کوشش میں شریک ہونا حرام ہے۔"

یہ اعلان ہونا تھا کہ ہندوستان بھر میں ایک تہلکہ مچ گیا اور برطانوی حکومت کو مولانا سے سخت پریشانی ہو گئی اور انگریز [illegible]۔

آپ نے سب سے پہلے ۱۹۲۰ء میں جمعیت کے اجلاس دہلی میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء - ۱۹۲۶ء) اور مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء - ۱۹۵۷ء) کے ساتھ شرکت کی اور اپنی تقریر میں انگریزی حکومت کے خلاف [illegible] ہونے اور اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کی تلقین کی۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے خلافت کے مسئلے پر علماء کرام سے فتوے حاصل کر کے ایک متفقہ فتوے مرتب کیا اور تمام فتوے مولانا آزاد کے پاس بھیج دیے گئے۔ ان فتووں پر مولانا عبد الماجد بدایونی (۱۸۸۷ء - ۱۹۳۱ء)، مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء - ۱۹۵۷ء)، شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء - ۱۹۳۵ء)، مولانا محی الدین اجمیری (۱۸۸۸ء - ۱۹۶۰ء)، مولانا عبد القادر آزاد (۱۸۸۸ء - ۱۹۲۳ء) کے علاوہ آپ کے بھی دستخط تھے۔

پھر [illegible] ۱۹۲۱ء کو امرتسر (۱۸۷۱ء - ۱۹۵۳ء) [illegible] کی صدارت میں [illegible]

میں "آل پارٹیز مسلم کانفرنس" کا جلسہ ہوا جس میں پانچ ہزار نمائندہ مسلمانوں نے شمولیت کی۔ اس جلسہ میں "نہرو رپورٹ" کی بڑی سخت اور شدید مذمت کی گئی اور دیگر مسلم مفاد قرار دادیں بھی منظور کی گئیں۔ تائید کرنے والوں میں مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) اور مولانا محمد شفیع داؤدی (۱۸۷۹ء۔۱۹۳۹ء) کے علاوہ مولانا عبدالماجد بدایونی بھی شامل تھے۔

۱۹۲۹ء ہی میں جب جمعیت علماء ہند مکمل طور پر کانگرس کی گود میں جا گری اور مسلم مفادات کو بالکل نظر انداز کر دیا تو علمائے حق جن میں مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۴ء) مولانا عبدالکافی الہ آبادی (۱۸۵۸ء۔۱۹۳۰ء) مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی (۱۸ء۔۱۹۳۰ء) مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۳ء) شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔۱۹۳۵ء) میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) مولانا سید حبیب ایڈیٹر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔۱۹۵۱ء) پیر غلام مجدد سرہندی (۱۸۸۳ء۔۱۹۵۸ء)، مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا محمد شفیع داؤدی (۱۸۷۹ء۔۱۹۴۹ء)، مولانا عبدالرؤف دانا پوری (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا نذیر احمد خجندی میرٹھی (۱۸ء۔ ۱۹۳۶ء) مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۴ء) وغیرہم کے ساتھ مولانا عبدالماجد بدایونی نے بھی جمعیت علماء ہند کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔ اور جمعیت علماء کانپور کی تشکیل کی جس کے صدر رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر اور سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی منتخب ہوئے۔

۲۹۔۳۰ر دسمبر ۱۹۳۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس الہ آباد جس کی صدارت حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) نے فرمائی، میں سید حسین امام (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء) سید حبیب ایڈیٹر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔۱۹۵۱ء) حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) نواب محمد اسمٰعیل خاں میرٹھی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) شیخ عبدالمجید سندھی (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۸ء) کے ساتھ مولانا عبدالماجد بدایونی بھی شریک تھے۔

گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں :۔ خلاصۃ العقائد، خلاصۃ المنطق، خطبات عربیہ (جمعہ و عیدین)، خلافت الہیہ، خلافت نبویہ، فلاح دارین، عورت و قرآن، الاظہار، المکتوب، دربار علم، فصل الخطاب، درس خلافت، جذبات الصداقت، اعلان حق، سمرنا کی خونی داستان، رپورٹ مالابار، التمہید، القول السدید، خلاصۃ الفلسفہ، جواز عرس۔

شعور شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ برجستہ شعر کہتے تھے۔ نعت، منقبت اور غزل کے میدان کے شہسوار تھے مگر زیادہ تر وقت مذہبی، ملی اور سیاسی خدمات ہی میں صرف ہوا۔

دسمبر ۱۹۳۱ء میں "مسلم کانفرنس" کے جلسہ میں شرکت کے لئے لکھنؤ گئے تو اچانک طبیعت خراب ہو گئی۔ دست و قے کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ ۱۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۳ر شعبان ۱۳۵۰ھ بروز پیر تین بجے صبح "یا غفور"، "یا اللہ" کے ذکر جہر کے ساتھ تیسری ضرب "اللہ" لگاتے ہی واصل حق ہو گئے۔ جسد انور بذریعہ موٹر کار لکھنؤ سے بدایوں لایا گیا اور ۱۵ر دسمبر ۱۹۳۱ء بروز منگل کو گیارہ بجے دن آستانہ قادریہ میں تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ شاہ عبد القدیر بدایونی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۰ء) نے پڑھائی۔ مولانا قطب الدین عبدالولی فرنگی محلی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) نواب محمد اسمٰعیل خاں میرٹھی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) ودیگر مشاہیر نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر برصغیر کے تمام قومی اخبارات، ہفتہ روزوں اور ماہناموں نے اپنے اپنے اداریوں میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اختصار کے طور پر صرف سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء۔ ۱۹۵۳ء) کے ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ بابت جنوری ۱۹۳۲ء کا اداریہ نقل کیا جارہا ہے جو خاصے کی چیز ہے :۔

"افسوس ہے کہ اس سال کا خاتمہ بھی ماتم پر ہوتا ہے، خطیب الامت مولانا عبدالماجد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا ناگہانی سانحہ ارتحال ہمارے لئے ذاتی اور قومی دونوں حیثیتوں سے وہ غم ہے جو بھلائے نہیں بھولا جاتا۔

۱۴ر دسمبر ۱۹۳۱ء کی نصف شب کو یہ واقعہ لکھنؤ صدر میں پیش آیا تو میں وہاں اس صبح کو موجود تھا، ۸ بجے صبح کو خبر ہوئی جب ۹ بجے کے بعد وہاں پہنچا تو مرحوم کی زندہ روح خدا

سکا پاس اور مردہ مولانا بدایونی کو فاضل و بدل تھی۔

مولانا عبدالماجد بدایونی کون تھے؟ لکھنے والے ان کے محامد و اوصاف صفحوں میں لکھیں گے، اور بیان کرنے والے گھنٹوں بیان کریں گے، لیکن اس سارے دفتر کو صرف ایک لفظ میں اگر ادا کرنا چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک ہستی جو سرتاپا محبت تھی، خدا سے محبت، رسول ﷺ سے محبت، آل رسول ﷺ سے محبت، اکابر سے محبت، دوستوں سے محبت، کارکنوں سے محبت، عزیزوں سے محبت۔

حضرات علما کے طبقہ میں ان کی ذات ہر حیثیت سے قابل فخر تھی، ان تمام تحریکوں میں جنھوں نے طرابلس کے زمانہ سے اسلامی جدوجہد میں شرکت کی، ان تیس برسوں میں مختلف دور گزرے، کبھی کچھ آرام و سکون، پھر کچھ سعی و محنت، کچھ عزلت گزینی اور پھر ہنگامہ آرائی، کچھ توقف، پھر تیز رفتاری، اس طرح ان کی زندگی کے ایام وقتاً فوقتاً گزرتے رہے، مگر جماعت علماء میں یہی ایک ہستی تھی جس کی زندگی کے ایک لمحہ کو بھی اس وقت سے چین نصیب نہ ہوا، ہر وقت ہر نفس ان کو کام کی ایک دھن لگی ہوئی تھی، جس کے پیچھے ان کے آرام و چین خانگی سکون، اہل و عیال اور جان و مال ہر چیز قربان تھی، یہ بھی سماں گزرا ہے کہ ان کے گھر میں کفن و دفن کا سامان ہو رہا ہے، اور وہ مرد قوم کی مسیحائی کے لئے کانپور و لکھنؤ کی تگ و دو میں مصروف ہیں، خدام کعبہ، طرابلس، بلقان، کانپور، خلافت، کانگریس، تبلیغ، تنظیم، مسلم کانفرنس، یہ تمام وہ مجالس ہیں جو ان کی خدمات سے گراں بار ہیں، ان مشغولیتوں میں اپنے مدرسہ شمس العلوم کو جس کی طرح انھوں نے ڈالی تھی، نا تمام چھوڑا، اس کے لئے کتب خانہ کی عمارت بنوائی، کتابیں جمع کیں، وہ بھی نا مکمل رہا، یہاں تک کہ ان کی زندگی کی منزلیں دفعتاً پوری ہو گئیں۔

مرحوم کی قوت خطابت غیر معمولی تھی، ان کی تقریر جذبات اسلامی کی ترجمان ہوتی تھی، ان کی شاعری و سخنوری کو مخفی تھی، مگر شاندار تھی، ان کی عالمانہ شان اور معقول و منقول سے پرانی دل آویزی اس عالم میں بھی نمایاں تھی، ان کا دراز قد، بڑی داڑھی، سیاہ عمامہ، بڑا کرتہ اس پر جبہ، گلے میں بڑا کالا رومال یا چادر، مست چال، جھوم جھوم کر متانت سے چلنا اب تک نگاہوں کے سامنے ان کی تصویر بنا کر کھڑی کر دیتا ہے۔

مرحوم نے عراق کا سفر اپنے بزرگوں کے ساتھ کیا تھا، اور حجاز و مصر کا سفر میرے

ساتھ ۱۹۲۲ء میں کیا، سب کوشش تو وہ تھے ہی، مگر ان جیسا بے زبان رفیق ملنا بھی ممکن نہیں۔

وہ بہت بڑے تھے، مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اپنے ہر دوست، ہر عزیز، ہر رفیق کے محبوب و حبیب تھے، ان کا ہر ملنے والا یہی سمجھتا تھا کہ وہ اسی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں، ان کی اصلی محبت کا آئینہ خانہ تھی، ہر آئینہ دل میں وہی ہر طرف چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔

سال کا آغاز تھا کہ میں نے اپنے رفیق یورپ (مولانا محمد علی مرحوم) کا ماتم کیا تھا، آج سال کا اختتام ہے کہ اپنے رفیق حجاز و مصر کا ماتم کرتا ہوں (رفیق از خصت، اب تم وہاں ہو جہاں تمہارے رفیق ملا عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، اور سب سے بڑھ کر وہ رفیق اعلیٰ ہے جس کی رفاقت سب رفاقتوں سے بڑھ کر ہے۔ (عربی کے یہ چند شعر بے اختیار نظم ہو گئے)۔

رحمة الله عليك	خير اخلاف الكرام
نم قرير العين في قبر	ك الى يوم القيام
كنت في الدنيا سلاما	صرت في دار السلام
اسكت الموت خطيب	القوم حسان الكلام

بزرگوں کے بہترین خلف تم پر اللہ کی رحمت ہو،
قیامت تک اپنی قبر میں میٹھی نیند سوتے رہو،
تم دنیا میں باعث سلامتی تھے اب تم دار السلام میں پہنچ گئے،
افسوس! موت نے قوم کے خطیب اور حسان زمانہ کو خاموش کر دیا۔

بہت سے شعراء نے آپ کی رحلت پر قطعات تاریخ وفات کہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

مولانا شاہ ضیاء القادری بدایونی ثم کراچوی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۷۴ء) نے قطعہ کہا:

صاحب علم، صاحب تصنیف ماجد حق نگار اہل قلم
اے ضیا ایسے با کمال کا سال کہئے "ماجد مصنف الاعظم"

۱۳۵۰ھ

دیگر

تھا شہرہ جن کا حضرت محمد ماجد "زہے وہ [illegible] رونق شہر ماجد"

۱۹۳۱ء

کہا کسی نے مرحوم کا سالِ رحلت "ولی زمان ہادی دہر ماجد"

۱۳۵۰ھ

حضرت شاہ [illegible] بدایونی (۱۹۱۹ء – ۱۹۶۰ء) نے والد ماجد مولانا محمد [illegible] کا قطعہ تاریخ کہا:

شیخ کامل حضرت عبد الماجد [illegible] عالم دین یکتا [illegible]

یک [illegible] ہو گئے واصل حق [illegible] علم کی دنیا [illegible]

[illegible] دین تھے [illegible] آپ تھے [illegible] حق سے [illegible]

کہے یہ آپ کی تاریخ [illegible] ہوا اسے [illegible] دین [illegible]

۱۳۵۰ھ

جناب طارق سلطانپوری نے بھی قطعہ تاریخ وفات کہا:

صاحب فہم و فراست وہ علم و عمل — بالیقیں تھا آفتاب آسمانِ ماجد

[illegible] کیلئے اس کا وجود — [illegible] بہار و [illegible] ماجد

[illegible] معرفت کا [illegible] — [illegible] روشن [illegible] ماجد

اس کا [illegible] عارف میں [illegible] — [illegible] کاروان ماجد

[illegible] — حق [illegible] ماجد

[illegible] اس کا تھا — [illegible] ماجد

[illegible] سے طارق کہا — اس کا سال وصل [illegible] ماجد"

۱۹۳۱ء

حواشی

(۱) [illegible] "تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۵۵، ۱۵۶۔

(۲) [illegible] مطبوعہ [illegible] ۱۹۸۱ء ص ۱۰۴، ۱۰۵۔

(۳) "یادِ رفتگاں" از سید سلیمان ندوی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء ص ۱۹۲ تا ۱۹۳۔
(۴) "[illegible]" از سید [illegible] مطبوعہ کراچی ۱۹۹۱ء ص ۵۴۔
(۵) "شاہراہِ پاکستان" از چودھری خلیق الزماں مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۳۳۶۔
(۶) "صرف مسٹر جناح" از سید شمس الحسن (اردو ترجمہ شیخ احمد [illegible]) مطبوعہ [illegible] ۱۹۹۵ء ص ۹۳۔
(۷) "تذکرۃ الواصلین" از مولوی رضی الدین بدایونی مطبوعہ بدایوں (انڈیا) ۱۹۴۵ء ص ۲۵۹ تا ۲۶۰۔
(۸) "تذکرہ [illegible]" از مولانا شاہ ضیاء القادری بدایونی مطبوعہ بدایوں ۱۳۵۱ھ متعدد صفحات۔
(۹) "اقبال اور علمائے پاک و ہند" از اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۴۳۹ تا ۴۴۳۔
(۱۰) "تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۳۵۴، ۳۹۵۔
(۱۱) "تحریکِ پاکستان" ("نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں") (۱۹۴۴ء تا ۱۹۴۷ء) از مرتبہ [illegible] مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۳۰۵۔
(۱۲) مجلہ "علم و آگہی" گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی، خصوصی شمارہ ۷۵-۱۹۷۴ء ص ۹۵۔
(۱۳) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۴، ۲۶ جنوری ۱۹۷۷ء
(۱۴) "[illegible]" از الحاج محمد زبیر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۲۰۳۔
(۱۵) "تحریکِ آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۳۵۴، ۳۹۵، ۳۹۸۔

مولانا محمد علی جوہرؒ

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر بن عبدالعلی (۱۸۴۸ء۔ ۱۸۸۰ء) بن علی بخش (۱۸۱۳ء۔ ۱۸۶۷ء) بن محبوب بخش (۱۷۷۰ء۔ ۱۸۲۸ء) بن امان اللہ (ف ۱۷۸۶۔ ۸۵ء) بن طفیل محمد بن فیض محمد بن مدار بخش بن محمد اعظم اللہ بن حیات اللہ کی ولادت ۱۵ ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۸۷۸ء بروز منگل رامپور (یوپی، بھارت) کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ ابھی آپ کی عمر دو سال سے بھی کم تھی کہ والد گرامی کی رحلت ہو گئی۔ والدہ ماجدہ آبادی بیگم المعروف بی اماں (۱۸۵۲ء۔ ۱۹۲۴ء) کی عمر اس وقت صرف ۲۷ برس کی تھی مگر انہوں نے اپنی باقی عمر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔

مولانا محمد علی نے ابتدائی تعلیم رامپور اور بریلی میں حاصل کی۔ اس کے بعد انہیں علی گڑھ بھیج دیا گیا۔ علی گڑھ کالج میں آپ "باغی طالب علم" شمار ہوتے تھے۔ انگریز سٹاف پر تنقید کرتے اور لڑکوں کو ان کے خلاف منظم کرتے۔ ۱۸۹۸ء میں انہوں نے بی اے کا امتحان اول نمبر میں پاس کیا۔ آپ کی اس غیر معمولی کامیابی نے آپ کے عزیزوں کو چونکا دیا۔ کالج کے پرنسپل نے آپ سے نجات پا کر خوشی محسوس کی۔ بڑے بھائی مولانا شوکت علی

(۱۸۷۲ء ۔ ۱۹۳۸ء) نے معاشی حالات ناساعد ہونے کے باوجود آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھیجا۔ ۱۹۰۲ء میں آکسفورڈ سے تاریخ میں آنرز کی ڈگری حاصل کی۔ سول سروس کا امتحان دیا لیکن ناکام رہے۔

انگلستان سے واپسی پر پہلے رام پور اور بڑودہ میں ملازم رہے لیکن آپ ملازمت کیلئے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ جلد ہی ان کے ادبی مزاج نے انہیں صحافت کی طرف کھینچ لیا۔ آپ نے "ٹائمز آف انڈیا" میں "آج کا علی گڑھ" کے زیر عنوان مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا جو علی گڑھ کے طلباء میں بہت مقبول ہوا۔ اور ۱۹۰۷ء میں علی گڑھ میں انگریزی سٹاف کے خلاف ہڑتال ہو گئی، جو بالآخر اس کی علیحدگی پر منتج ہوئی۔ انگریزی استعمار کے خلاف یہ آپ کی پہلی بھرپور ضرب تھی۔

دسمبر ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی تشکیل کے وقت آپ موجود تھے۔ نواب وقار الملک (۱۸۳۹ء ۔ ۱۹۱۷ء) کے کہنے پر آپ نے اس اولین اجلاس کی کاروائی بھی مرتب کی تھی، جو بعد میں "آل انڈیا مسلم لیگ" کے تعارف کے طور پر ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوئی۔ آپ لیگی اور کانگری دونوں حلقوں میں مقبول تھے۔ مئی ۱۹۱۵ء میں "جنگ عظیم" چھڑ جانے کی وجہ سے آپ کو نظر بند کر دیا گیا۔ ۱۹۱۷ء میں جب آپ قید فرنگ میں تھے، آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا صدر منتخب کیا گیا اور اس کے سالانہ اجلاس میں کرسی صدارت پر آپ کی تصویر رکھ دی گئی۔ اس قومی اعزاز نے آپ کو ملک کا سب سے بڑا لیڈر بنا دیا مگر آپ کی نگاہ میں ان دنیوی اعزازات کی کوئی اہمیت نہ تھی کیوں کہ آپ کی محبت، آپ کی عداوت، آپ کا جینا، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے تھا۔ اپنے ذاتی مفاد یا وجاہت و وقار کے لئے نہ تھا۔ اس لئے اس قومی اعزاز پر آپ نے فرمایا کہ

"میں اس عزت افزائی کے لئے ملت کا شکر گزار ہوں مگر میری نظر میں اس کی اتنی زیادہ وقعت نہیں۔"

خود فرماتے ہیں۔

صدر نشینی ہو مبارک تمہیں جوہر
لیکن صلہ روز جزا اور ہی کچھ ہے

۱۴ر جنوری ۱۹۱۰ء کو کلکتہ سے "کامریڈ" اخبار جاری کیا۔ ۱۹۱۳ء میں اس کے

ساتھ "ہمدرد" کے نام سے ایک اردو روزنامہ بھی لے آئے۔ یہ دور عالمی سیاسی بحران کا دور تھا۔ بر صغیر کے اندر اور باہر مسلمانوں پر خاص ابتلاء کا دور تھا۔ عالم اسلام میں انگریزوں کے استعماری عزائم تباہی مچا رہے تھے۔ ترکی کے حصے بخرے کرنے کیلئے اٹلی اور یونان کو ابھارا جا رہا تھا۔ ملک کے اندر تقسیم بنگال کی تنسیخ کی تحریک، مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کا عناد، انگریز حکومت کا کانپور کی مسجد کے ایک حصے کو شہید کرنا، علی گڑھ یونیورسٹی کے قیام کا مسئلہ، غرضیکہ اتنے مسائل تھے کہ بر صغیر کی سیاست ایک اہم موڑ مڑتی نظر آ رہی تھی۔ اس اہم دور میں، "کامریڈ" اور "ہمدرد" کے مضامین، تنقیدی نوٹ اور حقائق کے انکشافات نے بر صغیر کے لوگوں کو بیدار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ "کامریڈ" کی زبان اتنی پیاری تھی کہ انگریز اس کو پڑھ کر چٹخارہ لیتے تھے۔

آپ صحافت کے ساتھ ساتھ قومی مسائل میں بھی قوم کی قیادت کرتے تھے۔ "تقسیم بنگال کی تنسیخ پر ان کا ردعمل بہت شدید تھا۔ ۱۹۱۲ء کے اجلاسِ مسلم لیگ میں اس کا انہوں نے بھرپور اظہار کیا۔ مسجد کانپور کے مسئلہ پر ایک وفد لے کر انگلستان گئے اور مذہبی امور میں حکومت کی مداخلت کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ وہیں محمد علی جناح کو مسلم لیگ کا کارکن بنایا۔ واپس لوٹے تو جنگ چھڑ گئی۔ انگریزوں نے ترکی کے حامی مسلمانوں کو لیڈر شپ سے محروم کرنے کے لئے علی برادران کو جیل بھیج دیا اور پونے پانچ سال جیل میں رہے۔

دسمبر ۱۹۱۹ء میں رہائی کے بعد کانگرس اور مسلم لیگ کے اجلاسوں میں شرکت کے لئے سیدھے امرتسر پہنچے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جلیانوالہ باغ کا رُوح فرسا اور المناک واقعہ رونما ہو چکا تھا اور ہندوستان کی فضا آزادی کے نعروں سے معمور تھی۔ امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر آزادی کے ہزاروں پرستاروں نے ان کا فقید المثال استقبال کیا۔ کانگرس کے اجلاس میں پنڈت موتی لعل نہرو (۱۸۶۱ء۔ ۱۹۳۱ء) نے علی برادران کو خراج تحسین پیش کیا۔ وہاں سے مسلم لیگ کے اجلاس میں تشریف لے گئے، جہاں حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) اور نواب شاہنواز ممدوٹ (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۴۲ء) نے انہیں خوش آمدید کہا اور اس اجتماع میں حکیم الامتؒ نے یوں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند — قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند
مشک از فر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے — مشک بن جاتی ہے ہو کے نافۂ آہو میں بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر — کم ہیں وہ طاہر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند
شہپر زاغ و زغن در بند قید و صید نیست — ایں سعادت قسمت شہباز و شاہیں کردہ اند

تحریک خلافت کا دور آیا تو علی برادران رہا ہو چکے تھے۔ اب خلافت کو آپ جیسے نڈر قائد کی حمایت حاصل ہو گئی۔ آپ خلافت کا وفد لے کر انگلستان گئے مگر ناکامی ہوئی۔ قوم کو تحریک کیلئے تیار کیا گیا اور کئی سال تک تحریک نے برصغیر کے نظم و ضبط کو درہم برہم کئے رکھا اور انگریزوں کے اقتدار کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ ۱۱ر جولائی ۱۹۲۱ء کو آپ نے "کراچی خلافت کانفرنس" کی صدارت کی۔ آپ کے خطبۂ صدارت کو باغیانہ قرار دے کر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ پر یہ جرم عائد کیا گیا کہ آپ نے مسلم سپاہیوں میں سرکار انگریزی کے خلاف بددلی اور ناراضی پھیلائی ہے۔

اس ریزولیشن کی تائید میں تقریر کرنے والے پیر غلام مجدد سرہندی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۴ء) ڈاکٹر سیف الدین کچلو (۱۸۸۴ء۔ ۱۹۶۳ء) وغیرہم بھی گرفتار کر لئے گئے۔ خالق دینا ہال کراچی میں کیس چلا۔ ۲۶ر نومبر ۱۹۲۱ء کو آپ نے ایک طویل بیان دیا اور عدالت کو للکارتے ہوئے کہا:

"ایک ہندوستانی، ایک انسان اور ایک مسلمان کی حیثیت میں برطانوی حکومت کا ساتھ دینا اور اس کی غلامی پر رضامند ہونا ضمیر کی موت اور ایمان کی جان کنی ہے۔"

اس مقدمہ میں آپ کو دو سال قید ہوئی۔ دوران جیل اپنی صاحبزادی آمنہ کی شدید علالت کی اطلاع ملی تو آپ نے اسے خط لکھا، جس سے آپ کی ایمانی کیفیت کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں۔

تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

چنانچہ بمبئی نے عجیب کشمکش میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

آپ کو انگریزوں سے حد درجہ نفرت تھی۔ آپ نے ارادہ کیا ہوا تھا کہ انگریزوں کو ملک سے نکال کر دم لیں گے۔ ایک دفعہ بمبئی کے محلہ مدن پورہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"گلیڈ سٹون" ترکوں کو یورپ سے بوریہ بستر سمیت نکال دینے کا حامی تھا لیکن ہم انہیں نکالتے وقت ان سے بوریہ بستر یہاں رکھوالیں گے کہ یہ ہمارا مال ہے۔"

اسی طرح ایک دفعہ پھر فرمایا:-

ہم بھی کوئی مسلمان ہیں جو حکومت سے ڈر رہے ہیں، اس سے ڈر رہے ہیں، اس سے ڈر رہے ہیں۔ مسلمان کے لئے مخلوق بھی کوئی چیز ڈرنے اور خوف کھانے کی ہے۔ مسلمان کو تو صرف ایک اور اکیلے خالق ذوالجلال سے ڈرنا چاہیے نہ کہ اس کی مخلوق سے اور مخلوق بھی کون؟ اس کی باغی، اس کی نافرمان، اس کی اطاعت سے خارج۔"

پہلی نظر بندی کے اختتام پر رہا کرتے وقت انگریز گورنمنٹ نے آپ کو اس امر کے ایک عہد نامہ پر دستخط کرنے کو کہا کہ آپ آئندہ غیر آئینی اور متشددانہ طریقوں سے اجتناب کریں گے تو آپ نے اس عہد نامہ میں ان الفاظ کا بھی اضافہ کر دیا کہ:

"سب سے پہلے مجھ پر اللہ کی اطاعت فرض ہے اور بادشاہ وقت سے میری وفاداری اس شرط سے مشروط ہو گی کہ اگر دنیاوی قوانین خدائی احکام سے ٹکرائیں گے تو اس صورت میں، میں صرف احکام الٰہی کی اطاعت کروں گا۔"

حکومت نے یہ عہد نامہ نہ صرف مسترد کر دیا بلکہ دونوں بھائیوں کو حکومت کے احکام پر خدا کے احکام کو ترجیح دینے کی پاداش میں دو سال کے لئے پھر جیل میں بھیج دیا۔

آپ کو دارالعلوم فرنگی محل، لکھنؤ سے سند فراغت ملی ہوئی تھی اور قیام الدین و ملت حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء-۱۹۲۶ء) کے دست حق پر بیعت تھے۔ پیر و مرشد کے دل و جان سے شیدائی تھے۔ عشق رسول ﷺ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

اتباع رسول ﷺ میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے۔ آپ نے "خلافت کمیٹی" کی ممبری کی شرط ہی نماز باجماعت تجویز کی تھی کہ آئندہ اس کے وہی مسلمان ممبر بن سکیں گے جو نماز باجماعت کے پابند ہوں گے۔ ہر وقت درود پاک آپ کی زبان مبارک پر جاری رہتا۔ ذیل کے اشعار آپ نے جیل میں کہے۔ خیال رہے کہ یہ اشعار حضور سید عالم ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق ہیں۔

تنہائی کے سب دن ہیں، تنہائی کی سب راتیں — اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں
بے سایہ سی شاید وہ بلا بھیجیں — بھیجی ہیں ہم نے بھی درودوں کی سوغاتیں

آپ کا زیادہ تر کلام دور زندان کی یادگار ہے جہاں رات کے طویل حصے درود شریف کے ورد میں گزر جاتے تھے اور آسی غازی پوری (۱۸۳۴ء۔ ۱۹۱۷ء) کا یہ شعر اکثر ورد زبان رہتا۔

وہاں پہنچ کے یہ کہنا صبا سلام کے بعد
تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

آپ کی ساری زندگی عشق رسول ﷺ کا پرتو تھی۔ جوں ہی آنحضرت ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا، آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ جب لاہور کے ایک متعصب اور دشمن اسلام راجپال نے رسوائے زمانہ کتاب شائع کی جس میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ پر نہایت رکیک و بیہودہ حملے کیے گئے تھے۔ لاہور ہائی کورٹ نے بھی جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجرم کو صاف بری کر دیا تو آپ نے ایک ایسا قانون پاس کرانے کی تحریک شروع کر دی جس کی رو سے کسی ایسے شخص کو جو انبیائے کرام اور دیگر مذہبی رہنماؤں کی توہین کا مرتکب ہو سزا دی جا سکے۔ چنانچہ آپ کی کوشش کامیاب ہوئی اور آپ کا تیار کردہ مسودہ حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) نے مرکزی اسمبلی میں پیش کیا جو غیر معمولی اکثریت سے منظور ہو گیا۔

ساردا ایکٹ کا دور آیا (جس کی رو سے کم سنی کی شادی ممنوع قرار دے دی گئی) تو آپ نے مسلمانوں کے لیے استثنائی صورتوں میں اس کے قانونی جواز کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے کوئی توجہ نہ دی یہاں تک کہ بل، ایکٹ بن گیا۔ آپ ایک وفد لے کر وائسرائے ہند لارڈ

ارون (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۵۹ء) کے پاس پہنچے اور اپنا مطالبہ دہرایا۔

وائسرائے نے اپنا جواب دیا:۔

"ہندوستان میں ہر مذہب کو آزادی حاصل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مفاد عمومی سے نہ ٹکرائے۔ اس صورت میں حکومت کے قانون کو بالا دستی حاصل ہوگی اور اس کا نفاذ بہر حال کیا جائے گا۔"

آپ نے جواب دیا:۔

"میں قانون پر مذہب کی بالادستی کا قائل ہوں، لہذا اسے جلسہ اسی صورت میں مسلمانوں پر نافذ نہیں ہونے دوں گا۔"

وائسرائے نے تھوڑے سے تامل کے بعد کہا:۔

"مجھے یقین ہے اس سے آپ کی مراد قانون شکنی نہیں ہے۔"

آپ نے جواب دیا:۔

"میں اس یقین میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوں، کیونکہ میری مراد قانون شکنی ہی ہے۔"

اور پھر اس کے بعد اخبارات میں اعلان کر کے آپ نے قانون شکنی کی مگر حکومت آپ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کر سکی۔

۱۹۲۳ء میں آپ نے کانگریس کے اجلاس کو کناڈا کی صدارت کی اور اتحاد کا اصول یہ بتایا کہ

"سوراج کا مطلب ہے، سب کا راج۔"

لیکن اب کانگریس وہ پہلی کانگریس نہیں تھی جو "سب" میں مسلمانوں کو اپنے پورے حقوق دینے پر آمادہ ہو۔ اب کانگریس، ہندو مہا سبھا کے زیر اثر آ گئی تھی۔ شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چل پڑی تھیں۔ آپ اتحاد چاہتے تھے لیکن مسلمانوں کے مفادات کو قربان کر کے نہیں۔ آپ مسلم لیگ میں بھی شامل تھے اور کانگریس میں بھی اور جمعیت علماء ہند میں بھی، خلافت کمیٹی ان کا اصل پلیٹ فارم تھا۔ جب ضرورت ہوئی "آل انڈیا مسلم کانفرنس" کے زیر اہتمام تمام مسلمانوں کو جمع کر لیتے۔ آپ اب "درجہ نو آبادیات" (DOMINI-ION STATES) نہیں "کامل آزادی" طلب کر رہے تھے۔ اس مقصد کیلئے ہندوستان

سے اتحاد چاہتے تھے۔

آپ نے کانگریس کو اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کی، جناح کے ساتھ مل کر سائمن کمیشن کا بائیکاٹ کیا بلکہ اس کے لئے بھرپور مہم چلائی۔ آل پارٹیز کانفرنس میں شریک ہوئے۔ نہرو کمیٹی کی رپورٹ آئی تو لندن میں زیرِ علاج تھے۔ فوراً واپس ہوئے۔ اس بار آپ دور میں "علاج" کو بھی چنداں اہمیت نہ دی۔ آل پارٹیز کانفرنس میں جناح کے ساتھ مل کر شرکت کی۔ تجاویز دہلی اور جناح کی ترامیم کی حمایت کی۔ لیکن جب کانگریس اور مہاسبھائی ایک بھی ماننے کو تیار نہ ہوئے تو اجلاس سے واک آؤٹ کیا اور کانگریس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔ ذاتی اختلافات اور مختلف مزاج رکھنے کے باوجود سر میاں محمد شفیع (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) سے مل کر "آل پارٹیز مسلم کانفرنس" طلب کی۔ سر آغا خان (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۵۷ء) کو اس کی صدارت کیلئے فرانس سے بلایا اور جداگانہ انتخاب کے اصول کو پوری قوت سے دوبارہ پیش کیا۔ آپ نے "ہندوستانی قومیت" کے تصور کو مسترد کر دیا اور گاندھی جی کی ستیہ گرہ کی کھل کر مذمت کی۔

گول میز کانفرنس میں آپ کو شرکت کی دعوت دی گئی تو خلافت کمیٹی کے کانگریسی ممبروں نے آپ کے خلاف سیاہ جھنڈیوں سے مظاہرہ کرنے کی سعی کی مگر مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) ان کو بھگا دینے میں کامیاب ہو گئے۔ کانفرنس میں بھی آپ نے اعلان کیا کہ :-

"میں ایک لمحے کیلئے بھی تصور نہیں کر سکتا کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں اور پھر مسلمان — میں یقیناً پہلے مسلمان ہوں اور پھر بعد میں۔"

دوسری گول میز کانفرنس میں مہاتما گاندھی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۸ء) بھی شریک تھے جو وائسرائے ارون کے ساتھ معاہدہ کر گئے تھے کہ ان کے سوراج کا مطلب مکمل آزادی نہیں بلکہ درجہ نوآبادیات ہی ہو گا۔ تاہم آپ نے وہاں اعلان کیا کہ :

"میں درجہ نوآبادیات کا قائل نہیں ہوں۔ میں تو آزادی کامل کو اپنا مسلک قرار دے چکا ہوں۔ میں اس وقت تک اپنے غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک آزادی کا پروانہ میرے ہاتھ میں نہ دیا جائے گا۔ اگر تم نے ہمیں ہندوستان میں آزادی نہ دی تو تمہیں یہاں

مجھے قبر کی جگہ دینی پڑے گی۔"

اس تقریر کے بعد آپ کی حالت سنبھل نہ سکی اور بے ہوش ہو گئے اور اسی قومی و ملی کشمکش میں ۴ جنوری ۱۹۳۱ء بروز اتوار دار فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا شوکت علی اور دوسرے مسلمان قائدین نے آپ کو غسل دیا۔ شام کو پیکن ہال لندن میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں گول میز کانفرنس کے تمام اراکین اور دیگر معززین نے شرکت کی۔ بعد ازاں آپ کا جسد خاکی بیت المقدس لے جایا گیا جہاں مسجد اقصیٰ اور مسجد عمر کے قریب دفن کر دیا گیا اور یوں آپ کا یہ شعر حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر
یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی (۱۹۷۴ء) اپنے تاثرات بیان کرتے ہیں کہ:

"جب آپ کی وفات ہوئی تو فلسطین کے عرب رہنماؤں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ محمد علی جوہر کو بیت المقدس میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ مولانا کی نعش بذریعہ بحری جہاز "پورٹ سعید" پہنچی تو حکومت مصر کی جانب سے وزراء، اکابر اور علماء نے استقبال کیا۔ جب یہ جنازہ بیت المقدس پہنچا تو ہزاروں لوگ جمع تھے۔ جلوس کی رہنمائی مفتی اعظم فلسطین مرحوم سید امین الحسینی کر رہے تھے۔ قاہرہ، عمان اور بیروت کے عرب شعراء نے رثائی مرثیوں سے فضا کو معمور کیا۔ مصر کے شاعر مشرق شوقی پاشا نے ایک بلند پایہ مرثیہ میں مولانا محمد علی جوہر کو خراج تحسین پیش کیا۔"

یہ مرثیہ مولانا جوہر کی دینی و ملی خدمات کا اعلیٰ تذکرہ ہے۔ مرثیہ ملاحظہ فرمائیں۔

دمشق میں ان کی ملاقات سے سرفراز ہوا نبی اکرم ﷺ نے جس کے

لئے ارض قدس کے سینے کی جگہ کھول دی اور اس کے آنے کا مقام ہوا جہاں نبی اکرم ﷺ رات کو گئے تھے۔ مشرق کے حقوق کے لئے لڑنا اس کا کام تھا۔ مشرق کے لئے جو اس کی تڑپ تھی وہ ہندوستان سے واقعات کے لئے اس کی بے خوابی اسے ہندوستان بھلا نہیں سکتا۔ اپنی مصیبتوں میں اس کی آواز کو یاد کرے گا اور ہر قوم کی رہنمائی اپنی تڑپ کو فراموش نہیں کریں گے۔ اس نے زندگی میں وہاں کے باشندوں کی جو خدمات کی، وہ ان کیلئے اجنبی کیسے ہو سکتا ہے۔"

وفات سے قبل اپنے وصیت نامے میں لکھوایا:

"میں شاید ہر ہندوستانی سے زیادہ اس کا خواہش مند ہوں کہ غیر ملکی اقتدار ختم ہو جائے، جو ایک دکانداروں کی قوم نے ہماری قسمتوں پر حاصل کر لیا ہے، لیکن جیسا کہ میں نے گول میز کانفرنس کے دعوت نامہ کے جواب میں ہز ایکسیلینسی وائسرائے کو لکھا تھا کہ میں ہرگز نہیں چاہتا ہوں کہ غیر ملکی دکانداروں کی بجائے خود اپنے ملک میں دکانداروں کے ایک ملکی فرقہ کو اپنی قسمتوں پر حاوی کر دیا جائے۔"

دنیا بھر کے دانشوروں، ممتاز شخصیتوں اور علماء و فضلاء نے آپ کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) نے فرمایا:

خاک قدس او را بہ آغوش تمنا در گرفت
سوئے گردوں رفت زاں راہے کہ پیغمبر گذشت

برصغیر کے نامور عالم دین مولانا مناظر احسن گیلانی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۶ء) نے یوں عقیدت کے پھول نچھاور کئے:

یہ مجنوں عشق دیوانہ ہماری	خدا نے ملت بچائی نہ ہماری
یہ اسلام عالمی عشق ہمارا	یہ درزم و شمشاں قرآن ہماری
دل ہماری ہیم ہے لولی	یہ قالب جو کہ شاید ہماری
سیاست را مطلب چہرہ گردی	و گرنہ عاشقی مستانہ ہماری
سیاست لہو ملی ہر کسی پاک است	ز آنکھ گزرا ہے گلہ ہماری

[illegible] تو تیغ دیں کا پیمانہ ہوا
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

[illegible] کے [illegible] (۱۸۵۹ء – ۱۹۵۲ء) نے ان الفاظ میں [illegible] کیا۔

"[illegible] اردو زبان اور [illegible] کو قائم رکھتے تھے۔"

بہت سے شعراء نے قطعات تاریخ وصال کہے۔ بطور اختصار چند ایک درج ذیل ہیں۔

[illegible] مسعود حسن مسعود عظیم پوری ثم الہ آبادی نے یہ قطعہ تاریخ کہا۔

[illegible] [illegible] بعد وفات پائی جگہ جنت النعیم
[illegible] ان کی [illegible] کے واسطے اور [illegible] کے [illegible]
[illegible]
مسعود [illegible] وفات [illegible] "فضل عظیم"

۱۹۳۱ء

[illegible] نے بھی تاریخ کہی۔

[illegible] ان کی تقریروں میں تھا سیل کہستاں کا جلال
[illegible] [illegible] بے مثال
ان کے لہجے کی کھنک [illegible] جیسے جل ترنگ
ان کی [illegible] صہبائے [illegible] جنگ
[illegible] جیسے [illegible] پہ حباب
[illegible] کیوں نہ گرتی ان پہ پھر انگریز کی برق عتاب
وہ سراپا مرد حر تھے حریت کی جان تھے
[illegible] ہے کہ وہ کتنے عظیم انسان تھے

عقل کیا سب پہ یہ اُن کی دو رنگی کھل جائے ‏‏‏ حرم سرا کی بھی ہوں پردے سے باہر نکل آئے

عزت اُمت کی جو ہو ملت کے ہو ہر ... ‏‏‏ اُن کے جانے پہ کہا اقبال نے کیا بات

خاک قدس اُو را بہ آغوش تمنا در گرفت

رفت در قدس اُن را بہ کہ پیغمبر گزشت

شیخ و آمن بھی قوم کے لیڈر بھی ‏‏‏ ماہر فن انجلو انگریزی کے ایڈیٹر بھی

حق بھی، غلام ساقی و کوثر بھی ‏‏‏ عقل شعر فن میں حضرت جوہر بھی

تھا دال یہ تاریخ پر جیسے اُن کی عظمت کے نشاں

"دفن خاک قدس میں ہیں جوہر شیر کے بیاں"

(۱۹۳۱ء)

ماخذ

(۱) "تاریخ پاکستان" از شیخ محمد رفیق وغیرہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۳۲۲، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۸۔

(۲) "مشاہیر جنگ آزادی" از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء ص ۲۸۵۔

(۳) "افکار محمد علی جوہر" از کلیم اختر مطبوعہ لاہور سن ندارد ص ۶، ۱۰، ۳۸، ۵۳، ۵۴۔

(۴) "جلوہ خورشید حرم" از خان شاہد اکبر آبادی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء ص ۶۳۔

(۵) "مولانا محمد علی کی یاد میں" از سید صباح الدین عبدالرحمن مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) ۱۹۸۸ء متعدد صفحات۔

(۶) "تاریخ ہند و پاکستان" از مولانا قاری احمد مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء ص ۳۳۲، ۳۳۵۔

(۷) "روح روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں (بھارت) ۱۹۳۶ء ص ۷۰، ۹۳۔

(۸) "مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ" از عبدالوحید خاں مطبوعہ لکھنؤ (بھارت) ۱۹۳۸ء ص ۹۰، ۹۲، ۱۳۲، ۱۳۸، ۱۳۹، ۲۰۲، ۲۱۶۔

(۹) "سیدی والدی" (سوانح مولانا داؤد غزنوی) از پروفیسر سید ابوبکر غزنوی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء ص ۹۵۔

(۱۰) "کاروان گم گشتہ" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۱۶، ۲۱، ۲۰۔
(۱۱) "مسلمانوں کا روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگوری مطبوعہ بدایوں (بھارت) ۱۹۴۰ء ص ۳۰۹۔
(۱۲) "حصول پاکستان" از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۳۲۲۔
(۱۳) "جنگِ آزادی کے مسلم مجاہدین" حصہ سوم از عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی مطبوعہ ۱۹۷۵ء دہلی ۱۶۹، ۱۷۰۔
(۱۴) "عندلیبِ تواریخ" از سید مسعود حسن لکھیم پوری مطبوعہ الہ آباد (بھارت) ۱۹۶۳ء ص ۵۳۔
(۱۵) "مقدمات وبیاناتِ اکابر" از عبدالرشید ارشد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء متعدد صفحات۔
(۱۶) "مولانا محمد علی جوہر" از شاہ الحق صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء متعدد صفحات۔
(۱۷) "خطبات محمد علی" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۵۰ء متعدد صفحات۔
(۱۸) "حیاتِ جوہر" از سید آزاد محمود مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔
(۱۹) "مولانا محمد علی کے یورپ کے سفر" از پروفیسر محمد سرور مطبوعہ لاہور ۱۹۴۱ء متعدد صفحات۔
(۲۰) "مقدمہ ء کراچی" مطبوعہ مکتبہ ء دانش گنپت روڈ لاہور سن ندارد متعدد صفحات۔
(۲۱) "علی برادران اوران کا زمانہ" از سید محمد ہادی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔
(۲۲) "انجمن خدام کعبہ" از ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء متعدد صفحات۔
(۲۳) مجلہ گورنمنٹ سٹی کالج کراچی ۷۹۔۱۹۷۸ء "جوہر نمبر" متعدد صفحات۔
(۲۴) مجلہ "علم و آگہی" گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی ۷۹۔۱۹۷۸ء جوہر نمبر متعدد صفحات۔
(۲۵) "تحریکِ خلافت" از قاضی محمد عدیل عباسی مطبوعہ دہلی (بھارت) ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔
(۲۶) "محمد علی" (ذاتی ڈائری کے چند ورق) از مولانا عبدالماجد دریابادی اعظم گڑھ (بھارت) جلد اول ۱۹۵۴ء، جلد دوم ۱۹۵۶ء متعدد صفحات۔

(۲۷) مجلّہ "برگِ گل"، گورنمنٹ اردو کالج کراچی "جوہر نمبر" ۱۴۰۱ھ متعدد صفحات۔
(۲۸) "علی برادران" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء متعدد صفحات۔
(۲۹) "سیرتِ محمد علی" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ دہلی (بھارت) ۱۹۳۲ء متعدد صفحات۔
(۳۰) سہ ماہی "العلم کراچی"، جوہر نمبر اکتوبر تا دسمبر ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔
(۳۱) ماہنامہ "الجامعہ" دہلی، "مولانا محمد علی نمبر" جلد اول اپریل ۱۹۷۹ء جلد دوم جنوری فروری ۱۹۸۰ء متعدد صفحات۔
(۳۲) ماہنامہ "ریاض" کراچی "مولانا شوکت علی نمبر" جنوری ۱۹۵۴ء متعدد صفحات۔
(۳۳) "تذکرہ کاملانِ رامپور" از حافظ احمد علی خان شوقؔ مطبوعہ دہلی ۱۹۲۹ء ص ۴۵۹ تا ۵۳۸۔
(۳۴) "فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۳۹۱۔
(۳۵) "اکابر تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۵۱ تا ۳۶۲۔
(۳۶) مجلّہ گورنمنٹ سٹی کالج کراچی، "پاکستان نمبر" حصہ اول ۱۹۸۳ء ص ۲۰۹ تا ۲۲۰۔
(۳۷) "تاریخ نظریہء پاکستان" از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۰۲، ۲۱۵، ۲۷۹۔
(۳۸) "قائداعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۵۳، ۷۳۔
(۳۹) "قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۲۰۲ تا ۲۱۸۔
(۴۰) "آہنگِ بازگشت" از محمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۹، ۴۱، ۷۶۔
(۴۱) "خطباتِ قائداعظم" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۲۹، ۴۷، ۱۴۱، ۵۰۱، ۵۳۷۔

مولانا شوکت علیؒ

مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی (ف ۱۹۶۲ء) نے ایک نوجوان کا نقشہ یوں کھینچا ہے:-

"بھاری بھر کم لمبا قد، متاثر کرنے والا چہرہ، پیشانی درخشاں، آنکھیں چمکدار، سر پر بالوں والی ٹوپی، داڑھی بالکل صاف، مونچھیں بڑی جن کی نوکیں اوپر کو بلند، قیمتی سوٹ اور اعلیٰ درجہ کا کوٹ پہنے ہوئے، نہایت چست چوڑی دار پاجامہ، تیز رفتار، ہاتھ میں سگار، چہرے پر عجیب دلکشی اور علی گڑھ انداز سے زبان پر السلام علیکم"۔

یہ نوجوان مولانا محمد علی جوہر کا بڑا بھائی شوکت علی تھا جو امام السنہ قیام الدین و الملت حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۲۶ء) کے دست اقدس پر بیعت کر کے اور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ سے "مولانا" کی "سند" پاکر مولانا شوکت علی بن گیا۔

ضیغم اسلام مولانا شوکت علی بن عبد العلی (۱۸۳۸ء۔ ۱۸۸۰ء) بن علی بخش (۱۸۱۳ء۔ ۱۸۶۷ء) بن محبوب بخش (۱۷۷۰ء۔ ۱۸۳۸ء) بن لال اللہ (۱۷۰۸ء۔

۱۷۸۵ء) بن طفیل محمد بن فیض محمد بن مدار حسن بن محمد اعظم اللہ بن حیات اللہ کی ولادت ۱۸۷۳ء میں رامپور (یوپی۔ بھارت) میں ہوئی۔ بچپن میں ہی والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ بی اماں (۱۸۵۲ء۔ ۱۹۲۴ء) نے تعلیم و تربیت کا بار اٹھایا۔ علی گڑھ سے بی اے کیا۔ دوران تعلیم کرکٹ کے نامور کھلاڑی اور بہترین باؤلر تھے۔ تیز و طرار گفتگو کرتے۔ فطری لیڈر تھے۔ مزاجاً نڈر اور بیباک تھے۔ گریجوایشن کے بعد ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہوئے۔ علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے سیکرٹری منتخب ہوئے۔ سر آغا خاں کے ساتھ مل کر علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی بنانے کے لئے چندہ جمع کیا اور سر آغا خاں کے خاص معتمد سیکرٹری رہے۔ مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) نے میدان سیاست میں قدم رکھا تو آپ نے ان کا دل کھول کر ساتھ دیا۔ اور بی اماں نے ان دونوں کی رہنمائی کی۔ دونوں بھائیوں کی ایک یادگار تصویر "جس میں بی اماں کرسی پر بیٹھی ہیں اور ان کے پیچھے محمد علی اور شوکت علی کھڑے ہیں" کے نیچے جو الفاظ درج ہیں، وہ ان تینوں شخصیتوں کے کردار کا موزوں ترین عکس ہیں۔ تصویر کے نیچے لکھا ہے، "شیرنی اور اس کے بچے۔"

مولانا شوکت علی بہت اچھے منتظم تھے۔ تقریریں کم کرتے تھے اور کام زیادہ۔ تحریک شروع کرنا، اس کے لئے دلائل و خطابت کا زور استعمال کرنا اور عوام میں آگ لگا دینا، محمد علی جوہر کا کام تھا۔ لیکن اسے منظم کرنا، ایک خاص ڈھب پر جذبات کو چلانا، تحریک کے لئے مالیات فراہم کرنا اور مختلف الخیال لوگوں کو جوڑنا، شوکت علی کا حصہ تھا۔

پہلی تحریک جو آپ نے منظم کی، "انجمن خدام الکعبہ" تھی۔ جو ۱۹۱۳ء میں آپ کے پیر و مرشد مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے دولت خانہ پر قائم ہوئی۔ اس تحریک کا مقصد مقامات مقدسہ کی حفاظت اور برطانوی عزائم (جو ترکی کے خلاف پہلی جنگ کی وجہ سے صاف نظر آ رہے تھے) کا سدباب تھا۔ یہی وہ پہلی انجمن ہے، جس نے حکومت برطانیہ کے خلاف برملا تحریک شروع کی۔ یہی انجمن ہے جس نے ممالک اسلامیہ کی طرف مسلمانان ہند کو متوجہ کیا۔ خلافت کی تحریک کے لئے فضا تیار کی، ہندو مسلم اتحاد کا بیج بویا۔ آپ اس کے معتمد (سیکرٹری) تھے اور مولانا عبدالباریؒ، خادم الخدام (صدر)۔ اسی انجمن کے نام پر آپ عمر بھر اپنے نام کے ساتھ "خادم کعبہ" لکھتے رہے اور آپ کی ٹوپی پر بھی "خادم کعبہ" کا بیج کا ہوتا تھا۔

جنگ عظیم کے زمانے میں ترکی کی حمایت کی پاداش میں اپنے بھائی محمد علی جوہر کے ساتھ پونے پانچ سال قید رہے۔ واپس لوٹے تو "تحریک خلافت" کے لئے وقف ہو گئے۔ ملک بھر کا دورہ کیا۔ بمبئی سے اخبار "خلافت" جاری کیا۔ کراچی کے معروف خالق دینا ہال کیس میں آپ نے عدالت سے گرج کر کہا کہ :۔

"اگر حکومت، مسئلہ خلافت کے متعلق ہمیں مطمئن نہ کر سکی یا پنجاب (جلیانوالہ باغ امرتسر) کے بارے میں انصاف سے کام نہ لیا اور ہمیں مکمل آزادی نہ دی تو میرا فرض ہے کہ بحیثیت ہندوستانی مسلمان اس حکومت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی پوری کوشش کروں۔"

اس کیس کی بناء پر آپ کو دو سال قید بامشقت ہوئی جو آپ نے نہایت استقلال کے ساتھ برداشت کی۔

زندگی میں آپ نے فاقہ کشی بھی دیکھی مگر آپ کے عزم صمیم میں ذرہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ اس سلسلہ میں رئیس احمد جعفری (۱۹۱۲ء۔۱۹۶۸ء) لکھتے ہیں :۔

"شوکت صاحب خوش خوراک تھے، خوش لباس تھے، خوش اوقات تھے۔ لیکن اس وقت تک جب تک ان کے پاس دھن تھا، پنشن ضبط ہوئی، جائیداد بک گئی، وہ قلندرانہ زندگی بسر کرنے لگے، ہفتے گزر جاتے تھے گوشت کی صورت دیکھنے میں نہیں آتی تھی، یہ واقعہ ہے بیویوں نے مایوس ہو کر خلافت ہاؤس کی اقامت ترک کر دی تھی لیکن شوکت صاحب کی شادمانی کوئی چھین نہ سکا۔ دال روٹی اس شوق سے اور تعریفیں کر کر کھاتے تھے جیسے من و سلویٰ کھا رہے ہوں، دن میں دو مرتبہ غسل کرنا اور لباس تبدیل کرنا ان کا معمول تھا۔ وہ کہا کرتے تھے، غربت کسی آدمی کو میلا کچیلا رہنے پر مجبور نہیں کرتی، پیسے نہ ہوں تو آدمی خود اپنے کپڑے روز دھو سکتا ہے، لباس پھٹا ہو تو پیوند لگا سکتا ہے اور اجار رو سکتا ہے اور خود ان کا عمل بھی یہی تھا۔ ان کا جامہ تار تار کئی مرتبہ میں نے پیوند اور رفو ہوتے دیکھا ہے، دوستوں کی جیب پر ڈاکہ مارنے میں وہ کمال رکھتے تھے، لوگ "خلافت" کو چندہ

دیئے کترائے تھے لیکن شوکت صاحب کا مطالبہ رد کر دیں یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ بابائے اردو (مولوی عبدالحق) ایک مرتبہ اورنگ آباد سے انجمن کیلئے چندہ وصول کرنے کا پروگرام لے کر حیدر آباد (دکن) تشریف لائے، ان کی وجاہت، ان کا اثر و رسوخ، چھوٹوں اور بڑوں پر ان کا دباؤ، اس امر کا غماز تھا کہ جھولی بھر کر واپس آئیں گے لیکن حیدر آباد پہنچے تو شوکت صاحب کی صورت میں ایک قد آور حریف موجود تھا اور قبل اس کے کہ مولوی صاحب حرف مطلب زبان پر لائیں، یہ حریف بے درنگ مشترک دوستوں کی جیبیں خالی کرا لیتا تھا۔ اسی بے بسی کے ساتھ سید ہاشمی فرید آبادی کو مولوی صاحب نے شوکت صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

"یہ شخص تو ڈاکہ ڈال رہا ہے، میں کیا کروں؟" لیکن ڈاکے کی رقمیں اس ڈاکو نے کبھی اپنی ذات پر یا اپنے اہل و عیال پر خرچ نہیں کیں۔ اس کا ایک بیٹا، کلکتے کی ایک مل میں کام کرتا رہا اور یہ رقمیں لا لا کر خلافت فنڈ میں جمع کرتا رہا۔ فقر و فاقے کے اس عالم میں بھی علی گڑھ کا کوئی دوست آ جائے، علی گڑھ کی کوئی ٹیم آ جائے، علی گڑھ کا کوئی وفد آ جائے تو خلافت ہاؤس ان مہمانوں کیلئے وقف، قرض لے لے کر خاطر تواضع کا حق ادا کیا جا رہا ہے، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے "اولڈ بوائز ایسوسی ایشن،" علی گڑھ سے "خلافت ہاؤس" منتقل ہو گئی ہے، قہقہے، پرانی داستانیں، دوستوں کا ذکر، یاروں کا تذکرہ، محفل آرائیوں کی داستان، بلا سے ان مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد فاقہ مستی رنگ لائے، لیکن اب تو آرام سے گزرتی ہے۔"

۱۹۲۰ء میں جب مولانا محمد علی جوہر وفد خلافت کے ساتھ لندن گئے ہوئے تھے، مسلم لیگ کونسل کا ایک اجلاس الہ آباد میں سر سید رضا علی (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۴۹ء) کے مکان پر ہوا۔ پنڈت جواہر لعل نہرو (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۶۴ء) کا بیان ہے کہ اجلاس میں ترک موالات کا جو نقشہ گاندھی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۸ء) نے پیش کیا، اس کو سن کر سب گھبرائے ہوئے تھے

لیکن "مولانا شوکت علی وہاں موجود تھے تاکہ قدم نہ اکھڑنے دیں۔" انہوں نے ترک موالات کی قرارداد پاس کرادی۔ تحریک میں دونوں بھائی ساتھ رہے۔ دونوں اکٹھے قید ہوئے، اکٹھے رہا ہوئے۔ آخر میں کانگریس کے طرز عمل سے دونوں بھائی مایوس ہو گئے۔

۱۹۲۴ء میں کوہاٹ میں ہندو مسلم فساد ہوا تو گاندھی کے ساتھ وہاں تحقیقات کے لئے گئے۔ گاندھی نے جس طرح ہندوؤں کی طرف داری کی اور مسلمانوں کو فساد کا ذمہ دار قرار دیا، اس پر آپ نے گاندھی کو بالکل بے نقاب کیا۔ اس کی ہندوانہ ذہنیت کی وجہ سے پھر اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار نہ ہوئے۔ اور جب ۱۹۲۸ء میں "نہرو رپورٹ" پر ان کی پیش کردہ ترامیم کو منظور نہ کیا گیا تو انہوں نے کانگریس سے قطع تعلق کر کے مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔

مولانا محمد علی جوہرؔ کے انتقال کے بعد مولانا شوکت علی نے خلافت کمیٹی کے اندر کانگریسی مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی جن کا حال یہ تھا کہ ۱۹۳۰ء میں مجلس خلافت کے اجلاس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۶۱ء) نے باقاعدہ ایک قرارداد پیش کی کہ کانگریس میں غیر مشروط طور پر شمولیت اختیار کرلی جائے۔ مولانا شوکت علی نے مسلمانوں کو اس اجتماعی خودکشی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

آپ نے جس خلوص کے ساتھ مسلم لیگ کی خدمت کی، اسے ہر دلعزیز اور مقبول بنایا، اسے عوامی جماعت کے درجے تک پہنچایا۔ اس کے قائد اعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) بھی معترف تھے۔ قائد اعظمؒ ہمیشہ نازک مواقع پر ان کے تعاون اور رفاقت کے جویا ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں مرکزی لجسلیٹو کونسل کے انتخابات کا مرحلہ آیا تو آپ نے بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر الیکشن لڑنے سے معذوری ظاہر کی لیکن قائد اعظمؒ کے کہنے پر سر تسلیم خم کردیا۔ اور یوپی کے ہفت شہری حلقہ (دہلی وغیرہ) سے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ پھر کونسل کے اندر اور باہر مسلم لیگ کی ڈھال اور کانگریس کیلئے برہنہ تلوار بنے رہے۔ کونسل میں فوجی بھرتی کے قانون کے مسئلہ پر بحث کے دوران صوبہ سرحد کے خان عبدالقیوم خان (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۸۱ء) (جو اس وقت کانگریسی تھے) کی جیسے گت بنائی، وہ ان کی ظرافت، بذلہ سنجی اور خوش طبعی کی عمدہ مثال ہے۔

۱۹۳۵ء میں انڈیا ایکٹ کے ماتحت جب صوبائی مجالس قانون ساز کا انتخاب ہوا تو

جھانسی کے الیکشن کو کانگرس اور لیگ نے معیار بنا لیا تھا، جواہر لعل نہرو (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۶۴ء) نے بار بار اعلان کیا کہ ہم مسلم لیگ کو شکست دے کر رہیں گے۔ قائد اعظمؒ نے یہ مہم آپ کے سپرد کی۔ آپ بمبئی سے سیدھے جھانسی روانہ ہو گئے۔ کانگرسی امیدوار کیلئے رفیع احمد قدوائی (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۵۴ء) کی سرکردگی میں جمعیت علماء ہند، مسلم مجلس، مسلم مجلس پارٹی کے اکابر اور کارکنوں کا قافلہ تھا۔ کانگرس کے پاس دولت کی کمی نہیں تھی، مسلم لیگ اب ابھرنا شروع ہوئی تھی اور قائد اعظمؒ عام چندے کے خلاف تھے لہذا لیگ کے ذرائع اور وسائل محدود در محدود تھے، مگر آپ کی جرأت ہمتی اور اولوالعزمی نے یہ مرحلہ آسانی کے ساتھ طے کر لیا۔ گو ان کی جان پر بن گئی، گرمی کا موسم تھا، وہ بھی بندیل کھنڈ کی گرمی، جہاں آفتاب سوا نیزے پر آ جاتا ہے۔ ووٹروں کو منظم اور جمع کرنے کے لئے دور دراز کے دیہاتوں اور قصبوں کا دورہ بھی ضروری تھا، سواری کہیں یکہ، کہیں تانگہ، کہیں بیل گاڑی جو مل جائے۔ چلچلاتی ہوئی دھوپ میں ایک روز کئی میل کا سفر بیل گاڑی پر کرنا پڑا۔

آپ بیمار و قیم بھی اور ذیابطس کے مریض بھی تھے۔ سفر ختم ہوا تو خون کا پیشاب کئی مرتبہ آیا، لیکن ان کے عزم و ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہی زندہ دلی، وہی بذلہ سنجی، وہی حاضر جوابی، وہی جوش و خروش۔ لوگوں نے اصرار کیا، "آج آرام کر لیجئے، جلسہ کل سہی"۔ لیکن آپ کہاں ماننے والے تھے۔ اسی حالت میں جلسہ گاہ تک پہنچے اور ایک زوردار تقریر کی۔ کانگرس یہاں عرصے سے کام کر رہی تھی اور بہت پر امید تھی۔ لیکن آپ نے پانسہ پلٹ دیا۔ یہ معرکے کا انتخاب تھا، اس میں مسلم لیگ کو "فتح مبین" حاصل ہوئی اور کانگرس کو شکست فاش۔

اس الیکشن میں آپ کی ناقابل فراموش خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خان (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۵۶ء) نے کانگرسیوں کو یوں مخاطب کیا اور للکارتے ہوئے کہا۔

لیا شوکت علی نے ہاتھ میں اسلام کا ڈنڈا
میں جب جانوں سہیں اک چوٹ بھی اس بڑے کلے کی

۱۰ راپریل ۱۹۳۸ء کو محمد علی پارک کلکتہ میں مسلمانوں کا ایک شاندار جلسہ عام آپ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں آپ کی خدمات جلیلہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ آپ نے فرمایا میری زندگی اسلام اور قوم کے لئے وقف ہے اور انشاء اللہ

تعالیٰ اسی راہ میں جان دے دوں گا۔

جولائی ۱۹۳۸ء میں ہزارہ (صوبہ سرحد) کی دو نشستوں پر مسلم لیگ اور کانگریس میں کانٹے دار مقابلہ ہوا۔ یہ مہم بھی آپ کے سپرد تھی۔ آپ کے ساتھ مولانا عبد الحامد بدایونی (۱۸۹۸ء سے ۱۹۷۰ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء   ) نے مختلف مقامات پر جلسے کر کے رائے عامہ کو ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ایبٹ آباد میں مسلم لیگ کے ایک تاریخ ساز جلسے سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

"اس صوبہ پر میرا بھی حق ہے کیونکہ یہ پٹھانوں کا صوبہ ہے اور میں بھی پٹھان ہوں۔ میں پٹھان بھائیوں پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ پہلے میں بھی کانگریس میں تھا۔ ہم دونوں بھائیوں نے کانگریس کو کامیاب بنانے کیلئے ہر ممکن جدوجہد کی۔ ہم نے گاندھی جی کو عوام سے روشناس کرایا لیکن جب ہم نے دیکھا کہ گاندھی اور ہندو لیڈروں کی نگاہیں صرف ہندو مفاد پر لگی ہوئی ہیں تو ہم نے کانگریس کو چھوڑ دیا۔"

کانگریس کو ان دونوں نشستوں پر شکست فاش ہوئی اور مسلم لیگ کے امیدواران راجہ منوچہر اور عبد الرشید ساحل کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔ اس موقعہ پر مولانا ظفر علی خان نے یہ اشعار موزوں کئے:۔

جب جیت لیگ کی ہوئی اور کانگریس کی ہار — روتی تھی سر پکڑ کے گورنمنٹ "افغان" کی
گاندھی بھی رو رہے تھے یہ کہہ کر ہائے ہائے — سرحد میں ناک کٹ گئی ہندوستان کی
جتنی بھی حسرتیں تھیں وہ سب ڈھیلی ہو گئیں — کیا بات ہے بچھے ہوئے تمد کی شان کی
شوکت علی کے جاتے ہی آیا اک انقلاب — رنگت معاً بدلنے لگی آسمان کی
میدان میں جم سکا نہ قدم سرخپوش کا — جس وقت سر پہ آئی گھڑی امتحان کی
اسلام نے ہزارہ میں اعلان کر دیا — فطرت کبھی بدل نہیں سکتی پٹھان کی

نومبر ۱۹۳۸ء کے آخری ہفتے میں آپ پر ذیابیطس کا شدید حملہ ہوا۔ اسی حالت میں مسلم لیگ کے کام کے لئے آسام کے شہر شیلانگ کے دورے پر پروگرام بنایا اور یکم

دسمبر تاریخ روانگی طے پائی۔ ۲۸ر نومبر کو حکیم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء ـ ۱۹۳۱ء) کی قیام گاہ دہلی کے صحن میں لیٹے ہوئے دھوپ کھا رہے تھے کہ نقاہت ناگوار محسوس ہوئی، جا کر اپنے کمرے میں لیٹ رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حکیم مولانا محمد علی جوہر خیریت دریافت کرنے کے کمرے میں پہنچیں تو آپ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

سبک بار مردم سبک تر روند!

آپ کی آخری آرامگاہ دہلی میں درگاہ سرمد شہیدؒ (متوفی ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۰ء) کے جوار میں بنی۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

سید مسعود حسن مسعود گھمپوری الہ آبادی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا۔

رہنمائے قوم مسلم خوش خصال — دہر میں تھے آپ اپنی خود مثال
موجزن دل میں خلافت کا خیال — چل دیے شوکت علی با حال و قال
کہہ دیا مسعود نے بیائے اوج
صاف ہے "دار الخلافت" بہر سال

۱۳۴۷ھ

خان شاہد اکبر آبادی (ف ۱۹۹۳ء) کراچی نے بھی تاریخ کہی۔

وہ کہ تحریک خلافت ان سے تھی — کہتے تھے بالا نشیں شوکت علی
خادم کعبہ تھے کیوں ہوتے نہ پھر — زینت خلد بریں شوکت علی
مستحق ہیں مطلع تاریخ کے — آفریں صد آفریں شوکت علی
"قلعہ علم و یقیں شوکت علی"

۱۳۵۷ھ

"شوکت پر کیف دیں شوکت علی"

۱۹۳۸ء

آپ کی وفات حسرت آیات پر پورے عالم اسلام میں رنج و الم کی لہر دوڑ گئی۔ برصغیر کے ہر مسلمان نے خون کے آنسو بہائے۔ ملکی اور غیر ملکی پریس نے آپ کی خدمات

جیسا کہ ارادت سے خراجِ تحسین پیش کیا۔ سیاسی اکابرین نے گہرے رنج و غم اور عقیدت کا اظہار کیا۔ ذیل میں چند ایک تحریری بیانات درج کیے جا رہے ہیں جن سے آپ کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت قائداعظم نے فرمایا۔

"مولانا شوکت علی کے انتقال سے مسلمانانِ ہند ایک ایسے بلند پایہ لیڈر سے محروم ہو گئے ہیں جو اپنی قوم کا ایک جانباز سپاہی تھا۔ انہوں نے بڑی سے بڑی قربانی کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا اور ہر مصیبت کے وقت قوم کے لئے سینہ سپر ہو کر آگے آ جاتے تھے۔ مسلمان اگر ان سے جان کی قربانی مانگتے تو اس کے لئے بھی آمادہ تھے۔ ان کی گزشتہ ربع صدی کی سیاسی زندگی کا یہی بنیادی اصول تھا۔

جہاں تک میرے اور ان کے ذاتی مراسم کا تعلق ہے، مرحوم میرے نہایت عزیز دوست تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے ساتھ ان کی وفاداری غیر متزلزل تھی اور مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے جو تعلق تھا میری ذات سے علاوہ بھی نہایت مستحکم تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک چٹان کی طرح ہماری پشت پناہی کرتے تھے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے جو خدمات وہ انجام کر گئے ہیں ان کی قدر مشکل ہی سے کبھی کم ہو سکے گی۔"

پنڈت جواہر لعل نہرو کانگریسی اور ہندو لیڈر صاحب ہندو ہونے کے باوجود اپنے دلی تاثرات کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"ہماری جنگِ آزادی کے بہادر سپاہی ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے ہیں اور کون نہیں جانتا کہ مولانا شوکت علی کا شمار ہمارے سب سے بہادر اور بے باک سپاہیوں میں ہوتا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں آزادی کی جو تڑپ پیدا ہوئی ہے اس کے محرک یقیناً مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی تھے۔ اٹھارہ سال ہوئے جب ترک موالات کی تحریک جاری تھی تو مولانا شوکت علی کی بلند شخصیت ہندوستان

کے دور دراز گوشوں میں ہر جگہ مشعل راہ بن گئی تھی۔

سالہا سال تک مجھے ان سے قریب رہ کر ایک رفیق کی حیثیت سے کام کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اور اگرچہ گزشتہ چند سال سے ہمارے درمیان بعض سیاسی اختلافات پیدا ہو گئے، لیکن ان اختلافات کے باعث ان کی خوشگواریوں میں کمی نہیں آئی سے کو نہیں ہو سکتی ورنہ اس عظیم خلا کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس شخص کے انتقال سے طاری ہوا ہے۔ جس نے متحدہ ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ مولانا شوکت علی سچے معنوں میں ایک سپاہی تھے اور سپاہی کی طرح انہوں نے گھوڑے کی پشت پر جان دے دی۔ اہل ہند کا فرض ہے کہ آج اس سپاہی کی یاد میں ادب و احترام سے اپنی گردنیں خم کر دیں۔

ماخذ

(۱) "تحریک پاکستان" از شیخ محمد رفیق [illegible] مطبوعہ لاہور [illegible] ص [illegible]

(۲) "مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی جنگ" از عبدالوحید خان مطبوعہ لکھنؤ [illegible] ص [illegible]

(۳) "مسلمانوں کا روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں [illegible] ص [illegible]

(۴) "کاروان گم گشتہ" از سید رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی [illegible] ص [illegible]

(۵) "غالب علی گڑھ" از سید الطاف علی بریلوی مطبوعہ کراچی [illegible] ص [illegible]

(۶) "ہماری قومی جدوجہد" از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور [illegible] ص [illegible]

(۷) "سچے سپاہی" از نواب صدیق علی خان مطبوعہ کراچی [illegible] ص [illegible]

(۸) "خطبات" از سید مسعود حسن [illegible] مطبوعہ [illegible] (بھارت) [illegible] ص [illegible]

(۹) "خطبات" [illegible] مطبوعہ کراچی [illegible] ص [illegible]

(۱۰) "شخصیات سرحد" از پروفیسر محمد شفیع صابر، مطبوعہ پشاور ۱۹۹۰ء ص ۷۷۵۔

(۱۱) "تاریخ سرحد" از پروفیسر محمد شفیع صابر، مطبوعہ پشاور ۱۹۸۶ء ص ۹۳۹۔

(۱۲) "مطلع [illegible]" از سید آل احمد رضوی مطبوعہ ایبٹ آباد (سرحد) ۱۹۹۳ء ص ۳۰۵۔

(۱۳) "تاریخ [illegible] پاک" از قاری احمد پیلی بھیتی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء ص ۳۳۶، ۳۳۷۔

(۱۴) "چمنستان" از مولانا ظفر علی خان مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء ص ۱۵۸، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۶، ۱۹۴۔

(۱۵) "سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار" از ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔

(۱۶) "علی برادران اور ان کا زمانہ" از سید محمد ہادی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔

(۱۷) "تذکرہ کاملان رامپور" از حافظ احمد علی خان شوق مطبوعہ دہلی ۱۹۲۹ء ص ۴۵۹ تا ۵۳۸۔

(۱۸) "علی برادران" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء متعدد صفحات۔

(۱۹) "انجمن خدام کعبہ" از ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء متعدد صفحات۔

(۲۰) "مقدمہ بغاوت کراچی" مطبوعہ مکتبہ [illegible] روڈ لاہور سن ندارد متعدد صفحات۔

(۲۱) "مقدمات [illegible]" از عبدالرشید ارشد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء متعدد صفحات۔

(۲۲) "مشاہیر جنگ آزادی" از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء [illegible] اللہ شہابی مطبوعہ کراچی ص ۲۹۳۔

(۲۳) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد اول مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۷ء ص ۸۶۱۔

(۲۴) "شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا" از مقصود ایاز، محمد ناصر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۴۰۳۔

(۲۵) ماہنامہ "ریاض" کراچی، "مولانا شوکت علی نمبر"، جنوری ۱۹۵۳ء متعدد صفحات۔

(۲۶) "آثار تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۲۲، ۳۱۲۔

(۲۷) ہفت روزہ "چٹان" لاہور بابت ۱۲ جنوری ۱۹۷۹ء ص ۶۔
(۲۸) "یادوں کے چراغ" از احمد ندوی جام پوری مطبوعہ ڈیرہ غازی خان ۱۹۷۶ء ص ۹۵، ۱۰۲ تا ۱۰۳۔
(۲۹) "تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۱۳۔
(۳۰) "قائداعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۸۶، ۲۲۵، ۶۱۱۔
(۳۱) "قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۲۱۴۔
(۳۲) "آہنگ بازگشت" از محمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۵۷۔
(۳۳) "خطبات قائداعظم" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۴۸، ۱۵۸۔

مولانا محمد مظہر الدین شیر کوٹیؒ

شہید ملت مولانا محمد مظہر الدین بن شیخ علی بخش ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۸ء میں شیر کوٹ ضلع بجنور (بھارت) کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابھی عمر عزیز کی چند کلیاں ہی توڑی تھیں کہ سایہ پدری سے محروم ہو گئے۔ برادر اکبر میاں رحیم الدین نے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہو گئے اور ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔ کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں پڑھاتے رہے، اس کے بعد "مدرسہ الٰہیات کانپور" میں بھی درس و تدریس کے گوہر لٹائے۔ دیوبند میں قیام کے دوران ہی آپ کا ذہن ملکی سیاست کی طرف ملتفت ہوتا گیا۔ چنانچہ مراد آباد، میرٹھ اور شملہ کی موتمر الانصار کے جلسوں میں شرکت کی۔

مولانا مظہر الدین کو صحافت سے خصوصی دلچسپی تھی۔ آپ کی طبیعت میں قومی خدمت کا جوش اور ولولہ قدرت نے کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا۔ آپ نے صحافت کے ذریعے قوم کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) کے اخبار "الہلال" اور "البلاغ" میں بطور مدیر معاون کام کرتے رہے۔ بعد ازاں قاضی عبدالغفار

(۱۸۸۸ء۔۱۹۵۶ء) کے اخبار "جمہور" کلکتہ میں کام کیا۔ وہاں سے اپنے وطن شیر کوٹ تشریف لے آئے اور حکیم انوار الحق کے اخبار "دستور" کی ایڈیٹری قبول کر کے اپنی قابلیت کے جوہر بکھیرنے لگے۔

تحریک خلافت کا دور آیا تو مولانا نے اس اخبار میں گورنمنٹ کے خلاف اداریے لکھے جس کے نتیجے میں اخبار کی ضمانت ضبط ہو گئی اور "دستور" بند ہو گیا۔ یہاں سے آپ کو مجید حسن نے اپنے اخبار "مدینہ" بجنور میں بلا لیا۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک آپ نے "مدینہ" میں خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں منشی نذیر احمد رئیس نگینہ نے نگینہ میں اقامت اختیار کرنے کی دعوت دی۔

۱۹۱۹ء میں مولانا نے ہفت روزہ اخبار "الامان" نگینہ سے جاری کیا۔ یہ پرچہ شاہ امان اللہ والی کابل (۱۸۹۲ء۔۱۹۶۰ء) سے منسوب کیا گیا کیونکہ شاہ امان اللہ نے برطانیہ سے جنگ کر کے ان دنوں اپنا ملک آزاد کرایا تھا۔ "الامان" اخبار بڑا مقبول ہوا چنانچہ اس کو ہفتے میں دوبار کر دیا گیا۔

۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے نتیجے میں ترکی کو شکست ہوئی اور خلافت کو زوال آ گیا۔ ترکی کو تین حصوں میں تقسیم کر کے روس، اٹلی اور برطانیہ نے تقسیم کر لیا۔ اس کی وجہ سے ہندوستان میں مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔۱۹۳۱ء) اور مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔۱۹۳۸ء) نے ۱۹۱۹ء میں "تحریک خلافت" شروع کی۔ یہ تحریک مسلمانوں میں ایک شعلہ جوالہ کی طرح بھڑک اٹھی، آن کی آن میں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئی اور ہر شہر اور ہر قصبے میں بے جھجک جلسے ہوئے اور انگریزوں کے اوسان خطا ہو گئے۔

مولانا مظہر الدین اپنے دور کے جادو بیان مقرر تھے۔ انہوں نے تحریک خلافت کے بڑے بڑے جلسوں میں دھواں دھار تقریریں کیں اور ان کی شعلہ نوائی کا سکہ بڑے بڑے لیڈروں پر بیٹھ گیا۔ ایک زبردست فعال آدمی دیکھ کر مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں دہلوی (۱۸۶۳ء۔۱۹۲۸ء) نے انہیں دہلی بلا لیا۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء میں مولانا نے اپنا اخبار دہلی سے نکالنا شروع کر دیا۔ علی برادران، ڈاکٹر انصاری (۱۸۸۰ء۔۱۹۳۶ء) حکیم اجمل خان جیسے لوگوں کی جماعت میں مولانا کا اثر و رسوخ بڑھا۔ آپ ضلع بجنور "خلافت کمیٹی" کے صدر بھی تھے۔ چنانچہ تمام اضلاع سے زیادہ روپیہ آپ نے ضلع بجنور سے اکٹھا کر کے بھیجا جس

[illegible] تھی۔

آپ جمعیت علمائے ہند کے فعال رکن تھے۔ تحریک خلافت کے دور میں جب مولانا احمد سعید (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۹ء) گرفتار ہوئے تو آپ کو ان کی جگہ جماعت کا سیکرٹری بنا دیا تھا۔ آپ جمعیت کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی رہے تھے اور بہت سی خدمات انجام دی تھیں۔ لیکن جب جمعیت علمائے ہند، گاندھی کی لنگوٹی کی اسیر ہو گئی اور کانگریس کی مسلم دشمن پالیسیوں کی حمایت کرنے لگی تو آپ بھی دیگر علمائے حق مثلاً مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء) پیر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) وغیرہم کے ساتھ جمعیت علماء ہند سے مستعفی ہو گئے اور ۱۹۲۶ء میں کانپور میں جمعیت علماء ہند کا نپور کی بنا ڈالی۔ آپ اس جمعیت کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اور تادم زیست دامے درمے قدمے سخنے اس کی خدمت کرتے رہے۔

۱۹۲۵ء میں آگرہ کے گرد و نواح میں شردھانند وغیرہ کی طرف سے ملکانہ مسلمان قوم میں شدھی کی تحریک چلی تو مولانا مظہر الدین نے اس مسلم دشمن تحریک کو کچلنے کیلئے دن رات ایک کر دیا۔ اس مقام پر مولانا نے ہندو مسلم اتحاد کے نقصان کا بغور مشاہدہ کیا اور اس سے تائب ہو کر پھر اسلام اور مسلمین کی خدمت کیلئے اپنے آپ اور اپنے اخبارات کو وقف کر دیا۔ چنانچہ کفار و ہنود کے مقابلے میں جو خدمات آپ نے انجام دیں ان کا احاطہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

جے پور ریاست کے ایک علاقے چومون میں حکام نے بآواز بلند کلمہ پڑھنے اور اذان دینے کی ممانعت کر دی تھی۔ یہ سخت گرمی کا زمانہ تھا۔ مولانا گرمی کی پرواہ کرتے ہوئے رمضان المبارک کے مہینے میں وہاں پہنچے اور زبردست تقریر کرتے ہوئے دھمکی دی کہ اگر یہ حکم واپس نہ لیا گیا تو ریاست میں مسلمانوں کا تانتا باندھ دیا جائے گا۔ چنانچہ مولانا کو کامیابی نصیب ہوئی۔ اسی طرح جب نظام حیدر آباد دکن کے خلاف کانگریسیوں اور بھائیوں نے پمفلٹ نکالے تو بھی مولانا شمشیر بے نیام ہو کر نکلے اور نظام کی زبردست حمایت کی۔

مولانا سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کے جلسوں میں

ان کی تقریریں عشق و محبت سے لبریز ہوتی تھیں۔ ہر سال ربیع الاول شریف کے مبارک مہینے میں اپنے اخبار کا "میلاد نمبر" نکالتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۵۳ھ کے ربیع الاول کا استقبال یوں کرتے ہیں:

"یہ ماہِ مبارک وہ مہینہ ہے جس میں خدا کی سرزمین نے آمنہؓ کے لال (روحی فداہ) کے قدموں کو چوما اور عرشِ الٰہی کا مقدس تارا اس عالم کی تاریک فضا میں چمکا۔ اگرچہ وہ خلیل کی دعا اور مسیحؑ کی نوید تھا لیکن غافل دنیا اسے فراموش کر چکی تھی۔ یہی ماہِ سعید ہے جس میں یہ ماہِ سعادت مطلعِ انوار کے افق پر طلوع ہوا تاکہ دنیا کو فراموش شدہ سبق یاد دلائے۔ پر جاہل دنیا نے اسے نہ پہچانا۔

وہ طوفانِ نوحؑ کا ناخدا تھا۔ وہ حضرت ذبیحؑ کا فقرہ فدا کاری تھا۔ وہ موسیٰؑ کے ید بیضا کی ضیاء تھا۔ وہ حضرت یوسفؑ کے رخساروں کی چمک تھا۔ چاند اس کی بارگاہ میں نور کی بھیک مانگنے آتا تھا اور خورشید اس کی جلوہ گاہ پر نثار ہوتا تھا۔ وہ آنے والا اسی ماہِ مبارک میں آیا۔ قدسیوں کے جھرمٹ میں آیا۔ خلوت نشینانِ عرش سے سرگوشیاں کرتا ہوا آیا۔ اور ملائکہ کی پلکوں سے اپنی ننھی ننھی ایڑیاں رگڑتا ہوا آیا۔ بہر حال یہی وہ ماہِ مقدس ہیں جب قندیلِ وحدت کی شمع آمنہؓ کے گھر میں اس طرح جلوہ ریز ہوئی کہ عالمِ لاہوت و ناسوت جگمگا گئے۔"

تحریکِ شہید گنج میں آپ کا کردار بڑا جاندار ہے۔ تحریر و تقریر کے ذریعے آپ نے مسلمانوں کی وکالت کا حق ادا کر دیا۔ اس تحریک میں آپ کو سنوسیِ ہند امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء) کے زیر سایہ کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ حضرت قدس سرہ سے بہت متاثر ہوئے۔ چنانچہ ۱۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو جب حضرت امیر ملتؒ نے بادشاہی مسجد لاہور میں نماز جمعہ ادا کی اور اس کے بعد حسب پروگرام لاکھوں افراد پر مشتمل جلوس نکالا تو اس جلوس میں مولانا مظہر الدین بھی شامل تھے۔ جلوس کے اختتام اور نماز مغرب کی ادائگی کے بعد باغ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں حضرت امیر ملتؒ کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مولانا مظہر الدین نے

بھی زور دار تقریر کی اور قرار داد پیش کی کہ "مسجد شہید گنج" کے سلسلہ میں گرفتار اور نظر بند کیے جانے والوں کو فوراً رہا کیا جائے۔ ضیغم اسلام مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) اور مولانا عبد القدیر بدایونی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۰ء) نے آپ کی اس قرار داد کی بھرپور تائید کی۔

جیسا کہ ابتداء میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ مولانا مظہر الدین، دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے اور کچھ عرصہ تک دار العلوم دیوبند میں مدرس بھی رہے اور پھر جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ کے عہدہ پر بھی فائز رہے۔ مگر جب انہوں نے اپنے دیوبندی اکابر کو ہندوؤں کی زلف گرہ گیر کا اسیر دیکھا اور مشاہدہ کیا کہ جمعیت علماء ہند، کانگرس کے روپے پیسے پر پل رہی ہے اور گاندھی جی کی محبت میں اندھی ہو کر شعائر اسلام کی دھجیاں اڑا رہی ہے تو وہ دیوبندی نظریات سے متنفر ہوتے گئے اور سواد اعظم کے عقائد و افکار ان کے قلب و جگر کو جلا بخشتے گئے۔ علی برادران، مولانا حسرت موہانی، مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محلی، مولانا عبد الماجد بدایونی، مولانا عبد القادر آزاد سبحانی، مولانا نثار احمد کانپوری وغیرہم کی صحبت بااثر نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور مولانا نے دیوبندیت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔ جیسا کہ پاکستان کے نامور مورخ اور صاحب قلم پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری (۱۹۲۶ء۔ ۱۹۸۳ء) مؤلف کے نام اپنے ایک خط محررہ ۳۱ دسمبر ۱۹۷۶ء از کراچی میں رقمطراز ہیں:

> "مولانا مظہر الدین مرحوم، دیوبند کے فارغ التحصیل، شیر کوٹ ضلع بجنور ان کا وطن تھا۔ والد کا نام شیخ علی بخش تھا۔ لیکن دیو بندیت کے مبلغ نہ تھے، کٹر مسلم لیگی تھے، اسی وجہ سے کسی کانگرسی نے ان کو شہید کر دیا تھا۔"

مولانا مظہر الدین شروع ہی سے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ مسلم لیگ کی کامیابی و کامرانی کے لئے انہوں نے نہ صرف شب و روز محنت کی بلکہ اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔ اپنے دونوں اخباروں "الامان" اور "وحدت" کو مسلم لیگ کی پبلسٹی کیلئے وقف کر دیا۔ لیکن ان کی خدمات صرف یہاں تک ہی محدود نہیں رہیں بلکہ انہوں نے دامے درمے قدمے سخنے، ہر طرح سے مسلم لیگ کی خدمت کی۔ اس خدمت اور خدمت کی اہمیت کا صحیح

اندازہ لگانے کیلئے دو چیزیں خاص طور پر پیش نظر رکھنی چاہئیں، ایک تو یہ کہ مولانا شہید کوئی ایسے آدمی نہیں تھے جنہیں نفاذِ اصلاحات کے وقت مسلمان قوم کے ساتھ کانگرس کے اندوہناک طرزِ عمل کی بنا پر پیدا شدہ ہیجان نے میدان میں لا کھڑا کیا ہو اور لیڈر بنا دیا ہو بلکہ وہ ایک مسلمہ لیڈر تھے اور ملک کی طول و عرض میں ان کا اور ان کے اخبارات کا اثر تھا، اس لئے مسلم لیگ میں شامل ہو جانے سے ان کی وقعت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا بلکہ مسلم لیگ کو ان کے اور ان کے اخبارات کے اثر سے فائدہ پہنچا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ مولانا شہید نے مسلم لیگ کا جو ساتھ دیا، کسی ذاتی منفعت کی خاطر نہیں بلکہ محض اللہ جل شانہٗ اور حضور سرور کائنات ﷺ کی رضاجوئی کیلئے دیا۔

اگر مسلم لیگ کے حق میں مولانا کی خدمات پر نظر ڈالی جائے جو انہوں نے ذاتی کوششوں سے مختلف طریقوں پر انجام دیں تو ان خدمات کی روداد تین عنوانات کے تحت بیان کی جا سکتی ہے۔ ایک عنوان تو یہ ہو گا کہ ان کے معتقدین نے، جو طول و عرض ہند میں پھیلے ہوئے تھے، محض اپنی عقیدت کی بنا پر مختلف مواقع (مثلاً عید میلاد النبی ﷺ و محرم الحرام وغیرہ) پر بلایا، جیسے کہ وہ بلایا کرتے تھے، مولانا نے انہیں مسلم لیگ کا راستہ دکھایا اور مسلم لیگ کا بنا دیا۔ اس طرح نہ معلوم کتنی مسلم لیگ کمیٹیاں قائم ہوئیں جو مسلم لیگ کے نظام کی توسیع کے ساتھ "آل انڈیا مسلم لیگ" کی شاخیں بن گئیں۔ دوسرا عنوان یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلم لیگ کے اثر و نفوذ کے پھیلنے میں سب سے زیادہ مدد مولانا کے اخبارات "الامان" اور "وحدت" نے دی۔ تیسرا عنوان یہ ہے کہ مسلم لیگ کے آل انڈیا اجتماعات ہی میں نہیں بلکہ بہت سے صوبائی، شہری اور دیہی اجتماعات میں تشریف لے گئے اور مسلم لیگ کی تقویت و استحکام میں حصہ لیا۔ لیکن یاد رہے کہ مولانا اخراجاتِ سفر کی سطح سے بہت بلند تھے۔ چنانچہ مسلم لیگ کے مندوب کی حیثیت سے عالمگیر مسلم کانگریس قاہرہ کی شرکت کے سلسلے میں انہیں اپنی جیب سے ایک ہزار روپے سے زیادہ خرچ کرنے پڑے۔

یہ تھے تین عنوانات جن کے تحت مسلم لیگ کے حق میں مولانا کی خدمات کا مختصر لحاظ کیا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ مولانا کس خلوص اور کس ذوق کے ساتھ مسلم لیگ کا کام کر رہے تھے تو چند ایک واقعات ملاحظہ فرمایئے:

ایک مسلم نیشنلسٹ اخبار (الجمعیۃ) نے کانگرس کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو

(۱۸۸۵ء۔ ۱۹۶۳ء) کو اپنے دفتر میں بلایا اور ایک تھیلی پیش کی۔ اس خبر نے مولانا کے دل پر گویا ایک ڈنک کا کام کیا۔ فرمانے لگے، پنڈت جی تو عمل کے لحاظ سے مسلمانانِ ہند کی حیثیت کو مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں، مگر کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ ایک مسلمان اخبار انہیں اپنے دفتر میں بلا کر تھیلی پیش کرتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ دارالحکومت ہند کے اسلامی اخبارات "الامان" اور "وحدت" آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر قائداعظم محمد علی جناح کو اپنے ہاں بلائیں گے اور تھیلی پیش کریں گے۔ چنانچہ آپ نے مسلم لیگ کے دو لیڈروں کو بلا کر ایڈریس دیے اور تھیلیاں بھی پیش کیں۔ ایک خطیم اسلام مولانا شوکت علی کو جبکہ وہ ارضِ مقدس میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کی تدفین سے فارغ ہو کر ہندوستان تشریف لائے تھے اور دوسرا حضرت قائداعظم کو صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی حیثیت سے۔

دہلی کے مخصوص حالات اور مخصوص فضا کے پیشِ نظر وہاں مسلم لیگ کی کسی زندہ اور عملی شاخ کا قیام اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ مولانا نے اپنی اور اپنے مخصوص رفقاء کی کوششوں سے دہلی میں مسلم لیگ کی ایک زندہ اور باعمل شاخ قائم کی لیکن خود کوئی عہدہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں معمولی رکن رہ کر ہی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

میونسپل بورڈ سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ کی عمارت پر مسلم لیگ کا جھنڈا لہراتے ہوئے ایک پرجوش اور بصیرت افروز تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا:

"یہ اسلامی جھنڈا ہے، جس کے سایہ میں ہر شخص کے لئے امن و امان ہے۔ یہ پست اقوام اور مظلوموں کی حمایت کے لئے آج سے تیرہ سو برس قبل مکہ معظمہ میں بلند ہوا تھا۔ اور اس کی حفاظت اور عزت کے لئے ہمیں اپنے آخری قطرہ خون کی بھی اگر ضرورت پڑے تو اس سے دریغ نہ ہو گا۔"

آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس پٹنہ ۱۹۳۸ء میں مولانا مظہر الدین نے آزادیٔ فلسطین کے لئے نعرہ مستانہ بلند کیا۔ اس سیشن کے تیسرے کھلے اجلاس میں تلاوتِ قرآن پاک اور چند نظموں کے بعد حضرت قائداعظم کی صدارت میں آپ نے اپنی

معرکۃ الآرا تقریر فرمائی۔ چنانچہ جونہی نوابزادہ لیاقت علی خان (ف ۱۹۵۱ء) نے اعلان کیا کہ پہلا ریزولیشن فلسطین کے متعلق مولانا محمد مظہر الدین پیش کریں گے تو تمام پنڈال نعرہ تکبیر سے گونج اٹھا۔ مولانا مائیک پر تشریف لائے اور فرمایا:-

"جناب صدر! اور معزز حضرات!! اس وقت جو تجویز میرے ہاتھ میں ہے یہ اس سرزمین سے تعلق رکھتی ہے جہاں کے باشندے اپنے خون سے اسے پاک کر رہے ہیں۔ فلسطین اسلام کا قبلہ اول ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ روح اللہ تک صدہا انبیاء نے اس کی طرف نماز پڑھی اور سید الانبیاء خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی تحویل قبلہ سے پہلے سالہا سال تک اور تمام مسلمان اس کی جانب نماز پڑھتے رہے۔

برطانوی وسائس کی مکروہ مثال :- اس تجویز میں جس "اعلان بالفور" کا تذکرہ ہے۔ یہ برطانوی وسائس کی ناقابل فراموش مکروہ مثال ہے۔ یہ کوئی اعلان نہ تھا بلکہ ایک پرائیویٹ چٹھی تھی جو ایک یہودی لیڈر مسٹر روتشیلڈ کو نومبر ۱۹۱۷ء میں لکھی گئی۔ کئی ماہ تک یہ خط کسی برطانوی الماری میں بند رہا۔ اور کسی کو بھی اس زہریلے خط کی خبر نہیں ہوئی۔

یہ وہ وقت تھا کہ جب جنگ عظیم میں برطانوی اقتدار مرغ کے پر کی طرح ادھر ادھر اڑتا پھرتا تھا۔ کبھی وہ امریکہ کے سایہ میں چھپنا چاہتا تھا اور کبھی کسی دوسری طاقت کو تلاش کر رہا تھا۔ پھر یہی وہ وقت تھا کہ برطانوی اقتدار کی حفاظت میں عرب اپنی قربانیاں کر چکے تھے۔ اور اس اثناء میں وقتاً فوقتاً شریف حسین کے ذریعے ۱۹۱۵ء سے بار بار عربوں کی مکمل آزادی کے اعلانات ہو چکے تھے اور انہیں یقین دلا دیا گیا تھا کہ وہ سب "متحدہ عرب اسٹیٹ" کی شکل میں کاملاً آزاد ہوں گے۔ عربوں نے اپنی آزادی کے عشق میں سب کچھ کیا اور کئی بار برطانیہ کی عزت کو ڈوبنے سے بچایا۔ باوجود یہ کہ یہ وعدے برطانوی اعلانات اور پارلیمنٹ کی تاریخ میں موجود تھے مگر بالفور کی پرائیویٹ چٹھی کو اعلان بالفور کی شکل دے دی گئی۔ اور اس کا کچھ خیال نہ آیا کہ اس سے برطانوی مواعید کا چہرہ اسقدر سیاہ ہو جائے گا کہ اسے

قیامت تک آنا ہے ذرور کا پانی بھی نہیں مٹا سکتا۔ (نعرہ و تکبیر)

انگلستان میں یہودیوں کا قتل عام :- حضرات! کیا یہ فریب و عہد شکنی یہودیوں کے لئے عمل میں آئی؟ ہر گز نہیں، ہمیں یورپ کی تاریخ معلوم ہے کہ اس نے یہودیوں کے ساتھ کیا کیا ہے۔ اسپین میں یہ یہودی کس طرح ذبح کئے گئے۔ اٹلی، فرانس اور جرمنی میں ان کا کس طرح قتل عام ہوا۔ ہمیں پندرھویں صدی کے آخر کی تاریخ یاد ہے کہ جب ہسپانیہ اور اطالیہ کی سڑکوں پر انہیں جانوروں کی طرح ذبح کیا گیا اور جو باقی رہ گئے تھے وہ نہایت ذلت و نامرادی کیساتھ نکال دیے گئے۔ روس میں اٹھارویں صدی میں ان کے ساتھ یہی ہوا۔ اور انیسویں صدی کے آخر تک اسی قسم کے مظالم ہوتے رہے۔ آج مدراس میں اچھوت اس قدر ذلیل نہیں، جتنے ذلیل یہودی یورپ میں تھے۔ پندرھویں صدی میں برطانیہ کے اندر جو کچھ یہودیوں کے ساتھ ہوا وہ بھی تاریخ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ اطالیہ، فرانس، جرمنی یا ہسپانیہ میں یہودیوں کا قتل عام ہوا اس کی ابتدا پہلے برطانیہ سے ہی ہوئی تھی۔ جو خونیں سبق یہاں پندرھویں صدی میں سکھایا گیا وہی بعد کی صدیوں میں جرمنی، اطالیہ، روس اور ہسپانیہ وغیرہ میں یہودیوں کے ساتھ دہرایا گیا۔ اس کا سبب وہی مسیحیت اور یہودیت کی قدیم عداوت و کینہ پروری تھی۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے جو سرزمین یہودیوں کے لئے صدیوں تک خونخوار دامن تھی وہ آج اور شفقت کی گود بن گئی (نہیں نہیں کی آوازیں) تو کیا پھر یہودیوں نے اپنی خبیث فطرت بدل لی۔ (آوازیں ہر گز نہیں) اگر یہ بھی نہیں تو کیا برطانیہ نے اپنی سابقہ بداعمالیوں سے توبہ کر لی۔ اور اب وہ پاکباز بن گئی (ہر گز نہیں) اگر ایسا ہے تو اسے عربوں کے سامنے اپنی پاکبازی کا ثبوت پیش کرنا چاہئے اور اس وعدہ آزادی کو پورا کرنا چاہئے جو اعلان بالفور سے دو سال پہلے عربوں سے کیا گیا تھا۔ (نعرہ و تکبیر)

بحر روم میں برطانوی اغراض :- اصل یہ ہے کہ فلسطین بحر روم کے ساحل پر واقع ہوا ہے۔ بحر احمر اور بحر روم سے برطانوی اغراض جس قدر وابستہ ہیں وہ کسی صاحب سے پوشیدہ نہیں۔ بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عظمت شہنشاہی (برطانیہ) کے تاج کے تمام نگینے بحر احمر اور بحر روم کے ساحل شدہ موتیوں

اور قائم شدہ اقتدار کا نتیجہ ہیں۔ ان ہی میں ہندوستان کا چمکدار ہیرا بھی شامل ہے۔ اگر ان دونوں سمندروں میں برطانوی اقتدار خطرہ میں پڑ جائے تو ہندوستان آنے کا سہل ترین راستہ اور نہر سویز وغیرہ سب برطانیہ کے لئے بند ہو سکتی ہیں۔ پس برطانوی مدبرین نے خیال کیا ہو گا کہ اگر کبھی بھی انہیں ہوش آیا تو بحر روم میں برطانوی جہازوں کے لئے خطرہ پیدا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اس نے اعلان بالفور کے ماتحت تقسیم فلسطین کا ضمیمہ شامل کیا اور اس کی رو سے عربوں کو پیچھے دھکیل دیا اور یہودی اسٹیٹ کے نام پر "یافہ" کے ماسوا وہ تمام بندرگاہ یہودیوں کو دے دیئے گئے جو جبل سے شروع ہو کر عکہ تک ہیں۔ حیفا شہر، طبریہ، طبرون، بیر قبیہ اور حیفہ بھی یہودی اسٹیٹ میں شامل ہیں۔ میں نے "فلسطین نمبر" "وحدت" میں جو نقشہ شائع کیا ہے اس میں یہ دکھایا ہے کہ غزہ کو چھوڑ کر تمام بندرگاہ اور زرخیز ساحلی مقامات عربوں سے چھین کر یہودیوں کو دے دیئے گئے اور صرف یافہ عربوں کو دیا گیا۔ مگر اس تک پہنچنے کے راستے برطانوی اسٹیٹ یا یہودی اسٹیٹ میں سے رکھے گئے۔ تاکہ جب یہ دونوں چاہیں عربوں کا راستہ یافہ تک پہنچنے کا بند کر دیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ بندرگاہیں ہاتھ سے دینے کے بعد بھی اس بندرگاہ کو آزادی سے استعمال نہ کر سکیں اور رکاوٹوں میں اپنا پیٹ رگڑ رگڑ کر مر جائیں۔ عرب قوم بہادر قوم ہے۔ اس کی رگوں میں شجاعت کا خون ہے۔ اس نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی اور وطن کی آزادی کے لئے سر سے کفن باندھ کر میدان میں آگئی (نعرہ ہائے تکبیر)

حضرات اب تک ایک عرب بھی فلسطین میں زندہ ہے اور جب تک سات کروڑ مسلمانانِ عالم میں ایک متنفس بھی موجود ہے۔ اس قسم کے ظالمانہ فیصلوں کے سامنے سر نہیں جھکا سکتا (نعرہ ہائے تکبیر) لہٰذا اس جابرانہ تقسیم کا ... جس جگہ سے یہ آواز اٹھی تھی وہیں دفن کر دی گئی۔ اور مجھے یقین ہے کہ قیامت تک کوئی اسے زندہ نہ کر سکے گا۔

چھ لاکھ عرب اور ۳۳ کروڑ ہندوستانی

حضرات! آپ کو معلوم ہے کہ برطانوی اقتدار آسانی سے اپنے اقتدار کو ختم نہیں کیا کرتا۔ تقریباً پچاس سال سے ہم اس سے مطالبات منوا رہے ہیں مگر آج تک کامیابی نہیں ہوئی۔ ان کے مقابلہ میں فلسطین کی چھ لاکھ آبادی ہی کیا ہے

لاکھ یہودی اور صرف چھ لاکھ عرب ہیں۔ ان میں وہ عیسائی بھی شریک ہیں جو مسلمانوں کی طرح یہودیوں کے سخت مخالف ہیں۔ اور عربوں کے دوش بدوش برطانوی فوجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے لباس بھی وہی اختیار کر لیا ہے جو عربوں کا ہے۔ ترکی ٹوپی جو فلسطین میں یہودی اوڑھتے ہیں تمام عربوں نے اتار دی ہے اور سفید رومال و عقال سر پر پہنتے ہیں اور مسئلہ آزادی پر ان میں پورا اتحاد ہے۔ برطانیہ کو مٹھی بھر یہودیوں کی خاطر مسیحیوں اور تمام عربوں اور ساٹھ کروڑ مسلمانانِ عالم کو چیلنج نہیں دینا چاہیے۔ بہر حال تین سال کی مدت میں چھ لاکھ عربوں کی قربانیوں نے برطانوی مدبرین کو اس حد تک متاثر کر دیا ہے کہ کانگریس پچاس سال کے عرصہ میں بھی نہیں کر سکی۔ اور میرا خیال ہے کہ جو عرب تقسیم فلسطین کی تنسیخ کرانے میں کامیاب ہوئے ہیں وہ آزادیء کامل حاصل کرنے میں بھی ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور اگر فلسطین کے دس لاکھ افراد برطانوی حلق سے اپنی آزادی کا نگلا ہوا لقمہ واپس لے رہے ہیں تو ہندوستان کے نو کروڑ مسلمان بھی اپنے مستقبل سے مایوس اور اپنے فرض سے غافل نہیں ہیں۔ (نعرہء تکبیر)

فلسطین کے متعلق یہودیوں کے ناپاک منصوبے: المختصر وغیرہ بعض جرائد میں ایسی تصاویر بھی شائع ہوئی ہیں جو یہودی مذہبی دیوانوں کی ناپاک آرزوؤں سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ ارضِ مقدس فلسطین میں صرف سیاسی اقتدار ہی نہیں چاہتے بلکہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے متفقہ مقدس مقامات کو بگاڑ کر اور بدل کر اپنے مذہبی نشانات کی شکل دینا چاہتے ہیں۔ مسجد حرمی شریف کو جہاں آنحضورﷺ نے شب معراج کو نماز پڑھی تھی، یہودی ہیکل میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ایک ایسی شکل میں اسے تبدیل کرنا چاہا ہے کہ دونوں طرف شیروں کی تصاویر ہیں، وسط میں یہودی جھنڈا ہے اور اس پر یہودی تاج ہے۔ اس طرح قبہ حضرت مسیح، لولاد و لواز کے مقبرے، حضرت یعقوب کی قبر، حرم ابراہیمی، غارِ ابراہیمی، مقام براق شریف اور ان دسیوں مقدس مقامات کو جنہیں عیسائی اور مسلمان دونوں مقدس و مشرف سمجھتے ہیں۔ یہ ذلیل قوم انہیں مٹانا اور بدلنا چاہتی ہے اور اس قسم کے کاغذات اور تصاویر جرائد میں شائع ہوئی ہیں، اور کمشن کے سامنے بھی پیش کی گئی ہیں۔ یاد رہے کہ دنیا بدل سکتی ہے، لیکن جب تک ہم مسلمان زندہ ہیں کوئی طاقت ہمارے قبلہء اول کی ایک اینٹ اور حرم

چالث کے نشان کو بھی نہیں بدل سکتی (نعرہ، تکبیر)

فلسطین سے مسلمانانِ عالم کا تعلق آپ نے ارض مقدس فلسطین کے فضائل میں متعدد روایات واحادیث پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ: خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے "ضربت علیهم الذلة و المسکنة و باؤ بغضب من الله"۔ (یہودیوں پر ذلت و مسکینی تھوپ دی گئی اور وہ خدائی غضب کے ساتھ ہوئے۔) اس کے یہ معنی ہیں کہ ذلت و مسکینی کا عذاب قیامت تک مسلط کر دیا گیا کیونکہ آیت مطلق ہے اور اس میں کسی وقت یا صدی کی قید نہیں۔ اسی حکم کو قیامت تک برقرار رکھنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اخرجو الیهود و النصاری من جزیرة العرب۔ ظاہر ہے کہ فلسطین متفقہ طور پر جزیرۃ العرب کا حصہ ہے اور اس حدیث کے حکم میں داخل ہے۔ پس اگر کوئی طاقت یہودیوں کو فلسطین میں برسر اقتدار لانے کے درپے ہے تو وہ یاد رکھے کہ قرآن کریم و حدیث کو چیلنج دیتی ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ایسے چیلنج کو اپنے خون کا آخری قطرہ قربان کر کے بھی قبول نہ کرے۔ (پرجوش نعرہ تکبیر)

برطانیہ کو تنبیہہ: اگر برطانوی مدبرین بحر روم میں برطانوی اقتدار کو اپنی قومی حیات کی شہ رگ سمجھتے ہیں، تو کیا ضرور ہے کہ وہ یہودیوں سے سازباز کریں یا ان کی حمایت کا نقاب ڈال کر سامنے آئیں۔ اس کی ایک آسان شکل یہ بھی ہو سکتی تھی کہ عربوں سے دوستی کریں، ان کے دل ہاتھ میں لیں، اپنے وعدے پورے کریں، انہیں آزادی دیں اور ایک دوستانہ معاہدے کے ذریعے اپنے مفاد کا تحفظ کر لیں۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ یہودیوں کی حمایت میں بحر روم میں برطانوی اقتدار کے تحفظ کے لئے انگریز جو کچھ کر رہے ہیں، کہیں یہی برطانوی اقتدار کو بحر روم میں غرق کرنے کا باعث نہ بن جائے۔

جرمنوں اور اطالویوں کی امداد: اگر برطانیہ نے عربوں کی طرف جلد دوستی کا ہاتھ نہ بڑھایا تو بہت ممکن ہے کہ عرب، جرمنوں اور اطالویوں کی دوستی کے ہاتھ کو پکڑیں۔ جرمنی اور بالخصوص اطالیہ، بحر روم میں، نہر سویز میں اور بحر احمر میں جو خواہشات رکھتا ہے وہ مجھ سے زیادہ برطانوی مدبرین کو معلوم ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اب دونوں طاقتوں نے بحر روم میں اپنا اقتدار بڑھانے اور برطانیہ پر

اتحاد ملت" کے زیر اہتمام محمد علی پارک (بالمقابل ہارڈنگ لائبریری) میں منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۵۶ء) نے کی۔ اس جلسہ میں دس ہزار کے قریب مسلمان شریک تھے اور سید حسین امام (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء) نے کی۔ اس جلسہ میں دس ہزار کے قریب مسلمان شریک تھے اور سید حسین امام (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء) مولانا عبدالغنی ممبر مرکزی اسمبلی، شفاء الملک حکیم دلبر حسن خان بھٹی، مولانا حامد جلالی (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۷۳ء) میاں عبدالکریم صدر مجلس اتحاد ملت دہلی وغیرہم بھی شریک تھے۔

مولانا ظفر علی خان نے صدارت کی طرف سے جمعیت علماء ہند کے فیصلہ کی تنسیخ کا ریزولیوشن پیش کیا۔ آپ کی تقریر میں چند معلومہ افراد نے شور و غل کیا اور کہا کہ "جمعیت کا فیصلہ درست ہے۔" اس پر تمام جلسہ میں شدید برہمی پھیل گئی اور ہر طرف سے کانگرسی ایجنٹوں کو باہر نکال دو کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مولانا ظفر علی خاں نے کہا کہ اس جلسہ عام میں فیصلہ اکثریت کی رائے پر ہوگا۔ چنانچہ آپ نے عوام سے پوچھا کہ کیا آپ کو جمعیت علماء ہند کا بلا شرط شرکت کانگرس منظور ہے؟ ہر طرف سے انکار کی آوازیں آئیں اور جمعیت علماء ہند کا بلا شرط شرکت کانگرس کا فیصلہ ایک آزاد و عام جلسہ میں مسلمانوں نے منسوخ کر دیا۔

اس جلسہ میں دوسری تجویز جو حیدر آباد دکن میں کانگرس اور آریائی و مہا سبھائی سازشوں سے متعلق تھی، سید حسین امام نے پیش کی تھی۔ جس کی تائید میں مولانا مظہر الدین نے وہ معرکہ آرا تقریر کی جس کے بعد دو دن کے اندر آپ شہید کر دیے گئے۔ یہ تقریر کیا تھی، دولت نظام، مسلم لیگ اور حضرت قائد اعظمؒ کے طرز عمل کی ستائش میں ایک بحر مواج تھا۔ جس کے تھپیڑوں سے کاغذی کشتیاں غرق ہو رہی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کا خلوص پسند آچکا تھا اور آپ کی شہادت منظور تھی۔ لہذا شہادت سے ۴۸ گھنٹہ قبل جس طرح میدان کربلا میں امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخالفین سے آخری مرتبہ اتمام حجت کیا، اسی طرح شہدائے کربلا کے اس محب صادق نے بھی دس ہزار مسلمانوں کے مجمع میں آخری مرتبہ اتمام حجت کرنے کے بعد جام شہادت پیا۔ بقول مولانا محمد علی جوہر

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

حضرت مولانا کی تقریر درج کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجویز بھی درج کر دی جائے جس پر آپ کی آخر تقریر ہوئی تھی۔ تجویز کے الفاظ یہ ہیں :۔

"مسلمانان دہلی کا یہ نمائندہ اجتماع "دولت ابد مدت آصفیہ" کے خلاف ہندو مہا سبھائیوں اور آریہ سماجیوں کی چو طرفہ یورش کو جس کا مقصد اس "دولت ابد مدت" کے سیاسی ناموس کو تباہ کرنا ہے، انتہائی غم و غصہ اور تشویش و اضطراب کے ساتھ دیکھتا ہے اور اپنے اس یقین کا وہ اظہار کر دینا وقت کی سب سے بڑی ضرورت سمجھتا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار نظام میں بر طانوی ہند سے ہندو جتھوں کے لگاتار داخلہ کے خلاف مدافعانہ اقدام از بس ضروری ہے۔

یہ اجتماع "مجلس مرکزیہ اتحاد ملت" کے اس فیصلہ کا جوش و خلوص کے ساتھ خیر مقدم کرتا ہے کہ اس مدافعانہ اقدام کے لئے مناسب پروگرام کی تیاری کا کام مجلس کے صدر ظفر الملت مولانا ظفر علی خاں کے سپرد کر دیا جائے اور اس بارہ میں انہیں کامل اختیارات حاصل ہوں۔ یہ جلسہ مولانا موصوف سے توقع رکھتا ہے کہ وہ جلد سے جلد مدافعانہ اقدام کا کوئی موثر پروگرام تجویز کریں گے۔"

اس تجویز کے بعد مولانا نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

"حیدر آباد کے متعلق جو تجویز آنریبل سید حسین امام نے پیش کی ہے میں اس کی حرف حرف تائید کرتا ہوں۔ ہندوستان میں ہماری شوکت ماضی کی ایک نشانی دولت نظام باقی ہے۔ آج ہمارے اختلافات ہیں کہ اغیار اس "دولت ابد مدت" کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ مگر میں ببانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ حضور نظام کے وقار و عزت کی خاطر اگر ضرورت پڑی تو ہمارا بچہ بچہ میدان میں اتر آئے گا (بے شک بے شک کی آوازیں) دولت نظام کو ہم اپنے دل و جگر کے ٹکڑوں سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں۔ جب تک ہندوستان میں نو کروڑ مسلمان موجود ہیں کوئی طاقت اس اسلامی سلطنت کو برباد نہیں کر سکتی۔ کوئی مسلمان جب تک کہ اس کی رگوں میں خون کا آخری قطرہ موجود ہے، سلطنت آصفیہ کی موت و تباہی کو نہیں دیکھ سکتا۔ بھائیو! میں تم سے پوچھتا ہوں، یہ سچ ہے، یہ ٹھیک ہے؟" (آوازیں،

یہ بتاتا ہے یہ درست ہے اگر یہ درست ہے تو پھر ہم حیدرآباد کو بچانے کے لئے قربان گاہِ امتحان کی طرف قدم بڑھائیں گے۔ مگر آج کیا ہو رہا ہے، ہم میں ہی سے ایک طبقہ ہے جو بدقسمتی سے ہم سے کٹ کر غیروں سے مل گیا ہے۔ وہ "سوادِ اعظم" سے علیحدہ ہو کر ان جماعتوں کی حمایت کر رہا ہے، جو خفیہ و علانیہ ہندوستان سے مغلیہ سلطنت کی یادگار اور دو کروڑ مسلمانوں کی امیدوں کے مرکز "دولتِ نظام" کو تباہ کرنے کے لئے ہر ممکن سعی کر رہی ہیں۔

حضرات! میں کچھ صاف صاف باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ جو مسلمان علماء حق کیلئے ناجائز کلمات استعمال کرتا ہے یا ان سے ساز باز رکھتا ہے وہ اسلام کا مجرم ہے۔ لیکن جو علماء "سوادِ اعظم" سے کٹ کر غیروں سے جا ملیں، ان لوگوں سے اشتراکِ عمل کر لیں جو مسلمانوں اور ان کی نمائندہ جماعتوں اور لیڈروں کو سب و شتم کریں، میں ان کا قائل نہیں ہوں، اگرچہ میری یہ خواہش ہے کہ خدا انہیں راہِ راست پر لائے کیونکہ وہ پھر بھی ہمارے بھائی ہیں، ہمارا ان سے اختلاف ہے مخالفت نہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں، کیا میں نے اپنے اخبار میں یہ اعلان نہ کر دیا تھا کہ ۳۔ ۴۔ ۵/ مارچ کو جو علماء دہلی آنے والے ہیں، مسلمانانِ دہلی ان کے خلاف کسی قسم کا مظاہرہ نہ کریں اور ان کے جلسوں میں کسی قسم کی ہنگامہ آرائی نہ کریں (آوازیں، لکھا تھا) مگر آپ نے اس کا جواب دیکھا۔ آج ہمارے جلسہ میں چار چار آنہ اور آٹھ آٹھ آنہ دے کر بعض ایمان فروشوں کو ان کا ایمان خرید کر بھیجا جاتا ہے کہ وہ گڑبڑ پھیلائیں گے۔ ہم بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہیں مگر ہم ایک مسلمان کے ایمان کی قیمت چار آنے، آٹھ آنے نہیں سمجھتے بلکہ ہفت جہان سمجھتے ہیں، جو تحفظ و سلامتیِ ایمان کے لئے تو دی جا سکتی ہے مگر ایمان فروشی کے لئے نہیں۔ ہم مسلمانوں کا چار آنے یا آٹھ آنے پر ایمان خریدنا نہیں چاہتے۔ (مظہر الدین زندہ باد۔ ظفر علی خان زندہ باد کے نعرے)

آج سات سو مسلح طلباء کے بل بوتے پر پنڈال کے اندر بیٹھ کر مسلم لیگیوں اور اس کے لیڈروں مسٹر جناح وغیرہ کو گالیاں دی جاتی ہیں اور بلا شرکت کانگریس کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے جلسوں میں چونی اور اٹھنی والوں کو بھیج کر ہنگامہ آرائی کرائی جاتی ہے مگر اس کے جلسہ میں اسی آسمان کے نیچے اور اسی زمین کے اوپر مسلم رائے عامہ کا فیصلہ وہ حق آپ کے سامنے ہے۔ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ ان چونی اور اٹھنی والوں کا جو غلغلہ دیکھنے سے پہلے کے

لے سیاسی پلیٹ فارم میں داخل ہو رہے ہیں، کیا حشر ہوا؟ بھائیو! یہ کشتی لڑنے ایک دوسرے کے سر پھوڑنے کا اکھاڑہ نہیں ہے۔ یہ خدائی اکھاڑہ ہے، یہاں جو آئے اور آئندہ آئے کی طاقت بے کار ثابت ہوئی۔ یہاں عمل صالح کی طاقت کام کر رہی ہے اور سچائی کی گرمی۔ جس نے مخالفوں کو پگھلا کر رکھ دیا۔

بھائیو! آج ہندوؤں کے مہنت گرو سری شنکر آچاریہ نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنے پچاس لاکھ لنگوٹی بند سنیاسیوں کو لے کر حیدرآباد پر دھاوا بول دیں گے۔ اس اعلان کے بعد میں منتظر تھا اور میری یہ تمنا تھی کہ کوئی مفتی اعظم یا شیخ الاسلام میدان میں تشریف لائے اور دولت آصفیہ کے تحفظ کے لئے سینہ سپر ہو جائے۔ یہ دولت نظام جس کے روپے سے علماء پل رہے ہیں۔ حضور نظام، جن کے ذریعہ ہزار روپے ماہوار عطیہ سے دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ کو تنخواہیں ملتی ہیں۔ اگر یہ دولت نظام برباد ہو گئی تو کیا دارالعلوم دیوبند زندہ رہ سکتا ہے؟ جمعیت علماء ہند کے جلسہ میں مسلم لیگ اور جناح کو کوسا جا سکتا ہے مگر اسلام اور ایک اسلامی بادشاہ کے لئے یہ لوگ سامنے نہیں آتے، اور بلا شرط شرکت کانگریس کا فیصلہ تو کر سکتے ہیں مگر تحفظ حقوق مسلمین کے لئے آوازیں بلند نہیں کرتے، ان کے منہ سل جاتے ہیں۔ (آوازیں کانگریس کی سنہری سوئی سے) البتہ کرائے کے ٹٹو بھیج کر ان جلسوں کو برباد کرانے کی سعی کی جاتی ہے جو حمایت نظام و اسلام میں یا بلاشرط شرکت کانگریس کے فیصلوں کو مسترد کرنے کے لئے منعقد کئے جائیں۔ اگر انہیں ہماری رائے سے اختلاف ہے تو اظہار اختلاف کا یہ طریقہ نہیں۔ وہ خود ہمارے جلسوں میں تشریف لائیں۔ سامنے آئیں ہمیں سمجھیں اور مولانا ظفر علی خاں کو سمجھا دیں یا سمجھ لیں۔ یہی انسانیت و دیانت کا تقاضہ ہے۔ (بے شک بے شک کی آوازیں)

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ آج مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جو اسلام کا جھنڈا ہے ایک سو فیصدی مسلمان جمع ہیں۔ (آوازیں۔ ۹۹ فیصد) کیا نعوذ باللہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان غلط ہو گیا؟ (نہیں نہیں) تو پھر یہ ہمارے کرم فرما "سواد اعظم" سے کیوں علیحدہ ہیں؟ آج ریاستوں میں جمہوریت کے نام پر کانگریس کی ہمنوا جماعتیں بنائی جا رہی ہیں۔ جمعیتی اور احراری لوگ بھی اسی جمہوریت کے حق میں آواز بلند کرتے ہیں مگر جب بے چارے نہتے اور بے قصور مسلمانوں پر اندھا دھند گولیاں

چلائی جاتی ہیں اور پچاس سے زائد مسلمانوں کو خاک و خون میں تڑپا دیا جاتا ہے۔ سینکڑوں بچے یتیم کر دیے جاتے ہیں، سہاگنوں کا سہاگ لٹ جاتا ہے تو اس وقت جمہوریت کی حامی کانگرس حرکت میں نہیں آتی، کانگرس اور گاندھی جی جو صرف جمنالال بجاج کے داخلہ پر پابندی عائد کرنے کے سبب جے پور کے خلاف کاروائی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں، چپ سادھ لیتے ہیں۔ اگر مہاراجہ راج کوٹ مسلمانوں کو کچھ حقوق دیتے ہیں تو گاندھی جی اور پٹیل بھوک ہڑتال کی گرما گرمی شروع کر دیتے ہیں۔ گاندھی جی مرن بھرت رکھتے ہیں مگر یہ مرن بھرت ہندو مسلم اتحاد کے لئے نہیں رکھا جاتا، دولت نظام کے خلاف شورش بند کرنے کے لئے نہیں رکھا جاتا، جہاں ہندوؤں کے ساتھ رواداری کا سلوک کیا جاتا ہے جس کی مثال ہندو ریاستوں میں بھی نہیں ملتی۔ کیا حیدر آباد میں گائے کشی حکماً ممنوع نہیں؟ حیدر آباد میں سال بھر میں ایک سو پچاس مندر بنائے گئے مگر مساجد نہیں۔ تقریباً ۱۵۰ مسجدیں ایسی ہیں جن کے متولی ہندو ہیں۔ کیا کسی ہندو ریاست جے پور، کشمیر وغیرہ میں ایسی مثال موجود ہے کہ کسی ایک مندر کا انتظام، مسلمان کے سپرد ہو۔

دولت نظام کے تحفظ کے لئے مجلس اتحاد ملت اور مسلم لیگ کے اراکین ہر قربانی دیں گے۔ وہ مجاہد ملت (مولانا ظفر علی خاں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) جس کی زندگی کا بیشتر حصہ جیلوں کی نذر ہوا، میدان میں آ چکا ہے۔ مسلمانو! ابھی اختلافات مٹا کر مسلم لیگ کے واحد پلیٹ فارم پر متحد و منظم ہو جاؤ۔ جب تک مسلمان آپس میں متحد و منظم نہ ہوں گے۔ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت و ناموس اور قومی زندگی محال ہے۔

میں ان الفاظ کے ساتھ اس تجویز کی تائید کرتا ہوں جسے آنریبل سید حسین امام نے آپ کے سامنے پیش کیا۔ (تقریر کے اختتام پر تمام مجمع نے کئی منٹ تک "مظہر الدین زندہ باد" کے پر جوش نعرے بلند کئے اور ایک جم غفیر نے انہیں گھیر کر پر جوش نعروں کے درمیان موٹر تک پہنچایا۔ جہاں سے آپ عربک کالج تشریف لے گئے اور مسئلہ شہادت پر آخری تقریر فرمائی۔)

آپ کی روز افزوں ملی خدمات نے کانگرس، جمعیت علماء ہند، احرار پارٹی وغیرہ کی نیندیں حرام کر دیں۔ آپ کی محنت اور کوشش سے مسلم لیگ روز بروز مقبول اور ہر دلعزیز جماعت بن رہی تھی، جو مخالفین کی آنکھ میں خار بن کر کھٹکتی تھی۔ اس لئے تمام کانگرسی،

جمعیتی، احراری اور دیگر مسلم لیگ دشمن طاقتیں آپ کے خلاف صف آراء ہو گئیں۔ اسی طرح ۱۹۳۸ء میں جب آپ فلسطین کانفرنس قاہرہ سے واپس دہلی تشریف لائے تو جامع مسجد فتح پوری دہلی کے پشتے کا معاملہ چیلنج دے رہا تھا۔ مسجد کے پس پشت گندوڈیہ سیٹھ کا عالی شان مکان تھا اور وہ پشتے کو اپنی ملکیت بتاتا تھا۔ مسجد کمیٹی نے گندوڈیہ کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا لیکن دہلی کے مسلمانوں میں ہیجان برپا تھا۔ مولانا نے مسجد کمیٹی اور سیٹھ گندوڈیہ کی حامی جمعیت علماء ہند کے خلاف اپنے اخبار "الامان" اور "وحدت" میں زبردست مضامین لکھے جس سے تمام ہندو اور جمعیت علماء ہند آپ کی جانی دشمن ہو گئی۔

۲۲ر محرم الحرام ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۴ر مارچ ۱۹۳۹ء بروز منگل مولانا مظہر الدین اپنے اخبار "الامان" اور "وحدت" کے دفتر میں بیٹھے کام کر رہے تھے کہ بارہ بجے کے قریب دو شخص دفتر میں آئے۔ ایک کا نام محمد احمد اور دوسرے کا نام محمد شفیق تھا۔ مولانا اس وقت سخت مصروف تھے۔ محمد شفیق نامی شخص کرسی کے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اور محمد احمد سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ مؤخر الذکر نے کہا کہ ہمیں آپ سے کچھ عرض کرنا ہے۔ آپ کے پاس صبح سے شام تک بے شمار آدمی اپنی اپنی غرض کے لئے آتے تھے۔ آپ نے انھیں خوش آمدید کہا اور پیچھے کھڑے ہوئے شخص کو بھی کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ لیکن اسی اثناء میں محمد شفیق نے خنجر سے گردن پر بھرپور حملہ کیا اور اس کے بعد دونوں بھاگ نکلے۔ مولانا کی شہ رگ پر خنجر لگا اور خون کا فوارہ ابلنے لگا۔ زخم کھا کر دو چار قدم بھاگے اور چلائے کہ قاتل کو پکڑو لیکن برآمدے میں گر گئے۔ دفتر کے لوگ نکل پڑے مگر مولانا کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی اور زبانِ حال سے پکار کر کہہ رہی تھی۔ ؎

تم یونہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے ۔۔۔ پر غیب سے سامانِ بقا میرے لئے ہے
پیغام ملا تھا جو حسینؓ ابنِ علیؓ کو ۔۔۔ خوش ہوں وہی پیغامِ قضا میرے لئے ہے

(مولانا محمد علی جوہرؔ)

یہ دونوں شخص جنھوں نے قتل میں حصہ لیا، دلی کے اوباش تھے اور دونوں کے پس پردہ محمد اسمٰعیل چوٹی ایک غنڈے کا ہاتھ تھا۔ دہلی کے جب کسی شخص کو قتل کرانا ہوتا تو محمد اسمٰعیل چوٹی کی مدد لی جاتی۔ محمد اسمٰعیل کو دہلی کے بعض مقتدر کانگریسی اور جمعیتی لوگوں نے اپنے ہاتھ میں لے کر یہ کام کرالیا اور اسمٰعیل نے محمد شفیق اور محمد احمد کو آگے بڑھا کر اس کو

انجام دیا۔ دونوں قاتل پکڑے گئے۔ امرناتھ بھنڈاری امرتسری سیشن جج کی عدالت میں مقدمہ چلا۔ محمد شفیق کو پھانسی اور محمد احمد کو عبور دریائے شور (کالے پانی) کی سزا ملی۔ ہائی کورٹ میں ایک انگریز جج کے سامنے اپیل ہوئی لیکن سزا بحال رہی۔

اگلے دن نماز جنازہ میں دہلی کی خلقت امڈ آئی۔ ساٹھ ہزار کے قریب فرزندان توحید نے جامع مسجد دہلی کے بیرونی میدان میں نماز جنازہ ادا کی اور پھر اس نابغہء روزگار شخصیت اور عدیم النظیر خادمِ قوم کو کوٹلہ فیروز شاہ تغلق، دہلی کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی شہادت کی خبر آناً فاناً پوری دنیا میں پھیل گئی۔ ہر سو تعزیتی اجلاس منعقد ہوئے اور شہید کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ پیشتر اس کے کہ ہم مشاہیر کی طرف سے شہید کو خراج عقیدت کی تفاصیل درج کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قتل کے بارے میں کچھ روشنی ڈال دی جائے۔ یہ قتل جمعیت علماء ہند نے کرایا تھا جس کے ثبوت میں ہم غیر متزلزل دلائل پیش کریں گے۔

مولانا کی شہادت کے بعد جمعیت علما ہند کے کارکنوں نے مولانا اشرف علی تھانوی کو بھی مسلم لیگ کی حمایت کے جرم میں قتل کی دھمکیاں دیں۔ ذیل میں ہم ایک ایسا خط نقل کر رہے ہیں جس سے اظہر من الشمس ہے کہ مولانا مظہر الدین کا قتل جمعیت علماء ہند کی ہی کارگزاری ہے۔ یہ گمنام خط مولانا اشرف علی تھانوی کو ۱۵/ اپریل ۱۹۳۹ء کو ملا تھا۔ لیجئے! پڑھیے اور اسلام و پاکستان کے دشمنوں کے مکروہ عزائم پر سر پیٹیے :۔

> "مولوی اشرف علی تھانوی! یہ بات بہت تشویش اور ہمارے لئے شرم کی ہے کہ کانگرس، جمعیت علماء ہند، احرار اور مومن کانفرنس کی تمام کوششوں کے باوجود مسلم لیگ کا فتنہ تمام ملک میں پھیلتا جا رہا ہے اور آپ نے علماء کے خلاف مسلم لیگ کے موافق فتویٰ دیا ہے جس کا بہت اثر ہوا ہے۔ اب ہماری پارٹی مسلم لیگ کے بد دین لیڈروں، مولویوں کو مزا چکھانے کے لئے میدان میں آگئی ہے۔ اس لئے آپ کو بھی یہ تاکیدی نوٹس دیا جاتا ہے کہ آپ ایک ماہ کے اندر اندر اپنا فتویٰ واپس لے لو اور حضرت امیر الہند مولانا حسین احمد مدنی کا

مسلک قبول کر لو اور کانگریس کی حمایت کرو، ورنہ پورا یقین رکھو کہ تم کو بھی مولوی مظہر الدین "الامان" والے کی طرح تمہاری خانقاہ میں چھرے سے ذبح کر دیا جائے گا۔ یہ قسمیہ اور ایماناً اطلاع بھیجی جاتی ہے، ایک ماہ کی مدت غنیمت جاننا۔ ایک ماہ بعد تمہارے بیان کی انتظاری کر کے ہمارا آدمی روانہ ہو جائے گا جو پستول یا چھرے سے تم کو ختم کر دے گا۔ پھر مردود جینا (جناح) اور بدعتی مولوی بدایونی (مولانا عبدالحامد بدایونی) کی باری ہو گی۔ یہ چٹھی کوئی دھمکی نہیں ہے۔ فقط کانگریس زندہ باد، جمعیت علماء ہند زندہ باد۔" (پروفیسر احمد سعید، "مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی" مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۷۲ء ص ۱۲۷، ۱۲۸)

مولانا مظہر الدین کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے برصغیر کے مشاہیر لیڈران کرام اور علمائے عظام نے ایک مشترکہ بیان جاری کر کے آپ کو بھرپور خراج عقیدت پیش کیا۔ اور عوام کو آپ کے مشن پر چلنے اور اسے قائم و دائم رکھنے کی اپیل کی۔ ان مشاہیر میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔ بیگم صاحبہ مولانا محمد علی جوہر، مسیح الملک حکیم محمد جمیل خان دہلوی، سر عبداللہ ہارون، ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد، نواب محمد اسمٰعیل خاں، نوابزادہ لیاقت علی خاں، عزیز ملت سید عبدالعزیز صدر مسلم لیگ صوبہ بہار، نواب صدیق علی خاں سالار آل انڈیا مسلم لیگ نیشنل گارڈ، مولانا سبحان اللہ رئیس گھورکھپور، مولانا سید احمد امام مسجد شاہی دہلی، حضرت پیر جی کرار حسین سجادہ نشین درگاہ صابریہ دہلی، مولانا مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی، مولانا عنائت اللہ فرنگی محلی، مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی، مولانا شاہ عبدالواحد عثمانی بدایونی، مولانا عبدالحامد قادری بدایونی، مولانا شاہ حسین میاں پھلواروی اور مولانا مفتی شاہ محمد مظہر اللہ امام شاہی مسجد فتحپوری دہلی وغیرہم۔

حضرت قائد اعظمؒ نے آپ کے حادثۂ شہادت کی خبر سن کر فوراً پریس کو یہ بیان دیا:

"مجھے مولانا مظہر الدین کے قتل ہو جانے کا بے حد صدمہ

ہے۔ وہ مسلم لیگ کی اور ان کے اخبارات "وحدت" اور "الامان" مسلم لیگ کے کاز کی ہمدردی پر جوش حمایت کرتے رہے ہیں۔ ان کے انتقال سے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ بحیثیت نمائندہ مسلم لیگ "فلسطین کانفرنس" کی شرکت کے سلسلے میں انہوں نے بڑے ایثار سے کام لیا۔ مسلمانوں اور مسلم لیگ کمیٹیوں کو چاہیے کہ ان کی یادگاروں کو زندہ رکھیں، جو "وحدت" اور "الامان" ہیں۔

شہید ملت کے واقعہ شہادت کی خبر پر کر حضرت اقدس مولانا قطب الدین عبد الوالی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) (جانشین قیام الملت والدین حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی) کو جو قلبی تکلیف پہنچی، اس کی کیفیات حضرت ممدوح کے ذیل کے بیان سے ظاہر ہیں

"شہید ملت مولانا مظہر الدین رحمۃ اللہ علیہ جن ظالمانہ طریقوں سے اور جن انتقامانہ جذبات کے ماتحت شہید کیے گئے، وہ واقف کار مسلمانوں سے پوشیدہ نہیں۔ جس ہمت و استقامت اور مجاہدانہ سرگرمی سے وہ خدمت اسلام کر رہے تھے اس کی نظیر اس زمانہ میں نہیں ملتی۔ دہلی آیا اور میں نے مولانا کا فرش پر پڑا ہوا خون ناحق دیکھا۔ میرا دل پاش پاش ہو گیا۔ ان کے پسماندگان اور احباب سے دلی تعزیت کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہوں۔ اور ان سب سے میری دلی تمنا ہے کہ وہ اپنی زندگیاں مولانا کے اٹھائے ہوئے کاموں کے واسطے وقف کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سچے مسلمان ان کا ساتھ دیں گے۔ ان کے خاص مخالفین سے گزارش ہے۔

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر تو لہو پکارے گا آستین کا

مسلمان اللہ کے فضل سے اب بیدار ہو چکے ہیں۔ انشاء اللہ بہت سے مظہر الدین پیدا ہوں گے جو عزت اسلام کے مقابل میں تمہاری عزتوں کو جس کے بچانے کے واسطے تم بدترین حرکتوں پر آمادہ ہو چکے ہو، چشم زدن میں مٹا دیں گے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ قطب الدین

عبد الوالی۔"

حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کے یار غار اور قائد اعظمؒ کے معتمد ساتھی سید غلام بھیک نیرنگ انبالوی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) ممبر اسمبلی نے اپنے رنج والم کا یوں اظہار کیا:

"مولانا محمد مظہر الدین کی شہادت سے جہاں قومی و اسلامی جدوجہد کے دیگر متعدد شعبوں میں مولانا کا سوگ ہو رہا ہے وہاں تبلیغ اسلام بھی ایک قابل اور مخلص قوم کا ماتم کر رہی ہے۔ تبلیغ و حفاظت اسلام کے میدان میں مولانا کا کام نہایت مسلسل اور مرتبت تھا۔ غور سے دیکھنے والے "الامان" کے اس مستقل کالم کو جس میں ہندو دنیا کا مرقع دکھایا جاتا تھا، حفاظت اسلام کے نقطہ نظر سے نہایت موثر اور بیدار کن سمجھتے تھے۔ جس مقصد سے یہ کالم شائع کیا جاتا تھا (اور الحمد اللہ مرحوم کے بعد اب تک شائع ہو رہا ہے) اسی مقصد سے راقم نے بھی ایک مستقل کتاب "کفار الحق" شائع کی ہے۔ رسالہ "الامان" کی اشاعت بھی تبلیغ ہی کی خدمت تھی۔ ۱۹۳۵ء سے مرحوم نے "جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام" کے کاموں میں حصہ لینا شروع کیا اور جب اس جمعیت نے رنگون کو اپنا وفد بھیجا تو آپ بھی مولانا معین الدین اجمیری اور سید محمد عبدالحی کے ساتھ شریک وفد ہو کر رنگون تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ آخری دم تک اس جمعیت کے نائب صدر رہے۔ طبقہ علماء کے جو حضرات اس جمعیت کے نہایت قوی دست و بازو تھے، ایک ایک کر کے رخصت ہوتے گئے۔ مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی، مولانا نثار احمد کانپوری رخصت ہو چکے تھے۔ افسوس صد افسوس کہ مولانا مظہر الدین بھی چل بسے۔ مگر جو محبت آپ کو جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام سے تھی، اس کا ایک ثبوت مرتے مرتے بھی دے گئے۔ یعنی مرحوم نے اپنی جائیداد سے متعلق جو دستاویز وقف الاولاد اپنی شہادت سے چند ماہ پیشتر لکھی

اس میں مصارفِ تجہیز کی ذیل میں اس جمعیت کے لئے بھی ایک رقم مقرر کی۔ افسوس ہے کہ میں اس وقت تفصیلات نہیں لکھ سکتا۔ مگر اس موقع پر کہ مرحوم کے کارناموں کا تذکرہ "الامان" کے "شہید ملت نمبر" کی شکل میں شائع ہو رہا ہے، میرا بالکل خاموش رہنا بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سخت بے فرصتی کے عالم میں یہ چند الفاظ لکھے گئے۔"

القصہ مولانا کی شہادت پر پورے عالم اسلام میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے پانچ سو تعزیتی تار اور اڑھائی ہزار تعزیتی خطوط موصول ہوئے۔ اس سے اندازہ کہ ان کی عظمت و سطوت کا کیا اظہار ہو سکتا ہے۔

بہت سے شعرائے کرام نے قطعاتِ تاریخِ وفات لکھے، طوالت کے خوف سے چند ایک پر ہی اکتفا کی جاتی ہے۔ لسان الحسان مولانا ضیاء القادری بدایونی (۱۸۸۳ء۔۱۹۷۳ء) نے "نوحہ تاریخ غم" (۱۳۵۸ھ) کے نام سے طویل قطعہ لکھا۔ جس کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے۔

سالِ مرحوم ضیاؔ کے پہ رقم کیجے۔ "ابوائے شہید اعظم"

۱۳۵۸ھ

محمد خلیل الدین نوحہؔ عباسی ہاشمی بدایونی نے یہ تاریخ نکالی۔

اوس کا ہے چہلم جس کو کہیے مظہرِ دین و شہید ملت
فاتحہ کی تاریخ ہے نوحہؔ "عرسِ شہیدِ حق و صداقت"

۱۳۵۸ھ

مولانا مرحوم نے گوناگوں مذہبی، سیاسی، علمی، ادبی اور صحافتی مصروفیات کے باوجود چند کتابیں بھی لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں بلکہ بعض کے تو کئی کئی ایڈیشن چھپے۔

(۱) شیر دل خاتون: یہ کتاب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ، سیف الاسلام حضرت خالد بن ولید کے جنگی کارناموں اور حضرت خولہؓ کی بہادری کی داستانوں سے مزین ہے۔ اس کتاب کے چھ ایڈیشن مولانا کی حیاتِ مبارکہ ہی میں طبع ہو چکے تھے۔

(۲) مشہور ہندو والئی ریاست کی داستان عشق۔ (۳) سندھ کی راجکماری، (۴) کامنی یا رائے کی بیٹی۔

پاکستان کے معروف صحافی اور دانشور پروفیسر وارث میر (۱۹۳۸ء۔ ۱۹۸۷ء) نے اپنے ایک مضمون "تحریک پاکستان میں غیر معروف صحافیوں کا کردار" مطبوعہ روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۷ار اگست ۱۹۸۲ء صفحہ ۸، میں مولانا کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ہے:

"دہلی کے اردو اخباروں میں الجمعیت، ملت، غریبوں کا اخبار اور منادی بہت مشہور ہوئے۔ الجمعیت، ہمدرد کے اجراء کے ایک سال بعد، جمعیت علماء ہند نے شائع کیا تھا۔ الجمعیت کی قوم پرستانہ پالیسی کا مقابلہ کرنے کے لئے مولوی مظہر الدین نے دہلی سے سہ روزہ "الامان" اور روزنامہ "وحدت" جاری کئے۔ مولوی مظہر الدین کے اخبارات کی پالیسی، مسلم لیگ کی دوٹوک حمایت پر مبنی تھی۔ ان کی اپنوں یعنی مسلمان مخالفوں سے بھی لڑائی تھی اور غیر تو ان کے خون کے پیاسے تھے ہی۔ کسی لمبے چوڑے عملے کے بغیر مولوی صاحب نے "الامان" کا اجراء کیا۔ خود ہی مرتب تھے اور خود ہی دفتری تھے۔ نہایت عسرت کی زندگی گزارتے تھے۔ انہیں کسی جاگیردار کی اعانت حاصل نہیں تھی۔ ابوالکلام کے "البلاغ" میں کام کر چکے تھے اور "الامان" و "وحدت" تک پہنچتے پہنچتے ان کے قلم کی کاٹ میں زیادہ گہرائی آچکی تھی۔ مولانا مظہر الدین مخالف مسلمانوں اور ہندوؤں کی سازش کے نتیجے میں شہید کر دیے گئے تھے۔"

ممتاز محقق خواجہ ظفر نظامی (۱۹۲۵ء۔ ء) نے اپنے مضمون "قائداعظم، چند دلچسپ اور یادگار تحریریں" مطبوعہ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ ۲۵ر دسمبر ۱۹۷۶ء میں مولانا کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

"محمد علی جناح کے لئے "قائداعظم" کا لقب سب سے پہلے مولانا مظہر الدین نے استعمال کیا۔ وہ دہلی سے سہ روزہ "الامان" شائع

کرتے تھے۔ مولانا سیاسی پالیسی کے اعتبار سے کٹر مسلم لیگی تھے۔ آپ کے اخبارات کانگرسیوں اور نیشلسٹ علماء کی مخالفت کے لیے ہمیشہ وقف رہتے تھے اور ان وجوہ کے باعث آپ کے مخالفین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ چنانچہ مارچ ۱۹۳۹ء میں کسی نے ان کو شہید کر دیا۔

مولانا اپنے اخبار میں پٹنہ اجلاس (۱۹۳۸ء) سے کئی ماہ قبل محمد علی جناح کے ساتھ "قائد اعظم" کا لقب استعمال کر رہے تھے۔ اسی کے جواب "معمور خیال" (کانگرسی، ماہنامہ، دہلی) ستمبر ۱۹۳۸ء میں طنزاً "قائد اعظم" کا لفظ شائع کیا گیا اور اس کے ایک ماہ بعد پٹنہ میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا تو میاں فیروز الدین احمد نے "قائد اعظم زندہ باد" کا نعرہ لگا کر اس "لقب" کو تمام برصغیر میں مشہور کر دیا۔

ماخذ

(۱) سہ روزہ "الامان" دہلی، "شہید ملت نمبر" مئی ۱۹۳۹ء۔

(۲) "کاروان احرار" جلد دوم از جانباز مرزا، لاہور ۱۹۷۷ء ص ۷۸۔

(۳) ماہنامہ "سرحد" کراچی بابت جون جولائی ۱۹۷۴ء ص ۲۶۔

(۴) روزنامہ "مشرق" لاہور ۱۴ر مارچ ۱۹۷۱ء۔

(۵) "سیرت امیر ملت" از سید اختر حسین علی پوری / پروفیسر محمد طاہر فاروقی، علی پور سیداں، ۱۹۷۵ء ص ۳۶۲ تا ۳۶۳۔

(۶) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۳ر دسمبر ۱۹۷۳ء، ۲۵ر دسمبر ۱۹۷۶ء، ۲۷ر اگست ۱۹۸۲ء۔

(۷) مکتوب گرامی ڈاکٹر محمد ایوب قادری مرحوم بنام مؤلف از کراچی محررہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۷۲ء۔

(۸) ماہنامہ "فیض الاسلام" راولپنڈی، "اقبال نمبر" جنوری ۱۹۷۸ء ص ۱۸۱۔

(۹) مجلہ "برگ گل" اردو کالج کراچی، قائد اعظم نمبر ۱۹۷۶ء ص ۳۷۴۔

(۱۰) "مولانا اشرف علی تھانوی اور تحریک آزادی" از پروفیسر احمد سعید، راولپنڈی ۱۹۷۲ء ص ۲۰۷ تا ۲۰۸۔

(۱۱) "فروغ صحافت میں اہلسنت کا کردار" از شاہ حسین گردیزی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۱۴۔

(۱۲) "صحافت ہند و پاکستان میں" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۲۳۷۔

(۱۳) "میرے زمانے کی دلی" از ملا واحدی دہلوی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۹۴۔

(۱۴) "وادی جمنا سے وادی دجلہ تک" از شباب دہلوی مطبوعہ بہاولپور ۱۹۸۷ء ص ۹۳۔

(۱۵) ہفت روزہ "افق" کراچی ۲۳ اپریل ۱۹۸۰ء ص ۱۵ تا ۲۰، ۵۸۔

(۱۶) "پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ" از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۵۸۔

(۱۷) "نمود سحر" مطبوعہ محکمہ قومی تعمیر نو حکومت مغربی پاکستان لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۳۰۔

(۱۸) "اقبال اور علمائے پاک و ہند" از اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۲۳۶ تا ۲۶۹۔

(۱۹) "تاریخ کانپور" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۵۳، ۷۷، ۱۹۳۔

(۲۰) "خطبات قائد اعظم" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۳۶۔

مولانا عنائت اللہ فرنگی محلیؒ

مولانا محمد عنائت اللہ بن مولوی شرافت اللہ بن مولوی کرامت اللہ بن مولوی عبدالرب محمد مشائخ بن مولوی سعد الدین کی ولادت باسعادت ۲۳؍ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ ۲۷؍ نومبر ۱۸۸۸ء بروز جمعۃ المبارک فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ قرآن پاک نواب ظہیر الدولہ کے نبیرہ نواب حافظ عبدالوہاب سے پڑھا۔ باقی تمام علوم منقول و معقول کا حصول مولوی عبدالعزیز فرنگی محلی، مولوی نجیب اللہ، خواجہ حسان الدین لکھنوی، منشی شمس الدین، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ہدائت اللہ (برادرِ بزرگ) مولانا عبدالباقی، مولانا عظمت اللہ، مولانا عین القضاۃ، مفتی محمد یوسف بن مولوی قاسم نبیرہء مفتی محمد یوسف، مولانا عبدالعزیز پنجابی شاگرد مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا عبدالغفار (نبیرہء ملا بحر العلوم)، حکیم حافظ عبدالولی بن حکیم حافظ عبدالعلی کشمیری وغیرہم سے کیا۔ کتب حدیث، مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے پڑھ کر سند و اجازت حاصل کی۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۲۶ء) جب پہلی بار حج مبارک کی سعادت حاصل کرنے کے لئے گئے تو شیخ الدلائل سے اجازہء دلائل اور سید احمد برزنجی سے اجازہء حدیث آپ کے لئے لائے۔

۱۳۴۵ھ / ۲۷۔ ۱۹۲۶ء میں پیر سید عبدالقادر حموی گیلانی، لکھنؤ تشریف

لائے تو آپ کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔

محرم ۱۳۲۱ھ اپریل ۱۹۰۳ء میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے دست اقدس پر بیعت کی۔ جب مولانا عبدالباریؒ کا آخری وقت نزدیک آیا تو ان کے حکم کے مطابق مولانا عبدالرؤف بن مولانا عبدالوہاب سے تجدید بیعت کی۔ مولانا عبدالباری نے اپنے وصیت نامے میں جن لوگوں کو اجازت ارشاد دینا تحریر فرمایا ان میں آپ کا نام بھی شامل تھا۔

۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں مدرس مقرر ہوئے۔ بعد ازاں صدر مدرس بنا دیئے گئے اور پھر تازیست اسی منصب پر فائز رہ کر خدمت دین متین سرانجام دیتے رہے۔ درمیان میں ایک سال کیلئے مدرسہ حنفیہ جون پور میں صدر مدرس کے عہدہ پر متمکن رہے لیکن ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء میں مولانا عبدالباریؒ کے حکم پر استعفیٰ دے کر واپس آگئے۔ معقولات سے آپ کو خصوصی دلچسپی تھی۔ مولانا عبدالباریؒ کی رحلت (۱۹۲۶ء) کے بعد مدرسہ نظامیہ کی تمامتر علمی ذمہ داریاں آپ پر آپڑیں اور آپ نے خصوصی توجہ اور محنت سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔

گوناگوں علمی مشاغل کے باوجود آپ نے مختلف سیاسی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیا۔ ۲۳ر اگست ۱۹۲۵ء کو جب یہ منحوس خبر آئی کہ سعودی فوجوں نے روضہ اطہر کو بھی نقصان پہنچایا ہے تو آپ نے ایک جلسہ منعقد کر کے ابن سعود کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار کیا۔ ۲۴ر ستمبر ۱۹۳۴ء کو مسلم یونیٹی بورڈ نے اپنے اجلاس مراد آباد میں جمعیت علماء ہند (دہلی) کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا کہ بورڈ، شریعت کے معاملات میں جمعیت کا مشورہ قبول کرے گا تو اس پر جمعیت علماء (کانپور) کے سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹیؒ (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) نے اسکی تردید کر دی اور ساتھ ہی اپنی جمعیت کا اجلاس طلب کر لیا جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء) حکیم الامت علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا سید حبیب (ایڈیٹر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا محمد شفیع داؤدی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء) اور دیگر بہت سے علمائے کرام کے علاوہ مولانا عنائت اللہ فرنگی محلی کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ اس اجلاس میں مسلم یونیٹی بورڈ کی حمایت کا فیصلہ ہوا اور جمعیت علماء ہند سے علیحدگی ولاتعلقی کا اعلان کیا گیا۔ اسی سال ہی مسلم یونیٹی بورڈ نے انتخابات میں اپنے نمائندوں کو ٹکٹ دینے کے

لئے جو اجلاس طلب کیا اس میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی خصوصی طور پر شامل تھے۔

جون ۱۹۳۶ء میں قائد اعظمؒ نے لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کا پہلا اجلاس طلب کیا۔ پہلا جلسہ ۸ر جون ۱۹۳۸ء کو میاں عبد العزیز بیرسٹر (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۷۱ء) کے مکان پر ہوا اور باقی جلسے لیڈوز ہوٹل میں ہوئے۔ یہ جلسہ بہت اہم تھا کیونکہ اس میں مسلمانان ہند سے متعلق کئی فوری اور اہم معاملات زیر غور تھے جن میں نئے آئین کے تحت شروع جولائی ۱۹۳۶ء میں ہونے والے انتخابات کا مسئلہ بھی تھا۔

اس اجلاس میں سب سے بڑا جتھا یوپی سے آیا جس میں مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) نوابزادہ لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) راجہ صاحب محمود آباد امیر احمد خاں (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) راجہ صاحب سلیم پور سید احمد علی خاں (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۶۳ء) اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے شرکت کی۔

۱۹۳۷ء میں یوپی اسمبلی کے انتخابات کے سلسلے میں مسلم لیگ کے نمائندوں کی حمایت کے لئے مولانا شوکت علی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے ساتھ پورے صوبہ کا دورہ کیا۔ نتیجتاً مسلم لیگ کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور کانگریس کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔

جون ۱۹۳۷ء میں جھانسی سے مسلم لیگ کے ممبر خان بہادر حبیب اللہ کا انتقال ہو گیا تو اس نشست کے لئے مسلم لیگ نے ضمنی الیکشن لڑا۔ مولانا عنایت اللہ نے مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا عبد الحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۲ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے ساتھ ڈٹ کر جھانسی میں جمعیت علماء ہند کا مقابلہ کیا۔ جمعیت علماء ہند نے اپنی پوری طاقت صرف کر دی مگر کامیابی مسلم لیگ کا ہی مقدر بنی۔

۱۹۳۷ء ہی میں جب کانگریس اور جمعیت علماء ہند نے مسلم لیگ کی کامیابی سے بوکھلا کر اپنی مذموم پروپیگنڈا مہم زور و شور سے جاری کی تو مولانا عنایت اللہ، مولانا جمال میاں اور دیگر حضرات نے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں جا جا کر مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ جس سے بہت اچھے نتائج برآمد ہوئے اور کانگریسی اور جمعیتی مکر و فریب کا جال تار تار ہو گیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ ۱۹۳۷ء کے موقعہ پر صوبہ یوپی کی نئی تنظیم کے صدر نواب محمد اسمٰعیل خان (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) منتخب ہوئے اور انہوں نے اکیس ارکان پر مشتمل ورکنگ کمیٹی بنائی جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا کرم علی ملیح آبادی، مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی شامل تھے۔

۱۹۳۷ء ہی میں ممالک متحدہ آگرہ و اودھ میں امروہہ و بلند شہر کی نشست پر کانگرس اور مسلم لیگ کا مقابلہ ہوا۔ مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۷ء) اور پنڈت جواہر لال نہرو (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۶۴ء) نے مسلم لیگ کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا۔ اس سلسلے میں بلند شہر میں مسلم لیگ کا عظیم الشان جلسہ ہوا جس سے مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے ولولہ انگیز خطاب فرمایا۔ اس کے بعد مولانا جمال میاں، مولانا شوکت علی، اور چوہدری خلیق الزمان کے ساتھ بھرپور جدوجہد کر کے مسلم لیگ کو کامیاب و کامران کیا۔

اکتوبر ۱۹۳۷ء کے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس لکھنؤ میں کانگرس کی اقتصادی پالیسی پر سخت تنقید کی گئی کیونکہ اس کی ضرب خصوصاً مسلم زمینداروں پر پڑتی تھی حالانکہ بنگال میں جہاں ۹۵ فیصد کاشتکار مسلمان تھے۔ کانگرس ہندو بنگال میں زمینداروں کی جن میں کثیر تعداد ہندوؤں کی تھی، پشت پناہی کرتے تھے مگر یوپی میں جہاں ۹۵ فیصد آبادی ہندو کاشتکاروں کی تھی وہ زمینداریوں کو ختم کرانا چاہتے تھے کیونکہ زمینداروں میں مسلمانوں کی نسبتاً کافی نمائندگی تھی۔ کانگرس اپنی اس پالیسی کے جواز میں مزارعین اور کاشتکاروں سے ہمدردی ظاہر کرتے تھے۔

مسلم لیگ کے اجلاس کے ایک دن بعد علمائے کرام کا ایک جلسہ طلب کیا گیا جس میں ان علماء سے کہا گیا کہ وہ مزارعین اور کاشتکاروں کے حقوق کے متعلق شرعی نقطہ نظر سے کوئی معقول حل پیش کریں تاکہ مسلم لیگ اسے اپنا اقتصادی پروگرام قرار دے جو کانگرس کا جواب ہو گا۔ اس اجلاس میں دوسرے علمائے کرام کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی بھی شامل تھے۔

۱۹۳۸ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے پٹنہ سیشن میں دیگر علمائے کرام کے علاوہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی نے بھی شرکت کی اور حضرت قائداعظم سے بعض مسائل پر گفتگو کی۔

۱۹۳۹ء میں قائداعظم نے جیکب آباد (سندھ) کا دورہ کیا۔ میر جعفر خاں جمالی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۶۷ء) نے شاندار استقبال کیا۔ عید گاہ جیکب آباد میں قائداعظم نے خطاب کیا۔ جس سے سندھ میں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس دورے میں سر عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) محمد ہاشم گزدر (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۸ء) راجہ امیر خان آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) کے علاوہ مولانا عنائت اللہ فرنگی محلی بھی قائداعظم کے ہمراہ تھے۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں آپ نے قرارداد پاکستان لاہور والے اجلاس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی و دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر اجلاس کی رونق کو دوبالا کیا اور پھر قرارداد پاکستان کی نشر و اشاعت کو حرز جاں بنالیا۔

درس و تدریس اور سیاسی مصروفیات کے باوجود مولانا عنائت اللہ نے تصنیف و تالیف پر بھی توجہ دی اور مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں۔

(۱) زبدۃ المنطق: منطق کے ضروری مسائل کو بصورت متن عربی میں تحریر کیا گیا ہے۔

(۲) بدایۃ المنطق:۔ منطق سادہ کے تمام مسائل مع حل و وضاحت اردو میں لکھے گئے ہیں۔

(۳) اربعون حدیثا:۔ سلطنت و امارت کے متعلق چہل حدیث، سلطان افغانستان کی خدمت میں تحفہ بھیجنے کے لئے لکھی گئی تھی۔

(۴) الاقتصاد فی فسخ النکاح بالارتداد، (۵) زجر الاولیاء عن النکاح الصغائر فی الصباء (۶) رسالہ تدوین حدیث (۷) ترتیب مسند امام احمد بن حنبل مع اسماء الرجال (۸) رسالہ احوال حضرت غوثیت (۹) الفوائد المطرقۃ من الکتب المتشتۃ (۱۰) تذکرہ علمائے فرنگی محل (۱۱) شریفیہ اور سلم العلوم کا اردو ترجمہ (نامکمل) سلم کی شرح عربی میں کافی محنت سے لکھنا شروع کی تھی اور بحث تشکیک تک لکھا جاچکا تھا کہ ایک سعادت مند شاگرد نے دیکھنے کے لئے لی اور پھر واپس نہ کی۔ علاوہ ازیں بھی کچھ کتابیں اور رسالے لکھے مگر ہمیں ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۶ر جولائی ۱۹۴۱ء / ۱۰ر جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ بروز اتوار فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ رحلت کی خبر پورے ملک میں بجلی کی سی سرعت کے ساتھ پھیل گئی۔ ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ مختلف اخبارات اور رسالوں نے زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ ذیل میں ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ کا اداریہ نقل کیا جارہا ہے جس سے

آپ کی علمی، ادبی اور سیاسی خدمات کا اظہار ہوتا ہے:

"یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ فرنگی محل کے ممتاز عالم مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی نے ۶/ جولائی ۱۹۴۱ء کو دفعتہً وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ابھی ۲۴، ۲۵، ۲۶/ جون کو ہمارے ساتھ بھوپال میں عربی مدارس کی اصلاح کے کام میں شریک تھے، وہیں درد شکم میں مبتلا ہوئے، جس کے باعث وہ کئی دن تک وہاں علیل رہے، سوء ہضم، تسلسل بول اور ضعف قلب کے عوارض ان کو پہلے سے لاحق تھے، بھوپال میں مرض کی تخفیف کے بعد وہ لکھنؤ روانہ ہوئے، اور میں بھی انہی کی وجہ سے انہی کے ساتھ لکھنؤ تک آیا۔ لکھنؤ اسٹیشن پر پہنچ کر مرحوم نے مجھ سے کہا کہ میں آپ کی زحمتوں اور خدمتوں کا شکریہ اس لئے نہیں ادا کروں گا کہ میں آپ کو اپنے سے علیحدہ نہیں سمجھتا، یہ کہہ کر سلام کے بعد ہم دونوں الگ ہو گئے، یہ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ سلام رخصت آخری سلام ہے۔

مرحوم فرنگی محل کے خانوادہ میں تنہا جامع علوم و فنون ہستی باقی رہ گئے تھے، معقولات اور منقولات پر ان کو یکساں دسترس حاصل تھی، مسائل پر وہ مبصرانہ اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے، اردو میں تاریخ، حدیث و رجال پر کئی رسالے لکھے تھے، مدرسہ نظامیہ کے صدر مدرس اور اچھے مدرس تھے، سیاسیات سے بھی دلچسپی رکھتے تھے، خلافت اور مسلم لیگ کے کاموں میں حصہ لیتے رہتے تھے، کل ۵۹ برس کی عمر پائی، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی عنایتوں سے سرفراز فرمائے"

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

بے شک فرنگی محلی علماء کے تذکرے سے
روشن تھے مصنف حضرتِ عنایت اللہ
ہاتف نے یہ صدا دی صابر سن الم لکھ
"ہیں تیز فہم فرد جنت عنایت اللہ"

۱۹۴۱ء

ماخذ

(۱) "تذکرہ علمائے فرنگی محل" از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۰ء ص

۲۵۲ تا ۲۵۵ـ

(۲) "شاہراہ پاکستان" از چودھری خلیق الزماں مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۱۳۸، [illegible]
[illegible] ۹۱۸، [illegible] ۹۳، ۹۰ـ

(۳) "اقبال کا آخری معرکہ" از سید محمد قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۸۰ـ

(۴) "کاروان احرار" جلد دوم از جانباز مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۹۴ـ

(۵) "قائد اعظم میری نظر میں" از مرزا ابو الحسن اصفہانی (شیخ غلام علی اینڈ سنز) لاہور ۱۹۷۶ء ص [illegible]

(۶) کاروان شوق از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۵۳، ۵۴ـ

(۷) "چمنستان" از مولانا ظفر علی خاں مطبوعہ لاہور (مکتبہ کاروان) ۹۹، ۱۰۳ـ

(۸) "یادِ رفتگاں" از سید سلیمان ندوی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۵ء ص ۲۵۴ـ

(۹) "حیات حفیظ" از محمد امین زبیری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۸۵ـ

(۱۰) ماہنامہ "ترجمہ" کراچی فروری ۱۹۷۷ء ص ۵۰ (حاشیہ)ـ

(۱۱) ماہنامہ "نیا رخ" کراچی جنوری ۱۹۵۶ء ص ۴۷ـ

(۱۲) ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ اگست ۱۹۴۱ءـ

(۱۳) مجلہ "الحمرا" ایم اے او کالج لاہور "قائد اعظم نمبر" ۱۹۷۶ء ص ۱۴۴، ۱۴۶ـ

(۱۴) روزنامہ "جنگ" لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۸۴ءـ

(۱۵) روزنامہ "جنگ" کراچی ۲۱ اپریل ۱۹۹۸ءـ

(۱۶) [illegible] از [illegible] احمد جعفری، کراچی ۱۹۸۷ء ص ۹۶ـ

(۱۷) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء
ص ۴۱۳، ۴۱۵ـ

(۱۸) "مولانا ظفر علی خاں" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۸۸،
۲۹۰ـ

(۱۹) "جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء
ص ۲۳۸ـ

(۲۰) روزنامہ "مشرق" لاہور بابت ۱۸ فروری ۱۹۸۸ءـ

(۲۱) "[illegible]" از سید [illegible] مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۴۵ـ

نواب بہادر یار جنگؒ

"اگر حیدرآباد دکن نے دوسرا محمد علی جوہر پیدا کیا تھا تو وہ نواب بہادر یار جنگ
کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ دونوں میں بہت سی باتیں مشترک تھیں۔ دونوں
خطیب، دونوں ملت اسلامیہ کے شیدائی، دونوں عاشق رسولؐ، دونوں
دونوں قوت برداشت دونوں کی اور دونوں کی عمر تھوڑی۔"

یہ تھے وہ الفاظ جو مولانا عبدالماجد دریابادی (۱۸۹۲ء تا ۱۹۷۷ء) نے قائد ملت
نواب بہادر یار جنگؒ کے بارے میں کہے تھے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ نواب
بہادر یار جنگ نے سارے ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے قلوب میں ایک نئی روح
پھونک دی تھی۔ ان لوگوں نے نواب بہادر یار جنگ کی تقریریں سنی تھیں یا اخبارات اور رسائل
میں ان کے مضامین پڑھے تھے۔ ان کے فکر و عمل کی بنیاد ہی اسلام اور عالم اسلام کی عظمت
کے چرچے ہر گام تھیں۔ اس معاملے میں وہ کسی مداہنت کے قائل نہ تھے اور بڑی بے باکی
سے کام لیتے تھے۔ اس راستے میں وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے۔
انہوں نے کبھی اپنے ذاتی مفاد کو عوام کے مفاد پر ترجیح نہیں دی اور اس راستے میں کسی کی پروا نہ کی

مکمل آزادی سے بھی پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ وہ اسلام کے ایک جانباز سپاہی تھے اور اس میدان میں ان کے کارنامے اس ہیرے کی طرح ہیں جس کے کئی پہلو ہوں اور ہر پہلو ایک نئی تابانی دکھاتا ہو۔

محمد بہادر خان الملقب بہ نواب بہادر یار جنگ کی ولادت باسعادت ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۰۵ء بروز جمعۃ المبارک حیدرآباد دکن میں نواب نصیب یار جنگ کے ہاں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ اور مفید الانام میں ہوئی۔ پھر مدرسہ دارالعلوم بلدہ میں داخل کیے گئے۔ ابھی میٹرک کا امتحان دینے نہ پائے تھے کہ والد گرامی کا انتقال ہو گیا اور ہر قسم کی ذمہ داریوں کا بوجھ ان کے کندھوں پر پڑ گیا۔ مگر انہوں نے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ مولوی سعد اللہ خاں درانی اور مولوی سید اشرف شمسی (صاحب تفسیر شمسی) سے عربی ادب، تفسیر، حدیث اور فقہ کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ پھر آگے جو کچھ ہوئے وہ ان کی ذاتی کاوش، ذہانت اور وسعت مطالعہ کا رہین منت تھا۔ خود فرماتے تھے کہ:

"میں نے فارسی کی ابتدائی کتابیں تک کسی سے سبقاً نہیں پڑھیں، صرف عربی ہی کی تعلیم ہوئی ہے۔"

مگر ۳۵ برس کی عمر میں قرآن حکیم کے ایک وسیع النظر طالب علم اور تاریخ اسلام کی اقدار کی روح پہچانتے تھے، اور اردو زبان تو ان کی گھٹی میں تھی۔ عربی، فارسی اور انگریزی پر بھی استفادہ وہ کتب اور اخبار و رسائل پڑھ کر کرتے تھے۔

درسی تعلیم سے ہٹ کر نواب صاحب نے فنون سپہ گری میں مہارت تامہ حاصل کی۔ ۱۹۳۱ء میں حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ مدینہ شریف میں حاضر ہو کر حضور سید عالم ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں عقیدت و محبت کے پھول نذر کیے۔ ابھی آپ مدینہ شریف سے باہر ہی تھے کہ مسجد نبوی اور گنبد خضریٰ پر نظر پڑی۔ آنکھوں سے بے اختیار سیل اشک رواں ہو گیا اور زبان سے بے ساختہ "السلام علیک یا رسول اللہ" کے نعرے نکلنے لگے۔ جنت البقیع کی بھی زیارت کی "مزارات کی شکستہ حالی سے بہت رنجیدہ ہوئے۔ کئی روز شام کو [illegible] اور اطراف مدینہ کے باغات کی سیر کی۔

نواب صاحب نے مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی (۱۸۹۹ء۔۱۹۴۵ء) سے بھی ملاقات کی جو قیام الدین حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔۱۹۲۶ء)

کے استاد اور قرآن کے حافظ تھے اور چالیس برس سے مدینۃ الرسولؐ میں مقیم تھے۔ اس کے بعد آپ نے حجاز، فلسطین، مصر، شام، ترکی، عراق، ایران اور افغانستان کی سیاحت کی اور مزارات مقدسہ پر حاضری کا شرف حاصل کیا۔

۱۹۲۷ء میں آپ نے مجلس انجمن تبلیغ الاسلام کی بنا ڈالی۔ اور مسلسل تین سال تک حیدر آباد دکن کے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ میں گھوم کر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۳۴ء میں مجلس اتحاد المسلمین حیدر آباد دکن معرض وجود میں آئی تو آپ نے اس میں شامل ہو کر پوری سرگرمی سے کام شروع کر دیا۔ ۱۹۳۹ء میں آپ اس انجمن کے صدر منتخب ہوئے اور پھر تادم واپسیں مسلمانان حیدر آباد دکن کے لیڈر متفقہ اتحاد کی وجہ سے اس منصب پر فائز رہے۔

نواب صاحب نے تحریک پاکستان میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ مسلم لیگ کی تبلیغ و ترویج اور اس کو مستحکم بنانے کے لئے شب و روز کام کیا۔ آپ کی خدمات جلیلہ سے متاثر ہو کر حضرت قائد اعظمؒ آپ پر جان چھڑکتے تھے اور آپ بھی قائد اعظمؒ کے تدبر و فکر کی وجہ سے ان کے گرویدہ تھے۔ قائد اعظم سے اس طرح ملتے تھے جیسے ایک معمولی رضاکار اپنے سپہ سالار سے ملے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ قائد اعظم کا انتخاب خلوص، کامل اعتماد اور چاہت کوئی اور نہ تھا۔ وہ قائد اعظم جن کی زبان اپنے ساتھیوں اور ملت کے خادموں کی تعریف میں کبھی نہیں کھلتی تھی، بہادر یار جنگ کی تعریف و تحسین میں یوں رطب اللسان ہوتی ہے:

> "اعلیٰ حضرت نظام کی رعایا کی حیثیت سے اگرچہ نواب بہادر یار جنگ کا کوئی دستوری تعلق مسلم لیگ سے نہیں، لیکن بہت سے نازک مواقع پر نواب صاحب میرے لئے معین اور مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ نواب صاحب نے مسلمانان حیدر آباد کی تنظیم میں اپنی جس قابلیت کا ثبوت دیا ہے وہ ہم سب کے لئے باعث فخر و مسرت ہے۔ خدا انہیں عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین"

یہ اظہار حقیقت تو ان کی حیات میں ہوا اور جب رحلت فرما گئے تو قائد اعظم رو پڑے، غم سے نڈھال ہو گئے اور جب سنبھلے تو صرف اتنا فرمایا!

"وہ ایک مسلمان تھے قلب و روح کی مسلمانی کے ساتھ۔"

اور یہ بھی سنا ہے کہ جب مسلم لیگ کی عاملہ میں قرارداد تعزیت پیش ہو رہی تھی تو قائداعظم کے ضبط کا جام پُر ہو چکا تھا اور حسرت آمیز محبت کی شراب ساغر چشم سے چھلک چھلک کر جاری تھی۔ قائداعظمؒ کی یہ کیفیت عمر میں صرف دو بار دیکھی گئی، ایک بار مولانا محمد علی جوہر (ف ۱۹۳۱ء) کی وفات پر، دوسرے اس مرد مومن کی رحلت پر۔

نواب صاحب کو بھی قائداعظمؒ کی ذات سے ایسی ہی عقیدت و محبت تھی۔

۱۹۴۳ء میں جب قائداعظمؒ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو رات کے بارہ بجے نواب صاحب کو یہ منحوس خبر ملی۔ یہ خبر سنتے ہی دل و دماغ پر رنج و غم اور ساتھ ہی شکر و امتنان کی متضاد کیفیات چھا گئیں، آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے، دیکھتے ہی دیکھتے سسکیاں بندھ گئیں۔ جب گھنٹہ بھر برس کر مطلع کچھ چھٹ گیا تو پاس بیٹھے ہوئے اپنے ایک نہایت ہی مخلص کارکن حبیب محمد خاں سے فرمانے لگے:

"خاں صاحب! آپ کیا جانیں قائداعظمؒ کو، ہمیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہیں۔ اگر آج خدانخواستہ کچھ ہو جاتا تو ملت اسلامیہ ہند کی کشتی کو سنبھالنے والا تھا بھی کوئی اور؟"

اس کے بعد پھر رونے لگے، رات اسی طرح کٹی، صبح ہوئی تو پہلی ٹرین سے بمبئی چل پڑے۔ یہ تھا قائداعظم سے محبت کا عالم۔! اکثر دفعہ آپ نے اپنے ملنے جلنے والوں کے سامنے اس امر کا اظہار کیا کہ:

"اگر میری دعا مقبول ہوتی تو میں التجا کرتا کہ اے اللہ! تو میری عمر کو گھٹا کر قائداعظمؒ کو عمر طویل عطا فرما۔"

حضرت قائداعظمؒ پر سب سے بڑا حملہ ان کے مغرب زدہ ظاہر پر کیا جاتا تھا، اس کے جواب میں نواب صاحب نے ۱۹۴۳ء میں راولپنڈی میں تقریر کرتے ہوئے (جب کہ وہ کشمیر سے نکالے گئے تھے) پہلے قائداعظمؒ کی قابلیت اور قائدانہ صلاحیتوں کو بہت سراہا، پھر فرمایا:

"مجھے رسول اکرم ﷺ کی وہ حدیث یاد آتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں پر ایک وقت آئے گا جبکہ فاسق و فاجر اٹھ کر ان کی رہنمائی کریں گے، میں جناح کو اچھی طرح

جانتا ہوں، کیونکہ مجھے ان کے ساتھ رہنے کا موقعہ ملا ہے وہ افرنگ زدہ مغربیت میں رنگے ہوئے ہیں، مجھے آنحضرت ﷺ کی حدیث (انّ اللّٰہ لیؤ یدٔ ھذا لذّین بالرّجل الفاجر۔") کی صداقت پر اب پورا یقین ہو چکا اور اس وقت کے مسلمانوں کی حالت اس کی پوری طرح تائید کر رہی ہے۔"

مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے نواب صاحب نے (۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۴ء) گرانقدر خدمات انجام دیں۔ وہ "آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ" کے صدر اور "آل انڈیا مسلم لیگ" کے مرکزی قائدین میں سے تھے انہوں نے قائداعظم کے بڑے بڑے کام انجام دیئے۔ سرحد میں سرحدی گاندھی عبدالغفار خاں (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۸۸ء) کا سحر توڑا، جنوب میں راس کماری تک مسلم لیگ کا ڈنکا بجایا۔ لاہور کا وہ تاریخی جلسہ (مارچ ۱۹۴۰ء) جس میں "قرارداد پاکستان" پیش ہوئی اس کی کامیابی کی سہرا نواب صاحب کے سر پر ہے۔ آپ نے اس اجلاس کی آخری نشست سے خطاب فرماتے ہوئے واقعات اور تاریخ کی روشنی میں ان حقائق کی پوری وضاحت کے ساتھ نشاندہی کی تھی کہ اسلامیانِ ہند نے تقسیم ملک کی قرارداد کو کیوں اور کس لئے پیش کیا ہے، آپ کی تقریر کے دوران کامل سکوت تھا اور آپ تمام مجمع پر چھائے ہوئے تھے، آپ کی تقریر نے کچھ ایسا جادو کیا کہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہو گئی۔ آپ کی اس تقریر کے بعد قائداعظم کھڑے ہوئے اور فرمایا:

"بہادر یار جنگ کی تقریر کے بعد کسی اور شخص کا کچھ بولنا بہت بڑی غلطی ہے۔"

اور اجلاس فوراً ہی برخاست کر دیا گیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی دسمبر ۱۹۴۳ء میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے ارشاد کیا:

"سن لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ جس سیاست کی بنیاد کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہؐ پر نہیں ہے وہ شیطانی سیاست ہے۔ میرے دوست! جسمانی ناپاکی دور ہو سکتی ہے لیکن ذہن و فکر اور قول و عمل کی ناپاکی وہ گندگی ہے جس کو دھونے کے لئے خدا نے انبیاء جیسی ہستیاں پیدا کی تھیں، کیا ان ناپاکیوں کا مرکز بن کر، جھوٹ کو روزمرہ کا شعار بنا کر،

مکر و فریب میں مبتلا رہ کر، ظلم و استبداد کو جاری رکھ کر، ہم یہ توقع کر سکتے ہیں کہ ہم پاک ہیں ؟ اور اگر ہم ان گندگیوں سے پاک نہ ہوئے اور ہمیں ہندوستان کے دونوں شمالی گوشوں میں خود مختار حکومتیں مل بھی گئیں تو کیا وہ پاکستان کہلانے کی مستحق ہوں گی ؟

پاکستان بننے کی اس کوشش کو آج سے شروع کرو اور یاد رکھو کہ نہ صرف پاکستان میں رہنے کے لئے پاک بننے کی ضرورت ہے بلکہ پاکستان کے حصول کے لئے بھی پاک بننے کی ضرورت ہے۔ مکر و فریب کی سیاست، طالبانِ پاکستان کی سیاست نہیں ہو سکتی، آپ کی کونسل آف ایکشن کا سب سے پہلا طریقہ یہ ہو گا کہ پاکستان کی جنگ لڑنے والے سپاہیوں کو آج سے پاک کرنا شروع کرے، مگر آہ! یہ ایک حقیقت ہے کہ سپاہی اس وقت تک پاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک ایک سپہ سالار پاک نہ ہو جائے۔ سُن لو اور یاد رکھو! اسلام کے عہد آخر کا سب سے بڑا مفکر کیا کہہ رہا ہے۔ ؎

عطارؒ ہو، رومیؒ ہو، رازیؒ ہو غزالیؒ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اَولیٰ
ہو جس کی طبیعت میں بوئے اسد اللہی

اور ڈائس پر بیٹھنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر :

اے طائرؔ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی "

نواب صاحب، حیدر آباد دکن کی رعایاء ہونے کے سبب مسلم لیگ کے رکن نہ تھے اور نہ ہی جلسوں کے وقت اس کی کارروائیوں میں حصہ لیتے تھے لیکن مسلم لیگیوں میں غیر سرکاری طور پر شعور پیدا کرنے اور ان میں عزم و یقین کو راسخ کرنے اور حصول پاکستان کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے کا ولولہ آپ ہی پیدا فرمایا کرتے تھے، اور سب کو تیار کر کے مسلم لیگ کے تاریخی جلسوں میں لاتے اور خود تماشائی بن کر پورے جلسہ کی کارروائی دیکھتے

اور جب پوری کاروائی ختم ہو جاتی اور قانونی حیثیت سے جلسہ برخاست ہو جاتا تو قائداعظم کے حکم سے خود اجلاسِ عام کو مخاطب کرتے تھے۔ لیکن عوام کیلئے تو کاروائی کا اختتام ہی جلسہ کا آغاز ہوتا تھا۔ آدھ پون گھنٹہ نہیں تین تین گھنٹہ تقریر ہوتی اور مجمع میں سے کوئی شخص انگڑائی تک نہ لیتا، تاثیر کا وہ دریا بہتا کہ لوگ ان کے ہاتھ میں ایک آلہ بے جان بن جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ جب انہوں نے مسلم لیگ کی "دس لاکھ کی اپیل" کے سلسلے میں مسلمانوں کو جھنجوڑنا شروع کیا تو ایک گھنٹہ کے اندر (الہ آباد کے سالانہ جلسہ میں) ہزاروں روپیہ نقد، ہزاروں کے وعدے اور زیورات کا ڈھیر لگ گیا۔ یہی کیفیت کراچی کے جلسہ میں بھی دیکھی گئی۔

اسی طرح دہلی کے سالانہ جلسہ میں قائداعظمؒ نے نواب صاحب سے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس جلسہ کے اخراجات، جس کا تخمینہ ایک لاکھ ہے، اسی جلسہ سے پورے ہو جائیں، میں نے اپیل کی تھی لیکن اب تک صرف چند ہزار جمع ہوئے ہیں۔

جلسہ کا آخری روز ہے، کاروائی ختم ہو چکی، برخاست کا اعلان ہو چکا، لوگ جائے اٹھنے کے سنبھل کر بیٹھنے لگے، اشتیاق سے ڈائس کی طرف نظریں اٹھنے لگیں، کس کا انتظار ہے؟ وہی قائد ملت نواب بہادر یار جنگ کا! قائداعظمؒ نے اعلان کیا کہ "اب نواب صاحب تقریر فرمائیں گے۔" مسرت و حیات کی ایک لہر دوڑ گئی۔ قائداعظمؒ پہلے ہی اشارہ کر چکے تھے، پاکستان کی اہمیت و افادیت پر گفتگو ختم ہوئی اور نواب صاحب نے مسلمانوں کی عملی کمزوریوں کا شمار شروع کیا اور یہ فرمایا کہ:

"جو مال کا ایثار نہیں کر سکتے وہ جان کیا دے سکیں گے۔"

یہ سننا تھا کہ روپوں اور چیزوں کی بارش ہونے لگی، قائداعظم نے اعلان فرمایا کہ "میں صرف نقد لوں گا۔" صبح جب حساب لگایا گیا تو سوا لاکھ رقم وصول ہو چکی تھی۔

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے استحکام کیلئے جان جوکھوں میں ڈال کر کام کیا۔ سرحد مسلم لیگ کے صدر سردار اورنگ زیب خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۷ء) اور قاضی محمد عیسٰی صدر مسلم لیگ بلوچستان (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۶ء) ہمراہ تھے۔ سرحد میں فقیر ایپی (۱۹۰۱ء۔۱۹۶۱ء) کی ہولناک سرگرمیاں پوری دہشت انگیزی سے جاری تھیں، سرحد کی سڑکوں پر سفر کرنا موت کی راہ پر چلنے کے مترادف تھا، ایسی پر خطر حالت میں تین عظیم

مسلم لیگی موٹر پر چلے جارہے تھے، قاضی محمد عیسیٰ موٹر چلارہے تھے، کوئی دشمن لیگ گولی چلاتا تواس کا پہلا نشانہ قاضی عیسیٰ بنتے، شیر دل بہادر یار جنگ نے موقع کی نزاکت کو محسوس کر کے قاضی عیسیٰ کے ہاتھ سے اسٹیرنگ لینے کی کوشش کی، قاضی صاحب، نواب صاحب کی زندگی کو اپنی جان سے زیادہ عزیز اور گرانقدر سمجھتے تھے اس لئے وہ اسٹیرنگ چھوڑنے پر آمادہ نہ تھے، نواب صاحب کا کہنا تھا کہ قاضی صاحب کی جان زیادہ قابل قدر ہے، غرض باہمی ایثار کی اس کشمکش میں نواب بہادر یار جنگ غالب آگئے وراب موٹر اللہ کے ایک بہادر سپاہی کے ہاتھ میں تھی اور فراٹے بھرتی ہوئی چلی جارہی تھی کہ ایک شخص نے موٹر روکنے کا اشارہ کیا، موٹر رکی، وہ قریب آیا اور اس نے پوچھا، "آپ میں بہادر یار جنگ کون ہے"؟ نواب صاحب نے اپنے سینہ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "میں"۔ اس نے تنہائی میں چل کر بات کرنے کی خواہش کی اور بتایا کہ فقیر ایپی کا پیام سنانا ہے، ساتھیوں نے بہادر یار جنگ کو منع کیا کہ ہرگز اس شخص کی بات کو نہ مانیں، مگر بہادر یار جنگ بے خطر اس شخص کے ساتھ چلے، اس شخص نے علیحدگی میں بڑے ادب واحترام سے عرض کیا:

"فقیر نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہمیں آپ کی یہاں تشریف آوری کی اطلاع تھی، اس لئے آپ کے سفر کے انتظامات کر دیئے گئے ہیں، آپ جہاں جہاں سفر کرنا چاہیں ہمیں اطلاع دے دیجئے تاکہ حفاظتی انتظامات کر دیئے جائیں"۔

یہ تھی کرامت قائد ملت نواب بہادر یار جنگ کی، بقول جلیل ۔

جو میں چلوں تو سایہ بھی میرا نہ ساتھ دے
جو تم چلو، زمین چلے، آسمان چلے

اب کیا تھا، آگ گلزار ہو چکی تھی، قائد ملت کی زبان نے اہل سرحد کے دلوں کو مسخر کر لیا اور ان پر مسلم لیگ کا نقش بٹھادیا اور ایسا بٹھایا کہ جب انتخابات ہوئے تو اسی سرحد میں جہاں مسلم لیگ کا نام لینا جرم تھا، لیگ ہی لیگ کی کامیابی رہی۔

نواب صاحب کو عشق رسول ﷺ سے وافر حصہ ملا تھا۔ بلکہ یہی ان کی اصل پونجی تھی۔ علماء ومشائخ کے ساتھ نہایت گہرے روابط تھے۔ مکاتیب بہادر یار جنگ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۵ء)، میر غلام بھیک

نیرنگ انبالوی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) مولانا نذیر احمد خجندی میرٹھی (ف ۱۹۳۶ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۴ء) مولانا عبدالقدیر بدایونی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۰ء) مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا مفتی برہان الحق جبلپوری (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۸۴ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی مدظلہ سے خصوصی تعلقات تھے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ، سے تو نواب صاحب کو خصوصی ارادت تھی، حضرت جب بھی حیدر آباد دکن تشریف لاتے، نواب صاحب بصد ادب و احترام حاضر خدمت ہو کر باطنی فیوض حاصل کرتے۔

نواب صاحب اپنی زیست کی آخر سانس تک مذہب و ملت کی خدمت میں منہمک رہے۔ ۲۵ر جون ۱۹۴۴ء اتوار کے دن ساڑھے گیارہ بجے آخری تقریر فرمائی۔ اسی شام آپ کے دولت کدے میں درس اقبال کی محفل تھی۔ آپ ہمیشہ کی طرح اس مقدس محفل میں شریک رہے۔ البتہ دو چار روز سے یہ مصرعہ وردِ زباں تھا اور بار بار عجیب پر اثر انداز میں پڑھتے جاتے تھے۔

حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں

غرض زبان سے اور اپنے حال سے تشریح اقبال میں معاونت فرماتے رہے۔ اقبال کی مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام شرق" کی جلال آفریں نظم "حکمت کلیمی" کا یہ شعر آیا ہے۔"

مرد حق افسوں ایں دیر کہن
از دو حرف ربی الاعلیٰ شکن

شعر کی توضیح ہو چکی تو آپ نے فرمایا کہ یہ مقامات جلد گزرنے کے نہیں، آج یہیں ٹھہر جائیں، درس ختم ہو گیا۔

اسی رات نواب صاحب کی اپنے ایک قدیم دوست جسٹس ہاشم علی خاں کے ہاں دعوت تھی، کسے خبر تھی کہ یہ دراصل دعوت مرگ ثابت ہو گی، مغرب کی نماز پڑھ کر آپ اپنے دوست کے گھر "بنجارہ ہل" تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ گوالیاری نو وارد

چناں چہ ایک بار جب وہ قریشی تھے جو اجلاس مسلم لیگ کے تعلق سے نواب صاحب سے قریب ہو سکے اور بظاہر قریب تر ہونے کے لیے بہار [illegible] پہلے آئے تھے اور جن کی وہ پارسائی مشہور عام روایت یہ ہے قریشی صاحب نے [illegible] موٹر میں ایک پان کا بیڑا نواب صاحب کو پیش کیا اور نواب صاحب نے کھا لیا۔ ہاشم علی خاں کے گھر پہنچے تو یہاں ڈاکٹر محی الدین صدیقی (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۹۸ء) اور دیگر احباب پہلے ہی سے موجود تھے۔ نواب صاحب ڈاکٹر محی الدین صدیقی کے [illegible] کی چوکی پر بیٹھ گئے اور ابھی [illegible] اقبال کی محفل سے اٹھ کر آ رہے تھے، اس نے طبیعت پر وہی اثر تھا اپنے [illegible] کشش انداز میں کلام اقبال کے کچھ اشعار بیان فرمانے لگے۔ کھانے میں دیر [illegible] تھی [illegible] موٹر پر کھانا [illegible] تو اس میں [illegible] تھی کہ اس کے اثر سے نواب صاحب کے معدہ میں [illegible] مگر [illegible] ہاشم علی خاں سے کہا، "بھئی ڈاکٹر کو بلا لو، جلدی کرو"۔ ہاشم علی خاں انتظام میں لگ گئے، ادھر کسی نے ایک خط نواب صاحب کے آگے رکھ دیا، ابھی ایک گھڑی بھی پوری نہ ہو سکی تھی کہ ایک زور دست ہچکی نکلی اور اس کے بعد ہی ایک [illegible] کے دل گر پڑے اور ابھی لوگ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ یہ "مرد قلندر" [illegible] کے "اقبال" کو [illegible] سے چلا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جنازہ [illegible] سے [illegible] گھر [illegible] گئی۔ [illegible] کے [illegible] اسلام کی [illegible] میں [illegible] اور [illegible] سے اپنے محبوب قائد کی [illegible] سے [illegible] کے ایک گوشے میں دفن کر دیئے گئے۔

کس [illegible] ہیں ہم دل کی [illegible]
[illegible]

اس وقت جنازہ گھر سے اٹھایا گیا تو لوگوں نے دیکھا اور [illegible] سے دیکھا کہ [illegible] [illegible] اور [illegible] کے ساتھ [illegible] تھی [illegible]

"آپ ہم [illegible] کے ساتھ [illegible]"

[illegible] تھے کہ [illegible] مسلمانوں کو مسلم لیگ

مولانا عبدالعلی خاں اخوندزادہؒ

مولانا علامہ عبدالعلی خاں اخوندزادہ بن ملا عبدالخالق اخوندزادہ بن ملا عبدالرحمن اخوندزادہ کی ولادت ۱۸۷۲ء میں خانوزئی تحصیل پشین ضلع کوئٹہ (بلوچستان) کے کاکڑ قبیلہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ اُن کی رحلت کے بعد اپنے چچا ملا عبدالقادر اخوندزادہ اور علمائے قندھار سے مزید استفادہ کیا۔ بعد ازاں بوستان کے مشہور علماء مولوی محمد صدیق اور مولوی دوست محمد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے دستار فضیلت حاصل کی۔ پھر طب و حکمت میں دسترس حاصل کر کے نامور حکیم بھی بن گئے۔

آپ بلوچستان کے نامور عالم دین تھے۔ آپ کی ذہانت اور علم کا چرچا بلوچستان کے علاوہ قندھار، کابل اور ہندوستان میں بھی تھا۔ دور و نزدیک کے علماء آپ کے پاس آتے اور ہفتوں علمی مباحث میں مشغول رہتے۔ عربی، فارسی میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ پشتو مادری زبان تھی۔ پشتو اور فارسی میں خوب شعر کہتے تھے۔ ذاتی کتب خانہ میں بہت سے قلمی نوادرات بھی موجود تھے۔ بلوچستان کے نواب، سردار اپنے علاج یا پیچیدہ گتھیاں سلجھانے کے لئے آپ کے پاس آتے۔ ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ خانہ قلات نے آپ کو اپنی ریاست قلات کا "وزیر معارف" اور "قاضی القضاء" مقرر کیا۔ دو تین سال تک حسن و خوبی فرائض سرانجام دینے کے بعد مستعفی ہو کر خانگی امور، طب اور زمینداری کی جانب متوجہ ہو گئے۔

۱۹۱۱ء میں "پشتو لغت" تیار کرنا شروع کی مگر پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ آپ کے

فارسی کلام میں معرفت عرفان الٰہی کے نئے نئے باب کھلتے ہیں اور پند و نصائح میں سعدیؔ اور حافظ شیرازی کا تتبع پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے آپ کے کلام پر ان ہر دو کی شاعری کا گمان ہوتا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:-

سیاہ زلفان بر خسارت کہ چوں شام است چوں شام است
مئے لعل لبت مارا کہ بر کام است در کام است
نگار و مطرب و ساقیست در بوستاں بر بوستاں
بہار باد نو روزیست ایام است ایام است
کہ اشکِ عبدالعلی از دیدہ می ریزد چوں ریزد!
کہ از ہجر پری پیکر نہ لوحام است اسلام است

عشق رسول ﷺ آپ کے رگ و ریشہ میں سمایا ہوا تھا۔ آپ کی ایک پشتو نعت کا ترجمہ ہمارے دعوے کی تصدیق کے لئے شاہد عادل ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"وہ جو شفیع محشر ہیں ان پر خدائے کبیر کا درود و سلام ہو۔

تمام دنیا ان کے نور سے پیدا ہوئی اور تمام جہاں ان کے چہرے سے منور ہوا۔

امت ان کی خیر الامم ہے اور خدا تعالیٰ نے انہیں خیر البشر کہا ہے۔

لولاک کی حدیثِ قدسی کی رو سے وہ اولین ہیں۔

اور آیتِ خاتم کی رو سے وہ موخر ہیں۔ آخر (میں پیدا ہوئے)۔

ان کا لقب سید المرسلین ہے۔ ان کے نام پر مکرر صلوٰۃ ہو۔ ان کے چہار یار دین کے چار ستون ہیں اور ان میں سے ہر ایک شرع انور کا ستارا ہے۔ اے نبی ﷺ! آپ پر درود و سلام ہو اور اے شفیع محشر آپ پر سلام ہو۔

عبدالعلی کا ہاتھ اور آپ کا گریبان ہے (یعنی دامنگیر ہوں) کہ اسے سخت سفر آخرت درپیش ہے اور زادِ راہ مفقود ہے"۔

علامہ عبدالعلی خاں نے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ بلوچستان میں مسلم لیگ کا قیام ۱۹۳۹ء میں ہوا۔ قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۳ء۔۱۹۷۶ء) نے حضرت قائداعظم (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء) کے ارشاد پر مسلم لیگ بلوچستان کی باگ ڈور سنبھالی تو مولانا

عبدالعلی نے سب سے پہلے فارم رکنیت پر کیا۔ چنانچہ قاضی محمد عیسیٰ کا بیان ہے کہ:

"میرے ہاتھوں پہلا شخص جس نے بلوچستان میں مسلم لیگ کی ممبری قبول کی وہ مرحوم اخوند زادہ عبدالعلی خاں تھے۔ علاوہ ازیں جدوجہد میں جو دورہ میں نے مسلم لیگ کے قیام کے لئے کیا، مرحوم اخوند زادہ نے میرا ساتھ دیا۔"

۱۰۔ ۱۱/ جون ۱۹۳۹ء کو کوئٹہ میں پہلی مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی تو اخوند زادہ نے اس کی کامیابی و کامرانی کے لئے بھرپور کام کیا۔ اپریل ۱۹۴۰ء میں قاضی محمد عیسیٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ کی دعوت پر مجاہد تحریک پاکستان مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) نے بلوچستان کا دورہ کیا تاکہ مسلم لیگ کے کام کو آگے بڑھایا جا سکے۔ ۱۹/ اپریل کو جب مولانا بدایونی، کوئٹہ پہنچے تو بلوچستان کے مشہور مسلم لیگی لیڈروں اور کارکنوں نے ریلوے اسٹیشن پر شاندار استقبال کیا۔ اخوند زادہ عبدالعلی خاں بھی پیش پیش تھے۔

۲۶/ جون ۱۹۴۳ء کو حضرت قائداعظمؒ نے کوئٹہ کا دورہ فرمایا تو اخوند زادہ نے کوئٹہ ریلوے اسٹیشن پر زبردست استقبال کیا۔ ہزاروں لوگوں نے فلک شگاف نعرے لگائے۔ سب سے پہلے اخوند زادہ نے بڑھ کر قائداعظمؒ کو خوش آمدید کہا اور چند اشعار بھی پیش کئے۔ افسوس کہ وہ اشعار دستیاب نہیں ہو سکے۔ ان کے ایک شعر کا مفہوم کچھ یوں ہے:۔

"میرے وطن کا ہر کانٹا میرے لئے پھول کی طرح نرم و نازک ہے لیکن اس کا ہر پھول وطن دشمنوں کے لئے خار زار کی مانند ہے۔"

اس کے بعد جب قائداعظمؒ کا شاہانہ جلوس جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہوا تو اخوند زادہ صاحب، قائداعظمؒ کی موٹر کے ساتھ ساتھ پیدل جلسہ گاہ پہنچے۔ پھر جب قائد تاریخ ساز اجتماع سے انگریزی میں خطاب فرما رہے تھے تو اخوند زادہ رونے لگے۔ ان کے ساتھی سردار محمد عثمان خان جوگیزئی (۔ ۱۹) نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا، "آپ انگریزی تو سمجھتے نہیں، روتے کیوں ہیں۔"؟ جواب ملا۔ "اس شخص کی آواز سے اس کے دل کا درد عیاں ہے اور اس نے مجھے مضطرب کر دیا ہے۔" مسلم لیگ سے آپ کی محبت آپ کے اس ارشاد

سے ظاہر ہے :۔

"مسلم لیگ اتفاق واتحاد کی علامت ہے اور اس لحاظ سے یہ جماعت ہمارا دین اور ہمارا ایمان ہے۔"

آپ کی رحلت ایک سال کی علالت کے بعد ۱۶ر شوال ۱۳۶۳ھ مطابق ۳ر اکتوبر ۱۹۴۴ء بروز منگل ہوئی۔

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعہ ء تاریخ کہا۔

ہوئے آہ وہ آج دنیا سے رخصت　　جو شاعر بھی تھے عالم دیں بھی ذیشاں
کہو مصرعِ سالِ غم ان کا صابر　　"ہیں جنت میں پُر نور عبدالعلی خاں"

۱۹۴۴ء

ماخذ

(۱) "جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۲۴، ۲۵، ۴۹، ۵۰، ۱۰۱، ۳۱۳۔

(۲) "بلوچستان میں فارسی شاعری" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۶۸ء، ص ۲۰۳تا۲۰۸۔

(۳) "جوئے کوثر" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۷۶ء ص ۲۷۳۔

(۴) "نبی کریم ﷺ کا ذکر بلوچستان میں" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۴۳، ۲۰۸، ۲۱۵،

(۵) "پشتو میں سیرت نگاری" از پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۸۷ء ص ۱۳۱۔

(۶) "سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۲۳، ۱۵۴تا۱۵۸۔

(۷) "تقویم ہجری و عیسوی" از ابوالنصر محمد خالدی، محمود احمد خان مطبوعہ کراچی طبع سوم ۱۹۷۴ء ص۔

(۸) "ششماہی مجلہ تاریخ و ثقافت پاکستان" اسلام آباد بابت جنوری تا جون ۱۹۹۰ء ص ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۲۷۔

(۹) "بلوچستان آزادی کے بعد" از ڈاکٹر انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۸۸، ۹۰۔

مولانا یار محمد بندیالوی

فقیہ العصر استاذ العلماء مولانا یار محمد بن میاں محمد سلطان بن میاں شاہ نواز کی ولادت [illegible] ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں بندیال ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ چودہ برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ بعد ازاں مختلف اساتذہ سے علوم مروجہ کی تحصیل کے بعد جامع مسجد [illegible] کی درسگاہ میں داخلہ لیا۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی کا شہرہ سن کر بریلی شریف حاضر ہوئے مگر اعلیٰ حضرت کی علالت کے باعث علمی استفادہ نہ کر سکے۔ پھر مولانا ہدایت اللہ خان رامپوری (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کی خدمت میں سات آٹھ سال رہ کر اکتساب علم کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد استاذ گرامی کے مدرسہ ہی میں تعلیمی خدمات انجام دینے لگے اور استاذ گرامی کی وفات کے بعد ان کے جانشین مقرر ہوگئے۔

علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (۱۲۳۳ھ/۱۸۱۷ء - ۱۸۹۹ء) کے خلیفہ و مجاز حضرت مولانا صوفی محمد حسن الہ آبادی (۱۸۵۳ء - ۱۹۱۰ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ چشتیہ صابریہ میں بیعت کی اور پھر خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ الہ آباد، رامپور، بھوپال اور نواب [illegible] اور دیگر مقامات پر بائیس سال درس و تدریس کی خدمت سر انجام دینے کے بعد اپنے وطن بندیال میں تشریف لا کر "جامعہ محمدیہ مظہریہ" کی بنیاد رکھی اور [illegible]

تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو آپ نے بھی دیگر علماء اہلسنت کے شانہ بشانہ بھرپور حصہ لیا۔ اس وقت ضلع سرگودھا کے اکثر امراء اور رؤساء تحریک کے حامی تھے۔ آپ کے ہمدرد تھے۔ اس وقت یہاں بھی سرداری (ملک) ٹوانوں کے سرداری نظام کا طوطی بولتا تھا۔ وہ خود کو سیاہ و سفید کے مالک سمجھتے تھے۔ ان کے خلاف بات کرنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ان حالات میں مسلم لیگ کی حمایت کرنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ پھر اس علاقہ کے ایک بڑے مولوی بھی کانگریس کی ذہنیت رکھتے تھے جو ملک خضر حیات خان ٹوانہ (وزیر اعلیٰ پنجاب) کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے پاکستان اور مسلم لیگ کے خلاف دھواں دھار تقریریں کیا کرتے اور قائد اعظم کو گالیاں دیا کرتے تھے۔

اسی دوران ایک موقع پر آپ نے برملا یہ اعلان فرمایا کہ "مسلم لیگ کی امداد کرنا حمایت کرنا ضروری ہے۔" اس پر امراء و رؤساء ناراض ہوئے لیکن آپ نے صاف فرما دیا کہ:

"مسلم لیگ کو ووٹ دینا محمد کو ووٹ دینا ہے اور کانگریس کو ووٹ دینا ہندو کو ووٹ دینا ہے۔ ایک طرف اسلام کا جھنڈا ہے جبکہ دوسری طرف کفر ہے چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اس لئے اس سے نکلنا اسلام سے نکلنا ہے۔"

آپ ہر جمعہ پر اسی سلسلہ میں تقاریر کرتے جس کا علاقہ میں خاطر خواہ اثر ہوا اور ہزاروں لوگ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اس پر رؤساء امراء کے ایک وفد نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ مسلم لیگ کی حمایت ترک کر دیں۔ جواباً آپ نے ارشاد فرمایا:

"یہ دین کا معاملہ ہے خواہ ایذا بھی پہنچائی جائے مگر مسلم لیگ کی حمایت ترک نہیں کروں گا۔"

مزید فرمایا:

"میں اعلان کرتا ہوں کہ میں تم سے دور ہوں اور تم مجھ سے دور ہو۔ مجھے اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے مقابلے میں تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔"

یہ سن کر تمام اہرا ووم تو ور وکے اور خاموشی سے واپس چلے گئے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۲ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ / ۶/ دسمبر ۱۹۴۷ء بروز ہفتہ ہوئی۔ مزار مقدس سندیال ضلع سرگودھا میں ہے ہر سال ماہ محرم میں آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

خلد میں شاداں رہے وہ کملی والے کے طفیل
اس کے مرقد پر ہو اجمل رحمت رب غفور

جناب طارق سلطانپوری نے یہ قطعہ و تاریخ سال کہا۔

"معرفت وہدیٰ کا خورشید"

۱۹۴۷ء

قائد اہل نظر، رہبر ارباب نظر   صاحب فہم و ذکا، پیکر علم و حکمت
قلزم دانش و خورشید جہان عرفاں   دور کرتا رہا جہل و جنوں کی ظلمت
عمر دین نبی کے لئے کوشاں وہ رہا   حق تعالیٰ نے عطا کی بڑی اس کو عزت
رزم گاہ حق و باطل میں اسے حاصل تھی   اپنے "اللہ کی امداد" "حسینی نصرت"
کشور پاک کی تشکیل کی تھی جو تحریک   اس میں بھرپور کی اس مرد حق نے شرکت
راست گوئی، عمل و جہد و جسارت کا نشاں   کر سکی خوف زدہ اس کو نہ کوئی طاقت
دنیوی جاہ و تمول اسے مرغوب نہ تھا   صعب حالات میں کی دین کی اس نے خدمت
سنگ ریزوں کو درِ نایاب بنایا اس نے   کی عطا بادیوں کو اس نے چمن کی زینت
حق فراموشوں کو حق دان و خود آگاہ کیا   دشت غفلت میں تھا وہ نقش خضر کی صورت
ابر فیضان نظر دور تک اس کا برسا   سبز و شاداب ہوئی چار سو کشت ملت
ہو لحد مطلع انوار الٰہی اس کی   مظہر روضہ و فردوس ہو اس کی تربت

صابری سلسلہ و چشت کے اس عارف کا
"مرکز دائرہ فیض" ہے سال رحلت

۱۳۶۷ھ

٭ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

٭ حضرت صوفی محمد حسین الہ آبادیؒ (حضرت سندیالویؒ کے پیر و مرشد)

حضرت صابر براری آف کراچی نے بھی تاریخ کہی۔

یوں تو بظاہر ہو گئے رخصت بزمِ جہاں سے پیرِ طریقت
دل میں ہمارے اب بھی مکیں ہیں یار محمد یار محمد
عالم و فاضل، واعظ و قاری اہلِ حق کے مناظر
عاملِ شرعِ دینِ مبیں ہیں یار محمد یار محمد
ان کا چہرہ جس نے دیکھا شاداں ہو کر دل میں بولا
مستِ ولائے سرورِ دیں ہیں یار محمد یار محمد
آئی صدائے ہاتفِ غیبی سالِ رحلت کہہ دے صابر
"نیک فخرِ خلدِ بریں ہیں یار محمد یار محمد"

۱۹۴۷ء

ماخذ

(۱) "اکابر تحریکِ پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۷۵ تا ۲۷۷۔

(۲) "انگریز کا ایجنٹ کون؟" پروفیسر صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی مطبوعہ جوہر آباد (خوشاب) طبع اول ص ۸۰ تا ۸۴۔

(۳) "حیاتِ استاذ العلماء" از مولانا غلام رسول سعیدی مطبوعہ بندیال شریف (سرگودھا) ۱۳۸۹ھ متعدد صفحات۔

(۴) "تذکرہ علماء اہلسنت" از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور (بھارت) ۱۹۷۱ء ص ۶۴۔

(۵) "وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۳۱۱۔

(۶) ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی بابت مارچ ۱۹۷۵ء ص ۹۴، ۹۵۔

مولانا عبدالرؤف داناپوریؒ

[illegible]

کے دفاع کے لئے یکجا ہو سکے۔ شریعت کا حوالہ دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ ہندوستان جیسے ممالک جو اسلام کے کنٹرول سے نکل چکے ہیں۔ ان ممالک میں خلیفہ کو اپنے نمائندے بھیجنے چاہئیں جو انہیں صحیح راستہ دکھا سکیں۔ انھوں نے یہ امید ظاہر کی کہ جمیعت العلماء اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کرے گی۔

ہندوستان کے سیاسی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ ترکِ موالات نے ہندوستانیوں کو کافی بیدار کر دیا ہے۔ انھوں نے کونسل پر قابو پانے کے تخیل کا تمسخر اڑایا اور کہا کہ یہ ملک و قوم کے پیسہ کو ضائع کرنا ہے۔ کانگرس کے امیدوار کونسلوں میں موجودہ عہدیداروں سے زیادہ کچھ حاصل نہ کر پائیں گے اور گورنمنٹ کو کونسل کے ذریعے مفلوج کر دینے کی گفتگو اتنی ہی بے معنی ہے جتنی کی سوراج کو تین مہینے میں حاصل کرنے کا وعدہ۔"

اگست ۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ سامنے آئی جس میں مسلمانوں کے حقوق کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ پنجاب اور بنگال کے ہندوؤں نے اس رپورٹ کی دل و جان سے حمایت کی اور مسلمانوں کی مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا۔ رپورٹ میں سفارش کی گئی تھی کہ ایک مضبوط مرکزی حکومت ہو اور جسے صوبوں کے دستور کالعدم کرنے کا پورا اختیار ہو۔ اور جدا گانہ انتخابات کو سخت مضر قرار دیا گیا۔ یہ رپورٹ دسمبر ۱۹۲۸ء میں "آل پارٹیز" کے تیسرے اجلاس کلکتہ میں پیش ہوئی۔ مسلم لیگ حیثیت اسلامی سیاسی جماعت کے شریک ہوئی۔ قائداعظمؒ کی ہدایت پر مسلم لیگ کے نمائندوں نے ترمیمات پیش کیں مگر ہندو مہا سبھا کے دباؤ سے کانگرس نے کان بھی نہیں دھرے۔ اب مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ مسلم لیگ نے زبردست مخالفت کی۔ دیگر رہنماؤں کے ساتھ مولانا عبدالرؤف نے بھی نہرو رپورٹ کے بخیے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ نیز اسی سال "آل انڈیا خلافت کانفرنس کلکتہ" کی مجلس استقبالیہ کے چیئرمین بھی بنے۔

۱۹۲۹ء میں جمیعت علماء ہند نے نہرو رپورٹ کے مسئلے پر کانگرس کی حمایت کی تو مولانا عبدالرؤف پر اس جماعت کی اسلام دشمنی اور ہندو نوازی پوری طرح عیاں ہو گئی۔ ملی

وجود کو خطرے میں دیکھ کر آپ نے بھی دیگر اکابرین اہلسنت مثلاً شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء) مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) پیر غلام مجدد سرہندی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۴ء) مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی (۱۸ء۔ ۱۹۳۰ء) مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) مولانا غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا نذیر احمد خجندی (۱۸ء۔ ۱۹۳۶ء) مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۴ء) مولانا عنائت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) مولانا عبدالکافی الہ آبادی (۱۸۵۸ء۔ ۱۹۳۰ء) اور مولانا محمد شفیع داؤدی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء) وغیرہم کے ساتھ جمعیت علماء ہند کو خیر باد کہہ دیا۔

جمعیت علماء ہند سے مستعفی ہونے کے بعد مولانا عبدالرؤف نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی اور پھر بعد ازاں جمعیت علمائے اسلام کی رکنیت بھی اختیار کر لی اور اس طرح وہ بنگال کی اسلامی سیاست پر بہت اثر انداز ہو گئے۔ انہوں نے جمعیت علماء ہند کے مؤقف کی خوب تردید کی اور رائے عامہ کو مسلم لیگ کے لئے ہموار کیا۔ جولائی ۱۹۳۷ء میں کلکتہ ہوڑا ضلع مسلم لیگ کے صدر چنے گئے اور تازیست (فروری ۱۹۴۸ء تک) اس عہدہ پر فائز رہے۔

نومبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں ایک عظیم الشان علماء کانفرنس ہوئی جس میں مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) اور دوسرے مقتدر علماء نے ایک قرارداد کے ذریعے مسلم ووٹروں سے اپیل کی کہ مسلم لیگ کے نمائندے کے سوا کسی دوسرے نمائندے کو ووٹ دینا اتحاد ملت، مفاد ملت اور وقارِ اسلام کے خلاف ہے کیونکہ پاکستان کے سوال کا یہ فیصلہ بڑی حد تک ان انتخابات کے نتائج پر مبنی ہے۔ اس قرارداد کو منظور کرانے میں مولانا عبدالرؤف پیش پیش تھے۔

دسمبر ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں بنگال میں مرکزی اسمبلی کی کل چھ مسلم نشستیں تھیں جو سب کی سب مسلم لیگ نے حاصل کر لیں۔ فروری ۱۹۴۶ء میں بنگال اسمبلی کی ۱۱۹ مسلم نشستوں میں سے ۱۱۲ نشستیں مسلم لیگ نے جیت کر ۹۴ فیصد کامیابی حاصل کر کے

کانگرس کو ورطہ ء حیرت میں ڈال دیا۔ ان انتخابات میں مولانا عبدالروف نے مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت میں تن من دھن کی بازی لگادی۔ اُن کی یہ سر فروشانہ اور مخلصانہ خدمت کبھی بھی فراموش نہیں کی جائے گی۔

سیاسی ذوق رکھنے اور بلند پایہ طبیب ہونے کے علاوہ مولانا عبدالروف اعلیٰ پائے کے مصنف بھی تھے۔ اُن کی تصنیفات میں سب سے اہم کتاب "اصح السیر فی ہدیٰ خیر البشر ﷺ" ہے جس کا پہلا ایڈیشن ستمبر ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا تھا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں کراچی سے طبع ہوا ہے۔ اس کتاب کی جلد دوم لکھنے کی انہیں مہلت نہ مل سکی۔ ۲۰ر فروری ۱۹۴۸ء / ۱۳۶۷ھ بروز جمعۃ المبارک یہ متواضع، سادہ مزاج اور خلیق شخص اپنی رہائش گاہ چونا منڈی کلکتہ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ اور مانک تلہ کے قبرستان میں آخری آرام گاہ بنی۔

ے مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جناب طارق سلطانپوری نے یہ قطعہ ء تاریخ وصال کہا۔

"بابِ عزیمت و عظمت"

۱۹۴۸ء

پائے گا اجرِ جزیل ان کا خدا سے بعد مرگ
کر گیا ہے زیست میں جو کار ہائے خوب وہ
اس کا سالِ وصل یوں ہاتف نے طارق سے کہا
"پیکرِ تعلیم و حکمت، والہء محبوب وہ"

۱۳۶۷ھ

راقم الحروف محمد صادق قصوری نے بھی ان کی تاریخ کہی۔

"علم پرور شخصیت"

۱۹۴۸ء

نام نامی، حکیم عبدالروف داناپوری وہ عالم ذی شان
شاہ بطحا کا عاشق صادق کس قدر خوش نصیب تھا انساں

قوم کے درد مند نے آخر زندگی کر دی قوم پہ قرباں

سال رحلت کا یوں کہو صادق

"غنچہء فیض" صاحب ایماں

_____۱۹۴۸ء_____

ماخذ

(۱) "یادِ رفتگاں" از سید سلیمان ندوی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۵ء ص ۳۱۰ تا ۳۱۳۔

(۲) "سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار" (مولانا محمد علی جوہر) مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء ص ۲۸۶ تا ۲۸۷۔

(۳) "تاریخ ہندوپاک" از مولانا قاری احمد پیلی بھیتی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۴ء ص ۱۲۹۔

(۴) "جمعیت علماء ہند" جلد اول از پروین روزینہ مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۰ء ص ۱۳۸ تا ۱۳۹۔

(۵) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۹۶۱۔

(۶) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۳۷۴ تا ۳۷۵، ۳۹۸ تا ۴۰۸۔

(۷) مکتوب گرامی جناب پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی محررہ از لاہور ۱۷ فروری ۱۹۹۸ء۔

(۸) "تحریک پاکستان اور نیشلسٹ علماء" از چوہدری حبیب احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۴۹۳۔

(۹) "تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ" از پروفیسر محمد شفیع صابر مطبوعہ پشاور ۱۹۹۰ء ص ۱۶۸، ۱۶۹۔

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ

صدر الافاضل مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین بن مولانا سید محمد معین الدین نزہت (۱۸۴۳ء۔۱۹۲۱ء) بن مولانا سید محمد امین الدین راسخ بن مولانا سید محمد کریم الدین آرزو کی ولادت مبارک ۲۱ر صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم ر جنوری ۱۸۸۳ء بروز پیر مراد آباد (یو پی، بھارت) میں ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کے بعد اردو اور فارسی کی کتابیں والد بزرگوار اور مولانا شاہ فضل احمد سے پڑھ کر مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں مولانا سید گل محمد رحمۃ اللہ علیہ سے درس نظامی اور دورہ حدیث کی تکمیل کر کے ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں دستار فضیلت حاصل کی۔

اپنے استاد گرامی مولانا سید گل محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء) سے خلافت پائی۔ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں مراد آباد میں "مدرسہ انجمن اہل سنت و جماعت" کی بنیاد رکھی جس میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم کا اعلیٰ پیمانے پر بندوبست کیا گیا تھا۔ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں آپ کی نسبت سے اس کا نام "جامعہ نعیمیہ" رکھا گیا۔ جلد ہی یہ مدرسہ یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گیا اور غیر ممالک کے طلباء بھی یہاں آکر مستفیض ہوئے۔

آپ ممتاز عالم دین، نامور شیخ طریقت، صف اول کے مقرر، بحرین ادیب، شعلہ بیان خطیب، خوش نوا شاعر اور بہت بڑے مناظر تھے۔ تحریک خلافت، شدھی تحریک، فتنہ ارتداد اور تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

تحریک خلافت (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۲۳ء) کے دوران مشترکہ ہندو مسلم جدوجہد کا آغاز ہوا تو ہندو مسلم تعلقات اس حد تک پہنچ گئے کہ ہندو مقتدا اور مسلمان لیڈر مقتدی ان کے۔ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر شعائر اسلام کا بھی پاس نہ کیا گیا۔ ایسے موقعہ پر صدر الافاضل خاموش نہ رہ سکے اور مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ آپ نے اس موقعہ پر ارشاد کیا:

"سلطنت اسلامیہ کی تباہی و بربادی اور مقامات مقدسہ بلاد مقبوضات اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی و بربادی سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمہ کا جس قدر بھی درد ہو، کم ہے۔ سلطنت اسلامیہ کی اعانت و حمایت، خادم الحرمین کی نصرت و مدد مسلمانوں پر فرض ہے لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ہندوؤں کو مقتدا بنالیا جائے اور دین و ایمان کو خیرباد کہہ دیا جائے۔ اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو ان کے ساتھ متفق ہو کر "جا ہے، درست ہے" پکارتے۔ مسلمان آگے ہوتے اور ہندو ان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بے جانہ تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں، کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے کا ذبحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں، ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں، اسلامی شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں، کہیں پیشانی پر قشقہ کھینچ کر کفر کا شعار (ٹریڈ مارک) نمایاں کیا جاتا ہے، کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے، کروڑوں سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں مگر دین کو کسی سلطنت کی طمع پر برباد نہیں کیا جاسکتا۔"

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء میں آپ نے مراد آباد سے ماہنامہ "السواد الاعظم" جاری

کیا۔ اس پرچے میں "دو قومی نظریہ" کی بھرپور حمایت اور ہندوؤں کی عیاریوں کی خوب قلعی کھولی۔ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ / ستمبر اکتوبر ۱۹۲۸ء کے شمارہ میں مدرسہ اہل سنت مراد آباد میں ۱۸ ستمبر ۱۹۲۸ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں پاس ہونے والی قرارداد کا ذکر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ

"یہ جلسہ "نہرو کمیٹی رپورٹ" کو مسلمانوں کے حق میں نہایت مضر سمجھ کر اس سے ناراضی کا اظہار کرتا ہے۔"

۱۹۳۰ء میں حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) نے خطبہ الہ آباد میں ان افکار کا اظہار کیا جو ہماری قومی جدوجہد میں ایک نئے موڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوئے اور اسی موڑ سے تحریک کا قافلہ اس شاہراہ پر آگیا جس پر گامزن ہو کر یہ قافلہ قیام پاکستان کی منزل تک پہنچ گیا، تاہم اس دور میں جب علامہ اقبال اپنے افکار کا اظہار کر رہے تھے، ان کی تائید کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بقول چوہدری خلیق الزماں (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) "خود الہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رخی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی۔" تاہم علماء اہلسنت چونکہ شروع ہی سے ایسے افکار کے داعی تھے اور مسلمانوں کے الگ وجود کے تحفظ کی ضمانت چاہتے تھے، اس لئے انہوں نے اقبالؔ کی واضح طور پر تائید کی، علامہ اقبال نے اپنے خطبے میں کہا تھا:

> "ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے۔ اس طرح نہ صرف ہندوؤں کا مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ خود اس سے مسلمانوں کے احساسات ذمہ داری قوی ہو جائیں گے اور ان کا جذبہ حب الوطنی بڑھ جائے گا۔"

حضرت حکیم الامت کے انہی افکار پر جہاں دیگر مسلمان لیڈر بے تعلق اور خاموش تھے وہاں دوسری طرف ہندو لیڈروں اور اخبارات نے اقبال کے خلاف اپنے بغض کا اظہار شروع کر دیا۔ اس وقت صدر الافاضل نے "السواد الاعظم" شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ / جنوری ۱۹۳۱ء کے شمارے میں اقبالؔ کے افکار کی تائید کرتے ہوئے لکھا:-

"ڈاکٹر اقبال کی رائے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ ہندوؤں کے زیر اقتدار ہو، دوسرا مسلمانوں کے، ہندوؤں کو کس قدر اس پر غیظ آیا، یہ ہندو اخبارات دیکھنے سے ظاہر ہو گا۔ کیا یہ کوئی ناانصافی کی بات تھی؟ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اس نسبت سے نفع ملتا۔ اس کو تو کون جانتا ہے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہو گا اور مستقبل کیا صورتیں سامنے لائے گا؟ لیکن ہندو اس وقت خالی بات بھی نوک زبان پر لانے کو تیار نہیں ہیں، جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو، اس حالت میں بھی کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پرانی فرسودہ لکیر کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس! کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام کرنے دیں۔"

تقسیم ہند کی تجویز کی تائید کرتے ہوئے اسی ماہنامے میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:۔

"جب ہندو اپنی حفاظت اس میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیحدہ ہو جائیں اور اپنے حدود علیحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو بھی ان کے محلوں میں جانے اور ان کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیے۔ دونوں اپنے اپنے حدود جداگانہ قرار دیں اور اس نقطہ کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کر لیں، یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جدا جدا بنا لیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے۔ ہر علاقے میں اسی علاقے والوں کی حکومت ہو، مسلم علاقہ میں مسلمانوں کی اور ہندو علاقوں میں ہندوؤں کی۔"

۱۹۴۰ء میں اقبال پارک لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو علماء اہلسنت نے اس کی پر زور تائید و حمایت کی، ان میں سے ایک حضرت صدر الافاضل بھی تھے۔ آپ نے تقریری اور تحریری میدان میں تحریک پاکستان کی زبردست خدمت کی۔ کانگرسی مولویوں

سے پیچھے نظر آتے ہیں۔

۱۹۴۶ء / ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" انعقاد پذیر ہوئی تو آپ اس کے ناظم اعلیٰ تھے جبکہ صدارت کے عہدہ جلیلہ پر حضرت علامہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) فائز تھے۔ اس کانفرنس میں پانچ سات ہزار علماء مشائخ کا اجتماع اور دو لاکھ سے زائد حاضرین کا مجمع تھا۔ اس میں آپ کی یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی پر زور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہلسنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔"

اس کانفرنس کے بعد اس کی غرض و غایت کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اور نظریہ پاکستان کی اہمیت واضح کرنے کے لئے آپ نے صوبہ جات مدراس، گجرات، کاٹھیاواڑ، بمبئی، راجپوتانہ، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، کلکتہ، بنگال، چوبیس پرگنہ، ڈھاکہ، کراچی، چاٹگام اور سلہٹ کے مسلسل دورے کر کے قیام پاکستان کی راہ ہموار کی۔ تحریک پاکستان سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا، چنانچہ مولانا ابوالحسنات قادری لاہوری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس ۱۹۴۶ء) کو کسی طرح دستبردار ہونا منظور نہیں، خود جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔"

تحریک پاکستان کے سلسلے میں ایک اور جگہ فرمایا:۔

"ہم نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر آنا علماء کی شایان شان نہ سمجھا لیکن علماء نے مسلم لیگ کے حریفوں کا ہر گرمی کے ساتھ مقابلہ کیا اور یہ مسلم لیگ پر کوئی احسان نہیں بلکہ ہمارا نقطہ نظر

> شروع ہی سے اسلامی تعلیمات کے منافی تھا۔ اس جماعت نے ہر دور میں کبھی غیر مسلموں پر اعتماد و بھروسہ نہیں کیا۔ اب جو ایک قدم مسلم لیگ نے قرآن و سنت اور اس کے اسلامی احکام کی ترویج کا اٹھایا تو علماء نے اسلام کی سربلندی کیلئے مسلم لیگ کے حریفوں کا مقابلہ کیا اور ان تمام ہندو نوازوں کا پردہ فاش کیا جنہوں نے پہلے سلطنت مغلیہ کے دور میں انگریزوں کی ہمنوائی میں بڑی بڑی رشوتیں لیں جس کے صلے میں "شمس العلماء" اور "خان بہادر" کے خطابات پائے، جاگیریں لیں اور وہی سب ہندوؤں کے ٹکڑوں پر بک کر مسلمانوں کی پشت پر خنجر مارنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔"

بالآخر علماء اہلسنت کی مساعی سے پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ اور ۱۹۴۸ء میں آپ حضرت امیر ملت قدس سرہ کی دعوت پر محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھوی (۱۸۹۴ء۔۱۹۶۱ء) مولانا محمد عمر نعیمی (۱۸۹۳ء۔۱۹۶۶ء) اور مفتی غلام معین الدین نعیمی (۱۹۲۳ء۔۱۹۷۱ء) کے ساتھ بذریعہ ہوائی جہاز دہلی سے لاہور پہنچے۔ مقامی علماء و زعماء سے اسلامی دستور کے بارے میں گفتگو کے بعد کراچی تشریف لے گئے۔ وہاں علماء سے گفتگو کرنے کے بعد اسلامی دستور کا خاکہ تیار کرنے کا وعدہ فرمایا۔ مگر آپ کراچی ہی میں علیل ہو گئے اور اپنے قیام کو مختصر کر کے براہ لاہور، مراد آباد پہنچے اور علالت کے باوجود خاکہ کی تیاری شروع کر دی۔ ابھی چند دفعات ہی تیار کی تھیں کہ موت کے بے رحم ہاتھوں نے انہیں ہم سے جدا کر دیا۔

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

اگر حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کو خاکہ مرتب کرنے کی مہلت مل جاتی تو پاکستان میں دستور سازی کا کام کبھی کا مکمل ہو چکا ہوتا اور ارض پاک پر لادینیت، سوشلزم اور کمیونزم کے نعرے بلند نہ ہوتے۔ یہ صورت "علماء اہلسنت" کے لئے ایک زبردست چیلنج ہے کہ اگر یہاں نظام مصطفی ﷺ کا نفاذ اور مقام مصطفی ﷺ کا تحفظ نہ ہوا اور وہ اب بھی خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے تو پھر

؎ نہ ہوگی داستاں تک بھی تمہاری داستانوں میں

آپ کی مندرجہ ذیل کتب یادگار ہیں :۔

(۱) تفسیر خزائن العرفان (۲) اطیب البیان رد تقویۃ الایمان (۳) زاد الحرمین (۴) آداب الاخیار (۵) الکلمۃ العلیاء (۶) سیرتِ صحابہ (۷) سوانح کربلا (۸) التحقیقات ارفع التکبیات (۹) کتاب العقائد (۱۰) کشف الحجاب (۱۱) اسواط العذاب (۱۲) گلبنِ غریب نواز (۱۳) ہدایت کاملہ قنوتِ نازلہ (۱۴) دیوانِ اردو۔ وغیر ہم۔

۱۸ر ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ / ۲۲ر اکتوبر ۱۹۴۸ء بروز جمعۃ المبارک بارہ بجکر پچیس منٹ پر آپ کی روحِ مقدس قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ مزار مبارک مسجد جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے بائیں گوشے میں مرجع خواص وعام ہے۔

بہت سے شعراء نے قطعاتِ تاریخ وفات کہے، چند ایک درج ذیل ہیں ۔

(۱) حضرت مولانا پروفیسر حامد حسن قادری آگروی ثم کراچوی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۶۴ء) مصنف "داستانِ اردو"۔

ہیں رونما اب درد و غم، مہر و جفا، رنج والم ۔۔۔ بے سرو پا ہو گئے ایسا تھا مولانا کا غم
"فضل و سخا، رشد و ہدیٰ، حلم و حیا، عدل وکرم" ۔۔۔ اے قادری خستہ جگر تاریخِ رحلت کر رقم

۱۹۴۸ء

(۲) مولانا مفتی محمد ابراہیم فریدی شیخ الحدیث مدرسہ شمس العلوم بدایوں (بھارت)

شوق نعیم خلد میں حضرتِ نعیم دیں ۔۔۔ دارِ فنا سے دارِ بقا کو ہوئے رواں
رضواں نے دی ندا کہ فریدی سنِ وصال ۔۔۔ کہہ دو "ملا بہشتِ بریں میں انہیں مکاں"

۱۳۶۷ھ

(۳) مولانا حکیم مفتی غلام معین الدین نعیمی مدیر اعلیٰ "السواد الاعظم" لاہور

ز دنیا رفت سوئے باغِ جنت ۔۔۔ ادیب و عالم علم محمد
بجو مخدوم سال ارتحاش ۔۔۔ "نعیم الدین نعیم فضلِ ایزد"

۱۳۶۷ھ

دیگر

کردہ سفر بجلت صدر الافاضل آقا ۔۔۔ پیدا شود بقلبش شوق جمالِ مولا

تاریخ ایں نوشتہ مخدوم بندہء او "ذی الحجہ نوزدہ شب پیک وصال مولا"

۱۳۶۷ھ

(۴) جناب طارق سلطان پوری، محلّہ حطاراں، حسن ابدال ضلع اٹک

ماہِ چرخِ بصیرت و دانش آفتابِ سپہر فضل و کمال
شیر حق، جس سے خائف و مرعوب دجل و مکر و منافقت کے شغال
کوئی اس کو شکار کر نہ سکا کم نہ غیروں کی سازشوں کے تھے جال
متحرک برائے پاکستان تھا سراپا عمل وہ خوب خصال
شامل اجتماعِ بنارس میں تھے جہاں اور بھی فرشتہ خصال
عز اسلام کے ساتھ سب طالب نہ مفاداتِ ذات کا تھا سوال
آج بھی اس کا ذکر ہوتا ہے جذبہء عشق کو نہیں ہے زوال
آج بھی اس کی یاد باقی ہے ہو گئے اس کے وصل کو کئی سال
باغِ فردوس اس کا مسکن ہو رحمت حق ہو اس کے شامل حال
"رہنمائے عظیم ما" طارق اس حق اندیش کا ہے سال وصال

۱۳۶۷ھ

(۵) حضرت صابر براری، کورنگی، کراچی

ہوئے ہیں راہی سوئے عدم صدر الافاضل بھی
تھے جو مشہور نکتہ سنج و نکتہ دان و نکتہ چیں
لکھی ہے آپ نے تفسیر قرآن مبین ایسی
ہے جملہ اہلسنت کے لئے وہ باعثِ تسکیں
نعیمی جو مبلغ دین کے ہیں سارے عالم میں
ہیں سب ہی معتقد ان کے، ہیں ان کے در کے خوشہ چیں
حقیقت خوب روشن ہو گئی ہے خلق میں صابر
"امام، عالم و فاضل تھے مولانا نعیم الدین"

ماخذ

(۱) "حیات صدر الافاضل" از مولانا حکیم غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور طبع دوم

متعدد صفحات۔

(۲) "تذکرہ علمائے اہلسنت" از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور (بھارت) ۱۳۹۱ھ ص ۲۵۲ تا ۲۵۳۔

(۳) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۳۶۶۔

(۴) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۶۶ تا ۲۷۳۔

(۵) "مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی" از پروفیسر اشتیاق طالب مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور۔ متعدد صفحات۔

(۶) "حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۶۷، ۶۸، ۷۳۔

(۷) "امیر ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء متعدد صفحات۔

(۸) "تاریخ ساز شخصیات" از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۲۴۳ تا ۲۴۴۔

(۹) ماہنامہ "جہان رضا" لاہور جنوری ۱۹۹۸ء ص ۴۴ تا ۴۷۔

(۱۰) ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور جنوری ۱۹۷۴ء ص ۶۵، ۶۶۔

(۱۱) ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی اگست ۱۹۷۱ء ص ۴۳۔

(۱۲) "تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم" از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء متعدد صفحات۔

(۱۳) ماہنامہ "نور الحبیب" بصیر پور ضلع اوکاڑہ اپریل ۱۹۹۸ء ص ۳۶، ۳۷۔

(۱۴) "تاریخ رفتگاں" جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۲۰۔

مولانا حکیم معراج الدین احمد امر تسریؒ

مولانا حکیم معراج الدین احمد ۷ / اپریل ۱۸۸۶ء کو امر تسر (بھارت) کے مشہور معروف طبیب حکیم محمد ابراہیم کے ہاں پیدا ہوئے۔ مڈل پاس کرنے کے بعد "بابائے طب" حکیم غلام رسول امر تسری کے حضور زانوئے تلمذ تہ کر کے علوم دینیہ کی تحصیل کی اور طب بھی پڑھی اور پھر والد گرامی کی زیر نگرانی مطب شروع کر دیا۔

مطب کے ساتھ ساتھ حکیم صاحب کو علم و ادب سے بھی بھرپور دلچسپی رہی۔ ۱۹۰۴ء میں آپ نے اخبار "کامریڈ" جاری کیا جس نے کانگرس کی اسلام دشمن پالیسی کو بے نقاب کر کے مسلمانان برصغیر کی رہنمائی کی۔ اس کے بعد آپ نے ایک کتاب "کانگرس کا کچا چٹھا" لکھی جو بہت مقبول ہوئی اور اس کے کئی ایڈیشن چھپے۔ "اخبار" "تحبہ سونا" جاری کر کے آپ نے "اکالی تحریک" کے خلاف محاذ قائم کر کے شاندار خدمات انجام دیں۔

مختلف مواقع پر آپ اخبار "ہنٹر"، "رفیق صادق"، حقی اور "اخبار جماعت" کے ایڈیٹر رہے۔ اخبار "المعین" کی ادارت بھی کی۔ "المعین" میں ایک قابل اعتراض مضمون چھپنے پر حکومت نے ضمانت طلب کی۔ حکومت کی طرف سے اخبار ضمانت طلبی کا یہ پہلا واقعہ تھا جو "المعین" سے شروع ہوا اور اب تک رائج ہے۔ احباب نے ضمانت کے لئے رقم کی پیش

کش کی مگر آپ نے حکومت کو ایک کوڑی تک دینا گوارا نہ کیا۔

ستمبر ۱۹۱۴ء میں آپ نے "انجمن راعیان ہند" کی بنیاد رکھی اور "راعین میگزین" کا اجراء کیا۔ ارائیں قوم کی تنظیم کے اس اولیں داعی نے قوم کے لئے جو خدمات سرانجام دیں وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کی کوششوں سے "انجمن راعیان ہند" کا سب سے پہلا اجلاس لاہور میں سر میاں محمد شفیع (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) کی صدارت میں ہوا۔ اس عظیم الشان اجلاس میں علامہ محمد حسین عرشی امر تسری (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۸۵ء) نے اپنی نظم میں حکیم صاحب کو یوں خراج عقیدت پیش کیا۔

راہبر کون وہ سوتوں کو جگایا جس نے
جرس قافلہ شوق بجایا جس نے

مژدہ منزل مقصود سنایا جس نے
مدد قوم کا بیڑا ہے اٹھایا جس نے

حامل کلفت ایثار جناب معراج
راہرو جادہ ابرار جناب معراج

اس اجلاس کی کامیابی نے برصغیر میں پھیلی ہوئی "ارائیں قوم" کو متحرک کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے دیگر اقوام کے مقابلہ میں سب سے پہلے "تاریخ ارائیاں" تصنیف کر کے ارائیں دوستی کا ثبوت فراہم کیا۔ قاضی فتح محمد امر تسری بھی آپ کی دریافت تھے جنہوں نے لاہور کی انجمن ارا عیان کے تعاون سے ہفتہ وار "الراعی" جاری کیا۔

ارائیں قوم کی بیش بہا خدمات کے پیش نظر علامہ محمد حسین عرشی امر تسری (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۸۵ء) نے آپ کو اپنی ایک نظم میں راعیوں کا "سر سید" لکھا تھا۔ جب انجمن راعیان کی تنظیم واشاعت کا کام لاہور والوں نے سنبھال لیا تو حکیم صاحب نے اپنی تمام تر توجہ دین ومذہب کی طرف مبذول کر لی۔

آپ نے اوائل عمر میں ہی سنوسی ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کے دست حق پرست پر بیعت کر لی تھی۔ بیعت کے بعد آپ اپنے زہد و تقویٰ، مذہبی وملی خدمات اور اطاعت مرشد کی بدولت حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے خاص مریدوں میں شمار ہونے لگے تھے، حتیٰ کی فنافی الشیخ کی منزل تک جا پہنچے۔

حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے خلیفہ خاص مولانا غلام احمد اخگر امر تسری (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۲۷ء) نے امر تسر سے اخبار "اہل فقہ" جاری کر کے اہل سنت وجماعت کی

جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ لیکن ایک ایسا وقت آیا کہ حضرت اخگر کو مجبوراً یہ اخبار بند کرنا پڑا تو جولائی ۱۹۱۸ء میں مولانا اخگر اور مولانا محمد شریف کوٹلوی (۱۸۶۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کی تحریک پر حکیم صاحب نے "اخبار الفقیہ" کی ذمہ داریاں قبول کر لیں۔ اس پرچہ کی ترتیب کا سارا کام مولانا اخگر اور فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی فرماتے تھے۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا اخگر کی رحلت ہوئی تو علمائے امرتسر کا ایک وفد مولانا محمد عالم آسی امرتسری (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۴۴ء) سے ملا اور درخواست کی کہ مولانا اخگر کی رحلت سے الفقیہ کی علمی حیثیت ختم ہوگئی ہے لہذا آپ سرپرستی قبول فرمائیں۔ حضرت آسی نے یہ ذمہ داری قبول فرمائی۔ چنانچہ مولانا آسی اور استاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری مدظلہ' کے برادر اکبر حضرت حکیم غلام قادر (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۷۵ء) نے پرچہ کی ترتیب کا کام سنبھالا یعنی ان کے علمی معاون رہے اور یہ ایک ایسا بے غرض تعاون تھا کہ ان دونوں بزرگوں کا اخبار میں حیثیت مدیر یا مدیر معاون کبھی بھی نام نہیں چھپا۔

حکیم صاحب نے اپنے پیر و مرشد حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہ، کی زیر قیادت تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا۔ لیکن وہ ہندو مسلم اتحاد کو مسلمانوں کے لئے انتہائی مہلک سمجھتے تھے جیسا کہ بعد میں حالات نے ثابت بھی کر دیا۔ حکیم صاحب نے "الفقیہ" کی اشاعت مورخہ ۲۰ / مارچ ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۹ پر "کانگرسی مسلمانوں" کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ :

> "ہمارے دوستوں کو ابھی تک "ہندو مسلم اتحاد" کا شوق ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ ایسا اتحاد مسلمانوں کے لئے سم قاتل ہے۔ ملک کے ہندو لیڈر قومی میثاق کے متعلق جو رویہ اختیار کر رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ابھی "انگریزی راج" ہے، جب "انگریزی راج" میں ہندوؤں کے ظلم و ستم کا یہ حال ہے تو مسلمان یاد رکھیں کہ اگر سوراج مل گیا تو ہندو لوگ، مسلمانوں کو کان سے پکڑ کر ہندوستان سے باہر نکال دیں گے یا ان کی زندگی دشوار کر دیں گے۔ اردو زبان اور رسم الخط کا نام و نشان مٹا دیں گے اور تمام اسلامی حقوق غصب کر لئے جائیں گے۔"

حکیم صاحب "جمعیت علماء اہلِ سنت" کے بنیادی رکن تھے۔ جس کا پہلا اجلاس مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو بریڈلا ہال لاہور میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس میں دیگر اکابر مشائخ و علماء حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء)، مولانا حسرت موہانی (۱۸۸۰ء۔۱۹۵۱ء)، مولانا سید حبیب مدیر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔۱۹۵۱ء)، شیخ صادق حسن امرتسری (۱۸۸۷ء۔۱۹۵۹ء)، سر میاں محمد شفیع (۱۸۶۹ء۔۱۹۳۲ء)، ڈاکٹر سیف الدین کچلو (۱۸۸۸ء۔۱۹۶۳ء)، مولانا محمد [illegible] امرتسری (۱۹۰۰ء۔۱۹۸۷ء)، سر راجہ محمود آباد علی محمد خان (۱۸۷۹ء۔۱۹۳۱ء) نے شرکت کی۔ حکیم صاحب نے اس اجلاس کی کامیابی و کامرانی کے لیے سعی بلیغ کی۔

حکیم صاحب کو دو دفعہ قید و بند کی صعوبتوں سے بھی دو چار ہونا پڑا۔ پہلی بار ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ امرتسر کے سانحہ پر گرفتار ہوئے اور دوسری دفعہ ۱۹۳۰ء میں فرقہ وارانہ فسادات میں پابہ زنجیر ہوئے مگر یہ گرفتاریاں، ذہنی اذیتیں اور پریشانیاں انہیں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے باز نہ رکھ سکیں۔ بقول سید الاحرار مولانا حسرت موہانی:

اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی
ہے مشقِ سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قراردادِ پاکستان منظور ہوئی تو حکیم صاحب نے "الفقیہ" کے صفحات تحریکِ پاکستان کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے وقف کر دیے۔ آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی خبریں نمایاں طور پر شائع کر کے اور تحریکِ پاکستان کے حق میں اداریے لکھ کر تحریک کو تقویت بخشی۔ حضرت امیرِ ملت محدث علی پوری قدس سرہ کے اس مرید نے قیامِ پاکستان کے سلسلے میں جو بے مثال خدمات انجام دیں۔ "الفقیہ" کی فائلیں آج بھی ان کی گواہی دے رہی ہیں۔

"الفقیہ" کی خدماتِ جلیلہ کی ایک جھلک آپ ۱۹۴۲ء اور ۱۹۴۳ء کے ان عکسوں سے لگا سکتے ہیں، جو آئندہ صفحات پر دیے جا رہے ہیں۔ سوادِ اعظم اہلِ سنت کے اس ترجمان نے ۱۹۴۲ء کے اوائل سے "امرتسر" کے ساتھ ساتھ لفظ "پاکستان" کا اضافہ کر دیا تھا۔ کتاب ہذا میں دو شماروں کے سرورق کا عکس شامل کیا جا رہا ہے۔ جنگِ عظیم دوم کے دوران حالات انتہائی نازک تھے۔ اس ہنگامی دور میں "پاکستان" کے لفظ کا تکرار حکومتِ برطانیہ کے

غرض یہ منصب کو دو عوامی دینی تھا اور یا لکھنؤ میں صحافت کی دنیا میں رہنمائی مسلمانوں کی ذمہ داری بھی عوام طلب کی جاتی تھی، مقالے میں جیسا ہوتا تو روز مرہ کا معمول ان کا تھا۔ "المنبر" آپ کا ہم ادارہ امرتسر (پاکستان) لکھتے تھے۔

۱۹۴۶ء کے تاریخ ساز الیکشن میں حکیم صاحب نے "المنبر" کے ذریعہ جو کردار ادا کیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ جنوری ۱۹۴۶ء میں جب صوبہ پنجاب کا الیکشن (۱۹۴۵ء تا ۱۹۴۶ء) کے مسلم لیگ کے سامنے کھلے چیلنج کر کے کی وجہ بنا تو اس میں بھی "المنبر" کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد حکیم صاحب سب کچھ چھوڑ کر لاہور تشریف لے آئے۔ ۱۴ جنوری ۱۹۴۸ء کو "المنبر" کے اجراء کے لئے درخواست دی۔ ۲۰ جولائی کو ڈیکلریشن مل گیا اور پرچہ شائع ہونے لگا۔ بعد ازاں بعض ناگزیر حالات کی بنا پر حکیم صاحب "المنبر" کو گوجرانوالہ لے گئے۔ اور ان کی حیات تک "المنبر" گوجرانوالہ ہی سے نکلتا رہا۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے نے یکم اپریل ۱۹۵۶ء کو لاہور سے دوبارہ اس کا اجراء کیا مگر اب چونکہ پرچہ میں حکیم صاحب والی بات نہ تھی لہٰذا جلد ہی دم توڑ گیا۔

حکیم صاحب کی وفات حسرت آیات ۱۶ نومبر ۱۹۵۵ء مطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۳۷۵ھ بروز منگل بوقت شام قریب ۵ بجے بعمر ۶۲ سال لاہور میں ہوئی۔ امرتسر میں لاکھوں کی جائیداد چھوڑ کر آنے والے اس مرد مخلص کو پاکستان میں سر چھپانے کے لئے جگہ نہ مل سکی، اگر ملی تو صرف قبر کے لئے دو گز زمین۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قبرستان میانی صاحب لاہور میں دفن ہوئے۔ ۱۴ اگست ۱۹۹۹ء کو "تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ لاہور" نے ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے "تحریک پاکستان گولڈ میڈل" دیا جو ان کے صاحبزادے فیاض الدین احمد نے وصول کیا۔

بہت سے شعرائے کرام نے آپ کی رحلت پر مرثیے، تعزیتی نظمیں اور قطعات تاریخ وصال لکھے۔

ذیل میں جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا علامہ تاج الدین احمد تاج عرفانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۸۲ء، ۱۹۵۹ء) کا قطعہ تاریخ وصال درج کیا جاتا ہے:

اے اجل تیرے ستم کی داستاں ہے دلفگار — کاٹتی رہتی ہے تو اس باغِ ہستی کے نہال!
تیرے دامِ مرگ سے کوئی بھی بچ سکتا نہیں! — وسعتِ عالم میں پھیلا ہے ترا خونریز جال!!
پیاری پیاری صورتیں لاکھوں کو جن کی چاہ تھی — مل گیا ہے خاک میں ہر ایک کا حسن و جمال
کیسے کیسے نامور تو نے مٹائے ہائے ہائے — عالم و فاضل، ادیب و شاعر و اہلِ کمال
اُف! بہن کو بھائی سے ماں باپ کو اولاد کو — کر دیا تو نے جدا کیسی ہے تیغِ انفصال
وہ حکیم نامور معراج الدین امرتسری — باعثِ صد رنج و غم ہے آہ ان کا انتقال!!
حنفیوں کا ملک بھر میں ایک ہی اخبار تھا — حامیِ احناف یعنی "الفقیہ" خوش خصال
آپ کے زیرِ ادارت مدتوں چھپتا رہا — اس کے ہوتے تھے مضامیں لاجواب و بے مثال
ان کے مرنے کی تلافی ہو نہیں سکتی کبھی — بھول سکتا ہی نہیں اس موت کا رنج و ملال
اہلِ نسبت سے کوئی پوچھے کہ کیا صدمہ ہے یہ — کیوں نہ مصروفِ بکا ہو آپ کا اہل و عیال
یہ دعا اخلاص سے اے تاج ان کے حق میں ہے — ہوں غریقِ رحمت و افضال و لطفِ لایزال

کٹ گیا ہمزے کا سر کیونکر نہ روئے تاجِ زار
"گریہ و غم بن گئی آوا" آہ تاریخِ سال

۱۳۶۸ھ

ماخذ

(۱) ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر لاہور۔ ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۹ء کی فائلیں۔
(۲) روزنامہ "زمیندار" لاہور بابت ۱۲ ر نومبر ۱۹۴۸ء۔
(۳) روزنامہ "غازی" لاہور بابت ۱۲ ر نومبر ۱۹۴۸ء۔
(۴) "ذاتی یادداشتیں" استاذی حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری ثم لاہوری مدظلہ۔
(۵) "خفتگانِ خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم، لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۳۱۔
(۶) مکتوب گرامی علامہ محمد حسین عرشی امرتسری (عم زاد حکیم معراج الدین احمد) امام مولف از گاہ قادر آباد ضلع ساہیوال محررہ ۱۲ ر ستمبر ۱۹۸۰ء۔
(۷) "قائداعظم، مہد سے لحد تک" از قمر تسکین مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۶۳ تا ۶۵۔
(۸) روزنامہ "امروز" لاہور ۳۰ ر دسمبر ۱۹۷۲ء۔

(۹) روزنامہ "صداقت" لاہور ۱۸ر جون ۱۹۸۰ء۔

(۱۰) روزنامہ "مشرق" لاہور ۲۲ر نومبر ۱۹۸۰ء، ۲۹ر نومبر ۱۹۸۴ء، ۱۱ اپریل ۱۹۸۸ء۔

(۱۱) ماہنامہ "رائی انٹرنیشنل" لاہور، اکتوبر ۱۹۸۹ء ص ۱۲، ۱۳۔

(۱۲) "مجلہ دارالامین" "دعوت نمبر" ص ۱۶۳ مطبوعہ کراچی ۸۴۔۱۹۸۳ء۔

(۱۳) ماہنامہ "شفاء الملک" لائل پور بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۸ء ص ۳۰۔

(۱۴) "پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ" از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۵۷۔



تار کا پتہ "الفقیہ" امرتسر — ۸۸۶ — رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۱۰۹

ہندوستان بھر میں اہل السنۃ والجماعۃ کا واحد ارگن

الفقیہ امرتسر (پاکستان)

فی پرچہ ۲ر

ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو امرتسر سے شائع ہوتا ہے

اغراض و مقاصد
۱- اہل سنت کی مذہبی حمایت کرنا
۲- فرقہائے جدیدہ کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینا۔
۳- اسلامی و ملکی خبروں کی اشاعت، گورنمنٹ اور رعایا کے حقوق کی نگہداشت

شرح چندہ
[illegible]

تاریخ اجرائے الفقیہ ۷ جولائی ۱۹۱۸ء

ایڈیٹر: ابو الریاض معراج الدین احمد

نمبر ۳۱ و ۳۲	مطبوعہ ۹ تا ۱۳ شعبان ۱۳۶۱ھ مطابق ۲۱ و ۲۸ اگست ۱۹۴۲ء یوم جمعہ	جلد ۲۵

در حضور پہ حاضر غلام ہو جائے

(از منشی کرم کریم صاحب دیوبندی)

مدینہ میں یا رب مقام ہو جائے — وہیں یہ عمر دو روزہ تمام ہو جائے
میری جناب مقدس میں سرورِ عالم — قبول میرا درود و سلام ہو جائے
جو جان جائے شہیدی کی طرح روضہ پر — تو عاشقانِ محمدؐ میں نام ہو جائے
زہے ہے دل سے بھو سازی شفاعت پہ — بلا سے آج ہی یوم القیام ہو جائے
یہ آرزو ہے کہ اک بار زندگانی میں — در حضور پہ حاضر غلام ہو جائے
طلب نہ باغِ ارم کی نہ خواہش جنت — عطا مجھے در خیر الانام ہو جائے
خدا کے واسطے اب تو نگاہ لطف و کرم — ادھر بھی اے شہ والا مقام ہو جائے
زباں سے کہتا ہوا الا اللہ الا اللہ
کرم کریم الٰہی تمام ہو جائے

نایاب تحفہ

سالہائے گذشتہ اخبار الفقیہ ۱۹۲۳ء تا ۱۹۴۱ء کے مکمل فائل ایک ایک سال کے الگ الگ جو نہایت محنت و جانفشانی سے اکٹھے کر کے قابل دید مجلد ہیں جس سال کی ضرورت ہو منگوا لیجیے بہت تھوڑی تعداد میں موجود ہیں قیمت فی سال علاوہ محصول ڈاک ایک روپیہ۔ جلد درخواست کر کے منگوا لیں ورنہ پچھتانا پڑے گا

منیجر اخبار الفقیہ امرتسر

اطلاع [illegible]

الفقیہ [illegible] حکیم معراج الدین احمد [illegible] الفقیہ [illegible] امرتسر سے شائع ہوا۔

إِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ

تحریکِ پاکستان گولڈ میڈل

تحریکِ پاکستان میں نمایاں خدمات کے اعتراف کے طور پر
جناب حکیم معراج الدین احمد کو ۱۴ اگست ۹۶ء یومِ آزادی کے موقع پر
تحریکِ پاکستان گولڈ میڈل کا نذرانۂ تشکر پیش کیا گیا۔
انہوں نے مسلمانانِ برصغیر کے نصب العین اور منزلِ مقصود کو قریب تر لانے میں جو کارہائے نمایاں سرانجام
دیئے ہیں، انہیں ہمیشہ قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہے گا۔
یہ سند قوم کی جانب سے اُن خدمات اور قربانیوں کا اعتراف ہے جو انہوں نے حصولِ پاکستان کیلئے پیش کیں۔

ڈاکٹر جاوید اقبال
چیئرمین ٹرسٹی
تحریکِ پاکستان ورکرز ٹرسٹ

سیکرٹری ٹرسٹی
تحریکِ پاکستان ورکرز ٹرسٹ

تاریخ ۱۳ اگست ۱۹۹۶ء
نمبر No. 96-10

Movement Workers ... LAHORE

ڈاکٹر سید ظفر الحسن انبالویؒ

مولانا ڈاکٹر سید ظفر الحسن بن سید دیوان محمد کی ولادت ۱۴ر فروری ۱۸۷۹ء کو سیالکوٹ میں ہوئی۔ آبائی وطن قصبہ کھرڑ ضلع انبالہ (مشرقی پنجاب) تھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے (فلسفہ) کرنے کے بعد جرمنی سے فلسفہ کے مضمون REALISM پر پی ایچ ڈی کی اور واپس آتے ہی علی گڑھ میں فلسفہ کے استاد ہو گئے اور پھر ترقی کرتے کرتے صدر شعبہ فلسفہ کے عہدہ تک جا پہنچے۔ آپ پہلے ہندوستانی تھے جنہوں نے فلسفہ کے مضمون REALEM پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر صاحب کی شادی بر صغیر کے نامور ادیب، شاعر اور صوفی بزرگ سید غلام بھیک نیرنگ انبالوی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ آپ علوم عربیہ اسلامیہ اور غربیہ المانیہ والکلزیہ کے امام عصر تھے۔ حق یہ ہے کہ علوم اسلامیہ حاضرہ کے اندر حضرت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کے بعد ان کے پایہ کا کوئی دوسرا محقق، حکیم و عارف اس زمانہ میں یورپ و ایشیا میں نہیں تھا۔ اور اُن کا یہ درجہ و مرتبہ مشرق و مغرب نے تسلیم کر لیا تھا۔

وہ نہ صرف حکیم و فیلسوف اعظم تھے بلکہ بڑے زبردست صاحب طریقت، صاحب ذوق و بصیرت، صاحب باطن و حال اور پکے مومن مسلمان تھے۔ اُن کا قول تھا کہ

مشرق و مغرب کے علومِ حکمت کو کھنگال ڈالنے کے بعد صرف دو باتیں سیکھی ہیں۔ وہ یہ کہ دنیا میں صرف ایک کتاب ہے اور وہ قرآن اور دنیا میں صرف ایک انسان ہے اور وہ ہے محمد ﷺ! ڈاکٹر صاحب کے امتیازی اور مستقل فلسفہ کو جرمنی میں بھی تسلیم کیا گیا۔

فلسفہ و حکمت میں ڈاکٹر سید ظفر الحسن، علامہ اقبالؒ کی طرح اپنے ایک مستقل جداگانہ ممتاز مذہبِ حکمت کے بانی ہوئے ہیں جس کو حکماءِ مغرب نے تسلیم کیا تھا۔ ان کے رشد و کمال کا یہ درجہ تھا کہ ان کی تھیوری اور حکمت پر لوگوں نے مقالات اور تھیسس (THE-SIS) لکھ کر برلن اور جرمنی کی دوسری یونیورسٹیوں سے ڈاکٹری کی ڈگریاں حاصل کی تھیں۔ ایک صاحب نے "ڈاکٹر ظفر الحسن کا نظریہء حقیقت و عینیت" (DR, ZA-FAR- UL- HASSANA,S THEORY OF REALISM) پر مقالہ خصوصی لکھ کر جرمنی میں پیش کیا تھا۔ جس پر حکمائے جرمنی اور فلاسفہء مغرب نے صاحب مقالہ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی تھی۔

علامہ ڈاکٹر سید ظفر الحسن نے REALISM اور فلسفہء اسلام اور حکمت کے مختلف شعبوں پر شہرہء آفاق طبع زاد مجتہدانہ کتابیں جرمنی اور آکسفورڈ سے شائع کی تھیں اور کئی غیر مطبوعہ کتابیں موجود ہیں۔

ڈاکٹر صاحب صورتاً و سیرتاً مسلمان تھے۔ چہرہ پر شاندار لمبی داڑھی رکھتے تھے۔ نماز اور وظائف کے پابند تھے۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی طور معتقد تھے۔ سنوسیٔ ہند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء) سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ اور فنافی الشیخ کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔ اپنی تقریروں اور نجی گفتگوؤں میں اکثر اپنے پیر و مرشد کا ذکر فرماتے رہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب بڑے بالغ نظر اور روشن ضمیر تھے۔ حسن واخلاق، سیر چشمی، ہمدردی و محبت کی زندہ تصویر تھے۔

آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہندی کفر اور ہندو اتحاد کی تفسیر جدید یعنی گاندھیت کی تحلیل ہے۔ ہندی کفر جدید یعنی گاندھیت جب کانگرس پارٹی کے مذہب مسلط اور دشمنِ قاہرہ کی صورت میں ظاہر ہوئی اور واردھا تعلیمی اسکیم کے ذریعے اس نے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی ترکیب نکالی تو یہ مردِ حکیم، مردِ مسلم و مجاہدین کے ظاہر ہوا۔ بابائے ملت حضرت

قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) نے آل انڈیا مسلم لیگ کے ماتحت ایک مسلم تعلیمی کمیٹی قائم کی جس کے صدر ڈاکٹر سید ظفر الحسن تھے اور سیکرٹری ان کے شاگرد ڈاکٹر افضال حسین قادری (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۴ء) تھے۔ سید صاحب کی بلند پایہ رپورٹ وار دھا سکیم کیلئے پروانہء موت ثابت ہوئی۔ بعد ازاں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے مسلم تعلیمی اسکیم، سید صاحب کی نگرانی میں تیار کی۔ سید صاحب کی رپورٹ اور اسکیموں کو آج پاکستان میں بروئے کار لانے کی اشد ضرورت ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ علی گڑھ پاکستان اسکیم کو ستمبر ۱۹۳۹ء میں کتابی، علمی و عملی شکل میں پیش کرنا تھا۔ پاکستان کی آواز تو بلند ہو رہی تھی لیکن کوئی اس کی علمی و عملی صورت اور اس کی فلسفیانہ اور منطقی بنیاد کو واضح اور معین شکل میں اب تک پیش نہ کر سکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے پیرو مرشد حضرت امیر ملت قدس سرہ، کے ارشاد پر اپنے شاگردِ خاص ڈاکٹر افضال حسین قادری (ف ۱۹۷۴ء) کے تعاون سے یہ سکیم مع چارٹ و نقشہ جات اور مقدمہ بعنوان "ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ اور اس کا حل" مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش کی جس نے "علی گڑھ پاکستان اسکیم" کے نام سے شہرت عام بقائے دوام حاصل کی۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تمام اساتذہء کرام اور پروفیسران کا زبردست بیان سکیم کی تائید وحمایت میں شائع ہوا اور جلد ہی یہ سکیم پورے برصغیر میں ہر دل کی دھڑکن بن گئی۔ چنانچہ تحریک پاکستان کی تاریخ میں "علی گڑھ سکیم" ایک نشانِ اعظم کا درجہ رکھتی ہے۔

اس سکیم کی تیاری کے سلسلہ میں حصرت امیر ملت قدس سرہ، کے مشورہ پر ڈاکٹر صاحب اور علامہ اقبالؒ کے مابین کچھ عرصہ خط و کتابت بھی رہی اور بعض باتوں کی وضاحت کے لئے ڈاکٹر صاحب نے اپنے شاگرد خاص ڈاکٹر برہان احمد فاروقی (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۹۵ء) کو بارہا حکیم الامت علامہ اقبالؒ کی خدمت میں بھیجا۔

ڈاکٹر صاحب کا خیال تھا کہ ہندوستانی کے مسلمانوں کی اپنی ایک علیٰحدہ قومی شناخت ہے جو بڑی حد تک غیر مسلموں سے مختلف ہے۔ اس اسکیم میں ہندوستان کو تین خود مختار وفاقوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا جن میں سے ایک شمال مغرب میں واقع چار مسلم اکثریتی صوبوں اور متعدد چھوٹی ریاستوں پر، دوسرا بنگال (ہاوڑہ، مدناپورہ، بہار کا ضلع

پورنیا اور آسام کا ضلع سہلٹ نکال کر) پر اور تیسرا باقی ماندہ ہندوستان (چند علاقے مستثنیٰ کر کے) پر مشتمل ہو جس کے لئے انہوں نے خصوصی حیثیت کی ٹھوس تجویز پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ ان تینوں وفاقوں کو دفاع اور حملہ کے لئے باہمی اتحاد کی اجازت دی جائے۔

ڈاکٹر صاحب کا ایک اور بہت بڑا کارنامہ حضرت قائداعظمؒ کو جو ابتک پاکستان سکیم کے قائل نہیں ہوئے تھے، انہیں سکیم کی بنیاد پر مسلسل مذاکرات و مباحثات و مکالمات کے ذریعہ قائل کرنا تھا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ قائداعظمؒ نے مارچ ۱۹۴۰ء میں اجلاس لاہور آل انڈیا مسلم لیگ میں قرارداد پاکستان پیش کی۔ یہ غالباً لوگوں کو معلوم نہیں کہ حضرت قائداعظمؒ کے خطبہء لاہور کا وہ تمام حصہ جو "ٹو نیشن تھیوری" پر ہے وہ سب ڈاکٹر صاحب کا لکھا ہوا ہے۔ قرارداد لاہور، اس کی منطقی فلسفیانہ تھیوری پر قائداعظمؒ کا خطبہء لاہور اس عارفِ علی گڑھ کا فیضانِ روحانی تھا۔ اور ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ ساری تحریک پاکستان، تحریک علی گڑھ کا ثمرہ تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے علی گڑھ یونیورسٹی میں اپنے زیرِ ہدایت ایک خفیہ سوسائٹی بھی قائم کر رکھی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے اکثریتی صوبوں میں ایک آزاد حکومت قائم کی جائے۔ اس وقت تک ابھی "پاکستان" کا نام ایجاد نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اس سوسائٹی میں شامل ہونے والوں سے دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اور پڑھوا کر بیعت لیا کرتے تھے۔ سوسائٹی کا ہر ممبر ہر روز بعد از نماز فجر مندرجہ ذیل حلف نامہ ایک وظیفہ کی طرح پڑھا کرتا تھا۔

"بیعت، میں فلاں بن فلاں خدا کو حاضر ناظر جان کر پورے صدق اور خلوص کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ

ہندوستان میں مسلمانوں کا عروج و اقبال ہمیشہ میری غایت ہو گی اور اس غایت کو حاصل کرنے کے لئے میں اپنی جان و مال، عزت اور آسائش ہر چیز قربان کرنے کو ہمیشہ تیار اور آمادہ رہوں گا اور ہر طرح جدوجہد کرتا رہوں گا...... اور میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ اس غایت کو حاصل کرنے کے لئے جو حکم آپ بہ حیثیت امیر مجھے دیں گے اس کی بے چون و چرا بدل و جان تعمیل کروں گا......

میں فلاں بن فلاں، بیعت کے تحت نہایت پکا وعدہ کرتا ہوں کہ......

(۱)......غایت معلومہ کو حاصل کرنے کے لئے میں ملک کی سیاسیات میں اپنا نصب العین یہ رکھوں گا کہ اولاً مسلمان صوبوں میں اتحاد کلی قائم ہو جائے۔" اور ثانیاً پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کی ایک فیڈریشن بن جائے۔ جو باقی ہندوستان سے بالکل علیحدہ ہو۔ صوبوں میں نیابت بہ اعتبار آبادی ہو، مسلمانوں کا جداگانہ انتخاب ہو اور ان کے حاصل کرنے کی پوری سعی کروں گا۔

(۲)......ہمیشہ کسی نہ کسی قسم کی ورزش کیا کروں گا تاکہ میری صحت و قوت قائم رہے۔ نیز اجتماعی و انفرادی مدافعت کے طریقے سیکھوں گا۔

(۳)......میں حتی الامکان قرض نہیں لوں گا۔ اگر قرض کے بغیر چارہ نہ ہو تو اس صورت میں مسلمان سے قرض لوں گا۔ غیر مسلم سے ہرگز قرض نہیں لوں گا۔ اور اپنی جائیداد غیر مسلم کے ہاتھ ہرگز رہن یا بیع نہیں کروں گا۔

(۴)......کسی پر بوجھ بن کر نہیں رہوں گا۔ اپنی معاش خود پیدا کروں گا اور اس کے لئے کوئی حرفت سیکھوں گا۔

(۵)......حتی الامکان مسلمانوں سے خریداری کروں گا اور مسلمانوں سے اجرت پر کام لوں گا۔

(۶)......اپنی ذات میں وہ اخلاق پیدا کروں گا جو ہماری غائت کے لئے مفید ہیں۔ یعنی اطاعت، رازداری، وفاداری، جسارت، استقامت، خودداری، صداقت، ایثار، کفایت شعاری، سادگی اور اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہوں گا۔ مسائلِ مذہبی میں اختلافات سے اجتناب کروں گا اور حتی الامکان اسلام اور اسلامیات کی پابندی کروں گا اور اُن میں نظر پیدا کروں گا۔

(۷)......دوسرے ارکان کے ساتھ محبت و اخوت کے ساتھ رہوں گا۔ اور حتی الامکان اُن کی مدد کروں گا۔ کبھی کسی رکن کو دھوکا نہیں دوں گا۔ اور جماعت میں شریک ہو جانے کو ذاتی فائدہ اٹھانے کا ذریعہ نہیں بناؤں گا۔ اور امیر کی نسبت بدگمانی نہیں کروں گا۔

(۸)......امیر کی اجازت کے بغیر کسی سیاسی جماعت میں شریک نہیں ہوں گا اور اس کی مرضی کے خلاف ملکی انتخابات میں ووٹ نہیں دوں گا۔ اس کی رضا کے بغیر ملازمت

اور شادی نہیں کروں گا اور نہ ممالکِ غیر میں جاؤں گا۔

(۹)...... حتی الامکان دوسروں کو اپنا ہم خیال بناؤں گا۔ کہ وہ جماعت میں شریک ہوں اور مسلمانوں میں جماعت کے خیالات کو پھیلاؤں گا۔

(۱۰)...... شودروں کو مسلمان بنانے کی کوشش کروں گا۔ اور اس کوشش میں مدد کروں گا۔

(۱۱)...... بہ طیبِ خاطر جماعت کو...... ماہوار پابندی کے ساتھ ہمیشہ چندہ دیتا رہوں گا اور اس کی مالی امداد کرنے سے دریغ نہیں کروں گا۔

(۱۲)...... صبح کو اٹھتے وقت اور رات کو سوتے وقت بہ خشوع و خضوع یہ دعا مانگوں گا۔

"یااللہ! اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے اپنی بیعت پر قائم رکھ اور وعدوں کو پورا کرنے کی توفیق دے۔"

اس کے بعد عہد بیعت کو دہراؤں گا اور ہر ہفتہ جمعۃ المبارک کے دن صبح کے وقت اپنے وعدوں کو بھی دہراؤں گا۔"

۱۹۴۴ء میں "آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ مختلف مقامات پر تربیتی کیمپوں کے انعقاد نے فیڈریشن کی کارکردگی کا لوہا منوایا۔ اس تربیت کا مقصد مسلمان طلباء کو "مسلم انڈیا" اور "منصوبہ ءپاکستان" کے مسائل سے آگاہ کرنا تھا۔ اسی قسم کا ایک خاص کیمپ ۱۸ر تا ۲۸ر اکتوبر ۱۹۴۴ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لگایا گیا جس میں طلباء کے علاوہ ڈاکٹر افضال حسین قادری (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۴ء) پروفیسر ابو بکر احمد حلیم (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۵ء) پروفیسر جمیل الدین احمد (۱۹۱۰ء۔ ۱۹۷۰ء) اور ڈاکٹر سید ظفر الحسن نے مقالے پڑھے جس سے طلباء میں حصول پاکستان کے لئے ایک نیا ولولہ اور جذبہ پیدا ہوا۔

پاکستان بننے کے بعد آپ نے سر آغا خاں کے ساتھ مل کر کراچی میں ایک "عالمگیر سائنسی انسٹی ٹیوٹ" "اسلامی اکیڈمی"، "یونیورسٹی" اور "مرکز علوم معارف و تحقیقات" قائم کرنے کا منصوبہ بنایا مگر افسوس کہ یہ منصوبہ پروان نہ چڑھ سکا۔ اور حکومت پاکستان نے بھی آپ کی بالکل قدر نہ کی۔

ڈاکٹر صاحب کی رحلت ۲۲ر شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹ر جون ۱۹۴۹ء بروز پیر راولپنڈی میں ہوئی۔ جسد مبارک کو لاہور لا کر قبرستان میانی صاحب میں میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) کی قبر سے متصل جانبِ مشرق سپرد خاک کر دیا گیا۔

جناب طارق سلطان پوری نے یہ قطعہ ء تاریخ وصال کہا۔

"خورشیدِ جاہِ حسن بصیرت"

۱۹۴۹ء

بہت اس کا ہے نام علم و فراست کی مجالس میں جہانِ حکمت و دانش میں ہے اس کی بڑی شہرت
محقق شہرہ آفاق، عالمگیر دانشور رئیسِ شہرِ فکر و فلسفہ وہ نازشِ ملت
حکیم و فیلسوف و مردِ مومن، عارف و صوفی فضائل کا حسین پیکر جہانگیر اس کی حیثیت
بصیرت، وسعتِ فکر و نظر، تدبیر و دانائی ہوئی اس کی پر فراواں بخشش و فیاضیء قدرت
تفکر اجتہادی، سوچ اس کی انقلابی تھی مبرہن کی جہاں پر حکمتِ اسلام کی عظمت
ہوئی مشہور عالم میں علی گڑھ کی سکیم اس کی مدلل، منطقی بنیادِ پاکستان کی صورت
وہ تھا تحریکِ پاکستان اک حامی، وہ شامل تھا ہوا جب جادہ پیما کاروانِ جرأت و ہمت
مقامِ فقر اس کا اس حقیقت سے ہویدا ہے علی پوریؒ زعیم معرفت کا تھا وہ بانسبت
قریبی حضرتِ اقبالؒ سے بھی ربط تھا اس کا جہانِ فلسفہ میں اک سند ہے جن کی حیثیت
عظیم اربابِ سائنس اس کی شاگردوں میں شامل ہیں تو دیکھیے تو اس کی بارگاہِ علم کی رفعت
کریں فخر اہلِ ملت جس قدر اس پر، نہیں بے جا وجود اس کا متاعِ بے بہائے دامنِ ملت

بہ تائیدِ سروشِ غیب، تاریخِ وصال اس کی
کہی طارق "بزرگ با وقارِ دانش و حکمت"

۱۳۶۸ھ

ماخذ

(۱) "اقبال کا سیاسی کارنامہ" از محمد احمد خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء ص ۹۳۰۔

(۲) "فدایان امیر ملت" از محمد صادق قصوری مطبوعہ برج کلاں (قصور) ۱۹۸۱ء ص ۲۰ تا ۲۶۔

(۳) "حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص

۳۳،۳۴-

(۴) "خفتگان کراچی" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۹، ۲۰-

(۵) "خفتگانِ خاکِ لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۹، ۲۰-

(۶) "قرار داد پاکستان صحافتی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۱۴۶-

(۷) "معاصرین" از مولانا عبد الماجد دریا آبادی مطبوعہ کراچی سن ندارد ص ۲۰۰-

(۸) "وفیاتِ مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۲۳-

(۹) "کاروان شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۴۰۳-

(۱۰) "قائد اعظم محمد علی جناح اور پاکستان" از شریف الدین پیر زادہ مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۹ء ص ۴۶ تا ۵۱-

(۱۱) "کتابِ زیست" از الحاج محمد زبیر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۲۵۵ تا ۲۵۶-

(۱۲) ہفت روزہ "قندیل" لاہور بابت ۶ ر ستمبر ۱۹۴۹ء ص ۱۱، ۱۲-

(۱۳) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۷ ر دسمبر ۱۹۸۰ء-

(۱۴) مکتوبِ گرامی سید عقیل ظفر الحسن (صاحبزادہ ڈاکٹر سید ظفر الحسنؒ) بنام مؤلف از لاہور محررہ یکم / فروری ۱۹۸۱ء-

(۱۵) مکتوبِ گرامی الحاج محمد زبیر سابق اسسٹنٹ لائبریرین مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بنام مؤلف از کراچی محررہ ۹ ر نومبر ۱۹۸۰ء-

(۱۶) مکتوب گرامی جناب طارق سلطانپوری بنام مؤلف از حسن ابدال ضلع اٹک محررہ ۳۱ ر مئی ۱۹۹۸ء-

(۱۷) "تاریخ نظریہء پاکستان" از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۳۰۰-

(۱۸) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۱۰۵، ۸۱۳-

مولانا محمد شفیع داؤدیؒ

مولانا محمد شفیع داؤدی ۱۸۷۹ء میں داؤد نگر ضلع مظفر پور (صوبہ بہار، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ کلکتہ یونیورسٹی سے بی اے اور ایل ایل بی کیا۔ کلکتہ ہائی کورٹ اور پٹنہ ہائی کورٹ میں کامیاب وکالت کی۔ دینی علوم پر بھی اچھی خاصی نظر تھی۔ مظفر پور میں "شفیع منزل" کے نام سے ایک شاندار رہائش گاہ تعمیر کی جس میں تا زیست رہائش پذیر رہے۔

مولانا داؤدی نے تحریک خلافت میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے آپ کو اس کے لئے وقف کر دیا۔ علی برادران کے خاص الخاص مخلصین میں سے تھے۔ ۱۹۲۵ء میں "بہار، اڑیسہ خلافت کانفرنس" کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۶ء میں سنٹرل اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔ فروری ۱۹۲۷ء میں "آل انڈیا خلافت کانفرنس" کے اجلاس لکھنؤ کی صدارت کی۔ "تحریکِ ترکِ موالات" میں وکالت چھوڑ کر نیم فقیرانہ لباس زیب تن کر لیا۔ اس وقت تین ہزار روپے ماہوار کی آمدن تھی۔ اس تحریک میں قلندرانہ کردار ادا کرنے کی پاداش میں ۱۹۲۰ء میں دفعہ ۱۰۸ تعزیرات ہند کے تحت آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ آپ نے ضمانت نہ دی اور نتیجتاً ایک سال کے لئے قید و بند کی تکالیف برداشت کرتے رہے۔

اس گرفتاری کے لئے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس جب "شفیع منزل" پہنچا تو تین چار سیڑھیاں چڑھ کر ہی مولانا کے کمرے کے سامنے والے برآمدے میں لڑکھڑا گیا۔ یہ مولانا

کی شخصیت اور حب قومی کا رُعب تھا جس نے اتنا دہشت زدہ کر دیا تھا کہ وارنٹ گرفتاری بھی مشکل دکھا سکا۔ مولانا نے اسے بڑی فراخ دلی سے خوش آمدید کہا اور بتایا کہ وہ ساتھ چلنے کو تیار ہیں، گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مسلم لیگ نے دہلی اجلاس (۱۹۲۶ء) میں آئینی اصلاحات کے لیے سکیم وضع کرنے کی خاطر جو کمیٹی مقرر کی تھی اس نے فروری ۱۹۲۷ء کے شروع میں قائداعظم کی رہائش گاہ ویسٹرن کورٹس دہلی میں اپنی میٹنگ بلائی۔ لیگ کی ۱۹۲۴ء۔ ۱۹۲۵ء۔ ۱۹۲۶ء کی قراردادوں میں جن مطالبات اور تحفظات کا تعین کیا گیا تھا ہندو لیڈر انہیں قبول کرنے میں متامل تھے۔ وہ بدستور مخلوط طریق انتخاب پر مصر رہے۔ اس لئے کمیٹی نے ایک ایسا فارمولا تیار کرنے کی سعی کی جو انہیں قابل قبول ہو۔ جوں جوں کمیٹی کی میٹنگز ہوتی رہیں ان کی اہمیت بڑھتی گئی۔ قائداعظمؒ نے مباحثوں میں حصہ لینے کے لئے دوسرے لیڈروں کو بھی مدعو کیا۔ ایسی آخری میٹنگ ۲۰/مارچ ۱۹۲۷ء کو قائداعظم کی زیر صدارت ہوئی جس میں درج ذیل اصحاب نے شرکت کی۔ مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) سر محمد شفیع (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) سر محمد یعقوب خاں (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۲ء) میاں شاہنواز (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۸ء) صاحبزادہ عبدالقیوم خاں آف سرحد (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۳۷ء) نواب ذوالفقار علی خاں (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۳۳ء) عبداللہ سہروردی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۳۵ء) ڈاکٹر مختار احمد انصاری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۶ء۔) راجہ غضنفر علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۳ء) مہاراجہ علی محمد خاں محمود آباد (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۳۱ء) عبدالمتین چوہدری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۴۸ء) امام صاحب جامع مسجد دہلی اور مولانا محمد شفیع داؤدی۔

اس اجلاس میں سندھ کو الگ صوبہ بنانے، صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اصلاحات نافذ کرنے اور بنگال میں مسلمانوں کو قانون ساز مجالس میں آبادی کے تناسب سے نمائندگی دینے اور مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی ایک تہائی مقرر کرنے کے مطالبات کئے گئے تھے۔ ان تجاویز کو "تجاویز دہلی" کے نام سے موسوم کیا گیا تھا، دوسرے رہنماؤں کے علاوہ مولانا داؤدی نے بھی اس پر دستخط کئے تھے۔

مولانا داؤدی نے اس اجلاس میں سرگرمی سے حصہ لیا اور اس کی کامیابی کے لئے

سعیٔ بلیغ فرمائی۔ تجاویز کی تیاری میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

۲۵/ اگست ۱۹۲۸ء کو آل پارٹیز کانفرنس کا جلسہ لکھنؤ میں ڈاکٹر انصاری کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مولانا داؤدی رکن مرکزی مجلس قانون ساز (ممبر سنٹرل اسمبلی) نے زور دیا کہ وہ تجاویز جو دہلی میں مسلمانوں نے ۱۹۲۷ء میں بنائی تھیں اور جن کو مسلم لیگ اور کانگرس دونوں نے منظور کر لیا ہے ان کو نہرو رپورٹ میں شامل کیا جائے۔ لیکن ڈاکٹر انصاری اور اُن کے ساتھی کانگرسیوں نے انکار کر دیا۔ مولانا داؤدی ہندوؤں اور کانگرسی مسلمانوں کی ہٹ دھرمی سے مایوس ہو کر رنجیدہ واپس ہوئے۔

۴/ ستمبر ۱۹۲۸ء کو شملہ میں سنٹرل اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ وہاں پنڈت موتی لعل نہرو (۱۸۶۱ء۔۱۹۳۱ء) نے کوشش کی کہ اسمبلی میں اپنی تجاویز ریزولیشن کے ذریعے منوالیں۔ اپنی پارٹی کے ایک ممبر گنگانند سنہا سے ریزولیشن کا نوٹس دلوادیا جو بیلٹ میں آکر اس کے لئے تاریخ مقرر ہو گئی۔ مولانا داؤدی جو لکھنؤ سے دلبرداشتہ ہو کر آئے تھے اور نہرو رپورٹ کے زبردست مخالف تھے۔ انہوں نے اپنی پارٹی "خلافت کمیٹی" کے ممبروں سے مشورہ کیا اور دیگر ممبروں کے سامنے ذکر کیا تو سب نے طے کیا کہ تمام مسلمانوں کی ایک کانفرنس دہلی میں منعقد کی جائے جس کی صدارت کے لئے سر آغا خاں (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۷۳ء) کو لندن سے بلایا جائے۔ ۳۸ مسلمان ممبران اسمبلی وکونسل آف اسٹیٹ نے یہ تجویز منظور کر کے دستخط کر دیئے۔ صرف چار کانگرسی مسلمان ممبران رفیع احمد قدوائی (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۵۴ء) تصدق احمد خاں شروانی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۵ء)، یوسف امام (۱۹ء) اور شاہ محمد زبیر (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۰ء) نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ قائداعظمؒ اس وقت لندن گئے ہوئے تھے۔ ۱۰/ دسمبر ۱۹۲۸ء کو مسلمان ممبران کی طرف سے اخبارات میں اعلان کر دیا گیا کہ مسلمانوں کی تمام جماعتوں کی نمائندہ ایک کانفرنس (آل پارٹیز مسلم کانفرنس) دہلی میں زیر صدارت سر آغا خاں ہوگی۔

اس کانفرنس کے بلانے والے جن ممبران نے دستخط کئے ان کے نام صوبہ وار مندرجہ ذیل ہیں۔

پنجاب :۔ نواب سر ذوالفقار علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۳ء) سر عبدالقادر (۱۸۷۴ء۔ ۱۹۵۰ء)، میاں شاہ نواز (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۸ء) لیفٹیننٹ سردار محمد نواز خاں (۱۹۰۱ء۔

۱۹۶۸ء) میاں عبدالحی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۶ء) سید راجن شاہ گیلانی ملتانی ر ۱۸۷ء۔
۱۹۳۶ء)۔
صوبہ متحدہ (یوپی)۔ مولوی محمد یعقوب (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۲ء) نواب محمد اسمٰعیل خاں
(۱۸۳۸ء۔ ۱۹۵۸ء) سر محمد یامین خاں (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۶۶ء)۔
بنگال :۔ عبداللہ سہروردی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۳۵ء) عبدالحلیم غزنوی (۱۸۷۶ء۔
۱۹۵۳ء) محمد رفیق، حاجی چوہدری محمد اسمٰعیل خاں (ء۔ ۱۹ء) انوار العظیم
(۱۸۹۷ء۔ ۱۹ء) عبدالمتین چوہدری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۴۸ء) محمود
سہروردی (۔۔۱۸ء۔۔۱۹ء)۔
بہار :۔ مولانا محمد شفیع داؤدی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء) نوابزادہ سید اشرف الدین
(۔۔۱۸ء۔۔۱۹ء) بدیع الزمان (ء۔ ۱۹ء)۔
سندھ :۔ حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) محمد پناہ خاں (۱۸ء۔ ۱۹ء) وحید
بخش بھٹو (۱۸ء۔ ۱۹ء)۔
بمبئی :۔ سر ابراہیم ہارون (۱۸ء۔ ۱۹۳۵ء) فاضل ابراہیم رحمت اللہ (۱۸ء۔
۱۹ء)۔
مدراس :۔ مولوی سید مرتضیٰ (۱۸ء۔ ۱۹ء) عبداللطیف فاروقی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹ء)۔
سرحد :۔ صاحبزادہ نواب سر عبدالقیوم خان (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۳۷ء)۔
سی پی :۔ عبدالقادر صدیقی (۱۸ء۔ ۱۹ء)۔

اس کے بعد مفصلہ ذیل ممبران نے بھی دستخط کر دیے: راجہ غضنفر علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۳ء) حاجی عبداللہ حاجی قاسم (۱۸ء۔ ۱۹۳۵ء) کبیر الدین احمد بیرسٹر (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۳۹ء) سید حسین شاہ (۱۸ء۔ ۱۹ء) ممبران اسمبلی۔ پرنس اکرم حسین (۱۸ء۔ ۱۹ء) (پسر نواب واجد علی شاہ آف لکھنؤ) کرنل نواب سر عمر حیات ٹوانہ آف سرگودھا (۱۸۷۴ء۔ ۱۹۴۴ء) میجر نواب محمد اکبر خان ہوتی (۱۸ء۔ ۱۹۵۳ء) نواب سر سید مہر شاہ آف جلالپور شریف ضلع جہلم (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۰ء) سید محمد پادشاہ (۱۸ء۔ ۱۹ء) غلام مصطفیٰ چوہدری (۱۸ء۔ ۱۹ء) علی بخش محمد حسین (۱۸ء۔ ۱۹ء) ممبران کونسل آف اسٹیٹ۔

دوبارہ ۲۲ ستمبر کو اعلان کیا گیا کہ ۱۱ نومبر (۱۹۲۸ء) کو دہلی میں سر آغا خاں کی زیر صدارت جلسہ میں نہرو رپورٹ پر غور ہوگا۔

جب موتی لعل نہرو نے دیکھا کہ اسمبلی میں مسلمان ممبر اس کی رپورٹ مخالفت کریں گے تو اس کی وقعت کہ وہ متفق علیہ ہے جاتی رہے گی اور لارڈ برکن ہڈ (LORD BIRKEN HEAD) کا چیلنج درست ہو جائے گا کہ ہندوستان کی سب قومیں مل کر کوئی آئین نہیں بنا سکتیں لہٰذا دور اندیش پنڈت نے اپنے ممبر کمار گنگا نند سنہا کو اسمبلی سے غائب کر دیا اور جس وقت اس کا نام پکارا گیا کہ ریزولیشن پیش کرے وہ غائب تھا۔ اس طرح پنڈت موتی لعل نہرو اپنی رپورٹ جس میں مسلمانوں کی خوب کھل کر حق تلفی کی گئی تھی، پاس کرانے سے رہ گئے۔ اس کا سہرا مولانا محمد شفیع داؤدی کے سر ہے۔

یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو سر آغا خاں کی صدارت میں دہلی میں "آل پارٹیز مسلم کانفرنس" کا جلسہ ہوا جس میں پانچ ہزار نمائندہ مسلمان شامل ہوئے۔ نہرو رپورٹ کی بڑی سخت اور شدید مذمت کی گئی اور دیگر مسلم مفاد قرار دادیں بھی منظور کی گئیں۔ تائید کرنے والوں میں مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) مولانا عبد الماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) کے علاوہ مولانا داؤدی بھی شامل تھے۔ مولانا داؤدی نے اس کانفرنس کے سیکرٹری کی حیثیت سے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

۱۹۲۹ء میں جب جمعیت علماء ہند مکمل طور پر کانگرس کی گود میں جا گری اور مسلم مفادات کو بالکل نظر انداز کر دیا تو علمائے حق جن میں مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا عبد الماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۴ء) مولانا عبد الکافی الہ آبادی (۱۸۵۸ء۔ ۱۹۳۰ء) مولانا محمد فاخر الہ آبادی (۱۸ ء ۱۹۳۰ء) مولانا قطب الدین عبد الوالی فرنگی محلی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) مولانا سید حبیب ایڈیٹر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۵۱ء) پیر غلام مجدد سرہندی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۴ء)، مولانا نذیر احمد جُجندی (۱۸ ء۔ ۱۹۳۶ء)،

مولانا عبدالرؤف داناپوری (۱۸۷۴ء۔ ۱۹۴۸ء) وغیرہم شامل تھے، کے ساتھ مولانا محمد شفیع داؤدی نے بھی جمعیت علماء ہند کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا۔ اور جمعیت علماء کانپور کی تشکیل کی جس کے صدر مولانا محمد علی جوہر اور سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی منتخب ہوئے۔ نیز ۵ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو "دی مدراس پریذیڈنسی مسلم کانفرنس مدراس" کی صدارت کی۔

اسی سال مسلم لیگ میں شامل ہو کر مسلمانوں کے مفادات کے حصول کی جنگ میں تن من دھن کی بازی لگادی اور پھر تازیست اسی نصب العین پر اپنی تمامتر توانائیاں صرف کر دیں۔ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کی حمایت پر جمعیت علماء ہند کو خوب تنقید کا نشانہ بنایا۔ ۲۵۔ ۲۶ر نومبر ۱۹۳۳ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ زیر صدارت خان بہادر حافظ ہدایت حسین بیرسٹر ایٹ لاء آف کانپور (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۳۶ء) ہوا جس میں صوبوں اور ریاستوں سے تین سال کیلئے مسلم لیگ کے نائب صدور چنے گئے۔ صوبہ بہار کی طرف سے مولانا داؤدی کو تین سال (۱۹۳۳ء تا ۱۹۳۶ء) کیلئے آل انڈیا مسلم لیگ کا نائب صدر چنا گیا۔ اس اجلاس میں مولانا داؤدی نے جمعیت علماء ہند پر بوجہ حمایت "آل انڈیا نیشنل کانگرس کڑی تنقید کی اور ایک قرارداد پیش کی جس میں کمیونل ایوارڈ کے مخالفین کی مذمت کی گئی۔

۱۹۳۰ء میں گول میز کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۳۰ء کو لندن میں جارج پنجم (۱۸۶۵ء۔ ۱۹۳۶ء) نے پہلی گول میز کانفرنس کا افتتاح کیا۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۳۰ء تا ۱۹ر جنوری ۱۹۳۱ء یہ کانفرنس جاری رہی۔ اس وقت گاندھی جی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۸ء) جیل میں تھے۔ ہندو قوم نے اپنی روایتی دوہری چال کا مظاہرہ کرتے ہوئے کانفرنس کا بائیکاٹ کیا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ کانگرس کے بائیکاٹ کے باوجود مہاسبھا کے نمائندے ہندو ذہنیت کی ترجمانی کیلئے موجود تھے۔ باقی تمام جماعتیں بھی اس میں شریک تھیں۔ مسلمانوں کے نمائندوں میں قائداعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) غلام حسین ہدایت اللہ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۸ء) سر میاں محمد شفیع (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) حافظ ہدایت حسین (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۳۶ء)، سر شفاعت احمد خاں (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۴۷ء) سر آغا

خاں (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۷۳ء) نواب احمد سعید چھتاری (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۸۲ء) نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خاں (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۳۷ء) سر سلطان احمد (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۶۳ء) میاں شاہنواز (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۸ء) راجہ شیر محمد (۱۸ء۔ ۱۹ء) بیگم شاہنواز (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۹ء) وغیرہ ہم شامل تھے۔

گول میز کانفرنس کا دوسرا دور ۷ ر ستمبر ۱۹۳۱ء تا یکم ر دسمبر ۱۹۳۱ء جاری رہا۔ اس میں گاندھی جی، کانگرس کے واحد نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ مسلم وفد میں اب مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) سر علی امام (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۳۲ء) اور مولانا محمد شفیع داؤدی بھی شامل ہو گئے۔ گاندھی کی زبردست خواہش کے باوجود ابو الکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۶ء) کو اس اجلاس میں شریک نہ کیا گیا۔ گاندھی نے انگلستان روانہ ہونے سے پہلے کراچی میں اقلیتی امور کے بارے میں ایک فارمولا پیش کر دیا جس میں تین نکات، مخلوط انتخاب، نشستوں کا تعین اور ۲۵ فیصد سے کم آبادی والی اقلیت کے لئے عمومی نشستوں سے انتخاب لڑنے کا حق، شامل تھے۔ کانفرنس کا اجلاس شروع ہوا تو گاندھی نے اپنے علاوہ کسی اور کو ہندوستان کا نمائندہ ماننے سے انکار کر دیا اور اعلان کیا کہ "کانگرس ہندوستان کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور میں اس کا واحد نمائندہ۔" اس نے کوشش کی کہ اقلیتی امور پر تصفیہ کو ملتوی کر کے دستور کی باقی شقیں طے کر لی جائیں مگر اس کی ایک نہ چلی۔ کانفرنس میں اس کی غیر معقولیت بالکل بے نقاب ہو گئی۔ واپس آ کر گاندھی نے تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ گاندھی کو پہلی مرتبہ مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود تحریک چلانے کا اتفاق ہو رہا تھا یہی وجہ تحریک بہت جلد فیل ہو گئی۔

کانفرنس میں گاندھی کی ناکامی اور واپس آنے پر تحریک چلانے کی مذموم کوشش بار آور نہ ہونے پر اسے جو ہزیمت اٹھانا پڑی، اس سے کانگرس کو سخت دھچکا لگا۔ برطانوی وزیر اعظم مسٹر ریمزے میکڈانلڈ (۱۸۶۶ء۔ ۱۹۳۷ء) نے ۱۴ ر اگست ۱۹۳۲ء کو فیصلہ سنا دیا جس کے اہم نکات یہ تھے:۔

(۱) جداگانہ انتخاب کا حق صرف مسلمانوں ہی کو نہیں تمام اقلیتوں کو دے دیا گیا۔

(۲) مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کو ۱/۳ نشستیں دی گئیں۔

(۳) صوبائی مجالس میں اقلیتوں کو اپنے تناسب سے قدرے زیادہ نشستیں دے دی گئیں۔

اس تمام تگ و دو میں مولانا محمد شفیع داؤدی نے اپنی تمام تر صلاحیتیں مسلمانوں کے مفاد کے لئے وقف کر کے مسلم وفد اور قائداعظمؒ کا پورا پورا ساتھ دیا۔ اور اپنے گرانقدر مشوروں اور کوششوں سے گاندھی کے مکر و فریب کے جال کا تار تار کیا۔ ہندو ذہنیت پر مولانا داؤدی کی گہری نظر تھی۔ جیسا کہ معروف مسلم لیگی رہنما چوہدری خلیق الزماں (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) اپنی کتاب "شاہراہ پاکستان" میں لکھتے ہیں :۔

> "شفیع داؤدی بہت صابر اور ہوش گوش کے آدمی ہیں وہ مجھ سے کہتے ہیں کہ ان کے صوبے بہار میں "کانگرس کمیٹی" آئندہ مہاسبھا کا مکمل روپ دھارن کرے گی اور یہ کہ وہاں کیا بُرا انجام ہو گا۔" (ص ۸۷)

۱۹ر فروری ۱۹۳۳ء کو مولانا محمد شفیع داؤدی نے "ایگزیکٹو بورڈ آل پارٹیز مسلم کانفرنس" کا اجلاس دہلی میں طلب کیا کہ برطانوی حکومت کے شائع کردہ وائٹ پیپر (قرطاس ابیض) پر غور کیا جائے۔ اس جلسہ کی صدارت سر محمد یامین خاں (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۲۶ء) نے کی۔ اس جلسہ میں ہندوستان بھر کے چالیس نمائندوں نے شرکت کی۔ جن میں مولانا عبدالقدیر بدایونی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۰ء) مولانا عبدالصمد مقتدری بدایونی (۱۸ ۱ء۔ ۱۹۶۴ء) میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) سید حبیب ایڈیٹر "سیاست" لاہور (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۵۱ء) وغیرہم شامل تھے۔ اس میں پندرہ قراردادیں منظور کی گئیں۔ مولانا داؤدی نے حیثیت سیکرٹری اس کانفرنس کی کامیابی کیلئے بڑی محنت اور تگ و دو کی۔

۲۴ر ستمبر ۱۹۳۴ء کو "مسلم یونٹی بورڈ" نے اپنے اجلاس مراد آباد میں جمعیت علماء ہند (دہلی) کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا کہ بورڈ شریعت کے معاملات میں جمعیت کا مشورہ قبول کرے گا تو اس پر جمعیت علماء (کانپور) کے سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) نے اس کی تردید کر دی اور ساتھ ہی اپنی جمعیت کا اجلاس طلب کر لیا جس میں شاہ سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء)، حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔

[illegible] (۱۸۸۸ء ۔ ۱۹۳۶ء) [illegible]
[illegible] (۱۸۹۸ء ۔ ۱۹۵۱ء) [illegible] (۱۸۸۸ء ۔ ۱۹۴۸ء) [illegible]
[illegible] مسلم [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] ۱۹۳۵ء [illegible] مسلم [illegible]
[illegible] ۱۹۳۷ء کے انتخابات
[illegible]
[illegible] مسلم لیگ کے
[illegible]

۱۹۴۵ء کے انتخابات میں انہوں نے مسلم لیگی امیدواروں کی کامیابی کے
لیے [illegible] ۱۹۴۵ء میں [illegible] کا انتخاب ہوا تو [illegible]
[illegible] مسلم [illegible] مسلم لیگ نے شاندار کامیابی حاصل کی۔ [illegible]
[illegible] (مسلم لیگ) نے ۲۳۳۲ ووٹ حاصل کیے جبکہ ان کے مدمقابل
[illegible] (قوم پرست) کو صرف ۲۳۳ ووٹ ملے اور ضمانت ضبط ہو گئی۔ حلقہ نمبر ۲
[illegible] حلقہ نمبر ۳ [illegible] سے علی الترتیب مسلم لیگی امیدوار [illegible]
[illegible] کامیاب ہو گئے۔

فروری ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں [illegible] کی کل مسلم نشستوں [illegible] میں سے مسلم
لیگ نے ۲۸ نشستیں حاصل کر کے [illegible] کامیابی حاصل کی۔ [illegible]
[illegible] (حلقہ نمبر ۲۹) پر مسلم لیگ کے جناب [illegible]
[illegible] امیدوار نے [illegible]
[illegible] مسلم لیگی امیدوار نے [illegible]
[illegible]

۱۹۴۶ء میں [illegible]
[illegible]

بیچ میں کوئی بات کر گزرا ہوا تھا جب حضور موجود تھے جب کسی سے کچھ نہ
ہو سکتا تھا ... سے ... ہو جاتے۔ آخر کار تیس سال کی طویل علالت کے بعد
۱۹۳۷ء میں مولانا محمد [illegible] ضلع [illegible] کے ... پور (علالت) میں اپنی جان جان آفریں کے
سپرد کر دی۔

[illegible]

[illegible]

۱۸۸۵ء — ۱۹۳۷ء

جدوجہد آزادی میں مولانا حسرت موہانی کی اہلیہ نشاط النساء بیگم نے بھی کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔ نشاط النساء بیگم کی ولادت اکتوبر ۱۸۸۵ء میں ... ضلع ... پور (...) میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام سید ... تھا جو ... کے قریب ... کے مالک تھے۔ نشاط النساء بیگم نے اپنے شوہر کے سیاسی نظریات کو قبول کر کے سیاست میں قدم رکھا۔ تحریک خلافت کے دور میں علی برادران کی والدہ ... اور ... کے ساتھ ... خصوصی طور پر متاثر ہو گئیں ... ہر قسم کی پریشانیوں کا مقابلہ کیا۔ وہ ... خاتون ہونے کے علاوہ اپنے شوہر ... کے ساتھ ... جلسے میں شریک ہو گئیں۔ خود بھی خواتین کے جلسے ... خواتین کا حوصلہ بڑھانے میں ... گئیں جن کے شوہر ... قید و بند میں ہوتے۔

تحریک عدم تعاون کے سلسلے میں جن طلباء نے گورنمنٹ اداروں سے اپنے نام کٹوائے تھے۔ ان کی تعلیم کے لئے مولانا داؤدی نے اپنی کوٹھی کے وسیع و عریض لان میں قومی اسکول اور کالج قائم کئے تھے۔ روپیہ فراہم کرنے کی خاطر محبِ وطن خواتین کھانا پکانے سے قبل ایک مٹھی آٹا جمع کیا کرتی تھیں۔ زبیدہ خاتون طلباء کی غذا و صحت کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ خصوصاً ان کا کھانا وہ اپنی نگرانی میں تیار کراتی تھیں۔ ان کے بڑے بیٹے جس نے خود گورنمنٹ ادارے سے اپنی تعلیم منقطع کر لی تھی میزبانی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ لیکن مالی مشکلات اور حکومت کی طرف سے مستقل پریشان کئے جانے کے سبب یہ ادارے زیادہ عرصے تک نہ چل سکے۔

مولانا داؤدی کی تین سالہ طویل علالت کے دوران زبیدہ خاتون ان کی تیمارداری میں مشغول رہیں۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ زبیدہ کو اپنا رہائشی مکان کرایہ پر دے کر ایک مختصر مکان میں کرایہ پر رہنا پڑا۔ گزر بسر کی خاطر زمینیں بھی فروخت کیں مگر حکومت ہند کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا۔

شوہر کی رحلت کے بعد کراچی (پاکستان) آگئیں اور پھر زندگی گوشہ نشینی میں گزار کر ۲۰ر جون ۱۹۷۰ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ گلشن اقبال کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

ماخذ

(۱) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد اول مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۸۷ء ص ۵۹۳۔

(۲) "سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر" از ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء ص ۲۸۰۔

(۳) "مشاہیر اولیا پاکستان" از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۵۳۹،۸۷۔

(۴) "تحریک پاکستان" از منصور احمد بٹ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء ص ۹۹،۹۸۔

(۵) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۲۷۲۔

(۶) "تذکرۂ کراچی" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۱۲۵۔

(۷) "نامہ و اعمال" جلد اول از سر محمد یامین خان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۹۱ تا ۲۹۳، ۴۳۲ تا ۴۳۸، ۵۱۵۔
(۸) "ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلم خواتین کا حصہ" از ڈاکٹر عابدہ سمیع الدین مطبوعہ پٹنہ (بھارت) ۱۹۹۰ء ص ۱۹۰ تا ۱۹۲۔
(۹) "پلین مسٹر جناح" از سید شمس الحسن مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۳۰، ۳۱۔
(۱۰) "تحریک و تاریخ پاکستان" (۱۸۵۸ء۔ ۱۹۷۷ء) از شیخ محمد رفیق، چوہدری نثار احمد، سید مسعود حیدر حاری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص ۲۵۳ تا ۲۵۹۔
(۱۱) "تحریک پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۲۴۸۔
(۱۲) "تخلیق پاکستان" از فاروق ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۷۶ تا ۳۸۹۔
(۱۳) "تاریخ پاکستان" از محمد بشیر احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۷۹، ۳۸۰۔
(۱۴) "پاکستان ناگزیر تھا" از سید حسن ریاض مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۱۶۷ تا ۱۷۶۔
(۱۵) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۳۸۸ تا ۳۹۰۔
(۱۶) "آزادی کی کہانی، میری زبانی" (سوانح سردار عبدالرب نشتر) مرتبہ آغا مسعود حسین مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۲۰۔
(۱۷) "صرف مسٹر جناح" از سید شمس الحسن (اردو ترجمہ از منیر احمد منیر) مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۴۴، ۴۵۔
(۱۸) "تحریک خلافت" از قاضی محمد عدیل عباسی مطبوعہ دہلی ۱۹۷۸ء ص ۲۶۵، ۲۶۶۔
(۱۹) "مولانا محمد علی کی یاد میں" از سید صباح الدین عبدالرحمٰن مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) ۱۹۷۷ء ص ۱۵۷، ۲۰۴۔
(۲۰) "سیرت محمد علی" (مولانا محمد علی جوہر) از سید رئیس احمد جعفری مطبوعہ دہلی ۱۹۳۲ء ص ۴۹، ۹۲۔
(۲۱) "محمد علی، ذاتی ڈائری کے چند اوراق" حصہ اول از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت) ۱۹۵۴ء ص ۲۳۶، ۳۹۸۔
(۲۲) "محمد علی، ذاتی ڈائری کے چند اوراق" حصہ دوم از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ

اعظم گڑھ (بھارت) ۱۹۵۶ء ص ۷۹، ۸۳، ۸۶، ۹۷، ۱۰۷، ۱۵۴۔

(۲۳) مکتوب گرامی مولانا عبدالقدوس ہاشمی بنام مؤلف از کراچی محررہ ۱۷/ دسمبر ۱۹۸۰ء۔

(۲۴) "اقبال کے حضور" از سید نذیر نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء ص ۵۰، ۱۵۱۔

(۲۵) "پاکستان گولڈن گوبز" از پروفیسر ہارون الرشید تبسم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء ص ۷۹۔

(۲۶) "تاریخ کا نچوڑ" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۵۲، ۱۹۴۔

مولانا سیّد حبیب مدیر "سیاست" لاہور

مولانا سید حبیب اللہ شاہ ولد سید سعد اللہ شاہ (۱۸۵۵ء۔ ۱۹۴۵ء) کی ولادت ۵ دسمبر ۱۸۹۱ء کو جلالپور جٹاں ضلع گجرات (پنجاب) میں ہوئی۔ مشن ہائی سکول وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ سے میٹرک کیا۔ مختلف اساتذہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پہلی عالمی جنگ سے پہلے شمس العلماء مولوی سید محمد ممتاز علی (۱۸۶۰ء۔ ۱۹۳۵ء) کے دارالاشاعت پنجاب لاہور سے بطور کلرک ملازمت کا آغاز کیا۔ اور پھر ماہنامہ "پھول" اور "تہذیب" کے ایڈیٹر رہے۔ بعد ازاں مشہور کشمیری مورخ منشی محمد دین فوق (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۴۵ء) کے "کشمیری میگزین" سے وابستہ ہو گئے۔ اس کے بعد فوج کے کسی محکمے میں بھرتی ہو کر شنگھائی (چین) چلے گئے۔ ۱۹۱۷ء میں فوج کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر کلکتے پہنچے اور اخبار "رسالت" میں ملازمت اختیار کر لی۔ بعد ازاں اپنا ذاتی اخبار "زندگی" کے نام سے جاری کیا۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ پنجاب میں گورنر سر مائیکل اوڈوائر (۱۸۶۴ء۔ ۱۹۴۰ء) کی سخت گیری کے باعث اخبارات بند ہو چکے تھے اور یہاں کے لوگوں کو جنگ کی خبروں کے لئے دوسرے صوبوں کے اخبارات دیکھنے پڑتے تھے۔ اس طرح "زندگی" بھی لاہور میں بکنے لگا۔ "زندگی" کے پنجاب میں داخلے پر پابندی لگی تو "رہبر" جاری کیا۔ اس کا داخلہ بند ہوا تو "نقاش" نکال لیا۔ اس کے بعد لاہور آکر ۱۹۱۹ء میں روزنامہ "سیاست" نکالا

جو ۱۹۳۷ء تک باقاعدگی کے ساتھ اشاعت پذیر ہوتا رہا۔

سید حبیب صحافی بھی تھے اور قومی رضاکار بھی۔ چنانچہ جب کوئی تحریک اٹھتی تو اس میں آپ کا جو کردار ہوتا، اس کی عکاسی ان کے اخبار "سیاست" میں ہوتی۔ آپ کو مشائخ عظام خصوصاً سنوسی ہند امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کا تعاون اور سرپرستی حاصل تھی۔ آپ اعلیٰ درجے کے اخبار نویس، بہت اچھے مقرر اور اسلامی تاریخ سے خوب واقف تھے۔ شعر و شاعری سے بھی اچھا خاصا لگاؤ تھا۔ "بھگوت گیتا" کا منظوم ترجمہ یادگار ہے۔ زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں گزرا۔ نہایت محنتی، جفاکش، باہمت، دوستوں کے مخلص دوست اور دشمنوں کے سخت دشمن تھے۔ بڑے سے بڑے آفیسر اور لیڈر سے ٹکرا جانے میں تامل نہ کرتے تھے۔

آپ کا اخبار مسلم رائے عامہ کا ہمنوا تھا۔ مسلمانوں نے جب بھی کسی مسئلے پر آواز بلند کی، "سیاست" نے بھرپور انداز سے حقیقی کردار ادا کیا اور ملتِ اسلامیہ کے جوش و جذبے کو بلند سے بلند تر کیا۔ رولٹ ایکٹ ایجی ٹیشن اور جلیانوالہ باغ امرتسر کے سانحے کے سلسلے میں قومی پالیسی کا حامل رہا۔ سنسرشپ کی پابندیاں لگیں، طرح طرح کے عتاب نازل ہوئے مگر "سیاست" کے اصولوں میں لرزش نہیں آئی۔ مغل پورہ ایجی ٹیشن اور تحریکِ کشمیر میں سرفروشانہ کردار ادا کیا۔

سید حبیب، تحریک خلافت کے زبردست حامی اور علی برادران کے مخلص ساتھی تھے۔ آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے تحریک خلافت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ آپ کے اخبار "سیاست" نے تحریک خلافت کیلئے جو خدمات انجام دیں وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں آپ کو تحریکِ خلافت میں تن من دھن کی بازی لگانے کی پاداش میں تین سال کی قید ہوئی جو آپ نے نہایت پامردی کے ساتھ میانوالی جیل میں کاٹی۔ اس تحریک میں پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کی زیر قیادت پنجاب میں اگ آگ لگا دی۔ چونکہ آواز میں گونج اور گرج تھی لہذا مجمع پر چھا جاتے اور سامعین مسحور ہو جاتے۔ آپ کی سرفروشانہ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے قوم نے آپ کو "فدائے ملت" کا لقب دیا۔

۲۴ر مئی ۱۹۲۴ء کو مسلم لیگ کا ایک خاص اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں

قائد اعظم محمد علی جناح (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء)، مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔۱۹۳۱ء)، مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔۱۹۳۹ء) کے علاوہ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔

۱۹۲۵ء میں "تحریک خدام الحرمین" میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ابن سعود نے حجاز پر حملہ کیا تو خاندانِ شریفی بے دخل ہو کر آوارہ ء روز گار ہو گیا۔ ابن سعود (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۵۳ء) نے مزارات مقدسہ کے قبے خلافِ شریعت قرار دے کر گرادیے تو انجمن خدام الحرمین اور انجمن حزب الاحناف لاہور نے اس ناپاک جسارت کے خلاف تحریک چلائی۔ اس تحریک کے روحِ رواں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء) تھے۔ سید حبیب نے بھرپور ساتھ دے کر تحریک کو تقویت بخشی۔ سید صاحب کی خدمات کی بناپر مقدمہ چلا اور ۱۹۲۷ء میں دو سال کیلئے پابند سلاسل کر دیا گیا۔

اس سزا کے بارے میں......... ماہنامہ "یادگار رضا" بریلی جلد ۲ شمارہ نمبر ۵ بابت یکم رجب المرجب ۱۳۴۶ھ (۱۹۲۷ء) نے صفحہ ۳۳ پر "سید برادران اور "سیاست" کے زیر عنوان یہ اداریہ لکھا :۔

"فدائے ملت سید حبیب شاہ اور ان کے برادر (اصغر) سید عنایت شاہ صاحب کی ذات اپنی دینی و ملی قربانیوں کے باعثِ محتاج تعارف نہیں۔ عالم اسلام کو ان ہر دو حضرات کی دینی خدمات کا نہ صرف اعتراف ہی ہے بلکہ ان کی مذہبی مخلصانہ سر فروشیوں کی بنا پر ان کی محبت نے دنیائے اسلام کے قلوب کی عمیق ترین پہنائیوں میں اپنا گھر کر لیا ہے۔ اس خبر نے کہ "ان ہر دو حضرات کو لاہور کی کچہری سے "جمعیت خدام الحرمین" والے مقدمہ میں دو سال کی سخت سزائے قید دی گئی۔" اہل اسلام کے قلوب کو بے چین بنا دیا۔ عالم اسلام کو اس سے کافی صدمہ پہنچا۔ آج سید برادران اور اخبار "سیاست" پر جن مصائب کا ہجوم ہے، اگر اس پر مسلمان لحون کے آنسو روئیں جب بھی کم ہے۔ "سیاست" کے لئے اس سے زیادہ کوئی نازک اور پر خطر وقت نہیں آسکتا۔ میں مسلمانانِ عالم کی خدمت میں نہایت پر زور اپیل کرتا ہوں کہ اگر ان کو "سید برادران" کی مخلصانہ سر فروشیوں کا اعتراف ہے اور ان سے قلبی تعلق ہے تو اس نازک ترین وقت میں "سیاست" کی اعانت کو ہر امکانی صورت سے اپنا فرض سمجھیں۔ "سیاست" کی توسیع و اشاعت میں کافی کوشش کریں۔ خود خریدیں، اپنے اعزہ و

احباب متعلقین کے نام اس کو جاری کرائیں۔ اور ہر نماز کے بعد جناب باری عزاسمہ میں بعد خشوع و خضوع سید صاحب اور ان کی رہائی کیلئے دعا کریں۔ (مدیر ابو المعانی محمد ابرار حسن علوی تلہری)

۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو بریڈلاء ہال لاہور میں "جمعیت خدام الحرمین" کا جو خصوصی اجلاس منعقد ہوا اس کی کامیابی و کامرانی کے لئے سید حبیب نے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔ اجلاس بہت کامیاب و نتیجہ خیز ثابت ہوا۔ سب نے سید صاحب کی خدمات کی تعریف کی۔

۱۹۲۹ء میں "غازی علم الدین شہید کیس" میں دیوانہ وار خدمات انجام دیں۔ غازی صاحب کی نعش کی حصول کے سلسلے میں مسلمانانِ لاہور سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"کل عصر کے وقت لاہور میں میانوالی سے کئی تار موصول ہوئے جن سے معلوم ہوا کہ آج صبح صادق کے وقت غازی علم الدین کو شہید کر دیا جائے گا۔ یہ خبر بجلی کے ذریعہ آئی اور بجلی ہی کی تیزی سے تمام شہر میں پھیل گئی۔ صدہا مسلمان رات کے دس بجے دفتر "سیاست" میں آئے۔ اس لئے کہ اس خبر کے ساتھ یہ اطلاع بھی درج تھی کہ حکومت نے شہید کی لاش کو لاہور لانے کی اجازت نہیں دی۔ میاں علم الدین نے جو کام کیا ہے وہ بے نظیر ہے۔ آپ نے صفحۂ دہر پر انمٹ الفاظ میں اپنے خون سے یہ حقیقت منقش کر دی ہے کہ

مسلماں لاکھ بُرے ہوں، مگر نامِ محمدؐ پر
وہ تیار ہیں ہر حالت میں اپنا سر کٹانے کو

میاں صاحب، شہید ہیں اور ہم ان کی لاش حکومت سے طلب کرتے ہیں۔ اس لئے کہ بت پرست، ہر خدا پرست، ہر عیسائی اور موسائی غرض ہر مذہب کے لوگ مرنے والے کی وصیت کو پورا کرنا فرض سمجھتے ہیں اور شہید مرحوم نے وصیت کی ہے کہ ان کو لاہور میں دفن کیا جائے اس فرض کو پورا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ شہید مرحوم اب اپنے اہل رشتہ داروں کا مال نہیں رہے۔ وہ خدا اور اس کے رسول پاک ﷺ کا مال ہیں۔ وہ مسلمانوں کا ورثہ ہیں ان کی عزت ہماری عزت ہے اور خدا اور رسول ﷺ کی عزت ہے۔

نیز مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے مرنے والے بھی ان کے لیے دعا گو رہتے ہیں۔ ان کا فیض مرنے سے ختم نہیں ہوتا اور شہید تو زندہ جاوید ہیں۔ ہر شہید گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نماز جنازہ مرحوم اور زندہ دونوں کے لیے مفید ہوتی ہے۔ مرحوم نیک ہو تو نماز ادا کرنے والے بخشے جاتے ہیں اور اگر نمازیوں میں ایک بھی مرد مقدس ہو تو مرنے والے اور نمازیوں کے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔"

سید صاحب نے جھکنا تو سیکھا ہی نہیں تھا۔ جس بات پر ڈٹ جاتے ڈٹے رہتے۔ "ہربرٹ ایمرسن گورنر پنجاب" سے ایک وفد کے ہمراہ ملنے کے لیے گئے تو روزوں کے دن تھے افطار کا وقت ہو گیا پانی مانگا تو گورنر نے نلکے کی طرف اشارہ کر دیا۔ سید صاحب نے گورنر کو وہیں آڑے ہاتھوں لیا۔ اگلے روز "سیاست" میں مقالہ لکھا کہ ایمرسن نے اس بدتمیزی کا مظاہرہ کر کے انگریز قوم کے اخلاق کو مجروح کیا ہے۔ محکمہ اطلاعات نے گورنر کی طرف سے تردید کی تو آپ نے اداریہ لکھا، "گورنر کا جھوٹ"۔

دوبارہ تردید آئی تو لکھا، "گورنر نے پھر جھوٹ بولا"۔ حق تو یہ ہے کہ تن گئے۔

لالہ ہرکشن لال گابا (۱۸۸۶ء ۔ ۱۹۴۲ء) پنجاب میں تجارت کے بادشاہ تھے۔ دیوالیہ ہو گئے۔ عدالت میں مقدمہ چل رہا تھا۔ عام تاثر یہ تھا کہ لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس ڈگلس ینگ (۱۸ء ۔ ۱۹ء) نے انھیں تباہ کیا ہے۔ سید حبیب نے ینگ پر نکتہ چینی کی۔ توہین عدالت کا مقدمہ چلا۔ آپ کے چھوٹے بھائی سید حفاظت شاہ (ء ۔ ۱۹۳۵ء) "سیاست" کے پرنٹر، پبلشر تھے، انھیں طلب کیا گیا۔ جس بنچ نے سماعت کی وہ دیوان رام لال اور سر ڈگلس ینگ پر مشتمل تھا۔ شاہ صاحب کی طرف سے کوئی وکیل نہ تھا۔ ینگ نے دیوان رام لال کی وساطت سے پوچھا، "آپ کے ساتھ کوئی وکیل ہے؟"

"جی نہیں"۔

"کیا آپ نے کوئی وکیل نہیں کیا؟"

"اس مقدمہ میں کوئی وکیل پیش ہونے کو تیار نہیں"۔

"کیوں؟"

"وہ اس عدالت سے خوف زدہ ہیں"۔

"آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ آپ فیس نہیں دینا چاہتے ہوں گے"۔

"ایسی بات نہیں جناب، میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے"۔

"آپ نام بتا سکتے ہیں؟"

"جی نہیں! میں کسی کے خلاف شکایت نہیں کرنا چاہتا"۔

"آپ انگریزی میں بات کریں"۔

"مجھے انگریزی نہیں آتی"۔

"آپ نے جو کچھ لکھا، معافی مانگنے کے لئے تیار ہیں"؟۔

"جی نہیں۔ میں نے جو کچھ لکھا، صحیح لکھا ہے"۔

ینگ غصے سے کانپنے لگا۔

"اگلی تاریخ پر وکیل ساتھ لے کر آنا"۔

"میں کوشش کروں گا لیکن میں نے جو لکھا ہے اس عدالت کے خلاف لکھا ہے لہذا یہ عدالت مستغیث ہو سکتی ہے منصف نہیں"؟

آئندہ پیشی پر ینگ نے گیارہ سو روپیہ جرمانہ اور ایک ماہ قید محض کی سزا دے دی۔ اس زمانہ میں گیارہ سو روپیہ بہت بڑی رقم تھی۔ جالپور جٹاں میں شاہ صاحب کا ذاتی مکان تھا، فروخت کر کے جرمانہ ادا کر دیا۔

ایک دفعہ سید حبیب نے ینگ کو ایک خط لکھا کہ وہ ان سے ملنا چاہتے ہیں۔ اس نے پرسنل اسسٹنٹ سے لکھوادیا کہ "وقت نہیں ہے۔" سید صاحب کو غصہ آگیا۔ اپنے چپڑاسی کی معرفت تحریر کیا کہ "سید صاحب بھی آپ سے مل کر راضی نہیں ہیں۔ آپ کے خلاف کچھ الزامات تھے جن کی وضاحت کیلئے وہ آپ سے ملنا چاہتے تھے"۔ لطف یہ کہ اس تحریر پر چپڑاسی کے دستخط بھی نہیں تھے۔

۲۹ر دسمبر ۱۹۳۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کی زیر صدارت شہر الہ آباد کے محلہ یاقوت گنج کے تمباکو فروش شیخ رحیم بخش کے مکان میں ہوا تو مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء)، سید حسین امام وارثی (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء) جیسے قائدین کے ساتھ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔

۲۴ر ستمبر ۱۹۳۴ء کو مسلم یونیٹی بورڈ نے اپنے اجلاس میں جمعیت علماء ہند

(دہلی) کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا کہ بورڈ شریعت کے معاملات میں جمعیت کا مشورہ قبول کرے گا۔ تو اس پر جمعیت علماء (کانپور) کے سیکرٹری مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) نے اس کی تردید کر دی اور ساتھ ہی اپنی جمعیت کا اجلاس طلب کر لیا جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) شاہ محمد سلیمان پھلواروی (۱۸۵۹ء۔ ۱۹۳۵ء) علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۶۱ء) مولانا محمد شفیع داؤدی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء) وغیرہم کے علاوہ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس میں مسلم یونیٹی بورڈ کی حمایت کا فیصلہ ہوا اور جمعیت علماء ہند سے لاتعلقی کا اعلان کیا گیا۔

۱۰ / جنوری ۱۹۳۵ء کو برکت علی اسلامیہ ہال بیرون موچی گیٹ لاہور میں شیخ صادق حسن امرتسری (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۵۹ء) کی زیر صدارت ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں میاں عبدالحی ایم اے ایل شیخ محمد حسین سیکرٹری مسلم بنک آف انڈیا لمیٹڈ، مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء) کے علاوہ سید حبیب نے بھی شرکت کی۔

اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ اس امر پر غور کیا جائے کہ کس طرح صوبے کے مسلمانوں کو تجارتی لحاظ سے منظم کیا جا سکتا ہے۔ قرار پایا کہ مسلمان صرف اسی صورت میں ہمسایہ اقوام جیسی ترقی کر سکتے ہیں کہ وہ تجارت کو اختیار کریں اور تجارتی لحاظ سے اپنی شیرازہ بندی کریں۔ ایک "مرکزی ایوان تجارت" قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس کی شاخیں صوبہ بھر میں قائم کی جائیں۔

۱۹۳۵ء کے زلزلے سے قبل سید حبیب نے نواب خاران (بلوچستان) کی دعوت پر ریاست خاران کی سیاحت کی اور ایک تذکرہ "تذکرہ خاران" کے نام سے مرتب کیا۔ جو بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ ۱۹۳۵ء ہی میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری کی زیر قیادت "تحریک مسجد شہید گنج" میں بھرپور حصہ لیا۔

۳۷-۱۹۳۶ء میں جب مسلم لیگ کو دوبارہ ایک فعال اور عوامی جماعت کا روپ دیا گیا۔ حضرت قائداعظم کی قیادت میں سید حبیب نے بھی مسلم لیگ کے لئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ آپ کے اخبار روزنامہ "سیاست" نے مسلمانوں میں بیداری اور حریت کا جذبہ پیدا کرنے کے مقدس مشن میں برابر مصروفیت اور سرگرمی

دکھائی۔ مسلم لیگ کی حمایت میں اپنے ہندو معاصرین "دیش"، "کیسری"، "پرتاب"، "بندے ماترم" اور "ملاپ" کے خطرناک حملوں کا مشترکہ طور پر ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ان کی ان ہی کوششوں کے نتیجے میں مسلمانوں میں اتحاد، فکر اور قومی یکجہتی کا جذبہ بیدار ہوا۔ اور پھر سید حبیب نے قیام پاکستان کی کوششوں میں اپنے آپ کو انتہائی مصروف کر لیا حتی کہ ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک حقیقت بن کر ابھرا۔

۱۹۳۷ء میں سید حبیب نے سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب (۱۸۹۲ء ۱۹۴۲ء) کی مسلم لیگ دشمن پالیسیوں پر کڑی تنقید کی۔ سر سکندر آپ کی حق گوئی وبیباکی کی تاب نہ لاسکا اور حکومت نے آپ کے اخبار "سیاست" سے سات ہزار روپیہ ضمانت طلب کی جو ادا نہ کی جا سکی اور "سیاست" ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ اس کے بعد روزنامہ "منشور" جاری کیا۔ ۱۹۳۹ء میں روزنامہ "غازی" نکالا۔

میانہ قد اور کھلتا ہوا گندمی رنگ والے سید حبیب نے تمام زندگی حق و صداقت کا پھریرا لہرایا۔ کئی بار قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ ہر ظالم و جابر سے ٹکرانے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ کیا۔ تمام زندگی لوگوں کی سفارشیں کرنے، محتاجوں کی امداد کا جتن کرنے اور مظلوموں کی دادرسی کے لئے افسروں سے جھگڑنے والے اس بے لوث مرد مجاہد کی آخری عمر نہایت افلاس، غربت اور بیکسی میں گزری۔ اور اس حال میں ۲۳ر فروری ۱۹۵۱ء مطابق ۱۶ر جمادی الاول ۱۳۷۰ھ بروز جمعۃ المبارک آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور لاہور کے مشہور و معروف قبرستان میانی صاحب میں تدفین ہوئی۔

حضرت طارق سلطانپوری نے یہ قطعہ، تاریخ کہا۔

سید حبیب مرد خدا صاحب صفا	وہ قوم کا زعیم وہ ملت کا رہنما
مرد جسور غیرت ارباب حق کا عکس	جب تک جیا مجاہدوں کی شان سے جیا
ہر مصلحت کو چھوڑ کر احرار کی طرح	اس نے چنا جہاد و عظیمت کا راستہ
ہر معرکہ، باطل و حق میں باذوق و شوق	کردار اس نے مرد حق آگاہ کا کیا
قومی معاملات سے آگاہ و باخبر	وہ دیدہ ور رموز سیاست سے آشنا

حاصل تھا اس کو پیر جماعت کا قرب حاصل   اس دور کا عظیم طریقت کا رہنما

"وہ آفتابِ فکر و نظر" اس کا وصال

طارق سروشِ غیب نے برجستہ یوں کہا

۱۹۵۱ء

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے بھی یہ قطعہ کہا۔

بے باک رہنما تھے مقبول تھے صحافی   ایڈیٹر سیاست سید حبیب صاحب

سال وفات ان کا کیا خوب ہے یہ صابر   "ماہِ منیر حضرت سید حبیب صاحب"

۱۹۵۱ء

ماخذ

(۱) ماہنامہ "نقوش" "لاہور"، "لاہور نمبر" بابت فروری ۱۹۶۲ء ص ۹۳۶، ۱۰۴۲ء۔

(۲) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد اول از شیخ علی اینڈ سنز مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۸۰۵۔

(۳) "شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا" از مقصود ایاز، محمد ناصر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۲۳۱، ۲۳۲۔

(۴) "خفتگان خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۷۷، ۷۸۔

(۵) "بلوچستان میں بولی جانے والی زبانوں کا تقابلی مطالعہ" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۱ء ص ۱۸۔

(۶) "قرار داد پاکستان صحافتی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۲۰۳، ۲۰۴۔

(۷) "دے صورتیں الٰہی" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۰۹، ۱۱۰۔

(۸) "مقربے" از رائے محمد کمال مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۷۲، ۷۳۔

(۹) "یاران کہن" از عبدالمجید سالک مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء ص ۱۸۵ تا ۱۹۲ء

(۱۰) "قائد اعظم اور صحافت" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۵۴۔

(۱۱) "غازی علم الدین شہید" از رائے محمد کمال مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۳۵، ۲۰۱۔

(۱۲) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۶۲۔

(۱۳) "فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۲۱۔

(۱۴) "نورتن" از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء ص ۱۲۵ تا ۱۳۶۔

(۱۵) "تحریک پاکستان" (نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں)(۱۹۴۴ء۔۱۹۴۷ء) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ب۔

(۱۶) "فروغ صحافت میں اہل سنت کا کردار" از مولانا شاہ حسین گردیزی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۱۴۔

(۱۷) "صحافت ہندو پاکستان میں" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۲۲۲،۲۴۶۔

(۱۸) "انجمن اسلامیہ امرتسر" از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۲۷۸۔

(۱۹) ماہنامہ "یادگار رضا" بریلی (بھارت) بابت رجب المرجب ۱۳۴۶ھ / ۱۹۲۷ء۔

(۲۰) روزنامہ "سیاست" لاہور بابت ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء ص ۸۔

(۲۱) ششماہی مجلہ "تاریخ و ثقافت پاکستان" اسلام آباد بابت اپریل تا ستمبر ۱۹۹۶ء ص ۵۷،۵۸۔

(۲۲) "گجرات میں اردو شاعری" از پروفیسر کلیم احسان بٹ مطبوعہ جلالپور جٹاں (گجرات) ۱۹۹۶ء، ص ۱۰۶۔

(۲۳) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۳۰۶۔

(۲۴) "تحریک آزادی میں پنجاب کا کردار" از ایم جے اعوان مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۳ء ص ۱۴۷،۱۷،۲۔

(۲۵) "پاکستان وہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ" از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۳۴۔

(۲۶) "آہنگ بازگشت" از محمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۷،۵۷۔

مولانا حسرت موہانی رح

سید الاحرار مولانا سید فضل الحسن حسرت بن سید اظہر حسن بن سید مہر الحسن بن سید مظفر حسن ۱۸۷۸ء میں قصبہ موہان ضلع اناؤ (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی شہر بانو بیگم بنت نیاز حسن تھا۔ دنیائے علم و ادب، شریعت و طریقت اور صحافت و سیاست میں مولانا حسرت موہانی کے نام سے شہرت پائی اور بقائے دوام حاصل کی۔ خاندان کے بزرگِ اعلیٰ سید محمود، نیشاپور سے ہندوستان آئے اور موہان کو جائے سکونت بنایا شجرہ نسب حضرت امام علی موسیٰ کاظم رضا رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے جن کا مزار مقدس نیشاپور (ایران) میں مرجع خلائق ہے۔ مولانا حسرت موہانی نے اپنے نیشاپوری ہونے کے تعلق کو یوں بیان کیا ہے۔

کیوں نہ ہوں اردو میں حسرت ہم نظیری کی نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاکِ نیشاپور سے

حسرت نے ۱۸۹۴ء میں موہان سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور پورے صوبے میں اول آئے۔ ۱۸۹۸ء میں گورنمنٹ مڈل سکول فتح پور ہسوہ سے فسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ ۱۹۰۳ء میں علی گڑھ سے عربی اور ریاضی کے ساتھ بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور ساتھ ہی ساتھ دار العلوم فرنگی محل لکھنؤ سے درس نظامی

کی تکمیل کی۔ شاعری میں سید فخر الحسن فطرت موہانی (۱۸ء۔ ۱۹ء) اور منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی (۱۸۲۰ء۔۱۹۱۱ء) سے تلمذ تھا۔ مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ حضرت شاہ عبدالرزاق فرنگی محلیؒ (۱۸۲۲ء۔ ۱۸۸۹ء) سے بیعت تھی، ان کی رحلت کے بعد حضرت شاہ عبدالوہاب فرنگی محلی (۱۸۴۶ء۔ ۱۹۰۳ء) سے تجدید بیعت کی اور قیام الدین والملت حضرت مولانا محمد عبدالباری فرنگی محلیؒ (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۲۶ء) سے اجازت و خلافت پائی۔ پہلا حج ۱۹۳۲ء میں اور آخری حج ۱۹۵۰ء میں کیا۔ اس طرح کل ۱۳ حج کئے اور ۱۴ مرتبہ روضہء رسول ﷺ پر حاضری دی۔ پہلے حج کے موقعہ پر حضرت مولانا محمد عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۵ء) سے سلاسلِ حدیث کی اجازت حاصل کی۔

۱۹۰۳ء میں علی گڑھ سے ماہنامہ "اردو معلیٰ" نکالا۔ ۱۹۱۴ء میں سہ ماہی "تذکرۃ الشعراء" جاری کیا اور ۱۹۲۸ء میں کانپور سے روزنامہ "مستقل" کا اجراء کیا جو بعد میں دو روزہ، سہ روزہ، ہفت روزہ اور ماہنامہ ہو کر بالآخر "اردو معلیٰ" میں ضم ہو گیا۔ ۱۹۰۳ء میں سیاسی مضامین کا آغاز کیا۔ ۱۹۰۴ء سے عملی سیاست میں دخیل ہو گئے۔ ۱۹۱۳ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۲۰ء میں سالانہ اجلاس مسلم لیگ میں شرکت کی۔ ۳۰/ دسمبر ۱۹۲۱ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا چودھواں سالانہ اجلاس احمد آباد میں ہوا تو صدارت کے لئے نظر انتخاب مولانا حسرت موہانی پر پڑی۔ مولانا نے اپنے خطبہء صدارت میں کہا کہ بدلے ہوئے حالات میں مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد پر نظر ثانی کی جائے، مسلم لیگ کے دروازے عام لوگوں پر کھول دیئے جائیں۔ مولانا نے اپنے اس تاریخی خطبے میں کامل آزادی کا ذکر کیا۔ انگریز حکومت نے یہ خطبہء صدارت ضبط کر لیا اور گرفتار کر کے مقدمہء بغاوت قائم کر دیا۔

۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کی تنظیم جدید سے وابستہ ہو گئے۔ مسلم لیگ یوپی پارلیمانی بورڈ کے ممبر اور یوپی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے مستقل ممبر بن گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مسلم لیگ کو نوابوں اور امیروں کی جماعت سمجھا جاتا تھا، مولانا کا وجود اس اعتراض کا مسکت جواب تھا۔ آپ نے مسلم لیگ کو عوام میں مقبول بنانے کیلئے سب سے زیادہ کام کیا۔ قائداعظم کا تعارف کراتے ہوئے اسٹیج سے بارہاں کہا جاتا تھا کہ یہ مولانا حسرت موہانی کے

تسلیم شدہ قائد ہیں اور اس بات کا سامعین پر نہایت خوشگوار اثر پڑتا تھا۔

قائداعظمؒ کی قیادت میں جب مسلم لیگ ایک ہمہ گیر سیاسی جماعت بن گئی تو مولانا حسرت موہانی نے ۱۹۳۷ء میں سالانہ اجلاس لکھنؤ کے موقعہ پر "مکمل آزادی" کی قرارداد پیش کی :۔

"آل انڈیا مسلم لیگ کا مقصد ہندوستان میں مکمل آزادی کا قیام ہوگا جو آزاد جمہوری ریاستوں کی وفاقیہ پر منحصر ہوگا۔ اس کے دستور کے تحت مسلمانوں اور دیگر تمام اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کا جائزہ اور مؤثر تحفظ فراہم کیا جائے گا۔"

اس قرارداد کا پُر شور، پُر جوش طویل تالیوں سے خیر مقدم کیا گیا۔ مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) سید حسین امام (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء)، مولانا مظہر الدین شیر کوٹی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء)، عبدالرحمن صدیقی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۵۳ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۷ء) اور دیگر بہت سے لوگوں نے مولانا کی قرارداد کی تائید میں تقریریں کیں۔ "اسلام زندہ باد" اور "اللہ اکبر" کے نعروں کی گونج میں قرارداد منظور ہوئی۔

اس اجلاس میں مولانا حسرت موہانی کی کوششوں سے مسلم لیگ کا نصب العین "کامل آزادی" اور ایسا وفاقی طرز حکومت معین ہوا جس کے صوبے اندرونی طور پر آزاد ہوں۔ جدید نصب العین کی تحریک کرتے ہوئے مولانا نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ وفاق ہند کے صوبوں کو اس لئے وہ آزاد رکھنا چاہتے ہیں کہ مرکزی حکومت مسلمانوں کی اکثریت کے اصولوں کے ساتھ انصاف نہ کرے تو یہ صوبے وفاق ہند سے باہر نکل آئیں اور اگر ہندو اکثریتی صوبے نو آبادیاتی طرز حکومت پر قناعت کر لیں تو اسلامی اکثریت کے صوبے آزاد حکومت بنالیں اور ضرورت ہو تو "جمہوریہ شوریہ روسیہ" سے مل جائیں۔ اس اجلاس کے بعد مولانا مسلم لیگ کے ہر سالانہ اجلاس اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی ہر نشست میں پابندی سے شریک ہوتے رہے۔

۱۹۳۷ء میں بلند شہر اور امروہہ کے الیکشن میں مولانا حسرت موہانی نے مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا

عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔ زندہ) کے ساتھ مل کر دن رات ایک کر کے علاقہ کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کی دھاک بٹھا دی۔ مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۷ء) مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) اور پنڈت جواہر لال نہرو (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۶۴ء) وغیرہم نے مسلم لیگ کے خلاف زبردست مہم پروپیگنڈا کیا مگر کامیابی نے قدم مسلم لیگ کے چومے جو دو ہزار ووٹوں کی برتری سے کامیاب ہوئی۔

۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ کی وسیع تنظیم کا کام شروع ہوا تو مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۳ء) مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی (ء۔ ۱۹۶۳ء) مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) پروفیسر عنایت اللہ ملک (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۶۶ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔   ) کے ساتھ مولانا حسرت موہانی نے بھی اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر کے شہر شہر اور گاؤں گاؤں مسلم لیگ کے مقاصد کو روشناس کرایا اور مسلم لیگ کے جھنڈے کو بلند رکھا۔ اسی سال سہارنپور میں صوبائی اسمبلی کے ضمنی الیکشن کا معرکہ بھی سر کیا۔

۳۰۔۳۱ / جولائی ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس دہلی میں ہوا جس میں فلسطین کے سلسلہ میں برطانوی مال کے مسئلہ پر غور کرنے کے لیے کونسل نے جو کمیٹی بنائی اس میں مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں، عبدالرحمن صدیقی، مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی اور مولانا مظہر الدین شیرکوٹی کے علاوہ مولانا حسرت موہانی بھی شامل تھے۔

۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو برصغیر کے کونے کونے میں ایک ہی نعرہ سنائی دیتا تھا۔ "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ"۔ مولانا حسرت موہانی نے اس نعرے کو مقبول عام بنانے کے لیے ہندوستان کی چپے چپے کا دورہ کر کے مسلمانوں کو بیدار کیا۔ اپنی تقریروں اور تحریروں سے مسلم لیگ کی جس قدر خدمت کی اس کی مثال ڈھونڈنے سے نہ ملے گی۔ ان کی ادبی نگارشات ہوں یا سیاسی سرگرمیاں، ان سب کا مقصد حصول آزادی ہوتا تھا۔ اسی لیے آج ہم جنگ آزادی کے دیگر زعماء کا ذکر کرتے وقت اس مرد مجاہد کے کارناموں کو کسی صورت میں بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ اس مرد حریت شعار کو قوم نے

ہر لحاظ سے جھکانے کی کوشش کی مگر حسرت کو جھکانے کی ان کی حسرت کبھی بھی پوری نہ ہو سکی، جیسا کہ خود فرماتے ہیں۔

ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی
واللہ کبھی خدمت انگریز نہ کرتے

تحریک آزادی کے سلسلے میں مولانا حسرت موہانی تین بار جیل گئے۔ تینوں بار قید بامشقت کی سزائیں ان کو احقاق حق اور ابطال باطل سے باز نہ رکھ سکیں۔ پہلی گرفتاری ۱۹۰۸ء میں "اردوئے معلیٰ" میں ایک مضمون "مصر میں انگریزوں کی پالیسی" شائع کرنے پر ہوئی۔ مولانا نے کمال جرأت و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مضمون نگار کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔ ۲۳ر جون ۱۹۰۸ء کو مقدمہ کا آغاز ہوا اور ۴ر اگست ۱۹۰۸ء کو فیصلہ۔ دو سال قید بامشقت اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی۔ ہر روز ایک من آٹا پیسنا پڑتا تھا۔ یہ شعر اسی دور کی یادگار ہے۔

ہے مشق سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

دوسری بار مئی ۱۹۱۶ء کو دو سال قید بامشقت ہوئی۔ للت پور، جھانسی، الہ آباد، پرتاپ گڑھ، فیض آباد، لکھنؤ اور میرٹھ کی جیلوں میں ایذائیں برداشت کرتے تھے۔ جرم یہ تھا کہ مولانا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قیام کو ایک آزاد اور خود مختار تعلیمی ادارہ دیکھنا چاہتے تھے جبکہ فرنگی حکومت اس کے قیام کی اجازت اس صورت میں دینے کو تیار تھی کہ اس پر حکومت کا کنٹرول رہے۔ بہت کم لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ مولانا کی دوسری قید تحت، آزادی، علم کی خاطر ہوئی اور انھوں نے اپنی مادر درسگاہ کی آزادی کی خاطر خود کو مصائب زنداں میں گرفتار کروا دیا تھا۔

تیسری گرفتاری ۱۹۲۱ء میں مسلم لیگ کے اجلاس احمد آباد کے صدر اجلاس ہونے اور صدارتی خطبہ پڑھنے پر ہوئی۔ یہ خطبہ حکومت نے ضبط کر لیا۔ اس خطبہ میں مولانا نے "آزادی کامل" کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ مطالبہ فرنگی کی نازک مزاجی پر گراں گزرا اور دو سال قید بامشقت کے سزاوار ٹھہرے۔

یہ بات تو عام تذکروں میں لکھی گئی ہے کہ مولانا کی آواز باریک تھی لیکن اس بات کا

کھوج لگانے کی کسی نے زحمت گوارا نہیں کی کہ ایسا کیوں تھا۔ دراصل پہلی گرفتاری کے دوران برطانوی حکومت نے جیل میں آپ کو دھتورا کھلا دیا تھا تاکہ یہ آواز ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے۔ مگر "جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے" کے مصداق حکومت اپنے اس مذموم مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ مولانا کی آواز خراب تو ضرور ہو گئی مگر جذبہ حریت میں کسی قسم کی کمی نہ آئی۔ جب بھی جیل سے باہر آتے، نئے جوش اور نئے عزم کے ساتھ جہاد آزادی میں شریک ہو جاتے۔ آپ کے دم سے ہی بہت سے کم ہمتوں کی ہمتیں بندھیں اور بہت سے اولوالعزم لوگوں نے آپ کی تقلید کی اور باہر کی مصنوعی آزادی کو جیل کی سختیوں پر قربان کر دیا۔

مولانا نے سرکاری ملازمت کی بجائے انگریز سے ٹکر لینے کو ترجیح دی، عیش کی بجائے کانٹوں کی سیج کا انتخاب کیا، حکومت کی غلط پالیسیوں پر کڑی نکتہ چینی کی۔ ان کی زندگی سادگی، درویشی اور قناعت کا مرقع تھی، مولانا ایک سچے مسلمان کی طرح ظاہری نام و نمود کے قائل نہ تھے، ساری عمر حق گوئی اور بے باکی میں گزری۔ اپنے اخبار میں وہ صاعقہ پاشی کی کہ پورے برصغیر میں آپ کے قلم کا چرچا تھا، جو لکھتے بے باک ہو کر لکھتے، صدائے حق بلند کرتے وقت کسی سے نہ ڈرتے، یہی وجہ تھی کہ انہیں متعدد بار پس دیوار زنداں جانا پڑا۔ مگر ان کی زبان فیض ترجمان پر یہ نعرہ رہا:-

بڑھتا ہے ذوق جرم یہاں ہر سزا کے بعد

فروری ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مولانا حسرت موہانی نے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کانپور کے شہری حلقہ سے صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ مولانا کے مقابلے پر پانچ امیدوار تھے۔ کامیابی نے مولانا کے قدم چومے۔ تفصیل کچھ یوں ہے:

نمبر شمار	نام امیدوار	نام جماعت	حاصل کردہ ووٹ	نتیجہ
۱۔	مولانا حسرت موہانی	مسلم لیگ	۱۹۳۳۳	کامیاب
۲۔	عبدالقیوم	قوم پرست	۳۲۷۷	ناکام
۳۔	محمد فاروق	آزاد	۳۹	ناکام
۴۔	نصیر احمد	آزاد	۵۳	ناکام
۵۔	واحد احمد	آزاد	۱۹۳	ناکام
۶۔	حکیم کمال الدین	آزاد	۳	ناکام

۱۰ار اپریل ۱۹۴۶ء کو عربک کالج دہلی میں "مسلم لیگ لیجسلیٹرز کنونشن" منعقد ہوا تو اس موقعہ پر سید الاحرار مولانا حسرت موہانی سے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (۱۹۱۵ء۔ زندہ) کی ملاقات ہوئی۔ مولانا حسرت موہانی نے مولانا نیازی کو بھرپور شفقت سے نوازا، دعائیں دیں اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں ان کی گرانقدر خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے فرمایا:

"نیازی! افسوس کہ اب میری شام ہے اور تمہاری دوپہر۔ اے کاش مجھے تم پہلے ملے ہوتے تو دونوں مل کر قوم کیلئے کچھ کام کرتے۔"

پھر اپنے یہ اشعار سنائے:

نہیں ہے قدرداں کوئی تو میں خود ہوں قدرداں اپنا
تکلف برطرف بیگانۂ رسم شکایت ہوں
کمال خاکساری پر یہ بے پروائیاں حسرت!
میں اپنی داد خود دے لوں کہ میں بھی کیا قیامت ہوں

۹ر جون ۱۹۴۶ء کو قائداعظم نے "کیبنٹ مشن پلان" پر غور کرنے کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس امپیریل ہوٹل دہلی میں طلب کیا۔ مولانا حسرت موہانی اور مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی، دونوں نے اس اسکیم کی زبردست مخالفت کی۔ ووٹنگ پر ساڑھے چھ سو کے ہاؤس میں بمشکل سولہ سترہ آدمی ان کے ہمنوا بن سکے مگر یہ دونوں حضرات اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ مسلم لیگ نے یہ اسکیم بھاری اکثریت سے منظور کر لی۔ بعد میں انگریز حکومت کی بدعہدی کے پیش نظر حضرت قائداعظم نے ۱۹ر جولائی ۱۹۴۶ء کو یہ اسکیم مسترد کر دی اور ۲۹ر کو "راست اقدام" کا فیصلہ کیا۔

جولائی ۱۹۴۶ء میں "مسلم لیگ کونسل" کا ایک تاریخی اجلاس بمبئی میں ہوا۔ اس میں شرکت کیلئے مولانا جمال میاں فرنگی محلی بھی ہوائی جہاز میں مولانا حسرت موہانی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں مولانا حسرت موہانی نے مولانا جمال میاں سے فرمایا: "کہ صاحب! پاکستان تو مل جائے گا، اب آئندہ کی فکر کرنی چاہیے"۔ مولانا جمال میاں نے عرض کیا کہ آپ کو کیسے یقین ہو گیا کہ پاکستان مل جائے گا؟ فرمانے لگے، میں نے حضرت

محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور "دیوان حافظؒ" سے تفاؤل کیا تو شعر بھی مناسب نکلا اور حافظؒ کی اس غزل پر میں نے تضمین بھی کر دی اور اسی وقت ڈائری سے درج ذیل اشعار سنائے۔

جب کہ خواب میں خود آئے شاہ خوباںؐ — جبکہ حافظؒ بھی مصدوق ہو یہ فال دیواں
مجھ کو حسرت یہ مبارک شد مہر و نشاں — پردہ بردار کہ تا سجدہ کند جملہ جہاں
طاق ابروئے تو محراب جہاں خواہد شد!

مولانا نے یہ خواب ۱۸ مارچ ۱۹۴۶ء کو دیکھا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا حسرت موہانی ہندوستان میں ہی رہے۔ ان کی غیرت ایمانی نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے جائیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ان کا وجود مسعود بہت بڑا سہارا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے اپنی ذمہ داریوں کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ اسمبلی کے اندر اور اسمبلی کے باہر کلمہ حق بلند کیا۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ہندوستانی حکومت نے ایک "آزاد مسلم کانفرنس" بلائی جس میں مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) پیش پیش تھے اور ان کی خواہش تھی کہ مسلم لیگی زعماء بھی اس کانفرنس میں شریک ہوکر دلوں کی تبدیلی کی تلقین کریں اور مسلمانوں کو حالات کے مطابق بدل جانے پر آمادہ کریں۔ یوپی مسلم لیگ نے پانچ اصحاب پر مشتمل ایک وفد مولانا آزاد سے گفت و شنید کے لئے ترتیب دیا جس کے سربراہ مولانا حسرت موہانی تھے۔ یہ وفد گیارہ بجے صبح مولانا ابوالکلام آزاد سے بات چیت کرنے کیلئے "کارلٹن ہوٹل دہلی" پہنچا تو مولانا آزاد نے صاف صاف کہا کہ "آج کی کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ تمام مسلم ادارے سیاسی حیثیت سے ختم ہوں، کل فرقہ وارانہ جماعتیں کانگریس میں مدغم ہو جائیں"۔ اس پر مولانا حسرت موہانی یہ کہہ کر چلے آئے کہ ہم لوگوں کی شرکت بالکل بے کار ثابت ہو گی۔ مولانا نے چلتے چلتے دوران گفتگو ایک فقرہ مولانا آزاد پر چست کر دیا، جس سے ان کی ساری کارستانیوں پر پانی پھر گیا اور جس سے وہ اشتہا در جہ جھلائے (مگر جواب نہ بن پڑا)۔ مولانا حسرت موہانی نے کہا کہ "۱۸۵۷ء میں برٹش گورنمنٹ کی بدگمانیاں رفع کرنے کی غرض سے جس طرح سرسید نے مسلمانوں کو صرف تعلیمی اور سماجی امور پر زور دیئے اور سیاسی وفاداری اور اطاعت کی تلقین کی

تھی بالکل اسی طرح ۱۹۴۷ء میں آپ کانگرس کے ساتھ مسلمانوں کو بلا مشروط وفاداری سکھاتے ہیں اور اسلامی اداروں کو سماجی امور کے لئے محدود کر دینے کے درپے ہیں۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ"۔

ہندوستانی پارلیمنٹ میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب مولانا حسرت موہانی کے علاوہ کوئی ممبر ایسا نہیں تھا جو مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کر سکے۔ جوناگڑھ اور حیدر آباد دکن پر ہندوستانی افواج کے قبضہ کے بعد تنہا مولانا کی ذات تھی جس نے ایوان پارلیمنٹ میں وہ باتیں کہہ دیں جو کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں تھیں مگر کسی میں جرأت اظہار نہیں تھی۔ انہوں نے سردار پٹیل (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۰ء) کے انتہائی عروج کے زمانہ میں ان کو مخاطب کر کے کہا کہ

"تم نے وہی کام کیا جو ہٹلر، ویلزلی اور کلائیو نے کیا تھا۔ تم نے اپنی طاقت ور فوجوں کے بل بوتے پر کمزور ریاستوں کی آزادیاں چھینی ہیں۔ تم پر اور تمہارے گلے پر لعنت ہو۔"

جس وقت مولانا یہ الفاظ ادا کر رہے تھے تو ہندوستان کا مرد آہن سردار پٹیل غصہ سے تلملا رہا تھا اور ایک موقعہ پر تو وہ جوش کے عالم میں کھڑا بھی ہو گیا مگر جواب میں ایک جملہ بھی ادا نہ کر سکا۔

۱۱ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو حضرت قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی وفات ہوئی تو مولانا کو بہت غم ہوا۔

اپنے "روزنامچے" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"۱۲ر ستمبر ۱۹۴۸ء آج صبح گھر سے نکلنے پر قائداعظم محمد علی جناح کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنا مقصد پورا کر کے دنیا سے اٹھے۔ ایسی کامیابی بہت کم لیڈروں کو حاصل ہوتی ہے۔"

۱۹۵۰ء میں کانپور سے فرنگی محل لکھنؤ منتقل ہو گئے۔ اسی سال ستمبر میں آخری حج بیت اللہ سے واپسی پر اکتوبر میں کراچی تشریف لائے تو "انجمن ترقی اردو" کے دفتر میں ایک عقیدتمند نے آپ سے عرض کیا، حضور اگستاخی نہ ہو تو اپنے اس شعر کے معنی بتا دیجئے۔

کچھ بھی نہیں کہا ہے۔

ہے مشقِ سخن جاری، چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

مولانا نے جواب میں فرمایا: "کیا ہوا [illegible] اس قسم کے [illegible] کے جانے والی کے معنی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں [illegible] مولانا نے [illegible] اپنی [illegible] جیل [illegible] کے [illegible] سے [illegible] تھے [illegible] حکومت کے [illegible] سے [illegible] جیل میں [illegible] سے [illegible] کی [illegible] میں مولانا کو حاصل ہوتے تھے۔ مولانا نے فرمایا: "ان کے آگے تو چکی کی مشقت کچھ بھی نہیں تھی"۔ اس پر حاضرین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے [illegible] سے [illegible] کچھ نہ کہہ سکے تھے۔

[illegible] اور مولانا حسرت موہانی [illegible] کراچی کے [illegible] (۱۹۴۵ء) [illegible] بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا حسرت موہانی کی [illegible] میں [illegible] سے [illegible] ہوا [illegible] مولانا کے دونوں پاؤں [illegible] زخمی ہو گئے تھے۔ [illegible] کے بعد جب مولانا سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اپنے دونوں پاؤں [illegible] انہیں [illegible] کی [illegible] میں [illegible] ہو گئیں۔ مگر انگریزی حکومت مولانا کے [illegible] سے [illegible] کی [illegible]، [illegible]، آزادی، [illegible] اور [illegible] رسول ﷺ کے [illegible] ان کے سامنے [illegible] تھیں۔

کراچی سے [illegible] مولانا حسرت موہانی قیامِ پاکستان کے بعد [illegible] اور [illegible] پاکستان اور اہلِ پاکستان کے معاملات سے [illegible] ایک [illegible] بیان میں انہوں نے پاکستان کی [illegible] اور [illegible] کے لئے اپنے [illegible] کا اظہار کیا۔

[illegible] کے [illegible] مولانا نے [illegible] جو [illegible] کتابیں بھی لکھیں۔ (۱) "کلیاتِ حسرت موہانی"، (۲) "دیوانِ غالب مع شرح"، (۳) "[illegible]"، (۴) "[illegible]"، (۵) "[illegible]"، (۶) "مشاہداتِ زنداں"۔

۱۳ مئی ۱۹۵۱ء / ۱۳۷۰ھ کو استغفار اور درود شریف پڑھتے ہوئے مولانا حسرت موہانی نے رحلت فرمائی۔ باغ انوار میں نماز جنازہ پڑھی گئی اور اپنے مرشد شاہ عبدالوہاب کے قدموں میں دفن ہوئے۔ سید مسعود حسن مسعود کرمانی نے منظوم قطعہ تاریخ وفات کہا۔

گئے مسعود وہ خلد بریں کو ‏ ‏ ‏ چلے اب چھوڑ کر دنیائے فانی
بہت ممتاز تھے ملک سخن میں ‏ ‏ ‏ عمل پر شاہ خوش بیانی

"جہاں دیدہ" بڑھا کر کہئے تاریخ
"گئے فضل الحسن حسرت موہانی"

۱۹۵۱ء

حضرت صادق دارالحرم کراچوی (۱۹۲۸ء۔ زندہ) نے بھی تاریخ وصال کہی۔

"ہادی امام فضل الحسن حسرت موہانی"

۱۹۵۱ء

چل دیے وہ جیتے جیتے ‏ ‏ ‏ اس دنیا سے سوئے جنت
شعر و سخن پہ ان کا قبضہ ‏ ‏ ‏ رہنمائے راہ سیاست
ان کی غزل میں وہ ہی عنصر ‏ ‏ ‏ رنگ سیاست رنگ محبت
فکر میں ان کی رنگ شوخی ‏ ‏ ‏ شعر میں ان کے رنگ حقیقت
سال رحلت کہدے صادق ‏ ‏ ‏ "زاہد حسرت، زاہد حسرت"

۱۳۷۰ھ

نوٹ: مجھے انتہائی افسوس ہے کہ میں مولانا حسرت موہانی رحمۃ اللہ علیہ کے شایان شان حالات نہیں لکھ سکا۔

"سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے"

ماخذ

(۱) "زاویہ ہائے سیاست" (حسرت موہانی) از اسلم ہندی مطبوعہ کانپور (بھارت) ۱۹۷۵ء، متعدد صفحات۔
(۲) "مولانا حسرت موہانی" از پروفیسر شفقت رضوی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء، متعدد

صفحات۔
(۳) "حسرت کی سیاسی زندگی" از عبدالقوی دسنوی مطبوعہ بمبئی (بھارت) ۱۹۵۶ء، متعدد صفحات۔
(۴) "مشاہیر جنگ آزادی" از مفتی انتظام اللہ شہابی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۷ء ص ۳۱۳۔
(۵) "کاروانِ گم گشتہ" از سید رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۱۲۔
(۶) "سید الاحرار" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ بہاولپور ۱۹۷۸ء، طبع اول، متعدد صفحات۔
(۷) "سید الاحرار" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء، طبع دوم، متعدد صفحات۔
(۸) "قید فرنگ" از مولانا حسرت موہانی مطبوعہ فیصل آباد ۱۹۷۸ء، متعدد صفحات۔
(۹) "حسرت کی شاعری" از ڈاکٹر یوسف حسین خاں مطبوعہ دہلی (بھارت) ۱۹۷۳ء، متعدد صفحات۔
(۱۰) "حسرت موہانی" از پرنسپل عبدالشکور مطبوعہ لکھنؤ (بھارت) ۱۹۷۵ء، متعدد صفحات۔
(۱۱) "حسرت کی کہانی نعیمہ کی زبانی" از نعیمہ بیگم مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء، متعدد صفحات۔
(۱۲) "گلہائے عقیدت" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء، متعدد صفحات۔
(۱۳) "مقالاتِ حسرت" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۵ء، متعدد صفحات۔
(۱۴) "حالاتِ حسرت" از مولانا عارف ہسوی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء، متعدد صفحات۔
(۱۵) "کلیاتِ حسرت موہانی" از مولانا حسرت موہانی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، متعدد صفحات۔
(۱۶) "صحافت ہند و پاکستان میں" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۸۵، ۱۸۶۔
(۱۷) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۷۷۳۔
(۱۸) "سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ" از محمد عبدالمجید صدیقی ایڈووکیٹ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۲۰، ۳۲۱۔
(۱۹) "تحریک پاکستان" از پروفیسر شیم احمد (شاہکار ایڈیشن) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۲۰، ۲۱۔

(۲۰) "تاریخ رفتگاں" از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۲۷۔
(۲۱) "عندلیب تواریخ" از سید مسعود حسن مسعود لکھیم پوری مطبوعہ الہ آباد (بھارت) ۱۹۹۳ء ص ۱۵۷۔
(۲۲) "صحافت اور جمہوریت" از ذوان بریڈلے مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء ص ۱۳۱ تا ۱۳۲۔
(۲۳) سہ ماہی "الزبیر" بہاولپور، "تحریک آزادی نمبر" ۱۹۷۰ء شمارہ نمبر ۲ ص ۱۲۰، ۵۹۳ تا ۶۰۰۔
(۲۴) ماہنامہ "ریاض" کراچی بابت جنوری ۱۹۵۴ء ص ۱۳۷۔
(۲۵) ماہنامہ "انجمن" کراچی بابت اگست ۱۹۸۸ء ص ۲۷ تا ۳۱۔
(۲۶) ماہنامہ "بمبیر" کراچی بابت مئی ۱۹۷۲ء مضمون "مولانا حسرت موہانی" از سید ایوب احمد صبر۔
(۲۷) ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی بابت نومبر دسمبر ۱۹۷۵ء ص ۲۸۔
(۲۸) ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور بابت مئی ۱۹۷۵ء ص ۴۰۔
(۲۹) ماہنامہ "نگار پاکستان" کراچی، "حسرت موہانی نمبر" بابت اپریل تا جون ۱۹۷۶ء، متعدد صفحات۔
(۳۰) ہفت روزہ "چٹان" لاہور بابت ۲۰ر مئی ۱۹۷۴ء ص ۶۔
(۳۱) "پاکستان و ہند میں مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ" از ڈاکٹر مسکین علی حجازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۳۲۔
(۳۲) "تاریخ کانپور" از اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۵۴، ۶۴، ۷۶، ۷۷۔
(۳۳) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۵ر مئی ۱۹۹۸ء مضمون خالد پرویز ملک، "رئیس المتغزلین" "مولانا حسرت موہانی"۔
(۳۴) "قائداعظم اور ان کا عہد" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۳۳۸۔
(۳۵) "قائداعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۱۷۵ تا ۱۹۶، ۲۸۵۔
(۳۶) "آہنگ بازگشت" از محمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۴۱۔
(۳۷) "خطبات قائداعظم" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۴۲، ۴۷۔

مولانا میر غلام بھیک نیرنگ انبالویؒ

مولانا میر غلام بھیک نیرنگ ابن سید قاسم علی (ف ۱۸۸۸ء) بن سید فتح علی رضوی ترمذی کی ولادت باسعادت ۱۸۷۶ء میں دورانہ ضلع انبالہ (حال مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ ۱۸۹۰ء میں انبالہ میں میٹرک کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کیا۔ آپ کی اس کامیابی نے اہل خاندان کو باور کرادیا کہ یہ بچہ مستقبل کا بہت بڑا انسان ہوگا چنانچہ مزید تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل کرادیئے گئے۔

اسی سال حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) بھی مرے کالج سیالکوٹ سے آکر یہاں تھرڈائیر میں داخل ہوئے۔ سر فضل حسین (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۶ء) میاں عبدالعزیز فلک پیا (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۵۱ء) وغیرہم بھی یہیں زیر تعلیم تھے۔ نیرنگ کا ان سب حضرات سے تعلقات کا سلسلہ شروع ہوا۔

گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کرنے کی بعد وکالت کا امتحان پاس کیا اور پھر انبالہ میں پریکٹس شروع کردی حکومت نے آپ کی محنت، ذہانت اور قابلیت کو دیکھ کر سرکاری وکیل کا عہدہ پیش کیا۔ چنانچہ آپ چند سال تک حیثیت سرکاری وکیل فرائض سرانجام دیتے رہے مگر غیور طبیعت نے زیادہ دیر تک یہ پابندیاں برداشت نہ کیں اور استعفیٰ دے کر دوبارہ پریکٹس شروع کردی۔

نیرنگؔ نے حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (۱۸۵۰ء۔۱۹۳۶ء) کے دستِ اقدس پر سعادتِ بیعت حاصل کی تھی اور اجازت و خلافت یافتہ بھی تھے۔ اپنے پیرومرشد کا نعتیہ مجموعہء کلام "تحائفِ اشرفی" آپ ہی نے ترتیب دے کر چھپوایا تھا۔ اس مجموعہ کو دیکھنے سے نیرنگ کی اپنے پیرومرشد سے عقیدت و محبت عیاں ہوتی ہے۔

نیرنگؔ شاعر بھی تھے۔ نواب مرزا داغؔ دہلوی (۱۸۳۱ء۔۱۹۰۵ء) سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ علامہ اقبالؒ آپ کی شاعری سے بہت متاثر تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ اقبالؒ نے آپ کی خدمت میں اپنا نمونہء کلام ارسال کیا تھا۔

زینت جو شمعِ محفلِ جانانہ ہے   شانہ اُس کی زُلفِ پیچاں کا پر پروانہ ہے
پائے ساقی پر گرایا، جب گرایا ہے مجھے   چال سی خالی کہاں یہ لغزشِ مستانہ ہے

جواباً نیرنگ نے جو نمونہء کلام حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

حرم کو جانا جنابِ زاہد یہ ساری ظاہر پرستیاں ہیں
میں اُس کی رندی کو مانتا ہوں جو کام لے دیر سے حرم کا

آپ کے کلام کے دو مجموعے "کلام نیرنگ" اور "غبارِ افق" یادگار ہیں۔ "کلام نیرنگ" کا دوسرا اور تیسرا ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۳ء میں لاہور سے اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں کراچی سے طبع ہوا۔ ایک غزل ملاحظہ ہو۔

لب ہجوم غم و کلفت ہے خدا خیر کرے   جان پر نت نئی آفت ہے خدا خیر کرے
جائے ماندن ہمیں حاصل ہے نہ پائے رفتن   کچھ مصیبت سی مصیبت ہے خدا خیر کرے
آ چلا اس بت عیار کی باتوں کا یقیں   سادگی اپنی قیامت ہے خدا خیر کرے
دل گیا جانے دو، کافر کی ہے ایماں پہ نظر   آنکھ میں اپنی مروّت ہے خدا خیر کرے
ابھی تشخیص مرض میں ہے طبیبوں کو کلام   جاں اودھر درپئے رخصت ہے خدا خیر کرے
رہنماؤں کو پتہ خود بھی نہیں رستے کا   راہرو وقفِ حیرت ہے خدا خیر کرے

مولانا نیرنگ کو حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) سے بہت محبت تھی۔ ۱۹۰۵ء میں جب اعلیٰ تعلیم کے لئے علامہ اقبالؒ انگلستان گئے تو نیرنگ نے انبالے سے دلی تک حضرت علامہؒ کی مشایعت کی۔ خواجہ حسن نظامیؒ (۱۸۷۸ء۔۱۹۵۵ء) مانـ

دہلوی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۷۶ء) اور نیرنگ کی موجودگی میں اقبالؒ نے "التجائے مسافر" کے عنوان سے ایک نظم حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ (۱۲۳۷ء۔ ۱۳۲۴ء) کے مزارِ اقدس پر پڑھی۔

اقبالؒ کا عشقِ رسول ﷺ ایک مسلمہ چیز ہے۔ نیرنگؒ نے بھی اس عشقِ لازوال کی چاشنی بارگاہِ اقبالؒ سے حاصل کی۔ نیرنگؒ، علامہ اقبالؒ کے عشقِ رسول ﷺ کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

> "اقبالؒ کا قلبی تعلق حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ذاتِ قدسی صفات سے اس قدر زیادہ تھا کہ حضور ﷺ کا ذکر آتے ہی ان کی حالت دگرگوں ہو جاتی۔ چونکہ میں بارہا ان کی یہ کیفیت دیکھ چکا تھا اس لیے میں نے ان کے سامنے تو نہیں کہا مگر خاص لوگوں سے اظہورِ راز ضرور کہا کہ اگر یہ حضور اقدس ﷺ کے مرقدِ پاک پر حاضر ہوں گے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے، وہیں جاں بحق ہو جائیں گے"۔

وکالت، شاعری، علمی اور ادبی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ نیرنگ نے مذہبی، قومی اور سیاسی تحریکوں میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ مذہب و ملت کا بہت زیادہ درد رکھتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں انبالہ کے میونسپل کمشنر منتخب ہوئے۔ تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۲۳ء میں جب "شدھی تحریک" آگرہ، متھرا اور بھرت پور وغیرہ میں شروع ہوئی تو آپ نے انبالہ میں "جمعیۃ مرکزیہ تبلیغ الاسلام" کی بنا رکھی جس کے صدر مولانا نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانیؒ (۱۸۶۷ء۔ ۱۹۵۰ء) اور آپ تاحیات ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ حضرت علامہ اقبالؒ اس کے تاسیسی رکن تھے۔ علاوہ ازیں مولوی سر رحیم بخش (۱۸۶۱ء۔ ۱۹۳۵ء) اور مولانا عبدالماجد بدایونیؒ (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) خصوصی ارکان تھے۔ اس انجمن نے مبلغین کی ایک بہت بڑی تعداد تیار کر کے شدھی تحریک کے خلاف کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

نیرنگ نے ۱۹۲۴ء میں پہلی دفعہ مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں شرکت کی۔ اس کے بعد سالانہ دہلی دسمبر ۱۹۲۶ء میں شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں آپ کو لیگ کی صوبائی مجلس برائے پنجاب کارکن نامزد کیا گیا تھا، جس کا کام مستقبل کی اصلاحات کے لئے

ایک منصوبہ تیار کرنا اور لیگ کی مرکزی مجلس کو پیش کرنا تھا۔ نیز آپ اس "کل ہند مسلم کانفرنس" کی ایک مجلس انتظامی کے رکن بھی نامزد ہوئے تھے جس کا مقصد "کمیونل ایوارڈ" پر غور کرنا تھا۔ اس مجلس کے صدر علامہ اقبالؒ تھے۔

آپ نے مسلم لیگ سے وابستہ ہونے کے بعد انبالہ کے مسلمانوں میں آزادی اور قومی شعور پیدا کرنے میں موثر کردار ادا کیا۔ آپ کی کوششوں کے اثر سے انبالہ میں لیگ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور مسلمانوں میں قومی تحریکوں میں حصہ لینے اور سیاسی آزادی کے حصول کے جذبات عام ہو گئے۔ چونکہ آپ کو اپنے شہر انبالہ میں بڑی عزت اور وقار حاصل تھا، اس لئے آپ انبالہ ضلع سے ۱۹۳۴ء کے انتخابات میں بلامقابلہ سنٹرل اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے۔ اور پھر اس کے بعد ہر انتخاب میں منتخب ہوتے رہے۔ آپ نے اپنی صلاحیت اور لیاقت سے نہ صرف صوبائی مسلم لیگ بلکہ اس کی مرکزی تنظیم کو بہت فائدہ پہنچایا۔ چنانچہ بہت جلد لیگ کے ممتاز قائدین میں شمار ہونے لگے۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے سنٹرل اسمبلی میں قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی سرپرستی میں بلوچستان کیلئے صوبائی خودمختاری کی قرارداد پیش کی لیکن مخالفین کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کامیابی نہ ہو سکی۔ ویسے اس وقت بلوچستان میں مسلم لیگ کا وجود نہ تھا اور نہ ہی قائداعظمؒ یہاں تشریف لائے تھے۔ تاہم آپ کے خیال سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ وہ بلوچستان کی لئے اتنے ہی بیتاب تھے جتنے کہ دوسرے صوبوں کے لئے۔

نیرنگ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۲ء تک "مرکزی مجلس دستور ساز" میں مسلم لیگ کے "ڈپٹی لیڈر" کی حیثیت سے لیگ اور اس طرح مسلمانوں کی قیادت کرتے رہے۔ اس عرصہ میں قائداعظمؒ اپنی بے پناہ ذمہ داریوں کے باعث بہت کم اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہو سکتے تھے اس لئے ان کی عدم موجودگی میں نیرنگ ہی لیگ اسمبلی پارٹی کے لیڈر کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ قائداعظم کی نیابت اور بعض مواقع پر جانشینی میر نیرنگ کی اہمیت اور وقعت کی ایک نمایاں مثال ہے۔

مسلم لیگ نے میر نیرنگ سے آئینی اصلاحات و ترمیمات کا کام بھی لیا۔ مثلاً "دہلی یونیورسٹی ترمیمی بل"، جس میں لیگ نے کہا تھا کہ یونیورسٹی کے اکثر شعبہ جات میں مسلمانوں کی کمی ہے اس کو پورا کیا جائے اور مسلمان اساتذہ کا اضافہ کیا جائے۔ لیگ نے اس

لی میں تربیت کا کام میر نیرنگ کے سپرد کیا تھا جسے منظور کرانے میں انہوں نے صبر اور استقلال کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اسی زمانے میں "وراثت اسلامی" کا مسودہ بھی پیش کیا۔ ۱۹۳۵ء کے عام انتخابات میں انبالہ سے "کل ہند مرکزی اسمبلی" کے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات میں انبالہ سے مسلم لیگی امیدوار ملک محمد حسن خان، خواجہ غلام صمد وغیرہ کی کامیابی بھی آپ کی مرہون منت ہے۔ قیام پاکستان کے بعد پہلی قومی اسمبلی وجود میں آئی جو پہلی مجلس دستور ساز بھی تھی تو آپ اس کے ممبر رہے۔ اور اسمبلی کے اندر اور باہر اسلامی اور ملی مفادات کے لیے کوشاں رہے۔

نیرنگ صاحب وجیہہ، بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ رنگ دودھ کی طرح سفید، آنکھیں بڑی اور غلافی، سیاہ اور روشن، پیشانی فراخ، جسم مضبوط اور گٹھا ہوا، قد درمیانہ، داڑھی گھنی، لہجہ ملائم اور ہموار تھا۔

مارچ ۱۹۴۹ء میں ان کی اہلیہ نے وفات پائی۔ پھر جون میں ان کی اکلوتی بیٹی کے شوہر ڈاکٹر سید ظفر الحسن (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۹ء) کا انتقال ہو گیا۔ ان ہر دو صدمات کا ان کی صحت پر اثر پڑا۔ انہیں اختلاج قلب کی شکایت پیدا ہو گئی اور وہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز جمعرات لاہور میں انتقال فرما کر قبرستان میانی صاحب میں دفن ہوئے۔ "میر غلام بھیک نیرنگ پیدا ہوا" سے سال رحلت "۱۹۵۲ء" نکلتا ہے۔

جناب طارق سلطانپوری نے یہ قطعہ تاریخ کہا:

"خورشید فلک بصیرت"

۱۹۵۲ء

نیرنگ، وہ جس کا تھا سید غلام بھیک — وہ نازش زمانہ، — عظیم الشرف بزرگ
باجوش، وہ مبلغ اسلام، مرد حق — اوصاف میں یگانہ، — عظیم الشرف بزرگ
تلمیذ داغ اور مرید علی حسین — عرفان کا خزانہ، — عظیم الشرف بزرگ
گفتار اس کی نطق مجاہد کا ظفر — کردار غازیانہ، — عظیم الشرف بزرگ
قائد کا ہم قدم سفر حریت میں وہ — فرزانہ و دوانہ، — عظیم الشرف بزرگ
کی اس نے ارتداد کے فتنے کی راہ بند — وہ قاسم زمانہ، — عظیم الشرف بزرگ
اس پر تھے مہربان جماعت علی بہت — منظور آستانہ، — عظیم الشرف بزرگ

خاور کی کاست بہ فرمان ایزدی   سید ہوا روانہ عظیم الشرف بزرگ
جب نکلی قضائے جاں میں وہ چھوڑ کر   دنیا کا قید خانہ عظیم الشرف بزرگ

ہاتف نے "آہ" سے کہا اس کا سن وصال
حق آگاہ یگانہ عظیم الشرف بزرگ"

۹+۱۹۴۳=۱۹۵۲ء

ماخذ

(۱) "کاروانِ تحریکِ پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۹ء ص ۱۶۰ تا ۱۶۱۔

(۲) "اولیائے چشت" از محمد دین کلیم مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۴۲۔

(۳) "چند گمشدہ دوست" از سید الطاف علی بریلوی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء ص ۲۲۳ تا ۲۲۴۔

(۴) "چند یادیں چند تاثرات" از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۱۳۹ تا ۱۴۰۔

(۵) "خفتگانِ خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۹۱۔

(۶) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۱۸۴۔

(۷) "حیاتِ اقبال کی چند گمشدہ کڑیاں" از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۰۹ تا ۱۱۲۔

(۸) "معاصرینِ اقبال کی نظر میں" از محمد عبداللہ قریشی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۹۳ تا ۹۵۔

(۹) "کلامِ نیرنگ" از میر غلام بھیک نیرنگ مطبوعہ لاہور ۱۹۲۴ء، کراچی ۱۹۸۳ء مقدمہ، [illegible]

(۱۰) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۳۴، ۳۸، ۵۵، ۳۴۔

(۱۱) "پیری مکتوبات رئیس الاحرار" از ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء

ص ۲۰۱ تا ۲۰۳۔

(۱۲) ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" فروری ۱۹۶۲ء متعدد صفحات۔

(۱۳) ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور، "سیرت النبی نمبر" مئی ۱۹۷۳ء ص ۹۲۔

(۱۴) "تعلیم قائد" از مولانا محمود علی خان، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۹۵۔

(۱۵) "بلوچستان آزادی کے بعد" (۱۹۴۷ء سے ۱۹۹۹ء) از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر، پروفیسر

قومی ادارہ، مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۹ء ص ۸۷۔

مولانا سید عبدالرؤف شاہ براریؒ

مولانا سید عبدالرؤف شاہ بن سید عبداللہ شاہ بن سید عزیز شاہ بن سید حبیب شاہ بن سید شریف شاہ کی ولادت ۱۸۷۸ء میں مقام لونڈھا ناگناتھ ضلع پربھنی، صوبہ دار (حال صوبہ مہاراشٹر، بھارت) میں ہوئی۔ آپ کے جد امجد سید شریف شاہ دو سو سال قبل قندھار (افغانستان) سے ہندوستان تشریف فرما ہوئے تھے۔

سید عبدالرؤف شاہ نے ابتدائی تعلیم پانڈھر کیوڑہ میں حاصل کرنے کے بعد امراؤتی سے میٹرک کیا۔ پھر الفنسٹن کالج بمبئی سے بی اے پاس کیا۔ بعد ازاں ایل ایل بی کر کے ایوت محل میں وکالت شروع کر دی۔ دوران تعلیم ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ دنیاوی اور دینی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہو کر شاہ صاحب مسلمانوں کے ایک نہایت ہی مخلص، دلیر اور باعمل رہنما کے طور پر سامنے آئے۔

یہ وہ دور تھا جب تحریک خلافت اپنے شباب پر تھی۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کا ایک بہت بڑا جلسہ ایوت محل میں ہوا جس میں ہندوستان کے چوٹی کے مسلم رہنما شریک ہوئے۔ ملک کی آزادی اور ترکوں کے خلاف انگریزوں کی ریشہ دوانیوں پر دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ اس جلسہ میں سید عبدالرؤف شاہ اور ان کے والد ماجد بھی شریک تھے۔ جلسے کے اختتام پر شاہ صاحب کے والد گرامی نے اعلان کیا کہ میں اپنے بڑے لڑکے سید

عبدالرؤف شاہ کو ملک و قوم کی خدمت کیلئے وقف کرتا ہوں اور ایک بہت بڑا قطعہ اراضی بھی چندہ میں دے دیا۔ اس اعلان نے شاہ صاحب کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا۔ وکالت کو خیر باد کہہ دیا۔ سوٹ بوٹ پھینک کر کھدر پوش ہو گئے۔ جس دور میں شاہ صاحب نے سیاست میں قدم رکھا وہ آج سے بہت مختلف تھا۔ سیاسی رہنماؤں کو آرام و آسائش اور مال و متاع کی قربانیاں دینی پڑتی تھیں۔ خلوص اور ایثار کی کسوٹی پر پرکھا جاتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے تحریک خلافت میں شمولیت کر کے بے بہا قربانیاں دیں۔

تحریک خلافت میں فعال کردار ادا کرنے پر شاہ صاحب جلد ہی "صوبہ سی پی و برار خلافت کمیٹی" کے صدر چن لئے گئے۔ "انڈین نیشنل کانگرس" کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور "سی پی و برار کانگرس" کی صوبائی صدارت پر بھی فائز رہے۔ ۱۹۲۹ء میں "نہرو رپورٹ" سے اختلاف کی بنا پر کانگرس کو خیر باد کہہ دیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ مسلم لیگ میں مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ "ممبر آل انڈیا مسلم لیگ فنڈ کمیٹی" (۱۹۳۸ء)، "ممبر آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی"، "ممبر پارلیمنٹری بورڈ آل انڈیا مسلم لیگ"، "چیئرمین سی پی و برار مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ"، "صدر سی پی و برار مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی" و صدر "سی پی و برار صوبہ مسلم لیگ"۔

"ناگپور یونیورسٹی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر"، "پانڈھرکیوڑہ میونسپل کمیٹی کے چیئرمین"، "انجمن معین الاسلام ایوت محل" (سی پی) کے صدر اور دیگر بہت سے مذہبی، علمی، ادبی اور رفاہی اداروں کے سرپرست، صدر اور عہدیدار تھے۔ بہت زود گو، نغز گو اور کہنہ مشق شاعر بھی تھے۔ ماہی تخلص فرماتے تھے۔ زیادہ تر قومی نظمیں لکھیں۔ علی برادران کے دیوانے اور پروانے تھے اور کئی بار ان کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ علم و ادب کے دلدادہ، زہد و تقویٰ میں آپ اپنی مثال اور عشق رسول ﷺ سے مخمور تھے۔ اسلام کی محبت ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ان کی زندگی "نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ" کی عملی تفسیر تھی۔ وہ مسلمانان برار کے واحد رہنما تھے جنہوں نے اپنے گرد وہی بے لوث اور مخلص کارکنان کا ایک حلقہ جمع کر لیا تھا۔ یہ لوگ ٹیم اسپرٹ کے ساتھ ان کی ہدایات پر عمل کرتے تھے۔ مسلمانان برار کو ایک مرکز پر جمع کر کے ان میں سیاسی شعور پیدا کرنے کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔

اوائل ۱۹۳۸ء میں "سی پی و برار" کی صوبائی کانگریسی حکومت نے صوبے کے مسلمانوں کے خلاف "ودیا مندر اسکیم" کی شکل میں سازش کا آغاز کر دیا۔ اس اسکیم کا موجد صوبائی وزیر اعظم پنڈت روی شنکر شکلا تھا۔ اس اسکیم کا مقصد اس صوبے سے اسلام کو ختم کر کے ہندو مذہب کا غلبہ تھا۔ اسکیم کے تحت اردو زبان کو ختم کر کے ہندی اور ہندی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانا تھا نیز صرف وہ کتابیں پڑھائی جانا مقصود تھیں جن میں "ہندو دیوتاؤں"، "ہندو سورماؤں" اور "ہندو کلچر" کا ذکر ہو۔ ایک علاقہ میں کم از کم چالیس طلباء پر مشتمل سکول کھولنا تھا۔ چونکہ اس صوبے میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہی تھوڑی تھی، کہیں بھی مسلمانوں کے بچوں پر مشتمل سکول نہیں کھل سکتا تھا، لہٰذا مسلمان بچوں کو ہندو مدرسوں میں ہی پڑھنا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے مسلمان بچوں کو ہندو مذہب کے زیر اثر لانا تھا۔

مسلمانوں نے اس کے خلاف احتجاج بلند کیا لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ مسلمانوں کی ہر کوشش ناکام ہوئی۔ وفود وزیر تعلیم سے ملے۔ ۲۳ر فروری ۱۹۳۸ء کو صدر مسلم لائبریری ناگپور میں "انجمن ترقی اردو ناگپور" کا اجلاس ہوا۔ وزیر تعلیم ڈاکٹر ذاکر حسین (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۰ء) کو قرارداد کی نقل بھیجی گئی۔ ۱۷ر مارچ ۱۹۳۸ء کو انجمن ہائی سکول ناگپور کے میدان میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں مسلمانوں کی کثیر تعداد نے "ودیا مندر اسکیم" کے خلاف قرارداد منظور کی۔ اس جلسہ میں نواب صدیق علی خاں (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۷۴ء) بھی شریک ہوئے۔ سی پی اسمبلی میں سید عبدالرؤف شاہ نے مسلم لیگ پارٹی کے اراکین کی طرف سے تحریک التواء پیش کی۔ ۱۵ر ستمبر ۱۹۳۸ء کو دس ہزار مسلمانوں کا جلوس بھی کونسل ہال گیا مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ کانگریسی حکومت نے مسلمانوں کے جائز مطالبات کو ٹھکرا کر بڑی ڈھٹائی سے اعلان کیا کہ ۲۶ر جنوری ۱۹۳۹ء کو ۱۰۰ ودیا مندروں کا افتتاح ہوگا۔ سید عبدالرؤف شاہ نے اس اسکیم کی مخالفت میں تن من دھن کی بازی لگا کر مسلمانوں کی عزت و آبرو رکھ لی۔

۴۔۵ر جون ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس قائد اعظم کی صدارت میں بمبئی میں منعقد ہوا۔ جس میں ورکنگ کمیٹی کے بائیس ممبروں نے شرکت کی جب کہ ایک ممبر سر سید سعد اللہ آف آسام (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۵۵ء) شرکت نہ کر سکے۔

اس اجلاس میں مختلف قراردادیں منظور کی گئیں جن میں کئی ایک کی حمایت سید عبدالرؤف شاہ نے کی۔

۸/ تا ۱۰/ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو سندھ مسلم لیگ کی صوبائی کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی۔ حضرت قائداعظمؒ کے ساتھ اس کانفرنس میں نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء)، مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۷ء)، راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۶ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۸۸ء) مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔ زندہ) وغیرہم کے علاوہ سید عبدالرؤف شاہ نے بھی شرکت کی۔ اس کانفرنس کے صدر مجلس استقبالیہ حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) اور پیر علی محمد راشدی (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۸۷ء) جنرل سیکرٹری تھے۔

۸/ اکتوبر ۱۹۳۸ء کی رات کو ۹ بجے اجلاس عام شروع ہوا جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت قائداعظمؒ نے کی۔ تلاوت کے بعد قومی نظمیں پیش ہوئیں اور پھر مختلف رہنماؤں نے تقاریر کیں۔ کانفرنس کی دوسری نشست ۹/ اکتوبر کو ۹ بجے رات شروع ہوئی جس میں پندرہ ہزار کے قریب لوگوں نے شرکت کی۔ اس نشست سے خطاب کرتے ہوئے سید عبدالرؤف شاہ نے سی پی کی نمائندگی کرتے ہوئے کہا:

> "بدقسمتی سے ہمارے علاقہ اور سی پی کے مسلمان مل کر بھی مشکل سے ساڑھے چار فیصد بنتے ہیں۔ اس لئے ہم ہر قسم کی مصیبت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ودیا مندر کی اسکیم اگر کسی اور صوبے میں رواج نہ پا سکی تو یہ لعنت ہمارے اوپر ڈالی گئی۔ اس کیلئے دو لاکھ روپیہ پبلک فنڈ سے منظور کئے گئے جن میں سے مسلمانوں کو اس حصہ میں سے صرف پچاس روپیہ ملتے ہیں۔
>
> سی پی کے ہندو وزیر اعلیٰ نے مسلمانوں کی سخت مخالفت کے

باوجود کہا کہ یہ اسکیم اور اس کا نام ہی ۹۹ فی صد آبادی کیلئے باعث کشش اور روحانی سکون ہے۔ اس وجہ سے تعلیم اب مرہٹی اور ہندی میں ہو گی۔ ہندی اور مرہٹی اب صوبہ کی زبان ہو گی۔ دو عدد ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ ایک میں مسلمان زیادہ ملزم تھے تو ان کو بھاری سزائیں دی گئیں اور دوسرے میں ہندو زیادہ تھے تو تعلقات خوشگوار بنانے کے بہانے سارے مقدمے واپس لے لئے گئے۔ ہمارے دکھوں کی داستان طویل ہے۔ اگر مسلم اکثریت کے علاقے میں ہماری صفوں میں اتحاد ہو گا تو ہندو اکثریت والے صوبوں پر کچھ اثر ہو گا، آپ کے متفق ہونے سے ہمیں مظالم سے نجات مل جائے گی۔"

اس موقعہ پر ایک قرارداد میں کانگرس کی سرحد، بنگال، پنجاب اور سندھ میں مسلم دشمنی اور کانگرسی وزارتوں، کانگرس کے فیصلے ودیا مندر اسکیم، بندے ماترم (ترانہ)، مخلوط انتخابات، ہندی زبان کو قومی زبان قرار دینے، اردو زبان کی حوصلہ شکنی اور تحریر و تقریر پر پابندی کی مذمت کی گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ سے سفارش کی گئی کہ وہ ہندوستان میں ایک ایسے آئین کے نفاذ کے بارے میں از سر نو غور کرے جو کہ مسلمانوں کی عزت، جائز حقوق کا علمبردار ہو اور مسلمانوں کو خود مختاری فراہم کر سکے۔

کانفرنس کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ کوئی قانون ایسا نہ بنایا جائے جو مسلمانوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہو اور آل انڈیا مسلم لیگ کے لئے قابل قبول نہ ہو۔

یہ قرارداد شیخ عبدالمجید سندھی ایم ایل اے (سندھ) نے پیش کی۔ اس کی تائید کے بی گورمانی ایم ایل اے (پنجاب) اور مزید تائید حاجی عبداللہ ہارون ایم ایل اے (سنٹرل)، مولانا عبدالحامد بدایونی (یوپی) اور سید عبدالرؤف شاہ ایڈووکیٹ ایم ایل اے (سی پی) نے کی۔

۲۶ر تا ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا ۲۶واں سالانہ اجلاس قائداعظم کی صدارت میں پٹنہ میں انعقاد پذیر ہوا۔ جس میں سید عبدالرؤف شاہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس اجلاس میں پندرہ قراردادیں منظور کی گئیں۔ پہلی قرارداد میں غازی

مصطفیٰ کمال پاشا، دوسری قرارداد میں مولانا شوکت علی اور تیسری قرارداد میں حکیم الامت علامہ اقبال کی رحلت پر اظہار افسوس کیا گیا۔ تینوں مرحومین کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور دعائے مغفرت کی گئی۔

چوتھی قرارداد میں کہا گیا کہ بہار، یوپی اور سی پی میں مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے گئے ہیں اور ان کے بنیادی حقوق کو جس بے دردی سے پامال کیا گیا ہے، مسلم لیگ کی بار بار توجہ دلانے کے باوجود وہاں کی صوبائی حکومتیں ان کے نقصانات کی تلافی اور ان کے حقوق کی حفاظت کرنے میں ناکام ہو گئی ہیں لہٰذا آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس باور کرتا ہے کہ اب آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کو اس امر کا اختیار دینے کا وقت آگیا ہے کہ وہ جب اور جہاں چاہے راست اقدام کا فیصلہ کرے۔

یہ قرارداد عزیز احمد خاں ایم ایل اے (یوپی) نے پیش کی، اس کی تائید عاشق علی وارثی (بہار) اور مزید تائید سید عبدالرؤف شاہ و دیگر آٹھ حضرات نے کی۔

سی پی و برار میں چونکہ ہندوؤں کی غالب اکثریت تھی بدیں وجہ وہ ہر وقت مسلمانوں کی دل آزاری کیلئے کمر بستہ رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۷/ مارچ ۱۹۳۹ء کو چاند بسوا ضلع خاندیس (برار) کی مسجد میں نماز عصر کے وقت متعصب ہندو جگدیو راؤ پٹیل اپنے ساتھی غنڈوں سمیت آکر گستاخانہ گیت گانے لگا۔ مسلمان نمازی مشتعل ہو کر باہر نکلے۔ تصادم ہوا اور جگدیو راؤ پٹیل زخم کاری کی تاب نہ لا کر جہنم رسید ہوا۔ یہ خبر ہر طرف پھیل گئی۔ سی پی کی کانگرسی حکومت نے ۱۵۷ مسلمانوں کو گرفتار کر کے رسیوں سے باندھ کر بھوکا پیاسا تنگ و تاریک حوالات میں بند کر دیا۔ مسلمانوں نے کانگرسی لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۵۸ء) سے انصاف کے لئے کہا مگر خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ ملا۔

برار کے چند مقتدر مسلم لیگی و دیگر مسلم رہنماؤں کا ایک وفد انگریز آئی جی پولیس مسٹر ٹیلر سے ملا جس کی نتیجے میں ۱۱۴ مسلمانوں کو رہا کر دیا گیا جبکہ باقی ۴۳ کا سیشن جج ناگپور مسٹر ایم این کلارک کی عدالت میں چالان کر دیا گیا۔ صوبہ مسلم لیگ نے اپنے صدر سید عبدالرؤف شاہ کی قیادت میں ڈٹ کر مقدمہ کی پیروی کی مگر شومئی قسمت کہ انگریز سیشن جج نے بھی ہندو نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے ۲۴/ فروری ۱۹۴۰ء کو فیصلہ سناتے ہوئے چھ مسلمانوں کو پھانسی، ۲۴ کو حبس دوام، ایک کو قید تا نشست عدالت اور دو سو روپیہ جرمانہ کی

سزائیں سنائیں۔ ۱۲ کو بری کر دیا۔ اس فیصلے نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور ان کا برطانوی انصاف سے اعتماد اٹھ گیا۔

صوبہ مسلم لیگ سی پی وبرار نے انگریز سیشن جج کی ناانصافی، ہندو پروری اور مسلم دشمنی کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کرنے کے لئے "چاندور بسوار ریلیف کمیٹی" بنائی جس کے سربراہ مولانا مفتی عبدالباقی محمد برہان الحق جبل پوریؒ (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۸۴ء) نائب صدر صوبہ مسلم لیگ تھے۔ سید عبدالرؤف شاہ صدر صوبہ مسلم لیگ، جن کا مقصد حیات قوم کی خدمت کرنا اور اس پر مر مٹنا تھا، اپنی اعلیٰ شخصیت اور صوبائی مسلم لیگ کی صدارت کو نظر انداز کر کے مصیبت زدہ اور بے گناہ مسلمانوں کو تختہ ءدار سے صحیح و سالم اتارنے کے لئے کمیٹی کے معمولی رکن بن کر میدان میں آ گئے۔ اور اپنے شب و روز کے آرام و سکون وغیرہ بالائے طاق رکھ کر اپریل ۱۹۴۰ء میں ناگپور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ ۲۱ر مئی ۱۹۴۰ء کو عدالت عالیہ نے تمام ملزمان کو باعزت طور پر بری کر دیا۔ اس مقدمہ میں سید عبدالرؤف شاہ اور مفتی محمد برہان الحق کے علاوہ معروف مسلم لیگی نواب صدیق علی خاں آف ناگپور (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۷۴ء) نے قابل تحسین کام کیا۔

۱۰۔۱۱ر جون ۱۹۳۹ء کو ناگپور شہر میں دو روزہ "مسلم پولیٹیکل کانفرنس" انعقاد پذیر ہوئی جس میں مسلم لیگ کے مرکزی اور صوبائی سطح کے رہنماؤں کے علاوہ مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔ زندہ) نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس بہت کامیاب رہی۔ بہت سے لوگ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ مسلم لیگ کا یہ ابتدائی دور تھا اس سے مسلم لیگ کو بہت بڑی تقویت ملی۔ اس کانفرنس کی کامیابی و کامرانی کا سہرا صوبائی صدر مسلم لیگ سی پی وبرار سید عبدالرؤف شاہ کے سر پر تھا۔

یکم ر تا ۳ر جنوری ۱۹۴۰ء کو ضلع مسلم لیگ جبل پور کے زیر اہتمام عید گاہ جبل پور میں ایک شاندار "مسلم لیگ کانفرنس" منعقد ہوئی، جس میں شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) عزیز ملت بیرسٹر سید عبدالعزیز آف پٹنہ (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۸ء) اور الہ آباد کے نامور قانون داں بیرسٹر سید ظہور احمد (۱۸ء۔ ۱۹۴۲ء) خصوصی دعوت پر شریک ہوئے۔ صوبہ مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے سید عبدالرؤف شاہ نے اس کانفرنس کو کامیاب کر کے نہ صرف کانگرس کے گھروں میں صف

ماتم بچھائی بلکہ مسلم لیگ کو زبردست تقویت پہنچائی۔ اس سے سی پی میں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو "اقبال پارک لاہور" میں "قرارداد پاکستان" منظور ہوئی جہاں برصغیر پاک و ہند کے مہر و ماہ جلوہ گر تھے۔ حضرت قائداعظم امیر مجلس تھے۔ ایک لاکھ کے ہجوم نجوم میں یہ قرارداد شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء ۔ ۱۹۶۲ء) نے پیش کی۔ پنجاب، سرحد، سندھ، یوپی، مدراس، بمبئی، بہار، بلوچستان کے نمائندوں نے باری باری اس قرارداد کی تائید و حمایت کی۔ صوبہ سی پی کی نمائندگی کرتے ہوئے سید عبدالرؤف شاہ نے کہا:۔

"میں اس علاقے سے تعلق رکھتا ہوں، جہاں مسلمان چند فیصد ہیں، جہاں ہندوؤں کی زبردست اکثریت اور کانگرس کا گڑھ ہے۔ مجھے علم ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد ہمیں ہندوؤں کی حکومت کے ماتحت رہنا ہو گا۔ مگر ہم پاکستان کی حمایت اس لئے کر رہے ہیں کہ ہمارے بھائی تو آزادی کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوں گے اور پاکستان میں اسلام کا بول بالا ہو گا۔

اکثریتی صوبوں کے مسلمانوں کو ہمارے مآل سے گھبرانا نہیں چاہیئے اور وہ اپنی آزادی کی جدوجہد تیز کر دیں اور اس قرارداد پر عمل کرتے ہوئے اپنے لئے علیحدہ وطن حاصل کر لیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا چاہیئے۔"

قرارداد کی تائید کرنے والے اکابر میں سے سب سے زیادہ مؤثر تقریر مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء ۔ ۱۹۷۰ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء ۔ ۱۹۴۷ء) اور سید عبدالرؤف شاہ کی تھی۔ سید صاحب جب تقریر کر رہے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ ان کے دل سے نکل رہے ہیں۔ سامعین بے حد متاثر ہوئے اور نجانے کتنوں کے دل دہل گئے ہوں گے۔

تحریک پاکستان کے نامور کارکن حکیم آفتاب احمد قرشی (۱۹۲۵ء ۔ ۱۹۸۱ء) اپنی کتاب "کاروان شوق" میں سید عبدالرؤف شاہ کی اس تقریر کے حوالے سے یوں رقمطراز

عقیدت پیش کرتے ہیں :۔

"ان کی تقریر مسلمانوں کے جذبے اور ولولے کا مظہر تھی۔
اُن کا تعلق امراوتی (برار) سے تھا۔ اُن کی زندگی قومی خدمت میں گزری۔ برار ایک زمانے میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور ثقافت کا مرکز تھا۔ برار، دکن کا حصہ تھا جسے انگریزوں نے غصب کر لیا تھا مگر وہ برار کے مسلمانوں کے دلوں سے اسلامی غیرت کا چراغ نہ بجھا سکے۔ سید عبدالرؤف شاہ، برار کے مسلمانوں کے گوہر شب چراغ تھے۔ انہوں نے اپنے خون سے قومی شمع کو فروزاں کیا۔ وہ سی پی کے مسلمانوں کے قائد تھے اور سی پی مسلم لیگ کے صدر۔ قائداعظم ان پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔ قائد نے انہیں آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا رکن نامزد کیا تھا۔ وہ سالہا سال اس عظیم منصب پر سرفراز رہے۔ مسلم لیگ کی تاریخی جدوجہد میں پیش پیش رہے اور انہوں نے مسلم لیگ کے اہم اور تاریخ ساز فیصلوں میں بھرپور حصہ لیا۔ سید عبدالرؤف شاہ صلہ و ستائش سے بے نیاز تھے۔ اخلاص وایثار سے ان کی شخصیت عبارت تھی۔ وہ بڑے نیک نام اور پاکباز انسان تھے۔ اُن کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد انہوں نے سی پی میں قیام کیا اور مسلمانوں کے تحفظ اور بقا کیلئے سرگرم رہے۔ تحریک پاکستان کو ایسے ہی بُرا لقدر مسلمانوں پر ناز ہے اور اُن کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔"

قرارداد کو "اللہ اکبر" کے فلک شگاف نعروں کی گونج میں منظور کیا گیا۔ اس قرارداد کی منظوری کے بعد بر صغیر کے مسلمانوں کے پاس واضح لائحہ عمل اور منزل تھی۔ اس منزل کے حصول کے لئے سید عبدالرؤف شاہ نے نہ صرف سی پی و برار بلکہ دوسرے صوبوں کے دورے کر کے مسلم لیگ کے پیغام کو ہر مسلمان کے دل کی دھڑکن بنا دیا۔ہائے! اب ایسے لوگ ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گے۔

اب ڈھونڈ انہیں چراغِ رُخِ زیبا لے کر

۱۹۴۱ء میں نواب صدیق علی خاں (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۷۴ء) نے ناگپور میں ایک مسلم لیگ کانفرنس منعقد کی جس میں مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) و دیگر مسلم لیگی زعماء نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس بہت کامیاب رہی۔ سید عبدالرؤف شاہ نے بحیثیت صوبائی صدر اس کانفرنس کو جس احسن انداز سے کامیاب کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کانفرنس کی کامیابی پر چوہدری خلیق الزمان نے سید صاحب کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔

۱۲ر تا ۱۵ر اپریل ۱۹۴۱ء مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس مدراس میں منعقد ہوا جس کی صدارت حضرت قائداعظمؒ نے کی۔ اس میں ملکی اور بین الاقوامی حالات پر غور و فکر کے بعد کل چار قراردادیں پیش کی گئیں۔ جن میں سے ایک قرارداد سید عبدالرؤف شاہ نے پیش کی:۔

"مسلمانان برصغیر کی تعلیمی، اقتصادی اور سماجی ترقی کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس سلسلہ میں پانچ سالہ منصوبہ ترتیب دے۔"

اس قرارداد کی تائید مفتی فخرالاسلام (یوپی) ایم حفیظ الدین (بمبئی) کے ایم سیٹھی (مدراس) نے کی۔ چنانچہ اس قرارداد کو منظور کرتے ہوئے ایک کمیٹی بنا دی گئی جو اس سلسلہ میں پانچ سالہ منصوبہ ترتیب دے کر چھ ماہ میں مجلس عاملہ کو پیش کرے گی۔ کمیٹی مندرجہ ذیل حضرات پر مشتمل تھی۔ راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (کنوینر) چوہدری خلیق الزمان، ابوالحسن اصفہانی، اسمٰعیل ابراہیم چندریگر، ڈاکٹر ایس اے جعفری، ضیاء الدین احمد، سید حسین امام، سر عبداللہ ہارون۔

۲۵، ۲۶ ر ۲۷ ر دسمبر ۱۹۴۱ء کو آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا پانچواں اجلاس قائداعظمؒ کی صدارت میں ناگپور (سی پی، بھارت) میں منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر مسلم لیگ کے ۲۹ مرکزی رہنماؤں نے مسلم طلباء کے نام ایک اپیل شائع کی کہ وہ اس اجلاس میں شرکت کر کے اسے کامیاب و کامران کریں۔ ۲۲ ویں نمبر پر سید عبدالرؤف شاہ کا نام اور دستخط بھی شامل ہیں۔

۲۶ر اپریل ۱۹۴۳ء کو دہلی میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس قائداعظمؒ کی

صدارت میں ہوا۔ اس میں تین اہم ریزولیشن پیش کئے گئے۔ ایک ریزولیشن چوہدری خلیق الزمان (او پی) نے پیش کیا کہ :-

"اس اجلاس کی رائے میں مسلمانانِ ہند کے دلوں میں اس امر کا شدید احساس پایا جاتا ہے کہ برطانوی حکومت کوئی واضح اعلان کرنے میں ناکام رہی ہے جس کا مطالبہ "کل ہند مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے اپنے اجلاس ۲۰ر اگست ۱۹۴۲ء منعقدہ بمبئی میں ایک قرارداد کے ذریعے کیا تھا۔ اور مسلم لیگ دس کروڑ مسلمانوں سے متعلق برطانوی پالیسی پر عدم اطمینان کا اظہار کرتی ہے۔ ورکنگ کمیٹی کی یہ مسلمہ رائے ہے کہ قیامِ پاکستان ہی مسلمانونِ برصغیر کے مسائل کا واحد حل ہے۔ اس سے دستوری تنازعات بھی ہمیشہ کے لئے حل ہو جائیں گے اور ہندو کانگرس کا دس کروڑ مسلمانوں کو غلام بنانے کا خواب بھی پریشان ہو جائے گا۔ اور یہ ہی برصغیر کی آزادی کا واحد راستہ بھی ہے۔ اگر ہمارے اوپر کسی وفاقی طرز حکومت کو مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا نتیجہ خونریزی، خانہ جنگی اور بربادی کے سوا دوسرا نہ ہو گا۔ ایسے حالات اور ان کی نتائج کی ذمہ داری تنہا حکومتِ برطانیہ پر ہو گی۔"

اس قرارداد کی تائید پنجاب، سندھ، بلوچستان، سرحد، بنگال، بمبئی، بہار، یوپی، مدراس کے نمائندوں نے کی۔ سی پی کی نمائندگی کرتے ہوئے سید عبدالرؤف شاہ نے پُر زور تائید کی۔

فروری ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں سی پی اسمبلی کے کل چودہ مسلم حلقے تھے جن میں مسلم لیگ نے ۳ بلا مقابلہ اور ۱۰ بمقابلہ کل ۱۳ نشستیں جیت لیں۔ ایک پر آزاد امیدوار کامیاب ہو گیا۔ مسلم لیگ کے حق میں فیصلہ ۹۳ فیصد رہا۔ شکست خوردہ جماعتوں میں کانگرس، خاکسار، مومن مجلس اور احرار شامل تھیں۔ سید عبدالرؤف شاہ حلقہ نمبر ۱۶ یوت کل سے بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے۔ اتنی بڑی کامیابی شاہ صاحب کے خلوص، لگن اور محنت شاقہ کا نتیجہ تھی۔

آل انڈیا مسلم لیگ نے عام انتخابات میں فرنگی فرعونیت اور ہندو کانگرس کی نمرودیت کو ذلت آمیز شکست دینے کے بعد قافلۂ آزادی کی تشکیل نو اور استحکام جدید دینے کیلئے پورے برصغیر سے مجالس قانون ساز کے منتخب مسلم لیگی اراکین کا تاریخ ساز کنونشن ۷، ۸، ۹/اپریل ۱۹۴۶ء کو عربک کالج بیرون اجمیری دروازہ دہلی میں قائداعظم کی صدارت میں منعقد کیا۔ اس تاریخی اجتماع میں مسلمانان برصغیر کو اپنے مستقبل اور اپنی تقدیر کا اہم ترین فیصلہ کرنا تھا کہ کیا مسلمانوں کو انگریز کی غلامی کے بعد ہندو کی بدترین غلامی کو تقدیر الٰہی سمجھ کر قبول کرنا ہے یا پھر مردان حُر کی طرح اپنی دنیا آپ پیدا کرنی ہے اور استعمار باطل پر ثابت کرنا ہے کہ اسلام آج بھی ایک زندہ و جاوید قوت ہے اور وہ ہر زمانے میں اپنا وجود تسلیم کرا لیتا ہے۔

اس اجلاس میں سید عبدالرؤف شاہ، سی پی اسمبلی کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے اور ۹/اپریل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

"اسلامیان ہند اس سے بڑھ کر کیا ثبوت دے سکتے ہیں کہ ایشیاء کی عظیم شخصیت کے ایک اشارے پر ملک کے دور دراز علاقوں سے سینکڑوں اراکین مجالس قانون ساز اور ہزاروں فدائیان مسلم لیگ یہاں کھنچے چلے آئے ہیں۔ (قائداعظم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔)

آن نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پُشت من
آں منم کہ درمیان خاک و خوں بینی سرے

سلسلۂ خطاب جاری رکھتے ہوئے شاہ صاحب نے کہا:

"انگریزوں کو چاہئے کہ اپنی روانگی سے قبل ہندوستان کو تقسیم کر دیں۔ ہندو، مسلمانوں کے برادر یوسف ہیں۔ ہم یہاں اسپین کی تاریخ نہیں دہرانے دیں گے۔ (یہاں اقبال کا یہ شعر پڑھا)۔

در رہِ منزل لیلیٰ خطر است بسے
شرطِ اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

تقریر کے آخر میں آپ نے سی پی کے آٹھ لاکھ مسلمانوں کی طرف سے

قائداعظم کو ہر قربانی پیش کرنے کا یقین دلایا۔

۱۱ر مئی ۱۹۴۶ء کو شملہ میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام رات کو ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت مسلم لیگ کے مرکزی رہنما نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) نے کی۔ اس جلسہ سے اکابرین مسلم لیگ سید حسین امام (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) پیر زادہ محمد ذکاء اللہ شملوی (ء۔ ۱۹۴۷ء) کے علاوہ سید عبدالرؤف شاہ نے خطاب کیا۔ ایک قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ فلسطین میں یہودی آباد نہ کئے جائیں۔ دوسری قرارداد میں حصول پاکستان کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کا عہد کیا گیا۔

قیام پاکستان کے بعد شاہ صاحب ہندوستان ہی میں رہے تاکہ مسلمانوں کا تحفظ کیا جاسکے۔ دسمبر ۱۹۴۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس آخری دفعہ پاکستان کی سرزمین پر منعقد ہوا۔ کونسل نے ایک قرارداد مرتب کی جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کو دو علیحدہ اور جداگانہ تنظیموں میں تقسیم کر دینے کی سفارش کی۔ ایک تنظیم پاکستان کے لئے اور دوسری بھارت کیلئے۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظم کر رہے تھے۔ اس اجلاس میں سید عبدالرؤف شاہ نے بھی شرکت کی۔

اجلاس کا ماحول بڑا پژمردہ تھا۔ فضا پر اداسی چھائی ہوئی تھی اور کونسلروں کے چہروں پر غم کی پرچھائیاں عیاں تھیں۔ مسلمانان ہندوپاک کے وہ راہنما جنہوں نے متحد ہو کر نصف صدی تک انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جنگ لڑی تھی اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا تھا، آج حالات کے اس موڑ پر آن کھڑے تھے جہاں سے ان کی راہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الگ ہو جاتیں تھیں۔ ان کو اس امر کا بھی احساس تھا کہ مستقبل ان کے درمیان حائل ہونے والی دیواروں کو اور بھی بلند کر دے گا۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے شناسا بھی نہ رہیں گے۔ حالانکہ قائداعظم کی شخصیت قانون اور دستور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور جذبات کا مدوجزر ان کو متاثر نہیں کرتا تھا لیکن اس اجلاس کی افسردہ فضا نے ان کے دل پر بھی اثر کیا۔ چنانچہ جب ان کی تقریر میں ہندو مسلم فسادات اور قتل و غارت کا ذکر آیا تو ان کا چہرہ سوگوار ہو گیا، شدت غم سے ان کا دل پگھل گیا اور پھر مسلم لیگ کے کونسلروں

نے دیکھا کہ وہ قائداعظمؒ جو سنجیدگی، صبر اور متانت کا نمونہ تھے، آج ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی، شائد انہیں بھی اندازہ نہ تھا کہ آزادی کی صبح اسقدر خون آلود ہوگی۔

اس موقعہ پر قائداعظمؒ اور دوسرے زعماء نے سید عبدالرؤف شاہ سے کہا کہ آپ پاکستان آجائیں، جواباً شاہ صاحب نے کہا کہ اگر میں پاکستان آگیا تو سی پی و برار کے بے سروسامان مسلمانوں کا کون پرسانِ حال ہوگا۔ میرا جینا اور مرنا انہی کے ساتھ ہے۔ جس وقت شاہ صاحب یہ باتیں کر رہے تھے ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موتی گر رہے تھے۔

۲۱ر جنوری ۱۹۵۴ء / ۱۳۷۳ھ بروز جمعرات آٹھ بجے شب شاہ صاحب نے "اللہ، اللہ" کہتے ہوئے پاندھر کیوڑہ ضلع ایوت محل (مہاراشٹر، بھارت) میں بعارضہ بلڈ پریشر اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کردی۔ رحلت سے پہلے دن کے وقت اپنے کفن کا کپڑا خود خریدا اور قبر کی جگہ کی نشاندہی فرمائی۔ دوسرے دن ان کی منتخب کردہ جگہ پر سپرد خاک کردیا گیا۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

ان کے انتقال کے بعد مسلمانان برار کے سیاسی و سماجی کارکنان کی مرکزیت بکھر گئی اور پھر کوئی بھی ان کے انتقال سے پیدا شدہ خلاء کو پُر نہ کرسکا۔ ڈاکٹر محمد منشاالرحمن خاں منشاؔ نے "رحلت دیدہ ور" کے عنوان سے یوں خراج تحسین پیش کیا۔

وہ گل کہ جس نے حُسن دی نگاہ و دل کو تازگی
وہ گل کہ جس کے دم سے باغ قوم کی بہار تھی
وہ گل کہ ہر طرف تھی دھوم جس کے لطف عام کی
وہ گل کہ جس کے فیض سے روش روش مہک اٹھی
اجل کے پنجۂ خزاں کا وہ شکار ہو گیا
فغاں نہ آئے لب پہ کیوں کہ دل فگار ہو گیا
وہ ایک شمع ضوفشاں جو نور چشم بزم تھی
وہ اک دیا کہ جس سے جل چکے نئے دیئے کئی

وہ اک چراغ جس کی لو سے کانپتی تھی تیرگی
ہر ایک گوشۂ حیات میں تھی جس کی روشنی
وہ تند و تیز آندھیوں میں جھلملا کے بجھ گیا
سحر قریب آ گئی تو ٹمٹما کے بجھ گیا
وہ ایک گل کہ جس کو لوگ زینتِ چمن کہیں
وہ ایک شمع جس کو لوگ جانِ انجمن کہیں
وہ راہبر کہ جس کو لوگ نازشِ وطن کہیں
وہ اک گہر کہ جس کو غیرتِ دُرِ عدن کہیں
اے سی پی رو کہ آج وہ ترا گہر نہیں رہا
ہزار حیف ہم میں اب وہ دیدہ ور نہیں رہا

شاہ صاحب کے ہم وطن اور معروف شاعر حضرت صابر براری ثم کراچوی (۱۹۲۸ء۔زندہ) نے اُن کا یہ قطعۂ تاریخِ وصال کہا:-

"والا مرتبت سید عبدالرؤف شاہ صاحب"

۱۹۵۴ء

اُن کے فراق میں ہے ہر اک شخص سوگوار
تھے شاہ صاحب ملک اور ملت کے خیر خواہ
صابر ملا ہے غیب سے اُن کا سنِ وفات
"جنت میں روشن طبع ہیں عبدالرؤف شاہ"

۱۹۵۴ء

ایضاً

ہر شخص اشکبار ہے اُن کی وفات پر — ہر قلب کا قرار تھے عبدالرؤف شاہ
وہ صدر لیگ بھی رہے سی پی برار کے — ملت کے غمگسار تھے عبدالرؤف شاہ
تھے ان کے قدر دان محمد علی جناح — قائد کے جانثار تھے عبدالرؤف شاہ
صابر سنِ وفات کہو ان کے حسبِ حال — "یک رہبر برار تھے عبدالرؤف شاہ"

۱۹۵۴ء

مؤلف کتاب ہذا محمد صادق قصوری نے بھی ان کی تاریخ کہی۔

صد حیف، اس جہاں سے، رخصت وہ ہو گئے ۔۔۔ نام گرامی جن کا تھا عبدالرؤف شاہ
تھے مرد نیکو کار وہ ہمدرد قوم تھے ۔۔۔ گھلتے تھے درد قوم میں وہ صبح تا مسا
ہاں فلک پیر، بول بگڑتا تھا کیا تیرا ۔۔۔ کچھ اور دن نہ جیتے وہ گر بادہ و فنا
ان کو نصیب ہو سے کوثر لطف رب ۔۔۔ جنت میں بھی ملے انہیں، اکرام و عزوجاہ

صادق جو میں نے فکر کی سال وصال کی
دوبار کہہ دو "فخر زمن" آئی یہ صدا

۹۷۷×۲=۱۹۵۴ء

ماخذ

(۱) "کاروان شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۸۰، ۳۸۱۔
(۲) "مکاتیب بہادر یار جنگ" جلد اول مطبوعہ بہادر یار جنگ اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۹۳، ۳۷۹، ۳۸۲، ۴۵۸۔
(۳) "کاروان گم گشتہ" از سید رئیس احمد جعفری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء ص ۵۲۔
(۴) "قائد اعظم اور ان کا عہد" از سید رئیس احمد جعفری لاہور ۱۹۶۶ء ص ۶۶۲۔
(۵) "تاریخ پاکستان" از محمد بشیر احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۳۱۹۔
(۶) "حصول پاکستان" از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۲۲۵۔
(۷) "پاکستان ناگزیر تھا" از سید حسن ریاض مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۲۵۶۔
(۸) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خان مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۱۴۹، ۱۷۲، ۱۷۸، ۱۸۷۔
(۹) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۳۱۳، ۳۳۲، ۳۹۱، ۴۳۶، ۴۴۷۔
(۱۰) "تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۳۴۲۔
(۱۱) "تحریک آزادی میں پنجاب کا کردار" از ایم جے اعوان مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۳ء ص ۱۶۷، ۱۶۸۔
(۱۲) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور

۱۹۹۶ء ص ۳۴۳۔

(۱۳) "قرار دادِ پاکستان صحافتی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۷۸۔

(۱۴) "تحریک پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۳۲۶۔

(۱۵) "تخلیق پاکستان" از فاروق ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۴۷۵، ۴۷۸ تا ۴۷۹۔

(۱۶) "سی پی میں کانگرس کا راج" از حکیم اسرار احمد کریوی مطبوعہ ناگپور (انڈیا) ۱۹۴۱ء ص ۱۶۱ تا ۱۶۴، ۱۷۱ تا ۲۰۰۔

(۱۷) "شاہراہ پاکستان" از چوہدری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۲۹۵، ۹۰۸۔

(۱۸) "تحریک پاکستان میں سندھی مسلمانوں کا کردار" از ڈاکٹر اکرام الحق پرویز مطبوعہ سندھ یونیورسٹی جامشورو ۱۹۸۴ء ص ۱۸۷، ۱۸۸۔

(۱۹) "جدو جہد آزادی میں سندھ کا کردار" از ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۵۔

(۲۰) "تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ" از ڈاکٹر محمد لائق زرداری مطبوعہ مورو (سندھ) ۱۹۸۴ء ص ۱۲۸ تا ۱۳۰۔

(۲۱) "تذکرہ مشاہیر برار" مطبوعہ انجمن یادِ رفتگاں، عثمانیہ مسجد امراؤتی (مہاراشٹر، بھارت) ۱۹۸۷ء ص ۲۱۹ تا ۲۲۳۔

(۲۲) مجلہ "علم و آگہی" گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی، خصوصی اشاعت "تحریک پاکستان" ۱۹۸۰ء ص ۱۰۵۔

(۲۳) مکتوب گرامی حضرت صابر براری بنام محمد صادق قصوری از کراچی محررہ ۶ / اکتوبر ۱۹۹۷ء۔

(۲۴) "قائداعظم محمد علی جناح اینڈ پاکستان" از سید شریف پیر زادہ مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۹ء ص ۸۲۔

(۲۵) "آزادی کے مجاہد"، جنگ پبلشرز لاہور ۱۹۸۹ء ص ۶۴۔

(۲۶) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۲۳ / مارچ ۱۹۹۸ء۔ مضمون "قرار دادِ پاکستان" از علاؤالدین انصاری۔

(۲۷) مجلہ "کسب جو" گورنمنٹ کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، گولڈن جوبلی نمبر ۱۹۹۷ء ص ۷۲۔

(۲۸) "یادِ رفتگاں" جلد دوم از [illegible]، کراچی ۱۹۹۸ء ص ۲۹۔

(۲۹) "عظیم قائد" از نوابزادہ محمود علی خان مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۸۲، ۹۲، ۱۰۷، ۱۰۸

(۳۰) "جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر ۱۹۹۱ء ص ۷۶، ۷۷۔

مولانا قطب میاں فرنگی محلیؒ

مولانا قطب الدین عبدالوالی المعروف قطب میاں بن مولانا عبدالرؤف (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۰۵ء) بن مولانا عبدالوہاب (۱۸۴۶ء۔ ۱۹۰۳ء) کی ولادت ۱۹/ رجب ۱۳۱۴ھ / ۲۴/ دسمبر ۱۸۹۶ء کو فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ قیام الدین والملت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۲۶ء) کے بھتیجے، داماد اور جانشین تھے۔

قطب میاں نے مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن پاک کے بعد کتب درسیہ اپنے نامور چچا مولانا عبدالباریؒ و دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں سند فراغت حاصل کر کے مدرسہ نظامیہ ہی میں مدرس ہو گئے اور پھر تازیست درس و تدریس کی خدمات بجالاتے رہے۔

قطب میاں ذوق سیاست سے بھی آشنا تھے۔ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، جمعیۃ خدام الحرمین اور تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ اور بہت جلد برصغیر کے نامور لیڈروں کی صف میں شامل ہو گئے۔ جب مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے کوچہ سیاست میں قدم رکھا اور اپنے جانثار مریدوں علی برادران (مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر) کو ساتھ لے کر تحریک خلافت کا پرچم بلند کیا تو قطب میاں اپنے چچا حضور کے دست و بازو ثابت ہوئے اور علمائے حقانی کی طرح اعلائے کلمۃ الحق میں کوشش و سعی کی۔ تحریک

خلافت کو آل انڈیا لیول پر منظم کیا تو قطب میاں، خلافت کمیٹی اودھ کے صدر منتخب ہوئے اور بیش قیمت خدمات انجام دیں۔ اس سے قبل اودھ خلافت کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے صدر منتخب ہوئے اور اپنے پر جوش صدارتی خطبہ میں قوم کو اک ولولہء تازہ بخشا۔ مختلف مقامات کے دورے کئے۔ جمعیت علماء مدارس کے جلسہ میں اپنے چچا حضور کے قائم مقامی میں صدارت کی اور اکناف و اطراف ملک میں تبلیغ حق فرمائی۔

۱۹۲۵ء میں جمعیت خدام الحرمین معرض وجود میں آئی تو خلافت کمیٹی سے اختلافات کی وجہ سے الگ ہو گئے اور اپنی تمام تر مساعی کو جمعیت خدام الحرمین کے لئے وقف کر دیا۔ مولانا عبدالباری کی رحلت کے بالاتفاق رائے "جمعیت خدام الحرمین" کے خادم الخدام (صدر) مقرر ہوئے اور شایان شان خدمات انجام دیں۔

آپ کو اپنے محترم چچا مولانا عبدالباریؒ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا۔ والد گرامی سے بھی اجازت تھی۔ علاوہ ازیں علمائے حرمین شریفین اور حضرت مولانا سید عبدالقادر حمویؒ سے بھی اجازت حدیث اسلاسل حاصل تھی۔ چچا حضور نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا قائم مقام و جانشین مقرر کر دیا تھا۔

۱۹۲۹ء میں جب جمعیت علماء ہند مکمل طور پر کانگرس کی حلیف بن گئی اور مسلم مفادات کو بالکل فراموش کر کے گاندھی کی لنگوٹی کی اسیر ہو گئی تو علمائے حق نے جن میں مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۴ء)، مولانا عبدالکافی الہ آبادی (۱۸۵۸ء۔ ۱۹۳۰ء) مولانا محمد فاخر الہ آبادی (ف ۱۹۳۰ء) شامل تھے، کے ساتھ قطب میاں نے ایک علیحدہ جمعیت کی تاسیس کی فکر کی۔ چنانچہ کانپور میں ایک جدید جمعیت علماء بنائی گئی جس کا صدر مولانا محمد علی جوہر جیسے شیفتہء مذہب کو بنایا گیا۔ اس جمعیت کے قیام میں قطب میاں کا خاصا عمل دخل تھا۔

۱۹۳۶ء میں جب حضرت قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کی زمام اقتدار سنبھال کر برصغیر کی سیاست میں انقلاب برپا کیا۔ اور مسلم لیگ حقیقی معنوں میں تحریک آزادی کی علمبردار بنی تو قطب میاں نے بھی دوسرے علمائے حق کی طرح اس میں شمولیت اختیار کر لی اور جان و دل ساتھ دے کر اسے اوج کمال تک پہنچایا۔ جب قطب میاں اور ان کے مخلص

ساتھیوں نے منظم طریقے سے مسلم لیگ کی مکمل تائید و حمایت کر کے کانگرس، جمیعت علماء ہند اور مجلس احرار جیسی مسلم دشمنی جماعتوں کی کمر توڑ دی تو دشمنوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔

۷ار نومبر ۱۹۳۷ء کو آپ نے ایک زبردست بیان جاری کیا جس سے کانگرسی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ملاحظہ ہو :۔

"چند روز سے بعض مسلمان جو اپنی قوم کے مفاد کا خیال کئے بغیر ملازمتوں، ٹھیکہ اریوں، وزارتوں اور صدارتوں یا غلط فہمیوں اور ذاتی جھگڑوں کی وجہ سے بلاشرط اور اپنی تنظیم کئے بغیر کانگرس میں شریک ہو رہے ہیں اور مسلمان عوام کو بھی اپنے ساتھ کانگرس کی فسطائی قوتوں پر قربان کرنا چاہتے ہیں۔ طرح طرح کے پروپیگنڈے مسلمانوں میں کر رہے ہیں۔ انہی میں سے بعض نے کہا کہ جمیعت علماء ہند دہلی، کانگرس کے ساتھ ہے۔ میں حیثیت صدر جمیعت العلماء صوبہ متحدہ دہلی یہ صاف ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ جمیعت نے ہرگز ہرگز کانگرس میں ضم ہو جانے اور شریک ہونے کا فیصلہ نہیں کیا ہے اور نہ وہ مسلمانوں کو بلا شرط شرکت کا مشورہ دیتی ہے۔ یہ بات اور ہے کہ جمیعت کے بعض اراکین مثلاً مولانا حسین احمد (مدنی) صاحب بلا معقول سبب بتائے ہوئے انفرادی طور پر کانگریس میں شریک ہو گئے ہیں مگر ان حضرات کی شرکت کسی طرح جمیعت کی شرکت نہیں کہی جاسکتی۔ جمیعت میں بہت سے ایسے اشخاص موجود ہیں جو کانگرس کی موجودہ اقلیت کشی اور حکومت پروری کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور "مسلمان نمائندہ جماعت مسلم لیگ" کے ساتھ ہیں۔ میں کانگریس کا حامی تھا۔ اس وقت تک کہ جب تک کہ اس کی جنگ انگریزوں سے تھی اور اس کی جدوجہد ہندوستان کی آزادی اور سربلندی کے لئے تھی۔ مگر آج جب اس کی تمام قوتیں اقلیتوں اور خصوصاً مسلمانوں کے مٹانے اور ان کی جماعتوں میں افتراق ڈالنے اور مذہبی خیالات برباد کرنے میں مصروف ہو رہی ہے۔ اور اُن کی تمام جدوجہد آزادی ہند کی جائے صرف اپنی قوت بڑھانے کیلئے ہے۔ مسلمانوں کو کانگرس کے اثرات سے بچانا ضروری سمجھتا ہوں اور مسلمانوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ مسلم لیگ کو مضبوط کر کے ہر اس جماعت سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں جو ان کی سیاسی اور مذہبی حیثیت ہندوستان یا دنیا کے کسی ملک سے مٹانے کے درپے ہو۔"

۳۰۔۳۱ر جولائی ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں فلسطین کے سلسلہ میں برطانوی مال کے مسئلہ پر غور کرنے کے لیے کونسل نے جو کمیٹی تشکیل دی اس میں سید الاحرار مولانا حسرت موہانی، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خان، عبدالرحمٰن صدیقی اور مولانا مظہر الدین شیر کوٹی کے علاوہ مولانا قطب الدین عبدالوالی بھی شامل تھے۔

مسلم لیگ کے ترجمان اخبار "الامان" دہلی نے جب مخالفین کے چھکے چھڑا دیے تو بابا اور بدلا کی تجوریوں سے پلنے والے کانگرسی مولوی بوکھلا اٹھے اور انہوں نے ۱۹۳۹ء میں "الامان" کے مالک اور معروف مسلم لیگی راہنما مولانا مظہر الدین شیر کوٹی کو دن دہاڑے ان کے دفتر میں قتل کرا دیا۔ قطب میاں نے مولانا مظہر الدین شہید کے مقدمہ قتل کی پیروی اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر کی اور کانگرسی مولویوں کی سازشوں کو بے نقاب کیا۔ نتیجہ ایک قاتل کو سزائے موت ہوئی اور دوسرے کو کالے پانی کی سزا ملی۔

مولانا مظہر الدین شیر کوٹی کے قتل کے بعد مسلم لیگ نے ایک نئی کروٹ لی اور وہ جلد ہی اسلامیان ہند کے دلوں کی دھڑکن بن گئی کیونکہ کانگرسی ریزہ خواروں کے ارادے مسلمانوں پر عیاں ہو گئے تھے۔ اور وہ اپنی مسلم دشمن پالیسیوں کی وجہ سے مردود ازلی ٹھہر چکے تھے۔

قطب میاں نے مسلم لیگ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا اور شب و روز کی کاوشوں سے اسے استحکام بخشا۔ حضرت قائداعظمؒ کے ساتھ دورے کر کے شہر شہر قریہ قریہ مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ ۱۹۳۹ء میں بابائے قوم حضرت قائداعظم نے جیکب آباد (سندھ) کا دورہ کیا تو قطب میاں کو بطور خاص اپنے ساتھ لائے۔ اس دورہ میں میر جعفر خان جمالی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۶۷ء) نے قائداعظمؒ کا شاہانہ استقبال کیا جس کی نظیر نہ تھی۔ عید گاہ جیکب آباد میں قائداعظمؒ نے جلسہ عام سے خطاب کیا جس سے مسلم لیگ کی دھوم مچ گئی۔ اس دورے میں قطب میاں کے علاوہ سر عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) محمد ہاشم گزدر (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۸ء) اور راجہ صاحب محمود آباد امیر احمد خاں (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) بھی قائداعظم کے ساتھ تھے۔

قطب میاں، آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاسوں میں بھرپور دلچسپی سے شرکت

کرتے مسلم یوپی و بمبی اور جوش و خروش کے ساتھ ریزولیشن پیش کرتے اور دوسروں کے ریزولیشنوں کی بڑھ چڑھ کر تائید و حمایت کرتے تھے۔ اس وقت ایک کتاب "ریزولیشنز آف دی آل انڈیا مسلم لیگ، فرام اکتوبر 1937ء تا دسمبر 1938" شائع کردہ نوابزادہ لیاقت علی خاں، میرے سامنے ہے۔ جس میں درج ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس لکھنؤ منعقدہ ۱۵ار تا ۱۸ار اکتوبر ۷ ۱۹۳ء میں ریزولیشن نمبر ۱۳ اور راجہ صاحب محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) نے پیش کی جس کی تائید مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۵۶ء) نے کی اور مولانا قطب میاں نے مزید تائید و حمایت کی۔

اس کے بعد قطب میاں نے حصول پاکستان کے لئے دامے درمے قدمے قلمے اور سخنے اپنی کوششوں کو جاری رکھا یہاں تک کہ آزادی کی صبح طلوع ہو گئی۔ پاکستان بننے کے بعد آپ فرنگی محل لکھنؤ ہی میں رہے۔ اور تاحیات درس و تدریس کا شغل جاری رکھا نیز ایک شیخ طریقت کی حیثیت سے عقیدت مندوں کی روحانی دنیا بھی آباد کی۔ تو آخر اپریل یا اوائل مئی ۱۹۵۳ء میں رحلت فرما کر فرنگی محل لکھنؤ میں آسودہ خاک ہوئے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۷ء) نے یوں خراج تحسین پیش کیا کہ قطب میاں بڑے ہونہار، خوش رو اور خوش طبع تھے۔ اور حق گوئی اور حق پسندی کا جوہر ان میں اپنے گردو پیش کے علماء سے زیادہ تھا۔

حضرت صابر براری آف کراچی نے مندرجہ ذیل قطعہ و تاریخ وصال کہا۔

تھے فرنگی محل کے وہ عالم ہو گئے راہی بہشت بریں
سال رحلت ہے ان کا یہ صابر "سالک باغ خلد قطب الدین"
۱۹۵۳ء

ماخذ

(۱) "تذکرہ علمائے فرنگی محل" مرتبہ مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۰ء ص ۱۰۳، ۱۰۵۔

(۲) "مکتوبات رئیس الاحرار مولانا محمد علی" مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء ص ۲۹۹، ۳۰۰۔

(۳) "مولانا محمد علی کی یاد میں" مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمن مطبوعہ اعظم گڑھ (بھارت)

۱۹۷۷ء، ص ۲۱۳۔

(۴) "حیات امیر شریعت" از جانباز مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۷۱۔

(۵) "مجلہ اقراء" ایم اے او کالج لاہور، قائد اعظم نمبر ۱۹۷۶ء ص ۱۳۶۔

(۶) ریزولیشنز آف دی آل انڈیا مسلم لیگ، فرام اکتوبر ۱۹۳۷ء تا دسمبر ۱۹۳۸ء مطبوعہ دہلی ۱۹۳۸ء۔

(۷) روزنامہ "مشرق" لاہور بابت ۱۸ فروری ۱۹۸۰ء۔ عبدالوحید خاں کا مضمون "آزادی کی جنگ" قسط (۷)۔

(۸) "تحریک پاکستان نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں" (۱۹۴۴ء تا ۱۹۴۷ء) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۳۰۵۔

(۹) "تاریخ کانپور" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء، ص ۵۳، ۷۷۔

مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ

مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کی ولادت باسعادت ۱۵ر رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۲ر اپریل ۱۸۹۳ء بروز اتوار میرٹھ (بھارت) کے معروف عالم دین و نعت گو شاعر مولانا شاہ محمد عبدالحکیم جوش صدیقی (م۔ ۱۹۰۳ء) کے ہاں ہوئی۔ سلسلہ نسب حضرت صدیق اکبرؓ (۵۷۳ء۔ ۶۳۴ء) سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھنے کے بعد دارالعلوم عربیہ قومیہ میرٹھ میں داخل ہو گئے اور سولہ برس کی عمر میں درس نظامی کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کر لیا۔ بعد ازاں علوم جدیدہ کے حصول کے لیے ۱۹۱۳ء میں اسلامیہ ہائی سکول سے میٹرک کرنے کے بعد ڈویژنل کالج میرٹھ میں داخلہ لیا اور ۱۹۱۷ء میں امتیازی حیثیت سے بی اے کیا۔ پھر میرٹھ کے مشہور و معروف حکیم احتشام الدین سے فن حکمت سیکھا۔ الہ آباد یونیورسٹی سے ایل ایل بی کیا۔

۱۹۱۹ء میں زیارت حرمین شریفین کیلئے حجاز مقدس پہنچے اور واپسی پر اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۱ء) کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ اعلیٰ

حضرت قدس سرہ کے علاوہ آپ نے قیام الدین و ملت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۵۲ء۔۱۹۲۶ء)، شیخ احمد الشمس مغربی مقیم مدینہ منورہ (ء ـ ۱۹ء) شیخ الشریف السنوسی تف لیبیا مقیم مکہ معظمہ (۱۸۷۳ء۔۱۹۳۳ء) سید علی حسین کچھوچھوی (۱۸۵۰ء۔۱۹۳۶ء) اور اچھے اور اکبر شاہ احمد مختار میرٹھی (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) سے بھی روحانی استفادہ کر کے اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ نے ۳۵ برس (۱۹۱۹ء تا ۱۹۵۴ء) بر صغیر کے علاوہ یورپ، افریقہ اور امریکہ کے متعدد ممالک میں تبلیغ اسلام کی۔ ان ملکوں کے گوشے گوشے میں مساجد، مکتب، کتب خانے، رسائل، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کئے۔ آپ کی کوششوں سے ہزاروں افراد بشمول متعدد ڈاکٹر، سائنس دان اور کئی دوسرے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو جنوبی افریقہ میں مشہور انگریز مفکر ڈاکٹر برنارڈ شا (۱۸۵۶ء۔۱۹۵۰ء) نے "اسلام اور عیسائیت" کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ دوران مناظرہ برنارڈ شا پر آپ کی شخصیت کا رعب چھا گیا اور اس نے قرآن پاک کی حقانیت کا اعتراف کر لیا۔ دنیا کا یہ مسلم مفکر اپنے آپ کو حضرت صدیقی کے سامنے طفل مکتب محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اقرار کیا۔ "آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہو گا۔"

برنارڈ شا نے آخر میں کہا:

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے زیادہ دیر تک آپ سے گفتگو کا
موقع نہ ملا۔"

مولانا صدیقی نے تحریک پاکستان میں جو خدمات سرانجام دیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ عملی طور پر آپ نے فلسطین، کشمیر اور دیگر مظلوم قوموں کی حمایت میں آواز بلند کی۔ تحریک پاکستان کے خلاف جب کانگریسی لیڈر حشرات الارض کی طرح بیرونی ممالک میں پھیل گئے تو آپ نے انگلینڈ، مصر اور دیگر عرب ممالک کا دورہ کر کے ان کانگریسی سازشوں کو ناکام بنا کر ان کے ناکوں چنے چبوا دئے۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں حج کو جاتے ہوئے آپ نے قوم کو ایک پیغام دیا جو ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رامپور بابت ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء صفحہ ۵ پر یوں شائع ہوا:

"تمام برادران ملت کو علی العموم و قبل سفر حجاز مقدس یہ

آخری وصیت دیتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو انتخابات جدیدہ میں تمام اختلافات باہمی مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں ہمہ تن سرگرم ہو جائیں اور لٹائے دشمن کے دام تزویر میں آکر اپنے شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ اس نقطہء نظر میں ہر مسلک و ہر مشرب کے تمام کلمہ گو متفق اور متحد ہیں کہ کم از کم جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، ان کی اپنی آزاد حکومت ہو جس میں نفاذ قوانین و احیائے تہذیب و معاشرت دینی کی پوری قوت انہیں حاصل ہو، اس کو "پاکستان" کا نام دیا جائے یا "حکومت الٰہیہ" کے لقب سے ملقب کیا جائے"۔

۱۹۴۵ء میں ہندوستان میں زبردست فسادات ہوئے۔ آپ نے پنڈت نہرو (۱۸۸۹ء۔۱۹۶۴ء) سے ملاقات کے دوران ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خلاف احتجاج کیا۔ بمبئی اور مدراس میں تقریریں کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس (انڈیا) میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" انعقاد پذیر ہوئی جس میں برصغیر کے پانچ چھ ہزار علماء و مشائخ اور لاکھوں سنی عوام نے شرکت فرما کر قیام پاکستان کی تحریک کو اک ولولہء تازہ بخشا تو آپ نے بھی اس عدیم النظیر کانفرنس میں شمولیت کر کے رونق بخشی۔ اس موقعہ پر حاضرین نے تجویز کیا کہ اسلامی حکومت کیلئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے علماء و مشائخ حضرات کی کمیٹی بنائی جائے۔ چنانچہ مذکورہ کمیٹی میں آپ کا نام نامی اسم گرامی بھی شامل تھا۔ اراکین کمیٹی کی تفصیل کچھ یوں ہے:-

(۱) صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ (۱۸۸۳ء۔۱۹۴۸ء)
(۲) صدر الشریعت مولانا محمد امجد علی اعظمیؒ (۱۸۷۸ء۔۱۹۴۸ء)
(۳) مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھیؒ (۱۸۹۳ء۔۱۹۵۴ء)
(۴) مجاہد اسلام پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریفؒ (سندھ) (۱۸۹۲ء۔۱۹۶۰ء)
(۵) حضرت پیر محمد امین الحسنات مانکی شریفؒ (سرحد) (۱۹۲۲ء۔۱۹۶۰ء)

(۶) حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ، لاہور (۱۸۹۶ء۔۱۹۶۱ء)
(۷) محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھویؒ (۱۸۹۴ء۔۱۹۶۱ء)
(۸) فخر اہلسنت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونیؒ (۱۸۹۸ء۔۱۹۷۰ء)
(۹) دیوان سید آل رسول علی خان سجادہ نشین اجمیر شریف (۱۸۹۳ء۔۱۹۷۴ء)
(۱۰) الحاج حشی مصطفیٰ علی خاں جماعتی میسوری ثم مدنیؒ (۱۸۸۲ء۔۱۹۷۴ء)
(۱۱) مولانا سید ابوالبرکات سید احمدؒ ناظم حزب الاحناف لاہور (۱۹۰۱ء۔۱۹۷۸ء)
(۱۲) مفتیء اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلویؒ (۱۸۹۳ء۔۱۹۸۱ء)
(۱۳) شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سجادہ نشینؒ سیال شریف، سرگودھا (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء)

۱۹۴۶ء میں ہی آل انڈیا مسلم لیگ نے آپ کی زیر قیادت ایک سہ رکنی وفد عرب ممالک کے دورہ پر بھیجا کیونکہ کانگرس کے شدید غلط پروپیگنڈے کی بنا پر عالم اسلام کے مسلمان ہندوستانی مسلمانوں کے خلاف تھے۔ ہندوستانی مسلمان چونکہ اپنی جدوجہد میں مصروف تھے، ان کے پاس بیرونی ممالک میں پروپیگنڈہ کرنے کے لئے کوئی مسلمان رہنما نہ تھا۔ دنیا میں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کو ''دیوانے کا خواب'' سمجھا جاتا تھا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان ہی میں اتنا کام تھا کہ وہ باہر توجہ ہی نہ دے سکتی تھی۔ دوسری طرف بہت سے نام نہاد علماء اور مشیخت کے دعویدار کانگرس کا ساتھ دے رہے تھے اور ہندوستانی مسلمانوں کے خون بہانے میں پوری طرح شریک تھے۔ حتی کہ بعض علماء کی تنظیموں نے کھل کر قیام پاکستان کی مخالفت کی۔ ایسی سنگین حالت میں آپ نے مصر، فلسطین، شام، لبنان، اردن اور عراق کا دورہ کر کے وہاںؒ کے حکام سے ملاقاتیں کیں۔ عوامی جلسوں سے خطاب کیا، دانشوروں اور وکلاء کے سامنے تقریریں کیں اور معززین کے اجتماعات میں تحریک آزادی کیلئے راہ ہموار کی۔ یوں عرب علماء و عوام نظریہء پاکستان سمجھنے لگے اور تحریک پاکستان کی حمایت کرنے لگے۔

اس کامیاب دورہ کے بعد جب آپ وطن واپس تشریف لائے تو کراچی کی بندرگاہ پر مسلمانوں کے کثیر اجتماع نے والہانہ استقبال کیا۔ اور جمعیت سنیہ، جامعہ قادریہ

کراچی نے آپ کے اعزاز میں ایک عظیم الشان "سنی کانفرنس" منعقد کی جس میں صوبہ سندھ کے نامور علماؤ مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

"موجودہ کانگرسی حکومت کے نظامِ عمل اور ہمارے پاکستانی نظامِ عمل میں ایک ایسا فلک پیا فرق ہے کہ جس کو کسی صورت میں منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظامِ عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا، سمجھایا ہوا اور زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل کے قدرتی قوانین پر منتج ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لمحہ بہ لمحہ روزو شب ترمیم واضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت نبی (یعنی حضرت سیدنا محمد ﷺ خاتم النبیین والمرسلین) کا لایا ہوا قرآنی نظامِ عمل اور قوانین، حکومت کی ترمیم و تنسیخ سے مبرا، زمانہ ہائے ماضی، حال و مستقبل پر حاوی ہے۔ اسی لئے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو "قدرتی پاکستان" کہتا ہوں جس کی بنیادیں احکامِ قرآنی اور ارشاداتِ مصطفوی ﷺ پر ہوں گی۔ ہمارے علماؤ مشائخ نے اپنی روحانی قوت سے خانقاہوں میں خاموش بیٹھے ہوئے "پاکستانی لشکر" کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیا ہے اور وہ اب میدانِ عمل میں آچکے ہیں اور اب برصغیر کے مسلمانوں کا "قدرتی پاکستان" مقدر بن چکا ہے"۔

۱۹۴۸ء میں کراچی میں علماؤ مشائخ کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں آپ کی نگرانی میں مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا ابو الحسنات قادری لاہوریؒ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) مفتی صاحبداد خانؒ (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۶۵ء) علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۶ء) خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء) اور دیگر بہت سے علماء و مشائخ نے ایک جامع دستور آئین اسلامی کا مسودہ تیار کیا اس پر علماء نے تائیدی نوٹ لکھے۔ آپ کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا مخدوم سید ناصر جلالی (ء۔ ۱۹۶۵ء) پر مشتمل وفد نے قائداعظمؒ کی خدمت میں

حاضر ہو کر یہ مسودہء آئین اسلامی پیش کیا۔ بابائے قوم نے بڑی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے وفد کو یقین دلایا کہ "انشاء اللہ، قومی اسمبلی کے منظور کرنے پر بہت جلد اس آئین اسلامی کو نافذ کر دیا جائے گا۔" مگر افسوس کہ شدید علالت اور پھر رحلت کی وجہ سے قائد اعظم کا یہ وعدہ پورا نہ ہو سکا۔

آپ کو پاکستان سے جو والہانہ محبت تھی اس کا اظہار آپ کی اس دعا سے ہوتا ہے۔ جو آپ کی کتاب "ذکر حبیب ﷺ" حصہ دوم میں درج ہے :۔

"اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سُن لے، سُن لے! ہم بیکسوں، بے بسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے! دین کی عزت رکھ لے! علَم کو سرنگوں نہ ہونے دے! ہمیں قوت دے، عزت دے، حمیت دے، غیرت دے! بر صغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خود مختار پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما! اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا! جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علَم بلند ہو اور تیرے نام کا ابدالآباد تک بول بالا رہے۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ! ہماری دعائیں قبول کر۔"

آپ ایک بہترین خطیب ہونے کے ساتھ عظیم ادیب بھی تھے۔ "ذکر حبیب" حصہ اول دوم "کتاب التصوف"، احکام رمضان "بہار شباب"، "اسلام کی ابتدائی تعلیمات"، "انسانی مسائل کا حل"، "اسلامی اصول"، "اشتراکیت کیا ہے؟" آپ کی یاد گار تصانیف ہیں۔ انگریزی کتب میں "QUEST FOR HAPPINESS" کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان حقیقی خوشی کی تلاش میں کیوں سرگرداں رہتا ہے اور اس کے حصول کا صحیح ذریعہ کیا ہے؟ "FORGOTTON PATH OF KNOWELDGE" میں مسلمانوں کی بدحالی کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ "PRINCIPLES OF ISLAM" میں اسلامی اصولوں پر روشنی ڈالی

گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسلامی اصول، اصولِ فطرت کے عین مطابق ہیں۔ قادیانیوں کے خلاف بھی ایک کتاب "المرآۃ" عربی میں لکھی جس کا جواب آج تک قادیانی نہیں دے سکے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۳ر ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ / ۲۲ر اگست ۱۹۵۴ء بروز اتوار مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں جنت البقیع میں آخری آرامگاہ بنی۔

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعہ ء تاریخ وفات کہا۔

شاہِ عبدالعلیم صدیقی جاں نثارِ حبیبؐ ربِ انام
اعلیٰ حضرتؒ کے نام پر قرباں غوثِ اعظمؒ کے بندہ ء بے دام
کی جہاں بھر میں دین کی تبلیغ ہے جہاں بھر میں آج اُن کا نام
مل گئی جگہ مدینے میں اس سے بہتر کہاں ہے کوئی مقام
ہے یہ صابرؔ وصال کی تاریخ "نیک سیرت مبلغ اسلام"

۱۹۵۴ء

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۴۱ تا ۱۴۵۔
(۲) "جامع انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۹۶۴۔
(۳) "شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا" از مقصود ایاز، محمد ناصر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۷۰۴۔
(۴) "تاریخ رفتگاں" از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۳۵۔
(۵) "شاہ عبدالعلیم صدیقی" از خلیل احمد رانا مطبوعہ کراچی ۱۹۹۴ء متعدد صفحات۔
(۶) "شاہ عبدالعلیم کوئز" مرتبہ فیصل ندیم احمد قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۶ء متعدد صفحات۔
(۷) "تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت" از محمد صادق قصوری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۱۵۳ تا ۱۶۴۔
(۸) "اجمل انوارِ رضا" از مولانا حشمت علی خاں مطبوعہ پیلی بھیت (انڈیا) ۱۹۴۵ء ص ۱۱۔

(۹) "ستر سوالات دینیہ ایمانیہ" از مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی مطبوعہ پیلی بھیت ۱۹۳۵ء ص ۵۸۔

(۱۰) ماہنامہ "رضائے مصطفیٰ" گوجرانوالہ بابت جنوری ۱۹۷۳ء ص ۸۔

(۱۱) ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی۔ متعدد شمارے۔

(۱۲) ہفت روزہ "الہدیٰ" کراچی بابت ۱۲ فروری ۱۹۷۲ء ص ۲۔

مولانا آزاد سبحانیؒ

درمیانہ قد، مضبوط جسم، گندمی رنگ، چوڑا چہرہ، بڑی آنکھیں، گرجدار آواز، خوش مزاج، بہت سادہ اور بڑے دبدبے کے مقرر۔ یہ تھے مولانا آزاد سبحانی جن کا اصل نام مولانا عبدالقادر بن شیخ محمد مرتضیٰ حسین بن شیخ محمد سجاد تھا۔

مولانا آزاد سبحانی کی ولادت ۱۸۸۲ء میں سکندرپور ضلع بلیا (یوپی) کے ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ مولانا ہدایت اللہ رامپوری (م۔ ۱۹۰۸ء) اور دارالعلوم فرنگی محل لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۰۳ء میں پیلی بھیت میں مولانا وصی احمد محدث سورتی (۱۸۳۹ء۔ ۱۹۱۹ء) سے تفسیر وحدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ مولانا شاہ محمد فاخر الہ آبادی (ف ۱۹۳۰ء)، مولانا مشتاق احمد کانپوری (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۳۱ء)، مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۳۳ء) جیسے علماء آپ کے ہم درس تھے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت مولانا عبدالکریم گنج مرادآبادیؒ سے شرف بیعت حاصل تھا۔ اور مولانا فضل الدین آزاد صمدانی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۷ء)، مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۲ء) اور مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۲ء) سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔

آپ فلسفہ والٰہیات کے فاضل، وسیع النظر عالم، سحر بیان خطیب اور زبردست

شاعر تھے۔ آپ کی گفتار میں وہ طاقت آفرینی تھی مسلمانانِ ہند کو بالخصوص اور اہلِ ہند کو بالعموم میں آگئی تھی۔ معلوم ہندوستان کی جدوجہد آزادی کا کیا مآل ہوتا۔ تقریر و تحریر میں آپ اپنا جواب تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کو کئی بار آپ کے سامنے ہزیمت اٹھانا پڑی۔ پہلے پہل ان کے نام کو شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب آریہ سماجیوں نے ہندوستان میں فتنہ ارتداد برپا کیا۔ اس فتنہ کو کچلنے میں آپ نے شب و روز بڑی محنت سے کام کیا۔ یہ وہی فتنہ تھا جس نے ۱۹۲۳ء میں دوبارہ شدھی کے نام سے سوامی شردھانند نے اٹھایا۔ اس فتنہ کے استیصال کے لیے آپ نے کانپور ۱۳/ ستمبر ۱۹۱۰ء کو مدرسہ الٰہیات قائم کر کے بے شمار مبلغ پیدا کیے۔

آپ نے تحریک خلافت، ترکِ موالات اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادیٔ وطن کے لیے سرگرم حصہ لیا۔ ۱۹۱۲ء میں جب اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر دیا اور ابھی یہ جنگ جاری تھی کہ بلقان کی ریاستیں متحد ہو کر ترکی پر حملہ آور ہو گئیں تاکہ اسلام اور عثمانی ترکوں کو یورپ کے نقشے سے مٹا ڈالیں۔ دوسری طرف ہند میں برطانوی راج کے ہاتھوں مسلمان پسے جا رہے تھے۔ انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔ اسی زمانے میں مسجد مچھلی بازار کانپور منہدم کرنے کا واقعہ پیش آیا۔

قصہ یوں ہوا کہ شہر کی میونسپلٹی نے ایک نئی سڑک نکالی جس میں مسجد کا ایک حصہ جو وضو خانہ تھا، زد میں آ گیا اور مسلمانوں کی مرضی کے خلاف اسے زبردستی منہدم کر دیا گیا حالانکہ مسجد کے پاس ہی ایک چھوٹا سا مندر بھی تھا جس کو بچا کر یہ سڑک نکالی گئی۔ اس واقعہ نے مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکا دیا۔ ۳/ اگست ۱۹۱۳ء کو جب رمضان المبارک کی دسویں تاریخ تھی، مسلمانانِ کانپور نے مولانا آزاد سبحانی کی سرکردگی میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا۔ آپ کی تقریر سے جلسہ میں کافی جوش و خروش پیدا ہوا۔ مولانا نے ایک نہایت ہی پرجوش اور ایمان افروز تقریر کی۔ جس کے بعد فرزندانِ توحید نے جن میں بچے بوڑھے بھی شامل تھے، سربکف ہو کر مسجد کا رخ کیا اور مسجد کی منہدم دیوار پر اینٹیں رکھنی شروع کر دیے گئے۔

مسٹر ٹائلر ڈپٹی کمشنر کانپور نے مسلح فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ فوج کا اور پولیس کے سپاہیوں نے نہایت بے دردی سے گولیاں برسائیں اور قریب سے سنگینیں ماریں۔ شہید ہوا

ریلیوں میں تھے جو بھی شامل تھے۔ شہداء کی صحیح تعداد کا پتہ نہ چل سکا مگر کافی
تعداد میں قربانیوں کا تھا۔ اس خونی سانحہ نے تمام ہندوستان میں آگ لگا دی۔ اس سانحہ کے
موقع پر مولانا آزاد سبحانی سب سے پہلے ملک میں متعارف ہوئے۔ مولانا آزاد سبحانی اور دیگر
بہت سے مسلمان علماء اور رہنما گرفتار کر لیے گئے جس کی وجہ سے ملک گیر مظاہرے شروع ہو
گئے۔ مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ مسجد کے اس حصے کو جو شہید کیا گیا ہے از سر نو تعمیر کیا جائے۔ آخر
حکومت نے اپنے اقدام کا شکست مان لیا۔

مسلمانوں کا ایک وفد انگلستان گیا تاکہ حکومت برطانیہ کو تمام حالات سے آگاہ کیا جائے
اس وفد میں مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء - ۱۹۳۱ء) اور سید حسن [illegible]
- ۱۹۳۰ء) شامل تھے ان کی کوششوں سے [illegible]
(۱۸۷۲ء - ۱۹۳۱ء) [illegible] اور اس مسئلہ کا تصفیہ کیا۔ حکومت نے مولانا آزاد سبحانی کو
[illegible] کرنے کی شرط پر رہائی کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے اسے اپنی توہین سمجھتے ہوئے
ٹھکرا دیا اور قید و بند کی صعوبتوں کو گلے لگایا۔ آپ کی جائیداد کو نیلام کر دیا گیا۔ آپ نے سب
کچھ برداشت کیا مگر راہ حق کو کسی قیمت پر بھی نہ چھوڑا۔

تحریک خلافت (۱۹۱۹ء - ۱۹۲۴ء) میں آپ نے فعال کردار ادا کیا۔ اکتوبر
۱۹۲۰ء آل انڈیا خلافت کانفرنس بمبئی کے اجلاس [illegible] کی صدارت کی۔ جنوری
۱۹۲۱ء میں آل انڈیا خلافت کانفرنس کلکتہ کی بھی صدارت فرمائی۔ خلافت کمیٹی صوبہ یوپی
کے صدر تھے۔

آپ مسلم لیگ کے جانثار سپاہی اور مطالبہ پاکستان کے زبردست حامی تھے
آپ نے سب سے پہلے مسلم لیگ کے گیارھویں سالانہ اجلاس دہلی منعقدہ ۳۰ - ۳۱
دسمبر ۱۹۱۸ء زیر صدارت شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء - ۱۹۶۲ء)
مولانا محمد عبد الباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء - ۱۹۲۶ء) مولانا عبد الماجد بدایونی (۱۸۸۷ء -
۱۹۳۱ء) اور دیگر علماء حضرات کے ساتھ شرکت کی۔ اس اجلاس کے صدر استقبالیہ حکیم
محمد اجمل خان (۱۸۶۳ء - ۱۹۲۷ء) تھے جن کا خطبہ استقبالیہ [illegible] صاحب نے
پڑھا۔ مسلم لیگ کے لیڈر علماء کرام کی شرکت سے بہت خوش ہوئے۔ مولانا آزاد
سبحانی نے اجلاس میں پیش کی جانے والی قرارداد [illegible] پر تقریر کی [illegible]

زبردست تقریریں ہوئیں جن سے ایوانِ فرنگ میں زلزلہ طاری ہو گیا۔

اس اجلاس میں خلافت، بیت المقدس اور اسلامی سلطنتوں کی تقسیم کی تجاویز مذہبی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت کی حامل تھیں۔ اجلاس کے آخر میں کرسیِ صدارت کی طرف سے ایک تجویز پیش کی گئی جس میں علماء کرام کی شرکت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا گیا۔

اسی سال کلکتہ میں اخبار "انڈین ڈیلی نیوز" نے آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس پر حملہ کیا۔ جس پر مسلمانوں نے احتجاجی جلسے کیے لیکن گورنمنٹ نے مسلمانوں کی داد رسی کی بجائے ان پر سختی کرنا شروع کر دی اور گولیاں برسائیں جس سے سینکڑوں مسلمان شہید ہو گئے۔ ان واقعات سے مسلمان نہایت برہم ہوئے۔ مولانا آزاد سبحانی نے اس دوران مسلمانوں کی بھرپور ترجمانی کی۔

۱۹۱۹ء میں مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا حسرت موہانی کے ساتھ مولانا آزاد سبحانی نے بھی شرکت کی۔ اس اجلاس کی صدارت حکیم اجمل خاں نے کی تھی۔

۱۹۲۰ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس ناگپور میں مولانا آزاد سبحانی نے مسیح الملک حضرت حکیم محمد اجمل خاں (۱۸۶۷ء۔۱۹۲۸ء) کی پیش کردہ قرارداد کی بھرپور تائید کی جس میں وکلاء کو عدالتوں کے بائیکاٹ کرنے، طلبہ کو انگریزی حکومت کے امداد یافتہ اداروں سے نکل آنے، ارکانِ اسمبلی کو استعفیٰ دینے اور ملکی مصنوعات استعمال کرنے پر زور دیا گیا تھا۔

۳۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو مسلم لیگ کے اجلاس احمد آباد میں موپلا مسلمانوں پر حکومت کے زبردست تشدد کے خلاف قرارداد کی زبردست تائید کی۔ اور مولانا حسرت موہانی کی زیرِ صدارت ہونے والے اس اجلاس میں "آزادیِ کامل" کی قرارداد بھی پیش کی۔

"کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا مقصد ہر مناسب طریقے سے سوراج کا مطالبہ یا غیر ملکی تسلط سے پاک مکمل آزادی ہے۔"

۱۹۳۰ء میں گاندھی جی (۱۸۶۹ء۔۱۹۴۸ء) نے نمک سازی کی تحریک چلائی تو اس کی تائید میں مولانا آزاد سبحانی نے بھی گرفتاری پیش کی مگر اس عرصے میں کانگری رہنماؤں کو بہت قریب سے دیکھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ کانگرس مسلمانوں کے مفادات

کا تحفظ کرنے کو تیار نہیں۔ چنانچہ مسلم لیگ کے مطالبہ ء آزادی کے پر زور مبلغ ان گئے۔ اور مسلمانوں کے جداگانہ تشخص پر زور دیا۔

۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا ایک خاص اجلاس منعقد ہوا جس میں سر عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) کی سیکرٹری شپ میں ایک ذیلی کمیٹی قائم کی گئی جس کا مقصد و مدعا تقسیم ہند کے سلسلہ میں پیش ہونے والی تمام اسکیموں پر غور کرنا تھا۔ ان اسکیموں میں سر سکندر حیات خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۴۲ء) علی گڑھ کے پروفیسر ڈاکٹر سید ظفر الحسن (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء)، ڈاکٹر افضال حسین قادری (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۴ء) وغیرہ کے علاوہ مولانا آزاد سبحانی کی اسکیم بھی خاص طور پر شامل تھی۔

جب جمیعت علماء ہند نے کانگرس نوازی کی تمام حدیں پھلانگ ڈالیں اور مسلم لیگ کے خلاف ہر قسم کے گھٹیا ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیے تو علماء حق کی مولانا آزاد سبحانی کی تحریک پر ۷ر نومبر ۱۹۴۵ء کو کلکتہ میں ایک شاندار کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں "جمیعت علماء ہند" کے مقابلہ میں "جمیعت علماء اسلام" کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور آپ کو اس کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ اس نئی جماعت کا مقصد حصول پاکستان کے لئے مسلم لیگ کی مکمل تائید و حمایت تھا۔ اس کا پہلا اجلاس ۱۹۴۶ء میں کلکتہ میں ہوا۔ آپ نے اس میں بڑی طویل تقریر کی اور جمیعت علماء ہند کی پالیسیوں پر شدید تنقید کی۔ جس کے نتیجے میں بنگال میں مسلم لیگ کا زور بڑھ گیا اور مولانا ابوالکلام آزاد کے اثرات زائل ہو گئے۔

اسی سال ہی آپ نے "جمیعت ربانیہ" کے نام سے ایک تصور پیش کیا اور اس کے حصول کیلئے حصول پاکستان کو لازمی قرار دیا۔ اپنے رسالہ "دعوت" میں مسلمانوں کے الگ وطن کے لئے "اسلامستان در ہندوستان" کے زیر عنوان مستقلاً لکھتے رہے۔ اس سلسلہ میں قائداعظم سے ان کی دو دفعہ ملاقات ہوئی۔

۱۹۴۶ء میں یوپی صوبائی مسلم لیگ کونسل نے ایک متفقہ قرارداد کے مطابق ریاست کے آئین کا مسودہ تیار کرنے کیلئے ایک کمیٹی مقرر کی تھی جس میں چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء)، نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) اور سید شمس الحسن سیکرٹری جنرل یوپی مسلم لیگ وغیرہ کے علاوہ مولانا آزاد سبحانی کو نامزد کیا گیا تھا۔ اس کمیٹی کا پہلا اور واحد اجلاس "ندوۃ العلماء لکھنؤ" کے ہال میں ہوا تھا۔ جس میں سب ارکان نے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] "The Teaching of Islam in the

Light of [illegible]" [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) [illegible]

(۸) [illegible]

(۹) [illegible]

(۱۰) [illegible]

(۱۱) [illegible]

(۱۲) [illegible]

(۱۳) [illegible]

(۳۱) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۲۲۳،۲۲۴۔

(۳۲) "مولانا ظفر علی خاں" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۰۴۔

(۳۳) "صرف مسٹر جناح" تالیف سید شمس الحسن اردو ترجمہ منیر احمد منیر مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۳۰۸۔

(۳۴) "روح روشن مستقبل" از سید طفیل احمد منگلوری مطبوعہ بدایوں (بھارت) ۱۹۴۶ء ص ۷۵۔

(۳۵) "اعمال نامہ" از سر رضا علی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۲۷۹۔

(۳۶) "تاریخ کانپور" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۴۵، ۵۲، ۵۴۔

(۳۷) "دانائے راز" از سید نذیر نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۲۷۰ تا ۲۷۲۔

(۳۸) "کتاب زیست" از الحاج محمد زبیر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۲۰۸ تا ۲۱۰، ۲۲۴۔

(۳۹) "قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۸۷۔

(۴۰) قسط وار "شاہکار معلومات انسائیکلوپیڈیا" لاہور قسط نمبر ۶ بابت یکم اکتوبر ۱۹۷۶ء ص ۲۸۵۔

مولانا خلیل الدین آزاد صمدانیؒ

مولانا خلیل الدین آزاد صمدانی کی ولادت ۱۸۹۲ء میں بھوپال (بھارت) میں ہوئی جہاں ان کے والد گرامی تحصیلدار تھے۔ ابھی زندگی کے دس پھول ہی توڑے تھے کہ سایہ ء پدری سے محروم ہو گئے اور دور عسرت شروع ہوا۔ بھوپال میں مولانا ذوالفقار احمد، مولانا محمد یوسف محدث اور کانپور میں مولانا مشتاق احمد (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۴۱ء) بن مولانا احمد حسن کانپوری (۱۸۲۲ء۔ ۱۹۰۴ء) سے حدیث و منطق پڑھی۔ مسجد فتح پوری دہلی میں بھی حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مالی حالت غیر تسلی بخش تھی، بھرت پور کی پولیس میں کانسٹیبل بھرتی ہو گئے اور ترقی کرتے کرتے سب انسپکٹر کی آسامی پر فائز ہو گئے مگر کسی قسم کی پابندی آپ کی افتاد طبع کے خلاف تھی۔ آریہ سماج نے شدھی تحریک چلائی تو آپ ملازمت ترک کر کے میدان جہاد میں کود پڑے۔ جا بجا آرائیوں سے مناظرے کر کے مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا۔ تبلیغی سلسلہ میں عدن اور افریقہ بھی گئے۔ تحریک خلافت چلی تو تن من دھن کی بازی لگا کر انتہا درجے کی حمیت کا ثبوت دیا اور گرفتار ہو کر باندہ جیل میں نظر بند رہے۔ رہائی پر ہردوئی (یوپی) کو مستقل مسکن بنا لیا۔ آپ کی زندگی مجاہدانہ تھی، ہمیشہ گھر سے باہر رہتے، مریدوں کی تعلیم و

مولانا غلام محمد ترنم امرتسریؒ

مولانا غلام محمد ترنم ابن عبدالعزیز کی ولادت ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں امرتسر (بھارت) کے ایک غریب گھرانے میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے بہنوئی مولانا پروفیسر عبدالرحیم (پروفیسر عربی) خالصہ کالج امرتسر (ء۔ ۱۹۱۷ء) اور مولانا عبدالصمد خاں کاشمیری (ء۔ ۱۹۱۸ء) سے حاصل کیا۔ قالین بافی و شال بافی کا فن بھی سیکھا۔ پھر حکیم فیروزالدین طغرائی نقشبندی بماعتی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۳۱ء) سے منشی فاضل کا نصاب پڑھ کر امتحان دیا اور نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اگلے سال ادیب فاضل کا امتحان بھی پاس کر لیا۔ شاعری میں حضرت طغرائی سے اصلاح لیتے رہے۔

بعد ازاں عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مختلف اساتذہ سے اکتساب کے بعد حضرت مولانا محمد عالم آسی (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۴۴ء) سے عربی کی کتابیں پڑھیں اور مولوی فاضل کا امتحان اعلیٰ پوزیشن میں پاس کر لیا۔ پھر علم طب کیلئے حکیم علی محمد مستند طبیہ کالج دہلی، حکیم محبوب عالم اور لاہور کے مشہور حکیم شہزادہ غلام محمد (ء۔ ۱۹۵۰ء) سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں انگریزی میں بھی اچھی خاصی استعداد پیدا کر لی۔ پھر روحانی تربیت کیلئے سنوسی ہند امیر ملت حضرت حافظ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور حضرت شاہ سید علی حسین

پکھوچھوی (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۳۶ء) سے بھی اکتساب فیض کیا۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد امر تسر میں خطبہ جمعہ دیتے رہے اور اپنی اظہار بیاں کی صلاحیتوں کی بدولت اطراف واکناف ملک میں جلد ہی آسمان شہرت پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے آپ نے امر تسر میں جامعہ اسلامیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا جس کے آپ خود پرنسپل تھے، اس مدرسہ میں منشی فاضل کا کورس بھی پڑھایا جاتا تھا۔ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کو مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۵۶ء) اس مدرسہ کے معائنہ کیلئے امر تسر گئے تو آپ کی مقبولیت دیکھ کر یہ شعر کہا۔

ترنم چاند ہے اس شہر میں علم اور حکمت کا
درخشاں اس کے ہالے ہیں مسلمانانِ امر تسر

مسلمانوں میں مذہبی بیداری کے لئے "انجمن تبلیغ الاحناف" امر تسر سے بھرپور معاونت کرتے رہے جس کے زیر اہتمام حضرت امام اعظمؒ (۶۹۶ء۔ ۷۶۷ء) کا عرس مبارک ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا۔ عرس میں برصغیر کے مشاہیر علماؤ مشائخ شرکت کرتے تھے اور علم وعرفان کے دریا بہاتے تھے۔ ان تمام مصروفیات کے باوجود طبابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا، علاج تقریباً مفت ہی کرتے تھے۔

مولانا ترنم کو سیاست سے بھی بھرپور دلچسپی رہی۔ ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ امر تسر کا مشہور واقعہ رونما ہوا تو اس وقت آپ کی عمر انیس برس کی تھی۔ تحریک آزادی کے سرگرم کارکن ہونے کی حیثیت سے آپ وہاں منعقدہ بہت بڑے جلسہ عام میں ایک انقلابی نظم پڑھنے والے تھے۔ اس جلسہ کا اہتمام کانگرس کی طرف سے کیا گیا تھا، کوئی صاحب جلسے سے خطاب کررہے تھے۔ اس کے بعد آپ کا نام پکارا گیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ آپ سٹیج پر پہنچ کر نظم پڑھتے جلسہ گاہ میں ہر طرف افراتفری پھیل گئی۔ انگریز فوج نے ایک دم اس باغ کا محاصرہ کرلیا اور جنرل ڈائر (ء۔ ء) نے جلسہ گاہ میں داخل ہو کر اندھا دھند فائرنگ کردی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق جلسہ گاہ میں ۳۷۹ افراد جاں بحق اور ۱۲۰۰ کے قریب زخمی ہوئے۔

مولانا ترنم، کانگرس اور ہندوؤں کی نجی مجالس میں بھی جاتے رہے جہاں جاکر آپ نے ان کا ظاہر وباطن میں بڑا فرق پایا۔ لہذا کانگرس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا اور پھر

مسلم لیگ کے ساتھی بن گئے۔ تحریک پاکستان میں مثالی کردار ادا کیا۔ اپنی جادو بیانی کے ذریعے "دو قومی نظریہ" مسلمانوں کے ذہن میں جاگزیں کیا۔ ملک گیر دورے کر کے مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ ہر سال "انجمن تبلیغ الاحناف امرتسر" کے جلسوں میں تحریک پاکستان کے موضوع پر تقاریر کی جاتیں۔ ۴۶۔۱۹۴۵ء میں سنو سنی بند امیر ملت حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء) صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ (۱۸۸۳ء۔۱۹۴۸ء) اور حضرت سید محمد محدث کچھوچھویؒ (۱۸۹۳ء۔۱۹۶۱ء) نے "تحریک پاکستان" کے حق میں ایسی مدلل اور پر مغز تقاریر کیں کہ امرتسر میں کانگرسی اور احراری مولویوں کا طلسم ٹوٹ گیا۔ یہ مولانا ترنم کی تقاریر و مواعظ کا اثر تھا کہ مسلمانان امرتسر آخر وقت ہندوؤں اور سکھوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔

باؤنڈری کمشن کی بد دیانتی کی وجہ سے گورداسپور اور امرتسر کے اضلاع کو ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا تو مولانا ترنم بھی دیگر لوگوں کی طرح مہاجر بن کر پاک سر زمین میں داتا کی نگری لاہور میں تشریف لے آئے اور بیڈن روڈ پر قیام فرما ہوئے۔ یہاں طبابت شروع کر دی، "جامع مسجد داتا صاحب" میں درسِ قرآن اور "جامع مسجد سول سکرٹریٹ" میں خطابت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ ہر تبلیغی کام فی سبیل اللہ کیا اور ہمیشہ حق گوئی و بیباکی کا مظاہر کرتے رہے۔ جہاد کشمیر میں مولانا ابو الحسنات قادریؒ (۱۸۹۶ء۔۱۹۶۱ء) کے شانہ بشانہ کام کیا۔ مجاہدین کیلئے نقدی اور سامان کے علاوہ خود بہ نفس نفیس کشمیر کے محاذوں پر تشریف لے جا کر اگلے مورچوں پر تقاریر کر کے مجاہدین کے حوصلے بڑھائے۔

جن دنوں آپ "جامع مسجد سول سیکرٹریٹ لاہور" میں خطیب مقرر ہوئے تو سیکرٹریٹ کے باغیچے میں سنگ مرمر کی صلیب بنی ہوئی تھی۔ سیکرٹریٹ میں داخل ہوتے ہی پہلے اس صلیب پر نظر پڑی۔ خطبہ جمعہ کے موقع پر اسے ہٹائے جانے کا مطالبہ کیا گیا اور قرارداد کے ذریعے گورنر پنجاب اور چیف سیکرٹری کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی مگر انہوں نے معاملہ آیا گیا کر دیا۔ دوسرے جمعہ کے موقع پر آپ نے عام اعلان کر دیا کہ اگر آئندہ جمعہ تک یہ صلیب نہ اٹھائی گئی میں کدال لے کر سیاہ دل انگریز کی یادگار ہمیشہ کے لئے زمین بوس کر دوں گا۔ آپ کے اس مجاہدانہ اعلان کا یہ اثر ہوا کہ مقررہ میعاد سے پہلے ہی اس

صد سالہ فرنگی یادگار کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا گیا۔

پاکستان بننے کے فوراً بعد پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور "بورڈ آف سنڈیکیٹ" کے رکن مقرر ہوئے۔ آپ نے یونیورسٹی میں اسلامی تعلیم کیلئے جو مساعی انجام دیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان معرض وجود میں آئی تو آپ صوبہ پنجاب کے نائب صدر منتخب ہوئے اور پھر مرکزی نائب صدر چن لئے گئے۔ آپ نے جمعیت کو مقبول بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ دستوری خاکہ مرتب کیا، تنظیم کو فعال بنایا۔ مولانا ابوالحسنات آپ کی خدمات جلیلہ کے بڑے معترف تھے۔

۱۹۵۳ء میں "تحریک ختم نبوت" کے سلسلے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ مولانا ابوالحسنات قادری کو کراچی اور آپ کو لاہور سے گرفتار کر لیا گیا۔ قید و بند کی اس صعوبت کے دوران ایک دن جیل کی کوٹھڑی میں ایک بہت بڑا سانپ نمودار ہوا۔ آپ نے حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا اور سانپ کو واپس جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ وہ سانپ فوراً واپس چلا گیا۔

آپ کی شاعری کا اکثر حصہ نعتیہ ہے۔ جذبہ حب نبی ﷺ آپ کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ چنانچہ انگریز مصنف تھامس کارلائل (۱۸۹۵ء۔۱۸۸۱ء) کی کتاب "ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ" جس میں حضور اقدس ﷺ کی ذات مبارکہ پر رکیک حملے کئے گئے تھے کا مدلل جواب کتابی صورت میں لکھا جو چھپ کر بلا قیمت تقسیم ہوا۔ علاوہ ازیں نعتیہ کلام، دستور پاکستان، الجہاد، غذائی چارٹ وغیرہ کتابیں یادگار ہیں۔

وفات سے اڑھائی تین سال قبل آپ ذیابیطس کے مریض ہو گئے تھے اور بالآخر ۱۸ر محرم الحرام ۱۳۷۹ھ / ۲۴ر جولائی ۱۹۵۹ء بروز جمعۃ المبارک راہی ملک بقا ہوئے۔ نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات (۱۹۰۱ء۔۱۹۷۸ء) نے پڑھائی۔ اور قبرستان میانی صاحب لاہور میں آخری آرام گاہ بنی۔

بہت سے شعراء نے قطعات تاریخ وفات کہے جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

پیر غلام دستگیر نامی (۱۸۸۳ء۔۱۹۶۱ء) نے یہ قطعہ تاریخ کہا۔

غلام محمد ہوئے تو فوت — وفات ان کی ہے ایک عالم کی موت
جو تاریخ مطلوب ناقیؔ ہے تو — "ہوا فوت عذب البیاں ہے" کہو

۱۳۷۹ھ

جناب ابو الطاہر فدا حسین فداؔ مدیر "ہمدم" لاہور نے یوں تاریخ کہی۔

ترنم خاکداں سے عالم بالا ہوئے رخصت — بہاریں منتظر ان کے لیے تھیں باغ جنت کی
زہے قسمت کہ استقبال کو خود ملک آئے — کشادہ ہو گئی ان کیلئے آغوش جنت کی
ہمیشہ حامی ملت رہے ہر ایک مشکل میں — تھی وقف خدمت اسلام ساری زندگی ان کی
مبلغ دین حق کے تھے صفا و صدق کا پیکر — کہ سلف صالحیں کا اک نمونہ ان کی ہستی تھی
چمن والے نہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے کبھی انکو — رسولؐ پاک کی الفت میں نغمہ سنجیاں ان کی
ہوئے ہیں وہ واصل حق جب فداؔ بے ساختہ مجھکو — ندا یہ غیب سے آئی "ہوئی رحلت ترنم کی"

۱۳۷۹ھ

حضرت صابرؔ براری ثم کراچوی نے بھی یہ تاریخ نکالی۔

ہوئے واصل حق مولانا صاحب — تھے وہ اک رہبر رشد و ہدایت
وہ بیشک واعظ شعلہ بیان تھے — تھی ان کی گفتگو میں بھی فصاحت
یہاں نافذ نظام مصطفیؐ ہو — یہی تھی ان کے دل میں ایک حسرت
کہو یہ سال رحلت ان کا صابرؔ — "تھے مولانا ترنم نور ملت"

۱۹۵۹ء

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۸۹ تا ۱۹۱۔
(۲) "شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری" از پروفیسر محمد سلیم چوہدری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۲۲۳ تا ۲۲۵۔
(۳) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۸۰۔
(۴) "مولانا غلام محمد ترنم" از حکیم محمد موسیٰ امرتسری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء متعدد صفحات۔ طبع دوم ۱۹۹۵ء متعدد صفحات۔

(۵) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد اول مطبوعہ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۷ء ص ۷۸۵۔

(۶) "فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۲۱۔

(۷) "جب امرتسر جل رہا تھا" از خواجہ افتخار مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۱۳۱، ۷، ۹۔

(۸) "مغنیان خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۱۳۲۔

(۹) "معدن التواریخ" از ابو الطاہر فدا حسین فدا مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص ۲۰۔

(۱۰) "چمنستان" از مولانا ظفر علی خان مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء ص ۹۰۔

(۱۱) ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" فروری ۱۹۶۲ء ص ۹۲۵،۸۳۱۔

(۱۲) ماہنامہ "انوار الصوفیہ" قصور بابت جولائی ۱۹۷۶ء ص ۱۱۔

(۱۳) "سات ستارے" از حکیم محمد حسین بدر مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۰۱۔

(۱۴) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۵ر اگست ۱۹۷۴ء ۲۳ر اکتوبر ۱۹۸۴ء، ۲۲ر مئی ۱۹۹۸ء۔

(۱۵) روزنامہ "مشرق" لاہور بابت ۳ر اگست ۱۹۷۴ء۔

(۱۶) روزنامہ "امروز" لاہور بابت ۲۶ر جولائی ۱۹۷۴ء

(۱۷) روزنامہ "کوہستان" لاہور ۲۴ر جولائی ۱۹۶۸ء۔

(۱۸) "انجمن اسلامیہ امرتسر" از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۲۸۔

(۱۹) رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص ۱۳۸،۹۲،۸۸،۸۱۔

(۲۰) مجلہ "لب جو" گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، "گولڈن جوبلی نمبر" اگست ۱۹۹۷ء ص ۲۷، ۱۹۴۔

(۲۱) "یاد رفتگاں" جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۴۰۔

مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؒ

مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؒ بن محمد مرید احمد خاں کی ولادت ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں جالندھر (مشرقی پنجاب، بھارت) کے مضافات میں بعد میں ایک مردم خیز قصبہ میں ہوئی۔ جد امجد گل محمد خاں جو متعلق افغان قوم کے قبیلہ محمد زئی درانی سے تھے افغانستان سے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے۔

مولانا میکشؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد میانوال مولویاں ضلع جالندھر کے مشہور عالم دین مولانا مرید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ یہ وہی مولانا مرید احمد نقشبندی ہیں جو امیر امان اللہ خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۶۰ء) والی افغانستان کے اتالیق رہے اور قریب العصر میاں علی محمد خاں سجادہ نشین بسی شریف (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۷۵ء) نے جن سے عمر بھر استفادہ کیا۔

جالندھر سے میٹرک کرنے کے بعد مولانا میکشؒ نے لاہور آکر ایف اے میں داخلہ لے لیا۔ یہ وہ دور تھا جب جلیانوالہ باغ امرتسر کا خونی ڈرامہ کھیلا جا چکا تھا۔ گھر گھر صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔ جنرل ڈائر کی خون آشامی کی وجہ سے عوام میں بے حد اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ ہندوستانیوں کے قلوب میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ امرتسر میں کئی جگہ آتش زنی کر دیا گیا، کئی بینکوں کو لوٹ لیا گیا۔ گوجرانوالہ میں ریلوے اسٹیشن کو آگ لگا دی گئی۔ لاہور میں

سکھوں کے واقعات زیادہ ہونے سے مظاہروں کا سلسلہ جاری تھا اور پنجاب سے آنے والے ... قتل عام کے حوالے کر دیے گئے تھے۔ بلوائیوں میں فوج شامل کر رہی تھی ... بلوائیوں میں ... نے بعض ... کر دی تھیں۔ ... نہیں بلکہ ... وحشت کا یہ ... کی ... بلکہ ... کا منصوبہ یہ تھا۔ کہ عوام میں خوف و ہراس اور دہشت پیدا کر کے انہیں دبا دیا جائے مگر اس ... نے پہلے ... ہونے کے بجائے اور زیادہ مشتعل کر دیا۔

لاہور میں عوام نے ایک جلوس نکالا جس میں کالجوں کے طلباء بھاری تعداد میں شامل تھے۔ جب یہ جلوس مختلف بازاروں سے گزرتا ہوا ... میں ... کے قریب پہنچا تو اس جگہ مسلح گھوڑ سوار پولیس نے جلوس کو روک لیا۔ فوج کے دستے بھی پہنچ گئے۔ جنرل عمر حیات خان ٹوانہ (۱۸۷۴ء ۔ ۱۹۴۴ء) اور نواب محمد علی قزلباش (۱۸ء ۔ ۱۹ء) بھی پولیس کے ساتھ تھے۔ جلوس اس وقت ... طلباء کی کثیر تعداد ہونے کے باوجود اس جلوس کو کوئی ایسی کارروائی نہیں کرنا چاہتے تھے کہ جس سے تصادم کا خطرہ ہو۔ لیکن اچانک گھوڑ سوار پولیس نے جلوس پر دھاوا بول دیا۔ لاٹھیاں برسنے لگیں۔ چیخوں کے ساتھ زخمیوں کے ... نعروں نے فضا میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اسی اثناء میں کسی شخص نے ... ایک دو پتھر اٹھا کر پولیس والوں پر پھینک دیے۔

بس پھر کیا تھا ادھر سے لاٹھیاں برسنے لگیں۔ ادھر سے پتھروں اور اینٹوں کی بارش شروع ہو گئی۔ حالات کافی نازک صورت اختیار کر گئے۔ نہ جلوس والے منتشر ہو رہے تھے نہ پولیس کی لاٹھیاں تھم رہی تھیں۔ اسی اثناء میں نامعلوم وجوہ کی بناء پر نواب محمد علی قزلباش اور نواب عمر حیات ٹوانہ نے گولی چلا دی جس سے کئی طالب علم زخمی ہو گئے اور ایک طالب علم ہلاک ہو گیا۔ گولی چلنے کے بعد جلوس تو منتشر ہو گیا لیکن تشدد کی کارروائیوں کا دائرہ پورے شہر تک وسیع ہو گیا۔

زخمی ہونے والے طلباء میں اسلامیہ کالج لاہور کے بعض طلباء تھے۔ اس لیے اسلامیہ کالج کے طلباء میں زبردست اشتعال پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے ... روڈ پر ایک انگریز سارجنٹ کو پیٹ ڈالا۔ وہ لہولہان ہو گیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لڑکوں نے سمجھا کہ

شاید وہ مر گیا ہے اس لئے وہ بھاگ کر کالج کے احاطہ میں آ گئے۔ ان دنوں کالج کا پرنسپل مسٹر مارن تھا۔ وہ بڑا ہمدرد، نڈر اور بے باک انگریز تھا۔ جب پولیس اور فوج کے بعض افسر لڑکوں کو گرفتار کرنے کے لئے کالج میں داخل ہوئے تو مسٹر مارن نے لڑکوں کو پولیس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور کمال بے خوفی سے پولیس اور فوج کے افسروں کو کالج سے نکال باہر کیا۔

جن طلباء نے اس انگریز سارجنٹ کا دماغ درست کیا تھا ان میں مولانا میکش بھی شامل تھے۔ نامور صحافی اشرف عطا (۱۹۱۱ء۔ ۱۹۸۱ء) اس سلسلے میں لکھتے ہیں :۔

''جن طلباء نے اس انگریز کا دماغ درست کیا تھا، ان میں جالندھر کے ایک گاؤں کا ایک پٹھان نوجوان مرتضیٰ احمد خان بھی شامل تھا۔ گورا چٹا رنگ، چمکدار آنکھیں، کھلی ہوئی روشن پیشانی، چوڑا چکلا سینہ، مضبوط قوی اور دوہرا جسم، بے حد رنگیلا لیکن باتوں میں شیرینی اور حلاوت، انگریز کا پیدائشی دشمن، نسبی اعتبار سے افغانی، ماحول اور بودوباش کی رو سے ٹھیٹ پنجابی ایک متوسط لیکن علم دوست خاندان کا چشم و چراغ۔

ماں باپ نے لاہور میں کالج کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا لیکن وہ لاہور میں لیڈری فرمانے لگا۔''

۱۹۲۰ء میں ابھی سال دوم میں پڑھ رہے تھے کہ تحریک ہجرت کے سلسلے میں کالج کو خیر باد کہہ کر کابل چلے گئے اور ایک برس کی مسلسل تکالیف برداشت کرنے کے بعد لاہور واپس آ گئے۔ آپ کی واپسی کا نقشہ اشرف عطا نے یوں کھینچا ہے :۔

''مرتضیٰ احمد خان میکش بھی اپنے ایک دو دوستوں کے ہمراہ مختلف قبائلی علاقوں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے یوں پہنچے۔ پیروں سے چلے ہوئے تھے، پاؤں پیدل چلنے کی وجہ سے ورم زدہ ہو گئے تھے، زار حالت تھی، ان کے دونوں ساتھی مردان کے رہنے والے تھے۔ یہ مردان پہنچے تو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ میکش صاحب بھی پیدل لاہور پہنچے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے روز قبل پولیس ان کے آبائی گاؤں میں ان

کی گرفتاری کے لئے چھاپہ مار چکی تھی۔ میکشؔ صاحب نے کچھ دن
لاہور میں چھپ چھپا کر گزارے، آخر گاؤں روانہ ہو گئے۔

گھر والوں سے ملے، اس اثناء میں پولیس بھی پہنچ گئی، آپ کو گرفتار کر کے جالندھر لایا گیا۔ آپ کے اہل خاندان نے کئی ذرائع سے آپ کی رہائی کے لئے حکام پر دباؤ ڈالا۔ آخر یہ کوششیں بار آور ہو گئیں اور میکشؔ صاحب چھوڑ دیئے گئے۔ کچھ عرصہ گاؤں میں رہے، پھر تعلیم حاصل کرنے کا بہانہ کر کے لاہور آ گئے۔ لیکن لاہور پہنچنے کے بعد انہوں نے کالج میں داخلہ لینے کے بجائے صحافت کی سب سے بڑی درسگاہ روزنامہ "زمیندار" میں داخلہ لے لیا۔"

۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۵۵ء تک مختلف روزناموں میں ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ زمیندار کے علاوہ انقلاب، احسان، مغربی پاکستان، انصاف اور نوائے پاکستان میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھائے۔ ملک و ملت کی خدمت کا فریضہ احسن طریقہ سے انجام دیا۔ افغانستان کے نام سے فارسی زبان میں ایک ہفت روزہ بھی جاری کیا جسے شہرت عام بقائے دوام حاصل ہوئی۔ ۱۹۲۸ء میں "ہندی مسلمانوں کے لئے الگ وطن" کے موضوع پر مقالات لکھے۔ ان مقالات میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا مطالبہ پیش کیا گیا تھا اور اس مطالبہ کے حق میں دلائل پیش کئے۔ برصغیر کے شمال مغربی علاقوں میں اسلامی ریاست کے قیام کو مسلمانوں کی منفرد ثقافت اور تہذیب کے تحفظ کے لئے ضروری سمجھا۔

ان مقالات پر ہندو اخبارات نے بہت تنقید کی۔ خاص طور پر روزنامہ "پرتاپ" نے سخت الفاظ میں کڑی نکتہ چینی کی۔ مولانا میکشؔ نے اپنے موقف کے حق میں ۱۹۲۹ء تا ۱۹۳۰ء مزید لکھا اور مدلل جواب دے کر جداگانہ ریاست کے تصور کو اور زیادہ تقویت دی۔ ۱۹۳۱ء میں انگریزی استعمار کے خلاف مقالات لکھنے کی پاداش میں ایک سال کے لئے پابند سلاسل کر دیئے گئے۔

سطور بالا میں ذکر کیا گیا ہے کہ مولانا میکشؔ نے ۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۰ء علیحدہ وطن کی تحریک کے لئے روزنامہ "انقلاب" لاہور میں مسلسل کئی مقالات لکھے تھے جن کی بنیاد پر ہی بالآخر علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) نے بعد میں تصور پاکستان پیش کیا تھا۔

شورش کاشمیری (۱۹۱۷ء۔۱۹۷۵ء) اپنی کتاب "نورتن" میں لکھتے ہیں :۔

"(مولانا میکشؔ) جتنی خوبیوں کے مالک تھے اتنی قدر نہیں ہوئی بلکہ صحافت کے تذکروں میں بھی اُن کا نام نہیں آرہا۔ وجوہ ڈھکے چھپے نہیں اور نہ ہم انہیں زیرِ بحث لانا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے صحافت کی اعلیٰ قدروں کا نہ صرف احترام بلکہ استحکام بھی کیا۔ جس نقطۂ نگاہ کو درست سمجھتے اس کے مبلغ ہو جاتے۔ ان میں ایک عالم کی رُوح، ادیب کا حسن، شاعر کی رنگینی، رند کا ظرف، فقیر کا گداز، مجاہد کا ولولہ اور بادشاہ کی تمکنت موجود تھی۔ قلم فروشی سے اُنہیں تنفر تھا۔ اپنے خیال اور اپنے تصور کے آدمی تھے۔ ابھی پاکستان کا تصور چند افراد کے ذہن میں تھا کہ اُنہوں نے "انقلاب" میں مسلسل مقالے لکھ کر پاکستان کو ہندو مسلم مسئلہ کا حل قرار دیا۔ اُس وقت یہ حل مجذوب کی بڑ نہ سہی صحافی کی بڑ ضرور سمجھا گیا۔ لیکن آخر یہی حل مسلمانوں کا ملی نصب العین ہو گیا۔ اُن کا خیال تھا کہ اُنہوں نے علامہ اقبال سے بھی پہلے پاکستان کا تصور پیش کیا تھا۔ وہ ظاہر و باطن پاکستانی اور اُن مخلص اہلِ قلم میں سے تھے جنہوں نے علیحدہ قومیت کے نظریہ کی آبیاری کی"۔

معروف صحافی سید اشتیاق اظہر نے اپنی گرانقدر کتاب "سید الاحرار" (مولانا حسرتؔ موہانی) میں مولانا میکشؔ کے تصورِ پاکستان کا یوں ذکر کیا ہے :۔

"دسمبر ۱۹۲۸ء میں مشہور ادیب اور صحافی مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؔ نے روزنامہ "انقلاب" مؤرخہ ۸؍دسمبر ۱۹۲۸ء میں تجویز پیش کی کہ مسلمان علاقوں پر مشتمل ایک علیحدہ وطن بنا دیا جائے"۔ انہوں نے لکھا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ شمالی ہند میں جو پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ پر مشتمل ہے اپنی قومی حکومت کے قیام کو نصب العین قرار دیا جائے کیونکہ وقت کا تقاضا اور مسلمانوں کی خواہش اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے۔ اسی میں

مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔ مسلمان نہایت آسانی سے اسے اپنا وطن سمجھ سکتے ہیں۔ اور جب اُن کو معلوم ہو گا کہ اس وطن کے آزاد کرانے میں اُن کی ہر قسم کی فلاح و بہبود مضمر ہے اور اُن کی آئندہ نسلوں کی ترقی اور کفالت اس پر منحصر ہے تو اُن کی ساری کوششیں اس مقصد پر صرف ہونے لگیں گی۔ اس سال ۱۹۲۸ء میں "نہرو کمیٹی" کے سامنے بھی یہ تجویز پیش کی گئی لیکن کمیٹی نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ رقبے کے لحاظ سے یہ ریاست غیر متوازن ہو جائے گی۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبہ ء آلہ آباد میں جو انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ ۱۹۳۰ء میں پیش کیا ہے، اس کا حوالہ دیا ہے"۔

۱۸۔۱۹ر اپریل ۱۹۳۶ء کو کلکتہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا خصوصی اجلاس ہوا۔ اس موقعہ پر حضرت قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کے حکم پر پنجاب مسلم لیگ کی تنظیم نو کیلیے ۳۵ آدمیوں کی آرگنائزنگ کمیٹی مقرر کی گئی جس میں علامہ اقبالؒ، مولانا ظفر علی خاں، میاں عبدالعزیز مالواڈہ بیرسٹر، ملک برکت علی ایڈووکیٹ، خلیفہ شجاع الدین بیرسٹر، ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی، غلام رسول خاں بیرسٹر، پیر تاج الدین بیرسٹر، ملک مہدی زمان خان کے علاوہ مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؔ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔

تحریکِ پاکستان میں آپ نے "علماء اہلسنت" کے شانہ بشانہ خدمات سر انجام دیں۔ مولانا سید ابوالحسنات محمد احمد قادری لاہوری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) آپ کے رفیق خاص تھے، چنانچہ "آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس" ۱۹۴۶ء میں مولانا ابوالحسنات، آپ کو خصوصی طور پر لے گئے تھے۔ آپ نے وہاں متعدد قراردادیں پیش کیں جو متفقہ طور پر پاس کرلی گئیں۔ دیوبندی مکتبہ ء فکر کے معروف قلمکار پروفیسر اختر راہی نے اس حقیقت کو یوں تسلیم کیا ہے:۔

"مولانا میکشؔ سیاسی طور پر دو قومی نظریہ کے پُر جوش داعی تھے۔ روزنامہ "احسان" لاہور، مسلم لیگ کا ہمنوا تھا اور انہوں نے خود

بھی تقسیم ہندوستان کا تصور پیش کیا تھا۔ ۱۹۴۰ء میں ہندوستان میں منعقد ہونے والی "آل انڈیا سنی کانفرنس" میں شریک ہوئے تھے اور ان کی پیش کردہ قرارداد پاس کی گئی تھیں۔"

۱۹۴۶ء میں لاہور کے چار مسلم اخبارات کے مالکان و مدیران نے ہوٹل اورینٹ لاہور میں قائداعظم کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا۔ یہ ہوٹل مال روڈ پر شاہدین بلڈنگ میں تھا۔ مولانا میکش بھی اس دعوت میں شریک تھے۔ اور قائداعظم سے خوب تبادلہ خیال ہوا۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ نے جمعیت کے قانونی مشیر مقرر ہوئے۔ صدر جمعیت مولانا ابوالحسنات قادری آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور آپ کے مشوروں کو اولین ترجیح دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں جمعیت علماء پاکستان ملک بھر میں انتہائی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔

۱۹۵۳ء میں "تحریک ختم نبوت" چلی تو آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے بے بہا قربانیاں دیں۔ تحریک کو ساحل کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ ایکشن کمیٹی (مجلس عمل) کے رکن کی حیثیت سے بے مثال کام کیا۔ گرفتار ہو کر قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرے۔ "منیر انکوائری کمیشن" میں آپ نے احمدیوں کے خلاف بڑی محنت اور جانفشانی سے کیس پیش کیا۔ اس سلسلہ میں شورش کاشمیری لکھتے ہیں:۔

"مرتضیٰ احمد خاں اخبار نویسی کے حلقے سے نکل کر مشائخ کے حلقہ میں چلے گئے تو سفید اجلی داڑھی نے حلیہ ہی بدل دیا۔ ختم نبوت کی تحریک میں انہوں نے منیر انکوائری کمیشن کے سامنے جس قابلیت اور جس جرأت سے مجلس عمل کی ترجمانی کی وہ انہیں کا حصہ تھا۔ ان کی قابلیت کا کمیشن نے بھی اعتراف کیا لیکن اس رپورٹ میں نہ صرف علماء کا استخفاف کیا گیا بلکہ یہ رپورٹ اسلام کے خلاف مسلمان ججوں کی لکھی ہوئی ایک خطرناک دستاویز ہے۔ رپورٹ پبلک کے سامنے آئی تو لوگ مارشل لاء کی مار کھا کے بے حوصلہ ہو چکے تھے۔ مرتضیٰ احمد خاں نے اس رپورٹ کا تجزیہ کیا اور ان تمام غلط باتوں کی نشاندہی کی جو مصنفین کے قلم سے

پاتی تھیں۔ خوف ان کی جھونپڑی میں تھا ہی نہیں بلکہ خوف ان سے بھاگتا تھا"۔

آپ نے حضرت مولانا ثواب الدین چشتی عسکری ثم رمداسی (م ۱۹۷۰ء) کے دست مبارک پر سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی ہوئی تھی۔ آخر عمر میں تصوف کا غلبہ ہو گیا تھا۔ آپ ایک با اصول انسان تھے، ایک بیباک صحافی اور ایک با اخلاق اور پابند صوم و صلوٰۃ مسلمان تھے۔ ان کی ساری زندگی جہاد میں گزری۔ آزادی کے بعد بھی وہ ایسی طاقتوں کے خلاف برسر پیکار رہے، جو اسلام کا نام لے کر اقتدار حاصل کرتی رہیں، لیکن حصول اقتدار کے بعد اسلام کا شیرازہ بکھیرنے میں مصروف رہیں۔ آپ نے ان لوگوں سے نفرت ہی نہیں بلکہ جہاد کیا، انہیں دنیا کے سامنے ننگا کر دیا۔ ان کی اصول پرستی اور بیباکی نے انہیں رنج و مصائب و آلام میں مبتلا رکھا اور وہ عسرت میں زندگی بسر کرتے رہے لیکن انہوں نے کبھی کرسی کا طواف نہیں کیا۔ کبھی کسی وزیر اور رئیس کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا، نہ دولت اور عزت کی خاطر قلم کی عصمت کو فروخت کیا۔ وہ بے حد خوددار انسان تھے، ایک مرد درویش تھے"۔

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

زندگی کے آخری ایام اگرچہ بڑی عسرت میں گزرے مگر وہ صبر و استقلال میں [illegible] آپ کے مرشد زادے معروف نعت گو شاعر حافظ مظہر الدین (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۸۱ء) راوی ہیں کہ:

"مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مجھ سے فرمایا تھا کہ ایک دن میں اپنی زندگی کی دشواریوں سے تنگ آکر پریشان بیٹھا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام آئے اور مجھے تسکین دے کر چلے گئے۔"

آپ قادر الکلام شاعر اور بلند پایہ ادیب تھے۔ مادری زبان فارسی ہونے کی وجہ سے ان کا کلام فارسی میں ہے۔ بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے مندرجہ ذیل زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ الشاہی افسانے، البرز، شکن گرز عرف مرزائی بند، انقلاب اسلام اور نظریۂ قومیت، تاریخ اقوام عالم (۲ جلد)، اسلام اور معاشی اصلاحات، تاریخ اسلام

(۴ جلدیں)، دو دو دل (اردو مجموعہ ءکلام)، فارسی مجموعہ ءکلام، غیر مطبوعہ کتب۔

شریعت مطہرہ کی پابندی آپ کی سب سے بڑی کرامت ہے۔ نماز کبھی قضا نہ ہوئی۔ یادِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کی نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے چہرہ جاذب نظر اور شخصیت میں رعب نمایاں تھا۔ انتہائی تکلیف میں بھی نماز ترک نہ ہوئی۔ چنانچہ حالت نماز ہی میں ۲۷ر جولائی ۱۹۵۹ء مطابق ۲۱ر محرم الحرام ۱۳۷۹ھ بروز پیر حرکت قلب بند ہو جانے سے روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور گارڈن ٹاؤن لاہور کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

اُگتے ہیں اُس میں عشق و محبت کے مست پھول
میکشؔ نے جس زمیں میں مدفن بنا لیا

آپ کے انتقال پُر ملال پر روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے ۲۹ر جولائی ۱۹۵۹ء کو اپنے اداریہ میں یوں خراجِ تحسین پیش کیا۔

"مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکشؔ کا انتقال اردو صحافت کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ مرحوم ایک پُرانے اخبار نویس تھے اور "زمیندار"، "احسان"، "شہباز"، "نوائے پاکستان"، "مغربی پاکستان" وغیرہ اخبارات میں ایڈیٹر کی حیثیت سے مدتوں کام کرتے رہے تھے۔ "احسان" اور "شہباز" کو تو کامیاب ہی انہوں نے کیا تھا۔ ایک زمانہ ء لاہوری صحافت میں اُن کا طوطی بولتا تھا۔

مرحوم ایک دیندار اور صوفی منش آدمی تھے تو تخلص میکشؔ تھا مگر شراب کو کبھی چھوا تک نہیں، اسلام اور پاکستان کے لئے دل میں بڑا درد تھا۔ اُن کے آخری چند سال بڑی عُسرت اور تکلیف میں گزرے مگر چونکہ انتہائی خوددار، غیور اور درویش قسم کے آدمی تھے اس لئے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ وہ اپنی قومی خدمات اور اپنی ضروریات کے اعتبار سے اور صحافت میں اپنے مقام کے باعث پنشن اور وظیفہ کے صحیح معنوں میں حقدار تھے مگر چونکہ دربار رس ہونے کے بجائے گوشہ نشین تھے اس لئے آخر وقت تک محنت

مزدوری کر کے گزارہ کیا اور اس طرح خودارانہ زندگی کی ایک شاندار مثال قائم کر گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔"

بہت سے شعرائے کرام نے ان کی رحلت پر قطعات تاریخ وفات لکھے، چند ایک درج ذیل ہیں:-

(۱) حضرت صابر براری دامت برکاتہم عالیہ .... کراچی

"سال وفات نیک خصال" ، جناب مولوی مرتضیٰ میکش"

۱۳۷۹ھ ـــــ ۱۹۵۹ء

عالم فانی سے وہ بھی چل دیئے — تھے جو میدان ادب کے شہسوار
روشنی محفل دانشوراں — مالک شخصیت باغ و بہار
ہیں کئی اخبار ارض پاک کے — جس کے ایڈیٹر رہے یہ حق نگار
جمعیت[1] کے تھے قانونی مشیر — یہ ابوالحسنات[2] کے حامئی کار
فارسی، اردو کے شاعر تھے جناب — ہے یہ "دود[3] دل" سے خوبی آشکار
انکی تربت پر رہے باران نور — ہو نزول رحمت پروردگار
کہدو صابر ان کی تاریخ وفات
"شیخ دوراں میکش عالی وقار"

۱۹۵۹ء

[1] جمعیت علماء پاکستان
[2] مولانا ابوالحسنات قادری
[3] مجموعہ کلام میکش

(۲) حضرت ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیر اعلیٰ "مہر وماہ" .... لاہور

حضرت میکش جہاں سے چل بسے — اہل علم و فضل ہیں مغموم سب
دے گئے وہ ناگہاں داغ فراق — آج ہیں سب اقربا وقف تعب
نالہ افگن ہے اجل بھی اس پر آہ — ہے بپا ہر سمت اک شور و شغب
اب جہان علم میں ایسا کہاں؟ — صاحب فکر، شعور و ذی ادب

ہو نجاتِ اُخروی اس کا نصیب　　از طفیلِ مصطفیٰؐ محبوبِ رب
رحلتِ عاشق پہ تو کہہ دے فدا
"شاعرِ شیریں سخن والا حسب" ؍

۱۹۵۹ء

(۳) حضرت طارق سلطانپوری، حسن ابدال ضلع اٹک۔

مرتضیٰ احمد، وقار بزمِ قرطاس و قلم
صاحبِ فکر و نظر تھا اک بڑا انسان تھا
اک قلم کار مکرم اک صحافی نام ور
وہ صحافت کا تجمل وہ قلم کی آن تھا
کاروانِ حریت کا تھا نقیب بے ہراس
وہ مجاہد حامیٔ تحریکِ پاکستان تھا
جو بنارس میں ہوا تھا اجتماعِ اہلِ حق
اس میں بھی موجود وہ حق آشنا انسان تھا
اس وطن کے ان رجالِ حق کا تھا وہ ہم خیال
مدعا جن کا نظامِ سنت و قرآن تھا
اس کے "دو دل" سے ہیں کیفیت اندوز اہلِ دل
نغز گفتار ایک شاعر صاحبِ دیوان تھا
صوفی و درویش، مخلوقِ خدا کا غمگسار
وہ فیضان تھا سرچشمۂ احسان تھا
سوز و ساز و ذوق و شوقِ نشت کا سرمایہ دار
حق کا دلدادہ، محبِ سرورِ ذیشانؐ تھا
اس کا طارق نے عقیدت سے کہا سالِ وصال
"عاشقِ ہو، مئے کشِ میخانۂ عرفان" تھا

۱۹۵۹ء

ماخذ

(۱) "آثارِ تحریکِ پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۵۱، ۲۵۳۔

(۲) "کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشاں تذکرے" از اشرف عطا مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء ص ۲۹۳ تا ۲۹۵، ۲۹۹۔

(۳) "دے صور تیں الٰہی" از ڈاکٹر عبد السلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۰۶۔

(۴) "صحافت ہند و پاکستان میں" از ڈاکٹر عبد السلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۲۲۲، ۲۲۰، ۲۲۵۔

(۵) "فروغِ صحافت میں اہلسنت کا کردار" از مولانا شاہ حسین گردیزی مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء ص ۱۲۔

(۶) "نورِ حق" از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور ۱۹۶۷ء ص ۴۳، ۱۴۲۔

(۷) ماہنامہ "نقوش" "لاہور، "لاہور نمبر" بابت فروری ۱۹۶۲ء ص ۹۳۹۔

(۸) "تذکرہ مجاہدینِ ختمِ نبوت" از مولانا اللہ وسایا مطبوعہ ملتان ۱۹۹۰ء ص ۲۵۳۔

(۹) "رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ۱۹۵۳ء (منیر انکوائری رپورٹ) ص ۷، ۱۱۱، ۱۳۱۔

(۱۰) "کاروانِ شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۴۹۳۔

(۱۱) "تاریخِ رفتگاں" جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء، ۱۴۔

(۱۲) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۳۰۱ تا ۳۰۶۔

(۱۳) "پاکستان کا مطلب کیا؟" از تہمینہ شیر درانی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۸ء ص ۳۰۔

(۱۴) "تخلیقِ پاکستان" از فاروق ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۴۶۵۔

(۱۵) "سید الاحرار" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ بہاولپور ۱۹۷۸ء ص ۳۴۱ تا ۳۴۳۔
مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء ص ۳۵۶ء تا ۳۵۷۔

(۱۶) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۹۶۵، ۱۹۶۷۔

(۱۷) "فیروز سنز انسائیکلوپیڈیا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۵۷۵۔

(۱۸) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۰۶ تا ۱۰۷

(۱۹) "قائد اعظم اور ان کے سیاسی رفقاء" از اقبال احمد صدیقی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۲۷۸

(۲۰) "نقوش بازگشت" از مولوی محمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۶۹ تا ۱۷۱

(۲۱) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۵۸۸

(۲۲) ہفت روزہ "زندگی" لاہور بابت ۲۳ اگست ۱۹۷۳ء ص ۱۸، ۱۹

(۲۳) روزنامہ "نوائے وقت" "امروز" لاہور متعدد شمارے

مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہوری

مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری بن سید دیدار علی شاہ الوری (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۳۵ء) کی ولادت ۱۳۱۴ھ / ۱۸۹۶ء میں محلہ نواب پورہ، الور (بھارت) میں ہوئی۔ گیارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ اردو اور فارسی میں کافی حد تک مہارت پیدا کر لی۔ پھر تمام علوم و فنون والد ماجد سے حاصل کئے۔ پھر آگرہ جا کر حکیم نواب ذکی الدین سے طب سیکھی۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء) اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاں (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۱ء) سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۳۶ء) کے دست اقدس پر بیعت کر کے خلافت و اجازت کی دولت لازوال سے مشرف ہوئے۔ والد ماجد سے بھی خلافت کی نعمت حاصل تھی۔

۱۹۲۶ء میں آپ اہالیان لاہور کی پر زور درخواست پر مسجد وزیر خاں میں خطیب تشریف لائے۔ مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ لاہور کے علاوہ دیگر شہروں میں بھی تبلیغی دورے فرماتے تھے۔ عوام و خواص آپ کی تقاریر کو بہت ذوق و شوق سے سنا کرتے تھے۔

تحریک پاکستان میں آپ نے شاندار خدمات سر انجام دیں۔ ۱۹۴۶ء میں مسلم

لیگ کی حمایت کا اعلان فرمایا اور اس کے پروگرام کو عوام تک پہنچانے کیلئے شب و روز مصروف رہے۔ علمائے پنجاب میں سب سے پہلے آپ ہی نے مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا۔

۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں "قرارداد پاکستان" منظور ہوئی تو آپ اس جلسہ کے سرگرم کارکنوں میں سے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی اور علماء کو اپنا ہمنوا بنایا۔ بعد میں قائداعظم سے ملاقات کر کے نظریہء پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذ سنبھالا۔ روزنامہ "احسان" لاہور میں "نظریہء پاکستان" کی حمایت میں ایک طویل مضمون پانچ قسطوں میں شائع کرایا۔ قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) اور پیر صاحب مانکی شریف (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۰ء) کے ساتھ مل کر ملک گیر دورے کر کے عوام کو "نظریہء پاکستان" سے روشناس کیا اور عوام میں تحریر و تقریر سے پاکستان کی حمایت کا جذبہ پیدا کیا۔

۵ راگست ۱۹۴۵ء کے روزنامہ "احسان" لاہور میں "مسلم لیگ کے حامی علماء کی تنظیم کی ضرورت" کے عنوان سے آپ کا ایک بیان چھپا جس سے مسلم لیگ کو زبردست تقویت ملی۔ بیان کچھ یوں ہے:

> "میں عنقریب تنظیم علماؤ مشائخ کی صوبائی کانفرنس کرنا چاہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ مسلم نما خود پرور دشمنانِ ملت کی بد خواہی و دین فروشی جو ظاہر ہو چکی ہے وہ بیش از بیش واضح ہو جائے گی اور برادرانِ اسلام کی خدمت میں خاص طور پر گزارش ہے کہ ہر صوبے کے علماؤ مشائخ کی خدمت تک میرا یہ مضمون پہنچائیں اور انھیں تنظیم کے لئے آمادہ کریں۔ میں صوبہ پنجاب کے علماؤ مشائخ کی خدمت میں علیحدہ علیحدہ عریضے بھیجنے والا ہوں۔ وہ یکجہتی کے ساتھ تیار ہو کر مسلم حقوق کی نگرانی میں سرگرم عمل ہو جائیں تاکہ پاکستان کی پوری حمایت ہو اور آئندہ انتخاب جو آنے والا ہے اس میں علماؤ مشائخ کے ارادے کے خلاف ووٹ نہ دیا جائے۔"

۱۲ر تا ۱۶ر ستمبر ۱۹۴۵ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار دارالعلوم مرکزی انجمن حزب

الاحناف ہند لاہور کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر ہندوستان و پنجاب کے اکابر علماء اہلسنت کا اجتماع ہوا۔ اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت محدث علی پوری قدس سرہٗ نے فرمائی۔ اس موقعہ پر ''صوبائی سنی کانفرنس'' کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا صدر مولانا ابوالحسنات کو چنا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ کانگرس، احرار، خاکسار اور یونینسٹ ہرگز ہرگز مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں نہیں ہیں۔ کانگرس مشرکین و مرتدین کی جماعت ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی ازلی دشمن ہے۔ اس سے یہ ہرگز توقع نہیں کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی نمائندگی کر سکے لہٰذا مسلمانوں کو اپنا قیمتی ووٹ کانگرس کو دینا حرام ہے اور احرار، خاکسار اور یونینسٹ وغیرہ ہندو کے زر خرید غلام ہیں۔ انھیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس اجلاس کے بعد مولانا ابوالحسنات نے مسلم لیگ کا پیغام قریہ قریہ پہنچانے کے لئے بے شمار دورے کئے اور جلسوں کے ذریعے مسلم لیگ کے پیغام کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیا۔ ۹، ۱۰، ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو جمعیت علماء اسلام پنجاب کی طرف سے اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں معروف مسلم لیگی رہنما چوہدری عبدالکریم (ف ۱۹۸۱ء) نے ایک علماء مشائخ کانفرنس بلائی جس کی صدارت حضرت امیر ملت قدس سرہٗ نے فرمائی۔ اس کانفرنس میں گورنر کے نافذ کردہ قانون کہ مذہب اور اللہ کے نام پر ووٹ مانگنا جرم ہے کی خلاف ورزی کا فیصلہ کیا گیا۔ چوہدری عبدالکریم (قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں "عبدالکریم روڈ" انہی کے نام سے موسوم ہے) مائیک پر آئے اور عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "اسلام کے نام پر مسلم لیگ کو ووٹ دیں۔ اگر آپ نے مسلم لیگ کو ووٹ نہ دیا تو حضور اکرم ﷺ بھی ناراض ہوں گے اور اللہ کا غضب بھی نازل ہو گا۔

اس اجلاس میں مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، مولانا عبدالغفور ہزاروی (۱۹۱۰ء۔ ۱۹۷۰ء)، خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء)، سید محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۴۹ء)، خواجہ غلام محی الدین گولڑوی (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۷۴ء)، پیر صاحب مانکی شریف (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۰ء)، مولانا محمد عبدالستار نیازی، مولانا جمال میاں فرنگی محلی وغیرہم کے علاوہ مولانا ابوالحسنات نے بھی شرکت کی اور اپنے ولولہ انگیز خطاب سے ایوانِ باطل کو ہلا کر رکھ دیا۔

اسی سال ہی ہندوؤں نے ایک عظیم سازش کے تحت "ہندو مسلم بھائی بھائی" کا نعرہ

لگا تو آپ نے اس سازش کو بے نقاب کیا اور فرمایا:

"مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور سیاست و ثقافت علیحدہ ہے اس لئے مسلمانوں کے امتیازی نظریہ حیات اور ہندوؤں کے علیحدہ اصولِ حیات کی بناء پر "ہندو مسلم بھائی بھائی" کا نعرہ ہی غلط اور باطل ہے۔"

اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ بحیثیت صدر پنجاب سنی کانفرنس نے اپنی اس ذمہ داری کو کماحقہ پورا کیا اور واپس آکر پنجاب کے کونے کونے میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ خضر وزارت نے پابندیاں لگا کر روکنا چاہا مگر بے سود۔ فروری ۱۹۴۷ء میں خضر وزارت کے خلاف تحریک سول نافرمانی چلی تو آپ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ء میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں پاکستان بھر کے علماء مشائخ کا ایک نمائندہ اجتماع ہوا۔ اس اجتماع میں "جمعیت علمائے پاکستان" کا قیام عمل میں آیا، جس کے آپ پہلے صدر اور علامہ سید احمد سعید کاظمی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اسی سال جہاد کشمیر میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، پبلک جلسوں میں مجاہدین کیلئے سامان جمع کرنے کی مہم چلائی۔ موچی دروازہ لاہور میں ایک عظیم الشان "کشمیر کانفرنس" منعقد کی جس میں صدر آزاد کشمیر بھی شریک ہوئے اور لاکھوں روپے کا سامان جمع ہو گیا۔ علاوہ ازیں خود بھی محاذ پر تشریف لے جا کر جمعیت کی طرف سے مجاہدین کی امداد کی۔ اسی خدمت کی بدولت آپ کو "غازی کشمیر" کا خطاب دیا گیا۔

۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو "قرارداد مقاصد" منظور کی گئی اس میں آپ کی مساعی جمیلہ کا بھی عمل دخل تھا۔ آپ نے ۱۹۴۹ء۔۱۹۵۰ء کے دوران بیانات کے ذریعے واضح کیا کہ پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا گیا ہے لہٰذا پاکستان کا دستور بھی اسلامی بنیادوں پر مرتب ہونا چاہیے۔

۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم نبوت" میں متحدہ مجلس عمل کے صدر منتخب کئے گئے اور دیگر علماء کے ساتھ گرفتار ہو کر کراچی، سکھر، حیدر آباد کی جیلوں میں ایک سال تک نظر بند رہے۔ سکھر جیل میں آپ کو اطلاع ملی کہ آپ کے صاحبزادے کو سزائے موت سنائی گئی ہے۔ آپ کے صاحبزادے ...

آپ نے تفسیر الحسنات، اوراقِ غم، ترجمہ کشف المحجوب، فرشتۂ رحمت، [illegible] رسالت، [illegible] الاستقامۃ، طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ، مظہر الاسرار، التبیان، صبح نور، مونس الاطباء، قراطیس المواعظ، رجوم المومنین علی مانع الجماعۃ، [illegible]، الناسخ، رفیق سفر، [illegible] حافظ اور دیوانِ حافظ وغیرہ وغیرہ کتابیں یادگار چھوڑیں۔

۲ شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء بروز جمعۃ المبارک آپ نے رحلت فرمائی اور مزار پُر انوار حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ میں آخری آرامگاہ بنی۔

حضرت صابر براری قم کراچوی نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

وہ تھے جانِ دیوار علی تھے — خطیب اہل سنت حق کے پیکر
چلی ختم نبوت کی جو تحریک — تھے اس تحریک کے سالار لشکر
کہو تاریخ رحلت ان کی صابر — "ابو الحسنات غازی قلندر"

۱۹۶۱ء

ماخذ

(۱) "تذکرہ علمائے اہل سنت و جماعت لاہور" از علامہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۳۱۵ تا ۳۲۳۔

(۲) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۲۳۔

(۳) "[illegible]" از ابو مظفر چشتی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۳۹۔

(۴) "امیر ملت اور تحریک پاکستان" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۳۸، ۳۹ ملخصاً۔

(۵) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۰۹ ملخصاً۔

(۶) ہفت روزہ "الفقیہ" امرتسر بابت ۲۱ تا ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۳ ملخصاً۔

(۷) "[illegible] لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۱، ۳۲۔

(۸) "مختصر اردو دائرہ انسائیکلوپیڈیا" مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۷۱۔

(۹) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد اول مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۷ء ص ۲۰۔

(۱۰) ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" فروری ۱۹۶۲ء، ص ۹۱۳۔

(۱۱) "اکمل انوار رضا" از مولانا حشمت علی لکھنوی، مطبوعہ [illegible] ۱۹۲۱ء، ص ۸۔

(۱۲) "جب امرتسر جل رہا تھا" از خواجہ افتخار، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۸۶۔

(۱۳) "تذکرہ مجاہدین ختم نبوت" از مولانا اللہ وسایا [illegible]، مطبوعہ ملتان ۱۹۹۰ء، ص ۲۵۱، ۲۵۲۔

(۱۴) "رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء" ص ۸۱، ۸۸۔

(۱۵) مجلہ "السیرہ" [illegible] [illegible] ۱۹۹۶ء ص ۲۸، ۱۸۳، ۱۸۸، ۱۹۳۔

(۱۶) "تاریخ [illegible]" جلد دوم [illegible] مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۲۳۔

مولانا عبدالصمد مقتدریؒ

مولانا عبدالصمد مقتدری بن مولانا غلام حامد کی ولادت بدایوں (بھارت) کے محلہ حمیدی خاندان میں ہوئی۔ مدرسہ عالیہ قادریہ و دارالعلوم شمس العلوم بدایوں میں مولانا محب احمد قادری، مولانا مفتی حافظ بخش و دیگر اساتذہ سے علوم متداولہ میں فراغت حاصل کرنے کے بعد الہ آباد یونیورسٹی سے "ملا" کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۱۵ء میں مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی (۱۸۶۶ء۔۱۹۱۵ء) کے دست اقدس پر بیعت کی اور ۳۱ مارچ ۱۹۲۳ء کو مولانا شاہ عبدالقدیر بدایونی (۱۸۹۳ء۔۱۹۶۰ء) سے اجازت و خلافت پائی۔

حصول تعلیم کے بعد گورنمنٹ ہائی سکول بدایوں میں عربی مدرس ہو گئے مگر جوں ہی تحریک خلافت کا غلغلہ بلند ہوا تو فوراً مستعفی ہو کر علی برادران کے حکم پر آگرہ کو اپنا مسکن بنا لیا۔ اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر کے تحریک خلافت کے پودے کی آبیاری کرنے لگے۔ دو اخبارات "تبلیغ" اور "خلافت" کا اجراء کر کے خلافت کے پیغام کو بر صغیر کے کونے کونے میں پہنچایا۔ تمام ملک میں طوفانی دورے کر کے اپنی شعلہ بار تقاریر کے ذریعے ملت مسلم کو گرما کے رکھ دیا۔ نتیجتاً آپ کو گرفتار کر کے سیتاپور، لکھنؤ سنٹرل جیل میں پابہ زنجیر کر دیا گیا۔

آپ نے مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۳۱ء) کے شانہ بشانہ تحریک خلافت اور ملکی تحریک میں حصہ لیا اور سیاست کے رموز و نکات انہیں سے سیکھے۔ ۱۹۳۵ء میں بدایوں میں مسلم لیگ کی تاسیس ہوئی تو آپ اس میں شامل ہو کر ضلع مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۷ء کے صوبائی الیکشن کے بعد بدایوں مسلم لیگ میں نئی روح پیدا ہوئی اور جلسے و جلوسوں کی بھرمار ہونے لگی۔ صوبہ مسلم لیگ یوپی کے کونسلر اور آرگنائزر کی حیثیت سے تحریک پاکستان کو منزل سے ہمکنار کرنے کے لئے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے ان کا اعتراف حضرت قائد اعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء)، نواب محمد اسمٰعیل خاں میرٹھی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) جیسے اکابرین نے بھی کیا۔ آپ قیام پاکستان تک "آل انڈیا مسلم لیگ" کے کونسلر رہے۔ اس حیثیت سے آپ نے مسلم لیگ کی فلاح و بہبود کے لئے جو کچھ کیا وہ ایک علیحدہ باب کا متقاضی ہے۔ بدایوں مسلم لیگ تو آپ کی جیب میں تھی۔ صوبہ مسلم لیگ (یوپی) کا کوئی کام آپ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا تھا۔

۱۹۳۷ء کے انتخابات کے بعد جب بدایوں لوکل بورڈ آفس پر کانگرس کا جھنڈا لہرایا گیا تو اس کے جواب میں بدایوں مسلم لیگ نے آپ کی زیر قیادت بدایوں شہر میں بلدیہ کی عمارت پر مسلم لیگ کا جھنڈا لہرانا طے کیا۔ اور بلدیہ کے اجلاس سے باقاعدہ منظوری حاصل کی۔ چنانچہ نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) نے تشریف لا کر ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں اپنے ہاتھوں سے جھنڈا نصب کیا اور رات کو شاندار جلسہ منعقد کیا گیا جس سے مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی۔

۱۹۴۵۔۴۶ء کے الیکشن میں آپ نے بدایوں، دہلی، سنبھل، مراد آباد اور بریلی شریف کے علاقوں میں تن من دھن کی بازی لگا کر مسلم لیگ کو کامیاب کرانے کی جد و جہد کی۔ بدایوں کی سیٹ پر مسلم لیگی امیدوار چودھری اسرار احمد کے مقابلہ میں کانگرس نے ایک بہت بڑے رئیس اور سرمایہ دار سید جلال حسین کو کھڑا کیا اور اپنے امیدوار کی ہر لحاظ سے نصرت و مدد کی مگر مولانا مظفری اور ان کے سر فروش ساتھیوں نے حالات کا پانسہ پلٹ کے رکھ دیا۔ اور اس سیٹ پر ۸۰ فیصد سے زائد ووٹ

مسلم لیگ کے حق میں پڑا ہے۔ حتیٰ کہ کانگریسی امیدوار نے بھی حالات کی نزاکت کے پیش نظر اپنے تمام ووٹ عین وقت مسلم لیگی امیدوار کو دے دیئے۔ آپ کی ان قربانیوں اور کوششوں سے متاثر ہو کر، رئیس الاحرار مولانا حسرت موہانی نے قائد اعظم سے کہا تھا:

"بدایونی وہ مخلص ہے کہ جس کے ہاتھ میں سارے صوبہ کی "مسلم لیگ" کی زمام ہے۔"

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا تو دیگر مسلم لیگی لیڈروں کی طرح آپ کی گرفتاری کے احکامات بھی جاری ہو گئے۔ چنانچہ ۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء کو بچ بچا کر مع اہل خانہ کراچی تشریف لے آئے۔ ان دنوں کراچی کے خالق دینا ہال میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ۱۳، ۱۴، ۱۵ دسمبر کو ہو رہا تھا۔ آپ بال بچوں کو درگاہ پر چھوڑ کر سیدھے اس اہم اجلاس میں شامل ہوئے۔ اجلاس کی کارروائی میں نمایاں طور پر حصہ لیا۔ اس کے بعد آپ کو "آل پاکستان مسلم لیگ" کا ممبر منتخب کیا گیا اور کراچی مسلم لیگ میں وہی مقام نصیب ہوا جو بدایوں مسلم لیگ میں تھا۔

مہاجرین کی آباد کاری میں خصوصی دلچسپی کے بعد صحافت کا پیشہ اپنا کر روزنامہ "خورشید" اور ماہنامہ "ترجمان" جاری کئے۔ مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔ (۱) مباحثہ اذان (۲) بریلوی تحریر کا شافی جواب (۳) تحقیق الایمان۔ ۱۵ رجب ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۹۶۲ء بروز جمعۃ المبارک آپ کی رحلت ہوئی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) نے نماز جنازہ پڑھائی اور میوہ شاہ کراچی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

حضرت صابر براری آف کراچی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا:

کل اپنے ہیں وہ بدایونی سیاسی رہنما — رکن تحریک خلافت مولوی عبدالصمد

دل کہا لب سے صابر یہ ان کا سال غم — "ہیں عزیز دین حضرت مولوی عبدالصمد"

۱۹۶۲ء

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۷۱ تا ۱۷۳

(۲) "تذکرہ صوفیہ" از محی الدین قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء متعدد صفحات

(۳) "قائد اعظم اور صحافت" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء ص ۱۰۱

(۴) پندرہ روزہ "مسلم لیگ نیوز" لاہور بابت یکم تا ۱۵ اپریل ۱۹۹۲ء ص ۴۰

مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلیؒ

مولانا صبغۃ اللہ شہید بن مولانا ہدایت اللہ بن مولانا شرافت اللہ، فرنگی محل لکھنو میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل سے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء میں سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ انگریزی بھی پڑھی اور تدریس کی جانب متوجہ ہوئے۔ مدرسہ عالیہ فرنگی محل میں مدرس مقرر ہو کر علم و ادب کے خزانے لٹائے۔ نہایت ذکی و ذہین تھے اور عربی ادب میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ نہایت خوش بیان مقرر اور مایہ ناز انشاء پرداز تھے۔ تحریر و تقریر میں یکساں ید طولی حاصل تھا۔

"النظامیہ" کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا تھا جو تقریباً چار سال تک جاری رہا اور رسالہ مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گیا۔ آپ نے اس رسالہ کے ذریعے انگریز حکومت کی بنیادیں کھوکھلی کر دیں اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار ہونے کی تلقین کی۔ جنوری ۱۹۱۸ء کا شمارہ مضامین کے لحاظ سے معرکۃ الآرا تھا۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں حکومت نے اسے بند کر دیا۔ آپ نے ہمت نہ ہاری اور پھر ہفت روزہ "خادم الحرمین" جاری کیا جو انجمن خدام الحرمین کا آرگن تھا۔ آپ اس انجمن کے اسسٹنٹ سیکرٹری بھی تھے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے آپ کے ان خدمات کو یوں خراج تحسین پیش کیا ہے:

"خطابت اور طلاقت لسانی کو خوب کام میں لائے، تقریر کی خوب مشق کر لی تھی، اور تقریریں مذہبی اور سیاسی موضوعات پر بڑی جوش کی اور بہترین رنگ کی کر لیا کرتے تھے۔ خصوصاً میلاد نبوی ﷺ کی محفلوں میں اور محرم کی مجلسوں میں دور دور سے بلائے جاتے تھے۔ اور بمبئی کے سیٹھوں نے ان کی خدمت اس نام سے اپنے اوپر لازم کر لی تھی۔"

شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ آرزو لکھنوی کے شاگرد تھے۔ دوسرے شاعروں سے بھی نوک جھوک رہتی تھی۔ انتہائی شوخ مزاج اور زندہ دل تھے۔

۱۹۳۷ء میں جب قائداعظم نے مسلم لیگ کی باگ ڈور سنبھال کر اسے دوبارہ تازہ کیا تو برصغیر کے علماء مشائخ اہلسنت نے مسلم لیگ میں شامل ہو کر اس کی مکمل تائید و حمایت کی۔ فرنگی محل سے مولانا قطب الدین عبدالوالی، مولانا عنایت اللہ اور مولانا جمال میاں کے ساتھ آپ نے بھی مستانہ وار مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر کے اپنے شب و روز اس کی ترقی میں صرف کر دیئے۔ اگرچہ آپ نے مسلم لیگ میں کوئی بڑا عہدہ قبول نہ کیا مگر آپ کی خدمات اس قدر درخشاں ہیں کہ بڑے بڑے عہدیدار ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب فرنگی محل کے یہ مجاہد مسلم لیگ کی حمایت میں دوروں پر نکلتے تو لوگ دیدہ و دل فرش راہ کرتے تھے۔ کانگریس کے نمک خوار مولوی مسلم لیگ کو "کافروں کی جماعت" بتاتے تھے، حضرت قائداعظم کو کافر اعظم کہتے تھے اور پاکستان کو "پلیدستان" کے نام سے تعبیر کرتے تھے۔ لیکن جب ان علمائے حق کا نورانی قافلہ پاکستان کے حق میں دلائل کے انبار لگاتا تو ان کو سوائے راہ فرار کے کچھ اور نہ سوجھتا۔

مخالفین پاکستان نے پاکستان بننے کے بعد بھی اپنے نظریے کو تبدیل نہ کیا اور پوری ڈھٹائی سے اس پر قائم رہے۔ بڑے لطف کی بات یہ ہے کہ جس پاکستان کو وہ پلیدستان کہتے رہے، آخر کار اسی پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ مگر افسوس کہ ان کے ذہن پھر بھی درست نہ ہوئے۔ ۳۱ اگست ۱۹۵۱ء کو باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں تقریر کرتے

مشہور احراری لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۶۱ء) نے مجلس احرار کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے کہا:

"ٹھیک ہے کہ ہم نے پاکستان کی مخالفت کی۔ لیکن جو کچھ کیا اور جو کچھ صحیح سمجھ کر کیا۔ ہمارا ضمیر اس وقت بھی مطمئن تھا اور آج بھی شرمندہ نہیں ہے۔"

۱۹۲۰ء میں جبل پور میں مسلم لیگ کی ایک بہت بڑی کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس میں آپ نے بڑی پرجوش تقریر کی۔ جس سے جبل پور اور مضافات میں مسلم لیگ کو زبردست سیاسی استحکام ملا۔ اس کانفرنس میں آپ کے ساتھ مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) مولوی ظہور احمد ایڈووکیٹ الہ آباد (ف ۱۹۳۴ء) اور بہار مسلم لیگ کے روح رواں سید عبدالعزیز (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۸ء) بھی شامل تھے۔

پاکستان بننے کے بعد آپ کے چھوٹے صاحبزادے حبیب میاں پاکستان ہجرت کر آئے تھے۔ دسمبر ۱۹۶۳ء میں انھیں ملنے کے لئے آپ ڈھاکہ جا رہے تھے کہ طبیعت بگڑ گئی اور راستے میں حالت اتنی نازک ہو گئی کہ ڈھاکہ کا سفر جاری رکھنے کی بجائے کلکتہ اسلامیہ ہسپتال میں انھیں پہنچا دیا گیا۔ وہاں دو دن کی شدید علالت کے بعد ۲۳ دسمبر کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ۲۵ دسمبر کو کلکتہ سے میت ریل کے ذریعہ لکھنؤ لائی گئی اور یہیں آخری آرام گاہ بنی۔

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

حضرت صادر راقم کراچوی نے یہ تاریخ وصال کہی۔

مشہور تھے جہاں میں حضرت فرنگی محلی — مرد شہید و عابد مولانا صبغت اللہ
سال وفات ان کا کہہ دیجئے یہ صادر — "مطلع لطیف ساجد مولانا صبغت اللہ"

۱۹۶۳ء

ماخذ

(۱) "تذکرہ علمائے فرنگی محل" از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۰ء ص ۳۔
(۲) "معاصرین" از مولانا عبدالماجد دریابادی مطبوعہ کراچی سن ندارد ص ۱۹۶ء

مولانا سید محمد ناصر جلالی

[illegible]

سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ماہنامہ "آزاد" جاری کیا۔ کراچی ریڈیو سے اپنے فصیح و بلیغ مواعظ حسنہ سے عوام و خواص کو لطف اندوز کرتے رہے۔ پچاس کے قریب کتابیں لکھیں۔ آپ کے برادر خورد مولانا سید حامد جلالی (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۳ء) نے بھی آپ کے شانہ بشانہ خدمات انجام دیں جن کے حالات اسی کتاب میں کسی دوسری جگہ دیے جا رہے ہیں۔

مولانا ناصر جلالی کی رحلت ۷ر رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ / ۳۱ر دسمبر ۱۹۶۵ء کو کراچی میں ہوئی۔ وہیں سپرد خاک ہوئے۔

ماخذ

(۱) "تذکرہ اکابر اہلسنت" از مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۳۷۔

(۲) "حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء" از قاری فیوض الرحمٰن مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء ص ۲۶۵۔

(۳) "میرے زمانے کی دلی" از ملا واحدی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص ۳۲۳۔

(۴) "نزہۃ الخواطر جلد ہشتم" از حکیم سید عبدالحی لکھنوی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۴۲۳۔

(۵) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۲۹۳۔

(۶) "علامہ اقبال اور ان کی پہلی بیوی" از سید حامد جلالی مطبوعہ کراچی اپریل ۱۹۹۶ء ص ۱۹۔

(۷) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۵۰۸۔

مولانا محمد ابراہیم علی چشتیؒ

مولانا محمد ابراہیم علی چشتی بن مولانا محرم علی چشتی (۱۸۶۳ء۔ ۱۹۳۴ء) بن مولوی احمد بخش یکدل چشتی (۱۷۹۷ء۔ ۱۸۶۷ء) کی ولادت ۱۹ اگست ۱۹۱۷ء کو قطب البلاد لاہور میں ہوئی۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کرنے کے بعد ۳۲۔۱۹۳۱ء شعبۂ صحافت پنجاب یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں "ڈپلومان جرنلزم" میں اول پوزیشن حاصل کی، پھر ایل ایل بی کیا۔ طبیعت شروع ہی سے سیاست کی طرف مائل تھی چنانچہ آپ نے ۱۹۳۶ء میں "انٹر کالجیٹ مسلم برادرہڈ" قائم کی اور ۱۹۳۷ء میں اس کا نصب العین "خلافت پاکستان" قرار دیا۔ "خلافت پاکستان" کا نقشہ پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور کشمیر سے شروع ہو کر دہلی، آگرہ، لکھنؤ، گنگا جمنا کا طاس ایک کاریڈور یعنی خطہ ہلال کی شکل میں بنگال اور آسام سے مل کر مکمل ہوتا تھا۔ "انٹر کالجیٹ مسلم برادرہڈ" لاہور کے کالجوں میں تعلیم پانے والے مسلم طلبہ کی تنظیم تھی، علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) اس کے روحانی سرپرست تھے اور آپ اس کے جنرل سیکرٹری تھے۔ نیز اس زمانے میں آپ کا تعارف ایک بہترین DEBATOR کے ہوتا تھا۔

۱۹۳۹ء میں جب مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی نے "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی صدارت سنبھالی تو آپ اس کے سیکرٹری جنرل اور ناظم امور خارجہ

مقرر ہوئے۔ اسی سال مولانا نیازی نے آپ کے مشورہ سے "آل انڈیا مسلم لیگ" کے سامنے "خلافتِ پاکستان سکیم" پیش کی۔ ۱۹۴۱ء میں فیڈریشن کی سالانہ کانفرنس منعقد کی گئی جس میں "خلافتِ پاکستان" کا منشور اور حصول کا طریقہ ءکار پیش کیا گیا۔ ۱۹۴۴ء میں آپ کی رہنمائی میں ایک مشہور کتاب "پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا؟" میاں محمد شفیع (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۹۳ء) اور مولانا نیازی نے شائع کی۔

آپ نے "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان کو آگے بڑھایا۔ برصغیر پاک و ہند میں "خلافتِ پاکستان" کے نظریہ کو مقبول بنانے میں شبانہ روز کوشش کی۔ "خلافتِ پاکستان سکیم" پر مشتمل نقشہ "انٹر مسلم برادرہڈ" نے شائع کر کے تمام ہندوستان میں پھیلا دیا تھا جو عرصہ تک ملک کے بڑے بڑے اخباروں میں خبروں اور تبصروں کا موضوع بنا رہا۔

۱۹۴۰ء۔ ۴۱ میں "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے سلسلے میں قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) سے آپ کی خط و کتابت ہوتی رہی جو جناب سرفراز حسین مرزا کی کتاب "دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء کے صفحات ۱۱، ۱۲، ۱۵، اور ۵۰، ۵۱ پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت قائداعظمؒ سے کس درجہ عقیدت و محبت تھی۔ ستمبر اکتوبر ۱۹۴۱ء میں آپ نے مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار نیازی کے ساتھ دہلی میں قائداعظم سے ملاقات بھی کی۔

۱۹۴۱ء میں آپ نے "تحریکِ رفاقت" کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں میں سیاسی اختلافات کی موجودگی میں بھائی چارہ اور رفاقت پیدا کی جائے۔ چند سال تک اس تحریک کو بڑے زور و شور سے چلایا تاکہ سیاسی اور مذہبی اختلافات بجائے خود رکھتے ہوئے صلح و آشتی کے ماحول میں ایک دوسرے کا نقطہ ءنگاہ سمجھا جائے۔ ۱۹۴۶ء کے عمومی انتخابات کے موقع پر وزیراعظم پنجاب خضر ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۵ء) نے "تحریک رفاقت" کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہا تو آپ نے زبردست مخالفت کی اور اس تحریک کو ختم کر کے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور قیامِ پاکستان تک مسلم لیگ کی دل و جان سے خدمت کی۔

۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے علماؤ مشائخ کی حمایت حاصل کرنے کے لئے مشائخ

کمیٹی بنائی جس کا صدر آپ کو بنایا گیا چنانچہ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں آپ نے مسلم لیگ طرف سے شرکت فرما کر پاکستان کے حق میں مشہور قرارداد پاس کروائی جس کی رو سے ملک بھر کے علماؤ مشائخ اہلسنت نے نظریہء پاسکتان کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ اس تحریک میں آپ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء)، حضرت سید محمد محدث اعظم کچھوچھوی (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۶۱ء)، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہوری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) اور صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء) کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔

۱۹۴۶ء ہی میں جب مسلم لیگ اور یونینسٹ پارٹی کی کشمکش فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو گئی تو آپ ایک دفعہ پھر میدان میں اترے۔ جب صوبائی مسلم لیگ کی ہائی کمانڈ کے تمام اراکین کو گرفتار کر لیا گیا تو آپ تحریکِ سول نافرمانی کی رہنمائی کرتے ہوئے جیل بھیج دیئے گئے۔ سلسلہ چشتیہ کی معروف گدیوں تونسہ شریف، سیال شریف اور گولڑہ شریف کے قابل احترام سجادہ نشینوں کے بے پناہ اثرورسوخ کو مسلم لیگ کے لئے حاصل کرنے میں آپ کا بہت زیادہ دخل ہے۔ غرضیکہ آپ کی ذات سے مسلم لیگ کو بہت زیادہ تقویت ملی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ اس دوران آپ نے جس اولوالعزمی اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انکوائری رپورٹ میں آپ کے مقدمہ کی روئیداد آپ کے استقلال کی بہت بڑی دلیل ہے، آپ اس تحریک میں قید و بند کی تکالیف سے بھی نبرد آزما ہوئے۔ آپ کے جگری دوست مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی کو تو سزائے موت کی سزا ہوئی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہو گئی۔

عشق رسول ﷺ آپ کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا چنانچہ حضور ﷺ کی اتباع میں ہمیشہ کھدر پہنا اور مٹی کے برتنوں میں کھانا کھایا، آپ چارپائی پر ہمیشہ کھجور کی چٹائی ڈال کر سوتے تھے، آپ کی دوستی اور دشمنی کا معیار اسلام اور صرف اسلام تھا، عقائد میں پختگی کے لحاظ سے چٹان اور میدانِ عمل کے شہسوار تھے۔ ساری زندگی مجرد رہے مگر ان کا دامن جوانی کی لغزشوں اور آلودگیوں سے سراسر پاک تھا۔

آپ نے تمام زندگی فقر و فاقہ، تنگ دستی و عسرت کو بہ طیبِ خاطر قبول کیا اور اپنے انتقال کے وقت ایک پیسہ کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ نہ چھوڑی۔ ۱۹۳۵ء میں "پیسہ

[illegible] کے [illegible] کے دفاتر میں رہے تھے ۔ ۱۹۶۶ء میں [illegible] سے ان کا [illegible] حال
[illegible] کا [illegible] پاکستان کے معاملات میں [illegible] ہے۔

گرانقدر علمی و تحقیقی [illegible] آپ نے کئی ایک کتابیں بھی یادگار چھوڑیں:

(۱) [illegible] (جو [illegible] کی خود نوشت سوانح حیات کا اردو ترجمہ دو جلدوں میں چھپ چکا ہے)

(۲) [illegible] (۳) [illegible] پاکستان" (۴) [illegible] (انگریزی سے ترجمہ) (۵) "اردو قرآن مجید" (مطبوعہ لاہور، ۱۳۵۸ھ)

(۶) [illegible] (ترجمہ [illegible]) (۷) "پاکستان کیلئے جدید اسلامی دستور"

(8) A TREASURE OF GENERAL KNOWLEDGE

(9) A DRAFT MODERN ISLAMIC CONSTITUTION FOR PAKISTAN.

(10) THE CONCISE ENCYCLOPAEDIA OF ISLAMIC GENERAL KNOWLEDGE.

آپ نے پاکستان میں اسلامی نظام کے لئے جو مساعی و جہد کیں ان کا ذکر [illegible] [illegible] ہے۔ اس دوران ان کے دونوں پھیپھڑے خراب ہو گئے، [illegible] سے [illegible] ہو گئی جس سے [illegible] ہو گئے لیکن ان حالات میں بھی آپ اپنی ان کاوشوں پر [illegible] رہے۔

آخر اسی مرض میں ۱۰ جولائی ۱۹۶۸ء / ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ بروز بدھ [illegible] سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد قادری لاہوری (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۷۸ء) نے پڑھائی۔ [illegible] حکیم محمد انور بابری (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۷۷ء)، علامہ علاؤ الدین صدیقی (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۷۷ء)، میاں محمد شفیع (م ش، ۱۹۱۲ء۔ ۱۹۹۳ء)، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۹۵ء)، خان عبدالوحید خاں سابق [illegible] (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۳ء)، مولانا [illegible] (۔ ۱۹۹۱ء)، مسعود احمد [illegible] (۱۹۱۵ء۔ ۱۹۸۵ء)، حکیم ملت حکیم محمد موسیٰ امرتسری (۱۹۲۰ء

حاجی محمد حسین نعیمی لاہور (۱۹۲۳ء۔ ۱۹۹۸ء) اور دیگر بہت سے معروف حضرات نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اور اس مرد قلندر کو بادشاہی مسجد لاہور کے قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔

بہت سے شعراء نے قطعہ ہائے تاریخ وصال کہے۔ ابو ظفر [illegible] رضوی کا قطعہ درج ذیل ہے۔

چو امام علی چشتی مرد نیک سرشت — زتیغ دار فانی شد بہر حق آزاد
زہجر قطرہ خونیں دو دیدہ بش چکید — دل حزین من زار تحر در فریاد
برائے ۱۳۸۸ سال فوت چوں جستم — ندائے ہاتف غیب آمد اے بلند نہاد
ز روئے غیب گرد عدد اضافہ کی
در آمدت کہ "قلندر بریں مقام شد"

۲+۱۳۸۶=۱۳۸۸ھ

ماخذ

(۱) "تاریخ جلیلہ" از پیر غلام دستگیر نامی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء (تکملہ) ص ۵۱۔

(۲) "دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۵۰، ۵۱، ۳۶۔

(۳) "آ۔ صور تیں الٰہی" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۷ تا ۲۲۔

(۴) "مجاہد ملت جلد اول" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۳۹ تا ۴۲۔

(۵) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۷۔

(۶) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصور مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۳۸ تا ۵۰۔

(۷) "لاہور کے چشتی خاندان کی اردو خدمات" از ڈاکٹر گوہر نوشاہی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۰۹، ۵۳۔

(۸) ماہنامہ "نقوش" لاہور، "لاہور نمبر" فروری ۱۹۶۲ء ص ۹۳۳۔

(۹) روزنامہ "کوہستان" لاہور ۱۳ر جولائی ۱۹۶۸ء ص ۲۔

(۱۰) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۷ر اگست ۱۹۶۸ء ص ۲، ۱۲ر جنوری ۱۹۷۳ء، ۷ر

اگست ۱۹۷۴ء، ۱۵ر جنوری ۱۹۹۳ء۔

(۱۱) روزنامہ "مشرق" لاہور، ۴ر اگست ۱۹۶۸ء ص ۴۔

(۱۲) مکتوب گرامی مولانا عبدالقدیر نعمانی بنام راقم الحروف محررہ از لاہور مورخہ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۷۴ء۔

(۱۳) مکتوب گرامی ڈاکٹر عبدالسلام خورشید بنام راقم الحروف محررہ از لاہور ۲۶ر ستمبر ۱۹۷۴ء۔

(۱۴) مکتوب گرامی مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام راقم الحروف از لاہور۔

(۱۵) مکتوبِ گرامی میاں محمد شفیع (م ش) بنام حضرت حکیم محمد موسیٰ از لاہور محررہ ۲۷ر جولائی ۱۹۷۴ء

(۱۶) "جدوجہدِ آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۷۶، ۴۔

(۱۷) "یارانِ مکتب" جلد اول از بیدار ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۲۶۲، ۲۷۲، ۲۸۲، ۲۸۵، ۲۸۸۔

(۱۸) "رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء" ص ۸۸، ۹۲۔

مولانا عبدالکریمؒ آف کوئٹہ

مولانا حافظ عبدالکریم بن مولانا حافظ شیخ احمد کی ولادت باسعادت ۲ر جنوری ۱۹۰۱ء کوروجھان ضلع ڈیرہ غازی خان میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ غلام فریدؒ (۱۸۴۵ء۔۱۹۰۱ء) کے مقربین خاص میں سے تھے۔ اور انہی کے حکم پر روجھان کی جہالت گرفت اور پسماندہ فضا میں علم و دانش کے چراغ فروزاں کرنے پہنچے تھے۔ ایک عرصہ تک اس خطے کو اپنی روشنیء طبع سے سرفراز فرمایا۔

مولانا عبدالکریم نے والد ماجد سے کسبِ فیض کیا۔ عربی، فارسی اور اردو کے زبردست عالم تھے۔ علومِ جدیدہ کی تکمیل کے بعد پہلے روجھان اور پھر سرگودھا ڈویژن میں علمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ نواب اسد اللہ خاں رئیسانی آپ کی علمی لیاقت اور معلمانہ صلاحیت کے معترف ہو کر انہیں ۱۹۲۱ء میں بلوچستان لے آئے۔ نواب غوث بخش رئیسانی (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۸۷ء) کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ ہی کی آغوشِ شفقت میں ہوئی۔ مستونگ میں خانِ قلات میر احمد یار خاں (۱۹۰۲ء۔ ۱۹۷۷ء) نے ایک دارالعلوم قائم کیا جہاں آپ نے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ بعد ازاں نواب قیصر خاں مگسی آپ کو اپنے ہمراہ جھل لے گئے اور مگسی قبیلے کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ آپ کے شاگردوں میں نواب یوسف علی عزیز مگسی (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۳۵ء) اور میر سیف اللہ

مگسی (۱۹ء۔ ۱۹ء) معروف ہیں۔

جب نواب یوسف علی عزیز مگسی کا دور دورہ ہوا تو انھوں نے جامعہ یوسفیہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا عبدالکریم نے نواب صاحب سے بھرپور تعاون کیا اور جامعہ کا نصاب تیار کر کے خوب زور و شور سے علمی خدمات انجام دیں۔ آپ کو "ناظم جامعہ" کہا جاتا تھا۔ غرض آپ نے آخر دم تک بلوچستان میں تعلیمی، علمی اور ادبی خدمات حسن و خوبی انجام دیں۔

جون ۱۹۳۸ء میں نواب اسد اللہ خاں رئیسانی کی قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) سے ملاقات ہوئی۔ قائداعظمؒ نے نواب صاحب سے خواہش ظاہر کی کہ بلوچستان میں مسلم لیگ کو قائم کیا جائے۔ اس سلسلے میں میں نواب صاحب نے مولانا حافظ عبدالکریم کا نام پیش کیا۔ چنانچہ آپ نے مسلم لیگ کی بنیاد رکھنے میں نہایت سرگرمی، محنت اور مجاہدانہ لگن سے حصہ لیا۔ جولائی ۱۹۳۹ء میں قائداعظمؒ کے یکے بعد دیگرے تین تار موصول ہونے کے بعد آپ کوئٹہ میں مستقل طور پر شفٹ ہو گئے اور قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۶ء) کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کی تعمیر و ترقی میں مصروف عمل ہو گئے۔

بلوچستان مسلم لیگ نے ۲۹ر ستمبر ۱۹۳۹ء کو ہفتہ وار اخبار "الاسلام" کے نام سے آپ کی ادارت میں کوئٹہ سے جاری کیا۔ اس کا ماٹو تھا:

خدا و مصطفیٰؐ کا نام لے اور کام کرتا جا
مبارک ہے یہ خدمت، خدمتِ اسلام کرتا جا

مولانا عبدالکریم تنہا ایک مدیر کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ "الاسلام" کے اکثر اداریے اور مضامین وہ بلوچستان کے طول و عرض کے دوروں کے دوران لکھا کرتے تھے۔ مولانا عبدالواحد عثمانی بدایونی (۱۹ء۔ ۱۹۷۵ء) نواب بہادر یار جنگ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۴۴ء) اور دیگر مسلم لیگی زعماء جب بھی اس خطے کے دورے پر آئے تو مولانا ان کے ساتھ رہے بلکہ ہر مقام اور ہر خطے میں ان کی تقاریر نے عوام کو متاثر کیا۔ انداز تقریر منفرد، دلکش اور متاثر کن تھا۔ اکثر سیرت النبی ﷺ اور مذہبی جلسوں سے بھی خطاب کرتے تھے۔

مولانا عبدالکریم نے اپنے علمی تبحر اور محنت سے "الاسلام" کو ایک معیاری اور ہر دلعزیز اخبار بنایا۔ حصول پاکستان کی جدوجہد میں "الاسلام" نے بہت کارآمد، مفید اور نتیجہ خیز کام کیا۔ آپ کا تعلیمی تجربہ اور سیاسی سوجھ بوجھ اسے چار چاند لگاتی رہی۔ اس میں آل انڈیا

مسلم لیگ اور مقامی صوبائی خبریں ہوا کرتی تھیں۔ کانگرس اور نظریہ ء پاکستان کی مخالف دیگر جماعتوں کے اعتراضات کے مدلل جواب، تعلیمی اور معلوماتی مضامین بھی چھپا کرتے تھے۔

قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۶ء) اس وقت بلوچستان مسلم لیگ کے صدر تھے اور مسلمانان ہند کی آزادی کے لئے ان میں ایک ایمانی تڑپ تھی، لہٰذا انہوں نے "الاسلام" کو جاری رکھنے کے لئے سرمایہ مہیا کیا، اور اس اخبار کو کانگرس، انجمن وطن اور نیشنل پارٹی کے ترجمان "استقلال" (جو قائداعظم اور مطالبہ ء پاکستان کے خلاف شدومد سے لکھتا تھا) کے مقابلے میں زیادہ مقبول بنایا۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اسی اخبار کی وجہ سے بلوچوں میں تحریک پاکستان کا شعور ابھرا تو بے جا نہ ہوگا۔

جون ۱۹۴۳ء میں قائداعظمؒ پہلی بار بلوچستان تشریف لائے ۲۶ر (جون) کو جیک آباد کے ریلوے اسٹیشن پر میر جعفر خان جمالی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۶۷ء) سردار محمد عثمان خان جوگیزئی (ء۔ ۱۹ء) کے ساتھ مولانا عبدالکریم بھی پرجوش استقبال میں شریک تھے۔ اسکے بعد جب قائداعظمؒ کوئٹہ پہنچے تو اسٹیشن سے جلسہ گاہ تک شاندار جلوس نکالا گیا، قائداعظمؒ کی کار کے پیچھے پیچھے مولانا عبدالکریم بھی جلسہ گاہ پہنچے۔ اور اپنے قائد سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتے رہے۔

دورہ کے اختتام پر آپ نے "الاسلام" میں "قائداعظم سے والہانہ عقیدت" کے عنوان سے جو اداریہ لکھا وہ خاصے کی چیز ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:۔

"جمعۃ المبارک "الاسلام" کوئٹہ ۲ر جولائی ۱۹۴۳ء

حضرت قائداعظم کی تشریف آوری کی تقریب مسلمانان بلوچستان کیلئے کچھ کم ہی سعید نہ تھی، کہ ان کی تشریف آوری پر مسلمانان بلوچستان اپنی عقیدت کے بے پناہ مظاہروں سے غافل رہتے۔ لہٰذا قائداعظم کی تشریف آوری پر مسلمانان بلوچستان نے ہماری امیدوں سے اس دفعہ بڑھ چڑھ کر اپنی والہانہ عقیدت کے مظاہرے کئے اور ان کے نزول اجلال پر اپنے محترم قائداعظم کی ذات سے متعلق اپنے محبت آمیز جذبات کے ماتحت ایسا شاندار استقبال کیا اور اس قدر شاہانہ جلوس نکالا، کہ اس کے پیش نظر بلا شبہ یہ واقعہ ایک

حقیقت بن چکا ہے کہ بلوچستان کی تاریخ ایسا شاندار استقبال اور شاہانہ جلوس پیش کرنے سے قاصر ہے اور آئندہ بھی شائد قاصر رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دس کروڑ مسلمانانِ ہند کے دلوں کے بادشاہ کے شایانِ شان بھی ایسا ہی عظیم الشان شاہانہ جلوس اور استقبال ہو سکتا تھا۔ قائد اعظم نے مسلمانان بلوچستان کو خطاب فرماتے ہوئے استقبال اور جلوس کے اس شاہانہ طمطراق پر اُن کی دلی محبت و عقیدت کا معائنہ فرما کر فرمایا۔ کہ ایسے عظیم الشان جلوس پر بادشاہ کو بھی فخر ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی بادشاہ بھی ہوتا تو اسے بھی آج کے اس بڑے جلوس پر فخر ہو سکتا ہے۔ میں آج کوئٹہ میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ مسلمانانِ بلوچستان دوسرے مسلمانانِ ہند سے نہ پیچھے رہیں گے اور نہ پیچھے ہیں۔ قائد اعظم نے مسلمانان بلوچستان کی والہیت و شیدائیت اور اتحاد و تنظیم کے روح پرور جذبات و مناظر کا مطالعہ فرما کر فرمایا۔ (کہ ہم اس اتحاد اور تنظیم سے بالآخر پاکستان لے کر ہی رہیں گے۔)

قیامِ پاکستان کے بعد استحکامِ پاکستان کی بھرپور خدمات بجالاتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں اپنا علیحدہ ہفت روزہ "میزان" جاری کیا جس سے تادمِ آخریں منسلک رہے۔ "دین و دنیا" کے نام سے ایک کتاب بھی ترتیب دی جس میں اُن کی چالیس تقاریر شامل ہیں جو انہوں نے کوئٹہ ریڈیو کے قیام ۱۹۵۶ء تا ۱۹۶۷ء کی تھیں۔ ان تقاریر کے چند عنوانات یہ ہیں: "حضور نبی کریم ﷺ منتظم کی حیثیت سے"، "اخلاق نبویؐ"، "عید میلاد النبی ﷺ"، "حضور ﷺ کی مقدس زندگی مسلسل جہاد رہی"، "حضور کریم ﷺ کی عید"، "شب معراج کی اہمیت"، "حضور پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ"۔ انداز تحریر نہایت شستہ، توانا اور دلپذیر ہے۔

تحریک آزادی کا یہ بے لوث مجاہد، استحکامِ پاکستان کا انتھک کارکن اور بلوچستان میں تحریک پاکستان کا پہلا نقیب ۱۹؍ فروری ۱۹۶۹ء کو کوئٹہ میں رحلت کر گیا مگر اُس کی جلائی ہوئی شمعیں اب تک روشن ہیں جن سے پورا بلوچستان منور ہو رہا ہے۔

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا۔

تھے مدیر محترم، اخبار "الاسلام" کے ۔۔۔ یوں جہاں میں مہ ضیا ہیں مولوی عبدالکریم
آج اہل کوئٹہ کے لب پہ ہے صابر یہی ۔۔۔ "خلد میں شیریں لقا ہیں مولوی عبدالکریم"

۱۹۶۹ء

ماخذ

(۱) "نبی کریم ﷺ کا ذکر بلوچستان میں" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۳۴۲ تا ۳۴۳۔

(۲) "سرور کونین ﷺ کی مہک بلوچستان میں" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۳۱۳ تا ۳۱۵۔

(۳) "جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۳۳۷، ۴۹۴۔

(۴) "قرارداد پاکستان صحافتی محاذ پر" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۳۲۳ تا ۳۲۷۔

(۵) "تحریک پاکستان اور صحافت" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۷ء ص ۲۱۷ تا ۲۲۱۔

(۶) "صحافت ہندوپاکستان میں" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۳۶۰۔

(۷) "بلوچستان آزادی کے بعد" از پروفیسر ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ ۱۹۹۷ء ص ۹۱، ۹۳۔

مولانا عبدالحامد بدایونیؒ

فخر اہلسنت مولانا عبدالحامدؒ بن مولانا حکیم عبدالقیوم قادریؒ (۱۸۶۷ء۔ ۱۹۰۰ء) بن حافظ مرید جیلانیؒ (۱۸۳۸ء۔ ۱۸۸۰ء) بن مولانا محی الدین قادریؒ (۱۸۲۷ء۔ ۱۸۵۴ء) بن سیف المسؤل مولانا شاہ محمد فضل رسول قادریؒ (۱۷۹۸ء۔ ۱۸۷۳ء) بن مولانا شاہ عین الحق عبدالمجید قادریؒ (۱۷۶۳ء۔ ۱۸۴۷ء) کی ولادت با سعادت ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں برصغیر کے مردم خیز خطے بدایوں کے مشہور عالم عثمانی خاندان میں ہوئی۔ مدرسہ شمس العلوم بدایوں سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی (۱۸۶۶ء۔ ۱۹۱۵ء) سے بیعت و خلافت کی سعادت حاصل کی۔ پھر مدرسہ شمس العلوم بدایوں میں مدرس و مفتی اور بدایوں کی جامع مسجد میں خطیب رہے۔

آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۱۴ء میں کیا۔ تحریک خلافت میں سرگرم کردار ادا کیا۔ آپ نے علی برادران کے مخلص ساتھی، رکن آل انڈیا خلافت کمیٹی، جنرل سیکرٹری ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی بدایوں کی حیثیت سے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) اور اپنے برادر

دری مولانا عبدالماجد بدایونی (۱۸۸۷ء۔۱۹۳۱ء) کے ساتھ آپ کے طویل دوروں اور پرجوش تقاریر کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں پہلی مرتبہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں شرکت کی۔ یہ اجلاس مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔۱۹۶۲ء) کی زیر صدارت دہلی میں ہوا تھا۔ اس اجلاس کی خصوصیت یہ تھی کہ سب سے پہلی بار کثیر تعداد علماء نے مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۸ء۔۱۹۲۶ء) کی زیر قیادت شرکت کی تھی۔ آپ نے اس اجلاس سے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد ۱۹۳۷ء کے لکھنؤ سیشن میں آپ نے باقاعدہ اور عملی طور پر حصہ لیا اور پھر تقسیم ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے۔

۱۹۳۷ء میں یوپی کے انتخابات میں آپ نے مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔۱۹۳۸ء) اور مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔۱۹۷۲ء) کے ساتھ پورے صوبہ کا دورہ کر کے کانگرس کا جنازہ نکال دیا۔ مسلم لیگ نے اپنی مالی حالت کے پیش نظر صرف ۳۶ امیدوار نامزد کیے تھے جن میں سے ۲۹ کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد جھانسی کے ضمنی انتخابات میں بھرپور کردار ادا کر کے کانگرس اور جمعیت علماء ہند کے امیدوار کو شکست فاش دی۔

۱۹۳۷ء ہی میں جلال الدین عرف جلال بابا (۱۹۰۳ء۔۱۹۸۱ء) اور جسٹس سجاد احمد جان (۱۹۱۰ء۔۱۹۸۶ء) اور اُن کے ساتھیوں کے تعاون سے ایبٹ آباد (صوبہ سرحد) میں ایک عظیم الشان مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی جس سے مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔۱۹۳۸ء)، چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔۱۹۷۳ء) مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔زندہ) کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے خطاب کر کے سرحد میں مسلم لیگ کی دھاک بٹھادی۔

۱۹۳۸ء میں الہ آباد میں صوبائی مسلم لیگ کانفرنس زیر صدارت ڈاکٹر منصور احمد آف الہ آباد (۱۸ء۔۱۹۴۲ء) انعقاد پذیر ہوئی جس سے مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔۱۹۷۲ء)، بیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔۱۹۳۷ء) کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے خطاب کیا۔ مولانا بدایونی نے فرمایا:

"میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں نے جو کچھ طے کر لیا

ہے وہ اسے حاصل کر کے رہیں گے۔"

ہم طے کر چکے ہیں کہ ہندوستان کی سر زمین پر ایک ہی جھنڈا بلند ہو اور وہ جھنڈا اسلام کا ہو، ہم پاکستان چاہتے ہیں، پاکستان کو حاصل کریں گے اور پاکستان کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے۔"

۸۔ ۹۔ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو سندھ مسلم لیگ کی صوبائی کانفرنس زیر صدارت قائداعظم، کراچی میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں پورے برصغیر کی مسلم قیادت شریک تھی۔ مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) وزیر اعلیٰ بنگال، سعد اللہ خان (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۵۵ء) وزیر اعلیٰ آسام، اللہ بخش سومرو (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۴۳ء) وزیر اعلیٰ سندھ، مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء)، راجہ امیر احمد خان آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) نواب اسمٰعیل خاں آف بہار (۱۸ء۔ ۱۹ء) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) سید سجاد حیدر یلدرم (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۴۳ء) دیگر مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۷ء) حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء)، شیخ عبدالمجید سندھی (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۸ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) سید عبدالرؤف شاہ براری (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۳ء) مخدوم مرید حسین قریشی ملتانی (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۶۰ء) نواب احمد یار خان دولتانہ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۴۰ء) ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۶ء) نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۸۸ء) محمد عاشق علی وارثی ایڈووکیٹ (گیا) (۱۸ء۔ ۱۹۳۰ء)، مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔ زندہ) کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شریک تھے۔ مولانا بدایونی نے اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسلم لیگ کی حمایت کیلئے سامعین کے قلب و جگر کو جلا بخشی۔

کانفرنس کی آخری نشست میں شیخ عبدالمجید سندھی (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۸ء) نے وہ تاریخی قرارداد پیش کی جسے کانفرنس کی جان کہا جاتا ہے۔ اس قرارداد میں کانگرس کی سرحد، بنگال، پنجاب اور سندھ میں مسلم دشمنی اور کانگرسی وزارتوں، کانگرس کے فیصلے، وویا مندر

اسکیم، بندے ماترم (ترانہ) مخلوط انتخابات، ہندی زبان کو قومی زبان قرار دینے، اردو زبان کی حوصلہ شکنی اور تحریر و تقریر پر پابندی کی مذمت کی گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے سفارش کی گئی کہ وہ ہندوستان میں ایک ایسے آئین کے نفاذ کے بارے میں ازسر نو غور کرے جو کہ مسلمانوں کی عزت، جائز حقوق کا علمبردار ہو اور مسلمانوں کو خود مختاری فراہم کر سکے۔ نیز کوئی قانون ایسا نہ بنایا جائے جو مسلمانوں کے حقوق کی خلاف ورزی کرتا ہو اور آل انڈیا مسلم لیگ کے لئے قابل قبول نہ ہو۔

اس قرار داد کی تائید حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۲ء) اور سید عبدالرؤف شاہ براری (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۵۴ء) کے علاوہ مولانا بدایونی نے بھی کی تھی۔ یہ وہی قرار داد تھی جس کی بنا پر مسلم لیگ کے آئندہ اجلاسوں میں بھی اسے واضح الفاظ میں دہرایا گیا اور مسلمانوں کے لئے الگ قوم و ملت کا تصور دیا گیا۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں اقبال پارک (منٹو پارک) لاہور میں "قرار داد پاکستان" کے سلسلے میں جو اجلاس منعقد ہوا تھا، مولانا بدایونی نے علماؤ مشائخ اہلسنت کی نمائندگی کرتے ہوئے اس اجلاس میں نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی زیر صدارت "قرار داد پاکستان" کی حمایت میں جو تاریخی خطاب فرمایا وہ ہمیشہ یاد رہے گا۔ قرار داد پاکستان ۲۳ر مارچ ۱۹۴۰ء کی سہ پہر کو کھلے اجلاس میں پیش ہوئی۔ یہ قرار داد مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) نے پیش کرتے ہوئے اردو میں تقریر کی۔ تائید میں چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) بولے۔ مزید تائید کرنے والوں میں پنجاب سے مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۵۶ء) سرحد سے سردار اورنگ زیب خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۷ء) سندھ سے حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) مدراس سے عبدالحمید خاں (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۶ء) سی پی سے سید عبدالرؤف شاہ (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۳ء) بمبئی سے اسمٰعیل ابراہیم چندریگر (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۶۰ء) بہار سے نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸ء۔ ۱۹ء) یوپی سے بیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۷ء) اور مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) اور بلوچستان سے قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۶ء) شامل تھے۔

قرار داد پاکستان ۱۹۴۰ء کے تاریخی اجلاس کے بعد قائداعظمؒ چاہتے تھے کہ صوبہ

سرحد کے لوگوں کے سامنے لاہور ریزولیشن (قرارداد) کی تشریح کی جائے اور وہاں کے لوگوں کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جائے تاکہ سُرخ پوشوں کا زور توڑا جاسکے۔ اس مقصد کے لئے قائداعظمؒ نے قاضی محمد عیسیٰ کی قیادت میں ایک وفد صوبہ سرحد بھیجا۔ وفد کے دیگر ارکان میں لسان الامت قائد ملت نواب بہادر یار جنگؒ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۴۴ء) اور مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۲ء) کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شامل تھے۔ ان صاحبان نے صوبہ سرحد کے طول و عرض کا دورہ کیا جو نہایت کامیاب رہا۔ کانگرس کے بڑے بڑے گڑھوں کی بنیادیں ہل گئیں۔

اپریل ۱۹۴۰ء میں قاضی محمد عیسیٰ صدر بلوچستان مسلم لیگ کی دعوت پر مولانا عبدالحامد بدایونی، بلوچستان تشریف لے گئے۔ آپ نے اوستہ محمد، جیکب آباد، کوئٹہ اور پشین میں ہزاروں کی تعداد پر مشتمل نزد و دور سے آئے ہوئے لوگوں کے کئی جلسوں سے خطاب کیا۔ ہر جگہ مسلمانوں نے پُرجوش طور پر آل انڈیا مسلم لیگ کی مشہور تقسیم صوبجات کی فلک شگاف نعروں میں تائید کی اور مسلم لیگ کے مقاصد کو بلوچستان کے ہر حصے میں پھیلانے کا عہد کیا۔ ہر مقام پر مولانا کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ کوئٹہ میں پلیٹ فارم کثیر مجمع، رضاکارانِ مسلم لیگ سے بھرا ہوا تھا۔ مشہور لیڈر اور کارکن شامل تھے۔ ملک جان محمد خان ترین جنرل سیکرٹری بلوچستان مسلم لیگ، ڈاکٹر سید فضل شاہ سیکرٹری مالیات و صدر مجلس استقبالیہ، سردار محمد علی خاں، صاحب جان، ملک محمد عثمان کانسی، ڈاکٹر غلام نبی، حضرت مولانا عبدالعلی اخوند زادہ، مولانا سید عبدالرزاق، حاجی فضل الٰہی، نور محمد خان، مولوی عبدالرشید، غازی خان، حاجی میاں خان، سید اللہ داد اور سیٹھ عیسےٰ جی موسےٰ جی، قاضی محمد عیسیٰ، میر جعفر خان جمالی اور مولانا عبید اللہ بلوچ وغیرہ آپ کے ہمراہ رہے۔ آپ نے مخالفین کے اعتراضات کے بھرپور جوابات دیئے۔

بلوچستان سے واپسی پر آپ کی رائے یہ تھی:

> "میں یہاں سے واپس جاتے ہوئے مسلمانانِ بلوچستان کے قومی جذبات کا خاص اثر لے کر جارہا ہوں۔ یہاں کے مخلص کارکنوں نے لیگ کی آواز کو اس صوبے کے علاوہ ہرات، ایران اور افغانستان کی حدود تک پہنچادیا ہے۔"

اسی زمانے میں عارفؔ سیمابی سیالکوٹی نے کہا تھا۔

وارِدھا کی مے لگی دل کی بجھا سکتی نہیں　　اُلفتِ شاہِ مدینہ دل سے جا سکتی نہیں

میں مسلماں ہوں، میں مسلم لیگ ہی میں جاؤں گا

۲۶، ۲۷، ۲۸/ جولائی ۱۹۴۰ء کو کوئٹہ میں بلوچستان مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر شہر کے تمام بازاروں کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ مختلف مقامات پر دروازے نصب کئے گئے اور پنڈال میکموہن پاک میں بنایا گیا۔

۲۶/ جولائی کو ساڑھے بارہ بجے دوپہر کوئٹہ ریلوے اسٹیشن سے قائدین مسلم لیگ کا جلوس نکالا گیا، جس میں ہزاروں اسلامیانِ بلوچستان و کوئٹہ شہر نے شرکت کی۔

عارفؔ سیمابی سیال کوٹی (　　ء۔　　۱۹ء) نے آنکھو دیکھا حال یوں لکھا ہے:

"قائداعظمؒ کی تشریف آوری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ عوام دیدہ و دل فرشِ راہ کرنے کے لئے بیتاب تھے مگر آنکھوں کی تشنگی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ارمان اور مچل گئے۔ دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی بعد میں یہ عقدہ کھلا کہ یہاں سے ارسال کردہ خطوط اور تار راستے میں روک لئے گئے اُن تک پہنچ نہ سکے۔ یہاں استقبال کی تیاریاں زوروں پر تھیں وہاں اُن کو پروگرام تک کی اطلاع نہ تھی۔ البتہ لیاقت علی خان، نواب بہادر یار جنگ اور مولانا عبدالحامد بدایونی تشریف لے آئے۔ ان حضرات کی آمد پر کوئٹہ ریلوے اسٹیشن پر ایک خطرناک ہنگامہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

بعد میں مسلم لیگ نے اس واقعہ کو مرکزی اسمبلی میں اٹھایا اور اس طرح بلوچستان کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی۔ لاتعداد افراد اپنے راہنماؤں کو خوش آمدید کہنے کیلئے وقت سے پہلے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔ ہر طرف سبز ہلالی پرچم لہرا رہے تھے۔ نعرے بلند ہو

رہے تھے کہ ریلوے اسٹاف نے پلیٹ فارم ٹکٹ دینے سے انکار کر دیا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ پولیس نے نقص امن عامہ کی وجہ سے اس قسم کے خفیہ احکامات دیئے ہیں مگر پولیس نے ایسے احکامات سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس کے باوجود ہندو اسٹیشن ماسٹر نے ٹکٹ نہ دیئے۔ کئی مقامی لیڈر غصے میں آگئے۔ عوام کے جذبات مشتعل ہونے لگے، نعروں نے شدت اختیار کر لی کہ غالباً ملک جان محمد کانسی نے پستول ہاتھ میں لی، گیٹ پر کھڑے ہو گئے اور حاضرین کو اندر جانے کے لئے کہا۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ صدر دروازے کو بند کرتا یا عوام کے سامنے آتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پلیٹ فارم پر تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ پھر ملک صاحب نے اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ وہ ان تمام آدمیوں کی گنتی کرے اور اتنے ٹکٹ دے کر رقم وصول کرے۔ اس جرأت مندانہ اقدام نے مسلم لیگ کو عوام میں بہت زیادہ مقبولیت دی۔ ایک ان پڑھ پٹھان نے مسلم لیگی لیڈر ملک صاحب کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ "خو ملک صاحب نر کا بچہ ہے۔"

۳۰ر اگست ۱۹۴۱ء کو لدھیانہ (مشرقی پنجاب) میں ایک شاندار "پاکستان کانفرنس" مولانا بدایونی کی صدارت میں ہوئی جس میں آپ نے قیام پاکستان کے حق میں مدلل خطبہ ارشاد فرمایا جو بعد میں نظامی پریس بدایوں سے چھپ کر تقسیم ہوا۔

۱۹۴۲ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس، نوابزادہ لیاقت علی خاں کی صدارت میں ہوئی۔ جس میں مولانا بدایونی نے اپنے ایمان افروز اور باطل سوز خطاب کے ذریعے مسلم لیگ کے پیغام کو ہر دل کی دھڑکن بنادیا۔

۷ر مارچ ۱۹۴۳ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس دہلی میں مولانا عبدالحامد بدایونی نے یہ قرارداد پیش کی کہ پنجاب اسمبلی میں جلد از جلد مسلم لیگ پارٹی قائم کی جائے تو ملک خضر حیات ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۵ء) وزیر اعظم پنجاب نے سابقہ روایت کے حوالے سے یہ وضاحت پیش کرتے ہوئے اپنا موقف بیان کیا کہ:

"جہاں تک پنجاب لجسلیٹو اسمبلی کا تعلق ہے وہاں سکندر جناح پیکٹ کی بموجب شرائط کی تحت مسلم لیگ پارٹی پہلے سے موجود ہے، اس لئے یہ نئی قرارداد یہاں پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رہا یہ سوال کہ کیا یہ پارٹی خوبی اور اچھی طرح کام کر رہی ہے یا نہیں، میں فی الحال اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ لیکن میں آپ حضرات کو یقین دلاتا ہوں کہ میں پوری تندہی سے مسلم لیگ پارٹی میں نئی روح پھونکنے اور اسے مزید مستحکم کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ وہ "آل انڈیا مسلم لیگ" جیسی عظیم جماعت کی صحیح نمائندگی کر سکے اور اس حیثیت سے مسلمانان پنجاب کی خدمت بھی کر سکے۔ آپ کو مجھ پر اور میرے رفقائے کار پورا بھروسہ رکھنا چاہئے کہ ہم ہمیشہ "آل انڈیا مسلم لیگ" کے وفادار خادم رہیں گے، اور اس کے مجوزہ پروگرام سے ذرہ بھر انحراف نہیں کریں گے۔"

ملک خضر حیات ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۵ء) کی وضاحت اور عذر خواہی، اور بعد میں حضرتِ قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی تصریحات کو سن کر مولانا بدایونی نے اپنی قرارداد واپس لے لی اور اس طرح مسلم لیگ کونسل نے خضر حیات ٹوانہ کو یہ موقع دیا کہ وہ اپنے قول کے مطابق پنجاب اسمبلی میں مسلم لیگ پارٹی کو فعال بنائیں۔ مگر افسوس کہ ان الوقت خضر حیات ٹوانہ نے اس سلسلہ میں کچھ بھی نہ کیا کیونکہ اس کا تو مطلب و مقصد ہی مسلم لیگ کے کاز کو نقصان پہنچانا تھا۔ ٹھیک ڈیڑھ ماہ بعد ۲۴ر اپریل ۱۹۴۳ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تو قائداعظمؒ نے اپنے فی البدیہہ خطبہ میں ارشاد کیا:

"مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب نے ابھی تک اپنا وہ کردار ادا نہیں کیا جو اسے ادا کرنا چاہئے تھا۔"

۱۹۴۴ء میں وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں مسلم لیگی کارکن کامریڈ عبداللطیف چوہان (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۴۸ء) کے زیر اہتمام ایک "مسلم لیگ کانفرنس" منعقد ہوئی جس کی صدارت نوابزادہ رشید علی خاں (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۷۴ء) صدر شی مسلم لیگ لاہور نے کی۔

اس کانفرنس میں دیگر مسلم لیگی رہنماؤں کے علاوہ مولانا بدایونی نے بھی خطاب کیا۔ اس کانفرنس کی کامیابی سے وہاں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھ گئی، کانگرس اور یونینسٹ پارٹی کا صفایا ہو گیا۔

۸، ۹، ۱۰، ۱۱ اپریل ۱۹۴۴ء کو تالاب شیخ مولا بخش، سیالکوٹ میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس زیر صدارت حضرت قائداعظم انعقاد پذیر ہوا۔ اس اجلاس میں نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء) ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۶ء) رحیم بخش غزنوی (۱۹۰۳ء۔ ۱۹۷۹ء) راجہ غضنفر علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۳ء) مولانا بشیر احمد اختر (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۳ء) قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۷۶ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۸۹ء) وغیرہم کے علاوہ مولانا بدایونی نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس کا افتتاح مولانا بدایونی کی تلاوت سے ہوا۔ بعد ازاں اپنے خطاب میں مولانا نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے باہمی اختلافات ختم کر کے مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں تاکہ پاکستان دشمن طاقتوں کا مقابلہ کر کے حصول پاکستان کو ناگزیر بنایا جا سکے۔ آخر میں مولانا نے نہایت رقت انگیز دعا فرمائی جو وہ مسلم لیگ کے ہر سالانہ اجلاس میں کیا کرتے تھے جس سے سامعین کے قلب و جگر میں ایک خاص اثر ہوتا تھا۔

دسمبر ۱۹۴۵ء میں مرکزی اسمبلی کے الیکشن ہوئے تو مولانا بدایونی نے اپنی کامیاب حکمت عملی کی بنا پر اپنے صوبہ سے یو پی سے چھ کی چھ مسلم نشستیں حاصل کر لیں۔ کامیاب امیدواروں کی فہرست کچھ یوں ہے: (۱) ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد (۲) خان بہادر غضنفر اللہ خاں، (۳) نواب محمد اسمٰعیل خاں (۴) سر محمد یامین خاں (۵) نوابزادہ لیاقت علی خاں (۶) راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد۔

۱۶ جنوری ۱۹۴۶ء کو ہفت روزہ "دبدبہ سکندری" رام پور (یوپی، بھارت) کے صفحہ ۹ پر آپ کا ایک بیان بعنوان "حضرات علمائے اہلسنت اور مشائخین کرام کا پیام، مسلمانوں کے نام، پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت اشد ضروری ہے۔" شائع ہوا۔ اس بیان

پر آپ کے علاوہ مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھی (۱۹۰۹ء۔ ۱۹۷۹ء) مولانا مفتی محمد عبدالحفیظ آگروی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۵۸ء) اور مولانا مفتی عزیز احمد قادری گڑھی شاہو لاہور (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۸۹ء) کے اسمائے گرامی بھی درج تھے۔ وہ بیان یوں ہے:

"ہندوستان کے ان صوبجات میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے خصوصاً اور دوسرے مقامات میں عموماً اسلامی حکومت کا قیام اور قرآن کریم کی روشنی میں مسلمانوں کی حکومت کا عزم و مطالبہ یقیناً ایک ایسا مطالبہ ہے جس کی دعوت علماء و مشائخ اسلام صدیوں سے دیتے چلے آئے ہیں۔ ان کا مقصد حیات ہی ہمیشہ یہ رہا کہ مسلمانوں میں اسلامی احکام کی ترویج ہو اور وہ ایک ایسی آزاد اسلامی حکومت قائم کر سکیں جو اغیار و اجانب کی مداخلت و غلامی سے پاک و صاف ہو۔ اس خصوص میں "آل انڈیا مسلم لیگ" نے اس طرف چند برس سے جو مساعی اسلامی حکومت یعنی پاکستان کے حصول کے لئے جاری کر رکھی ہیں انہیں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب صدر آل انڈیا سنی کانفرنس سے لے کر ہندوستان کے ہزاروں مشائخین و علمائے اہلسنت کی عملی تائید حاصل ہے اور سنی کانفرنس کے اکابر علماء اور مشائخین پوری قوت کے ساتھ پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں اور اسلامی حیثیت سے کفار و مشرکین کے اندر مدغم ہو جانے کو کسی طرح بھی روا نہیں رکھتے۔ کانگریس جماعت یقیناً مسلمانان ہند کے وجود ہی کو جداگانہ حیثیت سے تسلیم نہیں کرتی۔ احرار و خاکسار، مسلم بورڈ، جمعیت مسلمانوں کی جماعتیں دراصل کانگریس کی ذیلی جماعتیں ہیں جو مسلمانان ہند کی سربلندی کو مشرکین کے اشارہ سے ختم کرنا چاہتی ہیں۔ ہم تمام صوبوں کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے نازک موقع پر صرف مسلم لیگ کی حمایت کرکے اس کے امیدواروں کو رائے دیں۔"

فروری ۱۹۴۶ء میں ہندوستان بھر میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے تو مولانا بدایونی کی مساعی جمیلہ سے مسلم لیگ کو زبردست کامیابی نصیب ہوئی۔ ان کے اپنے صوبے یوپی میں ۶۵ مسلم نشستوں سے ۵۳ نشستیں مسلم لیگ نے حاصل کر کے ۸۱،۸ کامیابی حاصل کی۔ ان کے رہائشی ضلع بدایوں کی تینوں نشستوں پر مسلم لیگی امیدوار واضح اکثریت سے کامیاب وکامران ہوئے جن کے نام کچھ اسطرح ہیں:

نمبر شمار۔ نام حلقہ۔ مسلم لیگی امیدوار معہ حاصل کردہ ووٹ۔ کانگرسی امیدوار معہ حاصل کردہ ووٹ

(۱)۔ شہری حلقہ۔ مولوی کریم رضا خاں۔ ۱۳۱۵۵۔ نعمت اللہ خاں۔ ۱۲۸

(۲)۔ ضلع بدایوں مغربی۔ اسرار احمد۔ ۵۶۷۴۔ مزمل حسین۔ ۱۲۹۶

(۳)۔ ضلع بدایوں مشرقی حلقہ۔ مولوی نہال الدین۔ ۷۴۳۶۔ علی شیر۔ ۵۰۲

قیام پاکستان کی تحریک کو تیز تیز کرنے اور نصب العین کے حصول کے لئے فیصلہ کن اقدام کی خاطر اپریل ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس میں منعقد ہوئی۔ اس عظیم الشان تاریخی اجتماع میں مولانا بدایونی بھی شریک تھے اور صدر کانفرنس امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء) کے خصوصی ساتھیوں میں سے تھے۔ آپ کا خطاب خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ اس موقعہ پر ملک بھر میں رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے اکابر علماء اہلسنت کی جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، مولانا بدایونی اس کے اہم رکن تھے۔

۱۹۴۶۔۴۵ء کے انتخابات کا ذکر ہم پیشتر ازیں بڑی تفصیل سے کر چکے ہیں۔ ان تاریخی انتخابات میں مولانا بدایونی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ آسام وبنگال کی سرزمین مولانا عبدالحمید خاں بھاشانی (۱۸۸۰ء۔۱۹۷۶ء) کے نعروں سے گونج رہی تھی تو سرحد، پنجاب، بلوچستان اور یوپی میں مولانا بدایونی کی تقاریر ملت اسلامیہ کو جہاد کیلئے آمادہ کر رہی تھیں۔ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم میں مسلم لیگ کے وفد میں دیگر حضرات کے علاوہ مولانا بدایونی بھی شامل تھے۔ پیر صاحب مانکی امین الحسناتؒ (۱۹۲۲ء۔۱۹۶۰ء) نے قائداعظمؒ سے خاص طور پر مولانا بدایونی کو سرحد میں بھیجنے کیلئے کہا تھا۔ آپ نے اپنے زور خطابت سے سرحد کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت پر کمر بستہ کر لیا۔ اس جرم میں حکومت نے انہیں ناپسندیدہ عناصر کی فہرست میں شامل کر لیا لیکن وہ تمام خطروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے

پاکستان کیلئے کام کرتے رہے۔ قائداعظمؒ نے آپ کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو "فاتح سرحد" کا خطاب دیا۔

۱۹۴۶ء میں نوابزادہ لیاقت علی خان جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے مولانا بدایونی کو حیدر آباد دکن بھیجا تاکہ وہ کسی طرح نظام دکن میر عثمان علی خاں (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۶۷ء) اور قائداعظمؒ کی ملاقات کے لئے راہ ہموار کریں کیونکہ ان دونوں رہنماؤں کے اختلافات ملت اسلامیہ کی جدوجہد پر اثرانداز ہو رہے تھے۔ میر عثمان علی خاں آخری تاجدار دکن، علماء کے بہت قدردان تھے اور وہ مولانا بدایونی کی علمیت و خطابت کے بڑے مداح تھے، اسلئے مولانا بدایونی کو شرف باریابی حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ اس ملاقات کے وقت آپ کے صاحبزادے محمد عابد القادری بدایونی بھی ہمراہ تھے۔ نظام دکن سے مولانا کی کافی بحث ہوئی اور جب مولانا وہاں سے رخصت ہوئے تو نظام دکن، قائداعظم سے ملاقات کے لئے راضی ہو چکے تھے۔

۱۹۴۶ء میں ہی مسلم لیگ کی طرف سے علماء کا ایک وفد حج کے موقعہ پر سعودی عرب گیا تاکہ اسلامی ملکوں کے راہنماؤں اور مسلمانان عالم کو تحریک پاکستان کے محرکات سے آگاہ کیا جاسکے۔ یہ وفد "مشرق وسطیٰ" اور "عرب ممالک" کے دورے پر بھی گیا اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں رائے عامہ کو ہموار کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اس وفد کے قائد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۴ء) اور سیکرٹری مولانا بدایونی تھے۔ مولانا بدایونی نے اس سلسلہ میں جو کردار ادا کیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

۳ / مئی ۱۹۴۷ء کو مولانا بدایونی نے قائداعظم سے ملاقات کی جو گیارہ سے بارہ بجے دوپہر تک جاری رہی۔ اس ملاقات میں نہایت اہم موضوعات پر تبادلہ خیالات ہوا۔ مولانا نے قائداعظمؒ سے اسلامی حکومت کے آئین اور دستور پر بات کی۔ قائداعظمؒ نے فرمایا کہ میں اس بات سے کُلیتاً متفق ہوں کہ پاکستان کا دستور وہی ہوگا جو اسلام اور قرآن کریم کے مطابق ہو۔ سوشلزم اور مغرب کے قوانین ہمارے مرض کا علاج نہیں۔ ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا قرآن و اسلام کی جامعیت کو تسلیم کرے گی۔

قائداعظمؒ نے مولانا بدایونی کی ان خدمات پر جو آپ نے عرب و حجاز میں مسلم

لیگ کی خاطر انجام دیں۔ رہبری کے ہاوی ہے۔ اور بعض سیاسی مسائل پر بھی کافی گفتگو ہوتی رہی۔

اسی روز مولانا حامد بدایونی نے اپنا ایک ... کا بیان جاری کیا جو ہفت روزہ "کوہستان" سکندری "گزٹ" (انڈیا) جلد ۲۸ شمارہ نمبر ۲۰، اشاعت ۱۲ مئی ۱۹۴۶ء میں چھپا۔ وہ بیان یہ ہے:

"میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلم پبلک ۱۰ مارچ کے فیصلے جاننا معلوم کرنے کیلئے بے چین ہے۔ مسلمانان ہند کو اپنی تنظیم جاری رکھنا چاہئے اور پورے صبر و استقامت کے ساتھ وقت کا انتظار کرنا چاہئے۔ انشاء اللہ وہ وقت قریب آچکا ہے جبکہ مسلمانان ہند اپنے قائد کی کامیاب سیاست و وکالت کے بہترین نتائج دیکھیں گے۔ الحمد للہ کہ قائد ملت ہند مسٹر محمد علی جناح انتہائی تدبر سے معاملات پر اپنی قوت صرف فرما رہے ہیں۔ سب سے زیادہ یہ امر باعث مسرت ہے کہ قائد کے قلب میں یہ چیز جاگزیں ہو چکی ہے کہ جو نیا دستور وضع ہو وہ قرآنی نظام کے ماتحت ہو۔ چنانچہ میں نے ۳۰ مئی کی ایک گھنٹہ کی ملاقات میں اس اہم جزو پر بھی کافی تبادلہ خیالات کیا اور میں اس ملاقات میں جو خلوص لے کر واپس ہوا وہ کسی طرح فراموش نہیں کر سکتا۔ قائد اعظم نے میرے خیالات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سچ ہے کہ اسلام ایک ایسے مکمل قانون کا نام ہے جس میں دین و دنیا کا تمام نظام موجود ہے۔ ہمیں مطلقاً اس کی ضرورت نہیں کہ ہم سوشلزم یا مغرب کے دوسرے قوانین کی تقلید کریں۔ ہمارا مستقبل اور ہمارا اور حکومت وہی کامیاب ہو گا جو قرآنی دستور کے مطابق ہو۔ قائد اعظم نے فرمایا کہ اب دنیا کے ممالک کے سینوں میں اسلام اور اس کے قوانین پر عمل کرنے کیلئے ایک نیا جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔"

میں نے اندازہ کیا کہ مسٹر جناح اس طرف اسلامی قرآنی سیاسیات کے مطالعہ پر بھی وقت صرف فرما رہے ہیں۔ اور الحمد للہ کہ

ان کے دلوں میں اسلامی قوانین کا رنگ غالب آ رہا ہے۔ وہ دن دور نہیں جبکہ ہم مغرب کی غلامی سے نکل کر اسلام کے دامن میں آ کر اسلامی حکومت قائم کریں اور اس کیلئے مسلم لیگ کے نظام میں رہ کر ہر قربانی کیلئے تیار رہیں اور اپنی تنظیم کو مضبوط کرتے رہیں۔"

فقیر محمد عبدالحامد قادری البدایونی

۱۳ مئی سنہ ۱۹۴۷ء

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد مولانا بدایونی، آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۳ اور ۱۴ دسمبر سنہ ۱۹۴۷ء بمقام کراچی میں شرکت کیلئے تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ پاکستان کی سرزمین پر آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ آخری اجلاس تھا۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظم نے کی۔ ورکنگ کمیٹی نے بڑے غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک تنظیم پاکستان کیلئے اور دوسری بھارت کے لئے۔

۱۹۴۸ء میں کانگریسی نظریات کی حامل جمعیت علماء ہند کے مقابلہ میں ملتان میں علماء اہلسنت کے ملک گیر کنونشن میں جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھی گئی تو مولانا ابوالحسنات قادری (۱۸۹۶ء۔۱۹۶۱ء) کو مرکزی صدر اور علامہ احمد سعید کاظمی (۱۹۱۳ء۔۱۹۸۶ء) کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ مولانا بدایونی کو سندھ و کراچی زون کی صدارت پر فائز کیا گیا۔ آپ نے بڑی محنت اور لگن سے جمعیت علماء پاکستان کی تنظیم کی۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء ہی میں آپ کی دعوت پر امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء) نے جمعیت علماء پاکستان کراچی کے دفتر کا معائنہ فرماتے ہوئے ارشاد کیا:

"فقیر کو انتہائی مسرت ہے کہ جمعیت علمائے پاکستان اپنی فرائض دینی کو پوری تندہی سے انجام دے رہی ہے۔ اس جمعیت کے صدر حضرت مولانا شاہ عبدالحامد قادری بدایونی ہیں، جن کی زندگی مسلم لیگ اور پاکستان کے لئے وقف رہی۔ وہ اس جمعیت کو پوری قوت کے ساتھ چلا رہے ہیں۔"

اسی سال یعنی ۱۹۴۸ء میں ندوہ کے علاوہ مفتیانِ کرام کے ایک وفد نے قائدِ اعظم سے کراچی میں ملاقات کی جس میں مولانا بدایونی بھی شریک تھے۔ مولانا نے تفصیلی یادداشت پیش کرتے ہوئے مطالبہ کیا:

"مملکتِ پاکستان کا دستور کتاب و سنت کی روشنی میں تیار کیا جائے اور دیگر اسلامی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی وزارتِ امورِ مذہبیہ قائم کی جائے۔"

جنوری ۱۹۵۱ء میں پاکستان کے ۳۱ جید علماء کرام نے مملکت کی بنیاد اسلامی اصولوں پر اٹھانے کے لئے "۲۲ نکاتی منشور" پیش کیا۔ یہ منشور اسلام سے ان کی لازوال وابستگی کا آئینہ دار ہے۔ مولانا بدایونی اس منشور کی تیاری میں پیش پیش تھے۔ آپ کے ساتھ پیر صاحب مانکی شریف محمد امین الحسنات (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۰ء) مولانا حافظ محمد امین چشتی (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۸ء) مفتی محمد صاحبداد خان (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۶۵ء) اور پیر محمد ہاشم جان مجددی سرہندی (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۷۵ء) اور مشرقی پاکستان کے شاہ جعفر محمد صالح پیر صاحب سرسینہ شریف (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۹۰ء) نے بھرپور تعاون کیا۔

۱۹۵۲ء میں سعودی عرب کے ظلم و ستم کی وجہ سے جب حرم شریف اور کعبہ شریف کو سخت نقصان پہنچا تو عالمِ اسلام میں بے چینی سی پھیل گئی۔ ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ مسلمانانِ پاکستان نے آپ کی قیادت میں ایک وفد سعودی عرب بھیجا تاکہ آپ سعودی حکومت کو ان کے مذموم عزائم سے باز رکھنے کی سعی کریں۔ چنانچہ یہ وفد ۲۳ اگست ۱۹۵۲ء کو مکہ معظمہ پہنچا اور شیخ محمد سرور الصبان نائب وزیر مالیات، شیخ صالح ناظر انچارج حرم شریف، قیصر مسجد نبوی اور دیگر حکام سے تفصیلی گفتگو کر کے مسلمانانِ پاکستان کے جذبات سے آگاہ کیا۔ اس پر حکام نے وفد کو یقین دلایا کہ حرم معظم کے تقدس کو ٹھیس نہیں پہنچائی جائے گی اور عنقریب ایک اخباری بیان کے ذریعے عالمِ اسلام کو مطمئن کر دیا جائے گا۔ سعودی حکومت نے چنانچہ وعدہ کو پورا کیا اور تمام تاریخی مقامات کی حفاظت کا اعلان کیا۔

۱۹۵۳ء کی "تحریکِ ختمِ نبوت" میں مولانا بدایونی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور

اختلافی حالات کے باوجود سر فروشانہ کردار ادا کیا۔ حکومت نے آپ کو گرفتار کر کے فروری ۱۹۵۳ء سے جولائی ۱۹۵۳ء تک کراچی اور سکھر کی جیلوں میں قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کیا۔ جیل میں رہائی سے زیادہ تکلیف تھی آپ کے حرم محترم کو حوالات نہ کر گئی۔ اسی اسیری میں آپ نے دو کتابیں "کتاب و سنت تیرہویں کی نظر میں" اور "فلسفہ عبادات اسلامی" لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔

یاد رہے کہ مولانا بدایونی نے ۱۹۴۲ء میں بھی مدراسیوں کو مسلم لیگ کا ممبر بنانے کے بارے میں قرارداد پیش کرنے کی تائید کی تھی مگر اس وقت کے سیاسی حالات کی وجہ سے آپ کو اجازت نہیں ملی تھی۔

۱۹۶۱ء میں مولانا ابوالحسنات قادری کی رحلت کے بعد اتفاق رائے سے آپ کو جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا اور پھر آپ تاحیات اس عہدہ جلیلہ پر متمکن رہے اور ہر لحاظ سے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

اکتوبر ۱۹۶۲ء میں جمعیت اہلسنت سرگودھا کے دو روزہ اجلاس میں راقم الحروف کو مولانا بدایونی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ بیماری اور ضعف کی وجہ سے بہت نڈھال تھے دو آدمیوں کے سہارے سٹیج پر آئے۔ مگر جب تقریر شروع کی تو شیر کی طرح گرج رہے تھے اب نہ کسی سہارے کی ضرورت رہی اور نہ علالت کا احساس رہا۔ چہرہ مبارک جگمگا رہا تھا۔ ختم تقریر کے بعد سٹیج سے اتر کر قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔

۱۹۶۵ء میں بھارت جیسے بزدل اور عیار دشمن نے بین الاقوامی سرحدوں کا احترام بالائے طاق ڈالتے ہوئے رات کی تاریکی میں ارض مقدس پاکستان پر حملہ کر دیا تو جہاں ہمارے بہادر شیر اور جیالے فوجیوں نے جرأت و دلیری کا مظاہرہ کیا وہاں علماء و مشائخ نے بھی قوم کے جذبہ حب الوطنی کو بیدار کیا۔ جنگ کے بعد آپ نے آزاد کشمیر کا دورہ کیا۔ مہاجرین میں نقدی روپیہ نقد اور دیگر سامان خورد و نوش تقسیم کیا۔ گیارہ ہزار روپیہ صدر آزاد کشمیر کو پیش کیا۔

مولانا بدایونی نے کراچی میں "جامعہ تعلیمات اسلامیہ" کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا جس میں علوم قدیمہ و جدیدہ کے ساتھ ساتھ تمام عالمی زبانوں اور مذاہب عالم کے مطالعے کا بندوبست کیا گیا۔ یہ ادارہ ملکوں کی سطح پر واقع ہے جس میں مختلف

ممالک کے علماء زیر تعلیم رہے۔ آپ نے مصر، ترکی، سعودی عرب، روس، چین، الجیریا، نائیجیریا، تیونس، حجاز مقدس، کویت، عراق اور ایران کا دورہ فرمایا اور وہاں کے نظام تعلیم کا بغور مطالعہ کیا تاکہ اس مطالعہ کی روشنی میں "جامعہ تعلیمات اسلامیہ" کو شاہراہ ترقی پر گامزن کیا جا سکے۔

آپ نے بے پناہ ملکی و ملی مشاغل کے باوجود مندرجہ ذیل کتابیں یادگار چھوڑیں ہیں:
(۱) "اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم"، (۲) "اسلام کا زراعتی نظام عمل" (۳) صحیح العقائد (۴) فلسفہ عبادات اسلامی (۵) کتاب و سنت غیروں کی نظر میں (۶) تاثرات دورہ چین (۷) تاثرات دورہ روس (۸) رپورٹ دورہ آزاد کشمیر (۹) ترمیم شدہ (۱۰) عائلی قوانین (۱۱) الجواب المشکور فی المسئلۃ المشہور (عربی) (۱۲) مشرقی کا ماضی و حال (۱۳) مرقع کانگرس (۱۴) انتخابات کے ضروری پہلو (۱۵) مشیر الحجاج (۱۶) اسلامک پریئرز (انگریزی)۔

کئی سال کی علالت کی وجہ سے آپ کافی کمزور ہو گئے تھے۔ تاہم دینی و ملی خدمت کا جذبہ سرد نہ پڑا۔ رحلت سے چند روز قبل آپ بظاہر بالکل ٹھیک ٹھاک تھے، ۱۴ر جولائی ۱۹۷۰ء کو اپنی زندگی کی آخری پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ ۱۹ر جولائی کو ۲ بجے شب معمول کے مطابق دفتر جمعیت علماء پاکستان سے گھر تشریف لائے۔ کھانے سے فارغ ہو کر اہل خانہ سے گفتگو تھے کہ اچانک فالج کا حملہ ہوا۔ اور ہولی فیملی اسپتال کراچی میں داخل کرا دیئے گئے، زبردست کھانسی سے دماغ کی شریان پھٹ گئی اور یہ محسن ملک و ملت، عاشق رسول ﷺ، صوفی کامل اور بے مثل خطیب ۱۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۰ر جولائی ۱۹۷۰ء بروز پیر راہی ملک بقا ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ میں علماء، مشائخ، حکام، غیر ملکی سفراء، سیاسی لیڈر اور دیگر ہزاروں لوگوں نے شرکت کی نماز جنازہ حضرت سید شاہ محمد مختار اشرف کچھوچھوی (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۹۶ء) نے پڑھائی۔ اور حسب وصیت ان کے بنا کردہ "جامعہ تعلیمات اسلامیہ" منظور روڈ، کراچی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی رحلت پر روزنامہ "مشرق" لاہور نے اپنی اشاعت ۲۳ر جولائی ۱۹۷۰ء میں یہ "ادارتیہ" لکھا:

"مولانا عبدالحامد بدایونی کے انتقال کے بعد ملک ایک ممتاز عالم دین، قائداعظم کے مخلص رفیق کار اور جنگ آزادی کے ایک نامور سپاہی سے محروم ہو گیا وہ ایک محب وطن پاکستانی تھے۔ انہوں نے پاکستان قائم کرنے کی جدوجہد میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا تھا، خاص طور پر سرحد کے ریفرنڈم میں انہوں نے رائے عامہ کو مطالبہ پاکستان کا حامی بنانے کی جس تندہی اور جانفشانی سے کوشش کی تھی اسے بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

مرحوم برعظیم کے ان علمائے کرام میں شریک تھے جو ابتدا ہی میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔ مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالماجد بدایونی مرحوم کے ساتھ دنیا میں مسلمانوں کی سب سے بڑی مملکت کے قیام کے سلسلہ میں جس جذبہ و جوش اور ایثار و انہماک کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا عبدالحامد بدایونی نے ملک میں اسلامی نظام قائم کرنے کی مسلسل جدوجہد جاری رکھی، وہ قرارداد مقاصد کی ترتیب و تسوید میں بھی شریک تھے، وہ آخر دم تک اس کوشش میں مصروف رہے کہ پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی مملکت بن جائے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے علوم دین کی ترویج کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے درجات بلند کرے اور انہیں جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔"

روزنامہ "جنگ" کراچی نے ۲۲ جولائی ۱۹۷۰ء کے "کولریہ" میں یوں خراج تحسین پیش کیا:

"مولانا عبدالحامد بدایونی کی رحلت اس برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک انتہائی غم انگیز سانحہ اور ملک و ملت کا ایک ناقابل تلافی نقصان ہے، جسے پاکستان کے عوام، علماء، سیاسی راہنما، طلباء اور مرحوم کے ارادتمندوں نے بڑی شدت کے ساتھ محسوس

کیا۔ اسلام، پاکستان اور ملت مسلمہ کیلئے انہوں نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ کبھی نہیں بُھلائی جا سکتیں۔ مولانا کا شمار اُن گنی چنی شخصیتوں میں ہوتا ہے جو مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی کے ساتھ تحریک خلافت میں بھی شریک تھے، پھر تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، قیام پاکستان کے بعد بھی اسے اصل راستے اور منزل کی طرف گامزن رکھنے کے لئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے تھے۔ آزادی کی جدوجہد اور تحریک پاکستان کا وہ ایک روشن باب تھے جو اُن کی زندگی کے ساتھ ختم ہو گیا۔ قرار داد پاکستان کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے مولانا کی خطابت نے جوہر دکھائے تھے، آپ کے طویل دوروں اور مسلسل جدوجہد نے برصغیر کے مسلمانوں میں آزادی کی لگن اور ایک علیحدہ وطن کے حصول کی جو تڑپ پیدا کر دی تھی اُسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا، پھر جب صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کا نازک مرحلہ پیش آیا تو مرحوم نے اپنا سارا وقت، صلاحیتیں اور زورِ بیان اس کے لئے وقف کر دیا، تحریک پاکستان سے مسلمانانِ عالم کو متعارف کرانے کے لئے مشرقِ وسطیٰ کا دورہ کیا۔ مولانا بدایونی ایک جید عالم، ایک جادو بیان خطیب، ایک ممتاز سیاستدان، مصنف و ادیب، استاذ و محقق، ہمدرد و مشفق مذہبی رہنما ہونے کے ساتھ تحریک پاکستان کے ایک پُر جوش و سرفروش سپاہی بھی تھے، اُن کی زندگی نے اس برصغیر کی تاریخ پر حرکت و عمل اور مسلسل جدوجہد کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں جن کی روشنی اور چمک دوسروں کو ہمیشہ ان مقاصد کی قربانی وایثار پر آمادہ کرتی رہے گی جن کیلئے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے اور بلند درجات عطا کرے۔"

ہفت روزہ "پاک جمہوریت" لاہور نے ۲۷ / جولائی ۱۹۷۰ء کے شمارہ کے صفحہ ۲۰ پر اس طرح عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کئے :

"۲۰؍ جولائی کو جنگ آزادی کے نامور سپاہی اور جمعیت علمائے پاکستان کے صدر مولانا عبدالحامد بدایونی شام کے ۵ بجے تین روز کی بے ہوشی کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر ۷۲ سال تھی۔ انہیں "ادارہ تعلیمات اسلامیہ" میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان پر گزشتہ ہفتہ کی رات کو فالج کا حملہ ہوا تھا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

مولانا عبدالحامد بدایونی نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز تحریک خلافت سے کیا اور جلد ہی ایک نوجوان مقرر کی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ انہوں نے تحریک خلافت میں نمایاں حصہ لیا۔ بعد ازاں قائداعظم کی ہدایت پر سرحد کے ریفرنڈم میں سرگرم حصہ لیا، جس پر قائداعظمؒ نے انہیں "فاتح سرحد" کا خطاب دیا۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل انہوں نے ایک وفد کے ساتھ سعودی عرب، عراق اور دوسرے مسلمان ممالک کا دورہ کیا۔ مسلم ممالک کے لوگوں کو برصغیر کی تحریک آزادی سے آگاہ کیا۔ قیام پاکستان کے بعد جمعیت علمائے پاکستان کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۵۳ء میں انہوں نے تحریک ختم نبوت میں نمایاں حصہ لیا۔ جس پر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے اپنی ذاتی کوششوں سے "ادارہ تعلیمات اسلامیہ" قائم کیا۔

جناب راغب مراد آبادی نے یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا۔

"آہ! ذاکر محمد، مولانا عبدالحامد بدایونی"

۱۳۹۰ھ

ہو کیوں نہ غم وفات عبدالحامد اسلام تھا کائنات عبدالحامد

راغبؔ متبسم ہے پس پردۂ مرگ نصرت آئیں حیات عبدالحامد

۱۳۹۰ھ

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے یوں تاریخ کہی۔

آہ! مولانا بدایونی عدم کو چل دیے — آپ کی فرقت میں ہے مغموم ہر خورد و کلاں
آپ تھے تحریک پاکستان کے اک رہنما — اور تحریک خلافت کے بھی روح رواں
قائداعظم، شہید ملت و علمائے دیں — آپ کی خدمات کے سب رہنما تھے قدرداں
عظمت ختم نبوت کے تحفظ کے لئے — آپ نے جھیلی ہیں قید و بند کی بھی سختیاں

اس سے بہتر اور کیا تاریخ ہم صابر کہیں
"عالم مشہور حامد عازم باغ جناں"

______۱۹۷۰ء______

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۰۵ تا ۱۱۴۔

(۲) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۱۹۵ء، ۳۰۴۔

(۳) "تاریخ رفتگاں" از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۱۰۷۔

(۴) "مسجد نبویؐ اور ماثر مبارکہ کے بقاء و تحفظ کا مطالبہ" از مولانا محمد محسن شافعی مطبوعہ کراچی ۱۹۵۲ء۔

(۵) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد اول مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۷ء ص ۱۰۰۶،۳۳۱۔

(۶) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۳۱،۱۳۰۔

(۷) "خفتگان کراچی" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۳۳۹۔

(۸) "جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار" از ڈاکٹر محمد عبدالجبار لغاری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۲۱۵ تا ۲۲۵۔

(۹) "مولانا ظفر علی خاں" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۰۴۔

(۱۰) "جدوجہد آزادی میں بلوچستان کا کردار" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۴۹ تا ۵۲، ۵۸ تا ۵۹۔

(۱۱) "قرارداد پاکستان صحافتی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۷۸ تا ۷۹۔

(۱۲) "کاروانِ شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۳۶۷۔
(۱۳) "تحریک پاکستان میں سیال کوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل مطبوعہ سیال کوٹ ۱۹۸۷ء ص ۷۴، ۱۰۰، ۱۰۶، ۳۴۶۔
(۱۴) "اکابرین تحریک پاکستان" از محمد علی چراغ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۳۵۷ تا ۴۰۷۔
(۱۵) "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" از چوہدری حبیب احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۱۳۹، ۲۹۳۔
(۱۶) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۳۴۲، ۳۴۳۔
(۱۷) ششماہی مجلہ "تاریخ وثقافت پاکستان" اسلام آباد بابت جنوری ۱۹۹۰ء ص ۲۴، ۲۵۔
(۱۸) مجلہ "اوج" گورنمنٹ کالج شاہدرہ، لاہور، "قرارداد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر" ۹۱۔ ۱۹۹۰ء ص ۱۸۸، ۵۷۰۔
(۱۹) ہفت روزہ "افق" کراچی بابت ۱۰ر ستمبر ۱۹۷۸ء ص ۶۔ ۱۳ر اگست ۱۹۸۰ء ص ۲۴ تا ۲۷۔
(۲۰) ہفت روزہ "پاک جمہوریت" لاہور بابت ۲ر جولائی ۱۹۷۰ء ص ۲۰۔
(۲۱) روزنامہ "مشرق" لاہور بابت ۲۱ر جولائی، ۲۳ر جولائی ۱۹۷۰ء۔
(۲۲) "تحریک پاکستان میں خطہ پوٹھوہار کا کردار" از صفدر شاہد مطبوعہ لاہور ۱۹۹۷ء ص ۱۷۹
(۲۳) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۴ر جنوری ۱۹۸۹ء، ۲۳ر مارچ ۱۹۹۶ء۔
(۲۴) مکتوب گرامی صاحبزادہ محمد عابد القادری بدایونی (پسر حقیقی مولانا بدایونی) بنام مؤلف از کراچی محررہ یکم رجون ۱۹۷۶ء۔
(۲۵) "اشاریہ نوائے وقت" ۱۹۴۴ء۔ ۱۹۴۷ء" مرتبہ سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۱۵۔
(۲۶) "تذکرہ مجاہدین ختم نبوت" از مولانا اللہ وسایا دیوبندی، ملتان ۱۹۹۰ء ص ۵۲، ۱۳۲۔
(۲۷) رپورٹ تحقیقاتی عدالت" ۱۹۵۳ء ص ۷۹ تا ۸۱، ۲۱۸، ۲۶۳۔
(۲۸) مجلہ "کب جو" گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، گولڈن جوبلی

مولانا عبد الغفور ہزارویؒ

[illegible]

مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء ـ ۱۹۷۰ء) اور حضرت شیخ القرآن کر رہے تھے لوگی اندازکر نے اس بھرپور اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے "قرارداد پاکستان" کی زبردست تائید و حمایت فرمائی۔ حضرت شیخ القرآن کے سٹیج پر مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۳ء ـ ۱۹۵۶ء) سے پچھلی سیٹ پر تشریف فرما تھے۔ اس سے آپ کے سیاسی مقام کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۹۴۱ء میں آپ نے وزیر آباد میں "پاکستان کانفرنس" منعقد کرائی۔ یہ صوبہ پنجاب میں پہلی کانفرنس تھی جس میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کی گئی۔ اس کانفرنس سے مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء ـ ۱۹۷۰ء)، مولانا ظفر علی خاں (۱۸۷۳ء ـ ۱۹۵۶ء)، سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی (۱۹۰۷ء ـ ۱۹۸۹ء)، ڈاکٹر غازی آبادی (۱۹۱۲ء ـ ۱۹۷۹ء) اور آپ نے خطاب کیا۔ اس کانفرنس سے شہر اور گردونواح کے دیہاتی عوام میں پاکستان کا تخیل پیدا اور پختہ ہوا۔ کانفرنس کی کامیابی پر اس وقت کے مستند اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے اداریہ تحریر کیا۔ لوگ جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔

اپریل ۱۹۴۴ء میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس سیالکوٹ میں منعقد ہوا جس کی صدارت سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء ـ ۱۹۵۸ء) نے کی۔ قائداعظمؒ نے بنفس نفیس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ یہ کانفرنس تین دن جاری رہی۔ اس کانفرنس میں ممتاز مسلم لیگی رہنماؤں مثلاً مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء ـ ۱۹۷۰ء) نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء ـ ۱۹۶۹ء) ملک برکت علی (۱۸۸۵ء ـ ۱۹۴۶ء) مولانا بشیر احمد اختر (۱۹۱۶ء ـ ۱۹۹۴ء) سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی (۱۹۰۷ء ـ ۱۹۸۹ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء ـ ۱۹۵۲ء) سردار محمد حسین آف گجر کلاں (۱۹۰۳ء ـ ۱۹۶۹ء)، شیخ صادق حسن امرتسری (۱۸۸۷ء ـ ۱۹۵۹ء) مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے علاوہ حضرت شیخ القرآن علامہ ہزاروی نے بھی شرکت کی۔ حضرت شیخ القرآن کے ساتھ وزیر آباد کے تمام مسلم لیگی عہدیداروں اور نیشنل گارڈ کے جوانوں نے شمولیت کی۔ حضرت قائداعظمؒ کا فقید المثال جلوس نکالا گیا۔ قائداعظمؒ نے جب حاضرین کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کیا تو ایک عجیب کیف و سرور کا عالم تھا۔ اس کے بعد سیالکوٹ جو احرار کا گڑھ تھا مسلم لیگ کا شیدائی بن گیا۔

اسی دوران حضرت شیخ القرآن پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا مگر آپ بفضل خدا بال بال بچ

گئے۔ ہوا یوں کہ ایک دن آپ حسب معمول سیر کرتے ہوئے جی ٹی روڈ پر چاہ بھکووالا کی جانب سڑک کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف جا رہے تھے کہ ایک ہندو خنجر لہرا رہا ہاتھ میں لیے آپ کو للکارنے لگا۔ جواباً آپ نے بھی کھیتوں سے مٹی کے ڈھیلے اٹھا کر اس کی طرف پھینکے۔ ادھر سے راہ گیر کالوں جیسی پوری کا ایک سکھ ادھر آ نکلا جس کو دیکھ کر وہ شخص بھاگ کھڑا ہوا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

۸ر تا ۱۰ر جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کی ایک تاریخ ساز کانفرنس سنی کانفرنس امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری قدس سرہٗ (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں اکابر ملت مثلاً مولانا سید ابوالحسنات قادری لاہوری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) سید محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۴۹ء) خواجہ سید غلام محی الدین گولڑوی (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۷۴ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء) پیر صاحب مانکی شریف (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۰ء)، سید علی شاہ سجادہ نشین حضرت میاں میرؒ لاہور، سید محمد عباس کرمانی سجادہ نشین شیر گڑھ ضلع اوکاڑہ، مولانا جمال میاں فرنگی محلی، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی کے علاوہ حضرت شیخ القرآن نے بھی شرکت کر کے اپنے ولولہ خیز اور فکر انگیز خطاب سے نوازا۔

فروری ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات میں حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت میں طوفانی دورے کیے۔ ان کے اپنے حلقہ پنجاب اسمبلی گوجرانوالہ نارتھ میں مسلم لیگ کے امیدوار چوہدری صلاح الدین چٹھہ آف احمد نگر (ء۔ ۱۹۷۰ء) تھے جبکہ یونینسٹ پارٹی کی طرف سے مٹھن برج وزیر آباد کے راجہ محمد عبداللہ خاں (ء۔ ۱۹۷۷ء) اور ایک آزاد امیدوار محمد یار الیکشن لڑ رہے تھے۔ حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگی امیدوار کی ڈٹ کر حمایت کی اور اسے کامیاب وکامران کرایا۔ مسلم لیگی امیدوار نے ۲۷۸۷ ووٹ لے کر فتح ونصرت کے شادیانے بجائے جبکہ یونینسٹ امیدوار کو ۲۳۳۹ ووٹ ملے اور ہزیمت اس کا مقدر ٹھہری۔ حالانکہ اس نے تجوریوں کے منہ کھول رکھے تھے۔ آزاد امیدوار کو صرف چار سو ووٹ ملے اور ضمانت ضبط ہو گئی۔

اپریل ۱۹۳۶ء میں مدراس (انڈیا) میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں برصغیر کے پانچ ہزار علماء مشائخ اور لاکھوں سنی مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کی صدارت حضرت امیر ملت محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔۱۹۵۱ء) نے فرمائی۔ دوسرے مقررین کے علاوہ حضرت شیخ القرآن نے اس بے مثال عظیم اجتماع سے خطاب فرمایا اور دوران تقریر حضرت محدث اعظم کچھوچھوی (۱۸۹۴ء۔۱۹۶۱ء) کے ان الفاظ کی پرزور تائید و حمایت کی کہ:

"پاکستان ایسا ملک ہوگا جس میں کسی خاندان یا کسی خاص شخص کی حکومت نہ ہوگی بلکہ اسلام کی حکومت ہوگی اور اسلامی اصولوں کی حکومت ہوگی جس میں کسی کا استحصال نہ ہوگا۔"

اگست ۱۹۳۶ء میں قائداعظم کشمیر گئے تا کہ شیخ عبداللہ (۱۹۰۵ء۔۱۹۸۲ء) اور میر واعظ محمد یوسف شاہ (۱۸۹۴ء۔۱۹۶۸ء) میں مفاہمت کرائی جا سکے مگر قائداعظم ایسا نہ کر سکے۔ واپسی پر حضرت شیخ القرآن اور ان کے ساتھیوں نے قائداعظم کو چند گھنٹے وزیر آباد ٹھہرنے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔ حضرت شیخ القرآن اور عوام کے جم غفیر نے گرم ترین دوپہر کو والہانہ طور پر اپنے محبوب قائد کا انتظار کیا۔ تین بجے کے قریب قائداعظم کی کار نظر آئی تو فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ "قائداعظم زندہ باد" اور "پاکستان زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں نے فضا میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا۔ قائداعظم نے حضرت شیخ القرآن کی مسجد سے ملحقہ پنڈال میں نصف گھنٹہ خطاب کیا۔

حضرت شیخ القرآن نے اپنی استقبالیہ تقریر میں قائداعظم کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ اس دوران قائداعظم نے بڑے پرزور انداز میں تالیاں بجائیں۔ جلسہ کے اختتام پر عوام کے ہجوم ہجوم نے اپنے محبوب لیڈر کو فلک بوس نعروں کے درمیان رخصت کیا۔

جنوری ۱۹۴۷ء میں سر خضر حیات ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔۱۹۷۵ء) وزیر اعلیٰ پنجاب کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی اور گورنر پنجاب مسٹر ڈگلس نے مسلم لیگیوں سے خائف ہو کر باغی قرار دے دیا اور دھڑا دھڑ گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ ضلع گوجرانوالہ میں تحریک پاکستان کے سلسلے میں گرفتاری کی سعادت سب سے پہلے حضرت شیخ القرآن کی

کے حصہ میں آئی۔ اس کے بعد دوسرے کارکن گرفتار ہوئے۔ حضرت شیخ القرآن نے چار
ماہ اسیری کو دوحرکت جیل گوجرانوالہ میں بڑی ہمت و پامردی اور خندہ پیشانی سے گزارا۔

تقسیم ملک کے بعد آپ نے مہاجرین کی آبادکاری کے لئے شب و روز کام کیا۔ مقامی
تحصیلدار اور تھانیدار کے ساتھ شہر کا گشت کرتے اور خالی مکانات مہاجرین میں تقسیم
کرتے۔ آپ کے خلوص کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے لاکھوں روپے کا
سامان مہاجرین میں تقسیم کیا مگر خود ایک پائی تک کے روادار نہ ہوئے۔ جبکہ بہت سے
لوگوں نے اس وقت اپنی تجوریاں بھر لیں اور آج اسی لوٹ مار کے بل بوتے پر رئیس بنے بیٹھے
ہیں۔ آپ نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا و
خوشنودی کیلئے سب کچھ کیا نہ کہ دنیاوی حرص و ہوا کی خاطر!

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد آپ نے سیاست کو خیرباد کہہ دیا اور اپنی
تمام تر توجہ دین اسلام کی خدمت پر مرکوز کر دی۔ وزیر آباد میں "جامعہ نظامیہ غوثیہ" کے
نام سے ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا جس میں ہر سال رمضان المبارک میں "دورہ
قرآن" پڑھانا شروع کیا جس میں ملک بھر کے علماء شرکت کرتے۔ قیام و طعام کا سارا انتظام
واہتمام آپ ہی کے ذمہ ہوتا۔ قرآن حکیم کے رموز و نکات بڑے احسن طریقے سے بیان
فرماتے اور سامعین عش عش کر اٹھتے۔ سچ تو یہ ہے کہ اب شاید ہی کوئی ایسا پڑھانے والا
ملے۔

۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ کو مرکزی نائب صدر چنا
گیا مگر آپ کی توجہ زیادہ تر تبلیغی خدمات پر مرکوز رہی لیکن جب ایوبی دور میں جمعیت کے بعض
رہنماؤں نے ایوبی آمریت کی بے جا حمایت شروع کر دی تو غیور طبیعت نے برداشت نہ کیا
اور پھر میدان عمل میں نکل آئے۔ مرکزی صدر منتخب ہو کر آمریت کو للکارا۔

۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم نبوت" میں کفن بردوش ہو کر دیگر مجاہد علماء کے ساتھ
میدان میں آگئے اور اپنی جادو بیانی سے پورے ملک میں مرزائیت کا ناطقہ بند کر دیا۔ فخر ملت
مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا ابوالحسنات قادری لاہور (۱۸۹۶ء۔
۱۹۶۱ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی (۱۹۱۵ء۔ زندہ) کی طرح آپ کو بھی
داخل زنداں کیا گیا اور چھ سات ماہ کا عرصہ راولپنڈی جیل میں بڑے صبر و استقلال کے

ساتھ گزارا۔

آپ عالم باعمل، شیخ طریقت، مناظر، بے مثال مقرر، نعت گو شاعر اور بہت بڑے عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ راقم الحروف کو ان کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ ایسے مقرر بہت کم پیدا ہوا کرتے ہیں۔ فصاحت و بلاغت ان کی تقریر کا خاصا تھا۔

الٰہی! وہ صورتیں بھی کس دیس بستیاں ہیں
جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

۱۹۶۹ء میں جب پاکستان میں سوشلزم کے پرچار کا راگ الاپا گیا تو دوسرے علمائے حق کی طرح آپ نے بھی سوشلزم کو کفر قرار دیا۔ اس پر آپ کو مولانا کوثر نیازی وزیر مذہبی (۱۹۶۹ء۔ ۱۹۷۱ء) نے بہت بڑی رشوت کی پیش کش کی جسے آپ نے پائے استحقار سے ٹھکرا دیا اور کہا کہ "میں خدا اور رسول ﷺ کا ہوتے ہوئے کفر کی حمایت کیسے کر سکتا ہوں۔"

آپ شروع ہی سے صبح کی سیر کے عادی تھے۔ چنانچہ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء بروز جمعۃ المبارک حسبِ معمول وزیر آباد کے نواحی دیہات کی طرف سے جی ٹی روڈ پر گزر رہے تھے کہ اچانک ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آ گئے۔ ٹرک نے آپ کو [illegible] میں دھکیل دیا جس سے آپ بری طرح زخمی ہو گئے۔ فوراً ہسپتال پہنچایا گیا۔ آپ کے زخمی ہونے کی اطلاع پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ پیدل چلتے ہسپتال کی طرف بھاگے، شہر میں مکمل ہڑتال کر دی گئی۔ ہسپتال میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ ہر طرف لوگ اشکبار آنکھوں سے دستِ بدعا تھے۔ آپ کا [illegible] ملاحظہ ہو کہ آخری لمحات میں آنکھیں کھول کر فرمایا کہ

"میں نے مجرم کو معاف کیا۔"

اور پھر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عمر ہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

خبرِ رحلت آناً فاناً پورے ملک میں پھیل گئی۔ دوسرے دن مولانا محمد اچھی

ہزاروی نے ایک لاکھ افراد کی آہوں اور سسکیوں میں نماز جنازہ پڑھائی اور وزیر آباد کے قریب آپ کی اپنی اراضی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ جہاں اب عالی شان مزار تعمیر ہو چکا ہے اور "مرکز شریف" کے نام سے موسوم ہے۔ ہر سال ۲۰ رمضان المعظم کو بڑے تزک واحتشام سے آپ کا عرس منایا جاتا ہے۔

آپ کی رحلت پر ملک بھر کے اخبارات نے اپنے اداریوں میں زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ چند ایک درج ذیل ہیں:

روزنامہ "کوہستان" لاہور اپنی اشاعت ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں لکھتا ہے:

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

"وزیر آباد کے قریب یوں تو آئے دن حادثات ہوتے رہتے ہیں اور قیمتی جانیں تیز رفتاری اور موٹر ڈرائیوروں کی لاپرواہی کی بھینٹ چڑھتی رہتی ہیں لیکن گزشتہ روز ایک ٹرک ڈرائیور کی غفلت نے وزیر آباد کو ایک ممتاز خطیب، عالم دین اور جمعیت علمائے پاکستان کے سابق صدر مولانا عبدالغفور ہزاروی سے محروم کر دیا۔

مولانا مرحوم نہ صرف تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے بلکہ آمریت، سوشلزم اور اسلام میں طرح طرح کی پیوند کاریوں کے بھی مخالف تھے۔ بحالی جمہوریت کی تحریک میں انہوں نے ممتاز کردار ادا کیا۔ اور اس وقت وہ اسلامی دستور کے نفاذ کے لئے محب اسلام عناصر میں اتحاد و تعاون کے دل سے حامی اور اس مقصد کیلئے اپنے انداز میں سرگرم عمل بھی تھے۔ آپ کی ایک اور امتیازی خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ دین میں انتہا پسند گروہ اور فقہی تعصب کو بھی پسند نہیں کرتے تھے اور وزیر آباد ہی نہیں پورے پنجاب میں ایک اعتدال پسند اور مخلص عالم دین کی حیثیت سے لوگوں میں معروف و مقبول تھے۔ آپ کی وفات بالکل اچانک ہوئی۔ صبح کی سیر آپ کا مستقل معمول تھا۔ گزشتہ روز ایک ٹرک ڈرائیور کی لاپرواہی سے وہ سیر کرتے ہوئے اچانک ٹرک کی زد میں آکر شدید زخمی ہو گئے۔ اور

ہسپتال میں ڈاکٹروں کی انتہائی کوشش کے باوجود جانبر نہ ہو سکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خداوند کریم سے دعا ہے کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔"

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے بھی مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو یہاں اداریہ لکھا:

"جمعیت علمائے پاکستان کے ایک سابق صدر اور تحریک پاکستان کے ایک سرگرم کارکن مولانا عبدالغفور ہزاروی کی اچانک وفات ایک دردناک حادثہ ہے۔ وہ علماء کے اس طبقے سے تعلق رکھتے تھے جو سیاسی شعور کی دولت سے بھی مالا مال ہے اور اپنے معتقدات اور نظریات کے مطابق ملکی مسائل اور قومی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیتا ہے۔

مولانا ہزاروی چونکہ طویل عرصہ تک مذہب و سیاست کے میدان میں سرگرم عمل رہے اس لئے قدرتی طور پر ان کے حامی اور مخالف دونوں پائے جاتے تھے۔ انہوں نے گزشتہ سال کی تحریک جمہوریت میں نمایاں کردار ادا کیا اور ملک میں نمائندہ حکومت کے قیام کی جدوجہد میں پیش پیش رہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔"

روزنامہ "جنگ" راولپنڈی کے اداریے مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء کا ایک اقتباس بھی ملاحظہ ہو:

"مولانا مرحوم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ دین کی تبلیغ اور اسلام کی خدمت میں گزارا۔ انہوں نے تحریک قیام پاکستان اور دیگر قومی تحریکوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چنانچہ کئی بار انہیں مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کی پاداش میں جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ ان کا

ان کی وفات پر اپنے پرائے سبھی نوحہ خواں نظر آتے ہیں اور ان کی موت کو ایک بہت بڑا المیہ قرار دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مسلک پر قائم رہتے ہوئے زندگی کے ہر مرحلہ پر اسلام کا ساتھ دینے کی بھرپور کوشش کی اور کسی قسم کی مصلحت کو اپنی راہ میں سنگِ گراں نہ بننے دیا۔ اب جبکہ وہ اس دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف سدھار چکے ہیں ہمیں خدا سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ اپنے فضلِ خاص سے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور ان کے لواحقین کے علاوہ ان کے ان گنت عقیدت مندوں کو صبرِ جمیل عطا فرمائے تاکہ وہ سب اس صدمۂ عظیم کو برداشت کر سکیں۔"

شورش کاشمیری (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۷۵ء) نے اپنے ہفت روزہ "چٹان" لاہور کی اشاعت مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۳ پر اپنے اداریہ میں یوں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

"آہ! مولانا عبدالغفور ہزاروی"

"۱۷ اکتوبر کی صبح کو مولانا عبدالغفور ہزاروی خطیب جامع مسجد وزیر آباد ایک تیز رفتار ٹرک کی زد میں آکر اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ ان سے ذاتی نیاز تو نہیں تھا بس ایک آدھ دفعہ کی سرسری ملاقات تھی۔ وہ بھی مولانا ظفر علی خاں علیہ الرحمہ کے زمانے میں۔ وہ مولانا کے عقیدت کیش تھے اور وہ مولانا کے نیاز مند۔ مولانا بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ مولانا نے ان کے متعلق چند شعر بھی لکھے ہیں جو اس وقت حافظہ میں نہیں آ رہے۔ "اتحاد ملت" میں وہ مولانا کے ساتھ رہے۔ مولانا "لیگ" میں شامل ہوئے تو وہ بھی مولانا کے ساتھ لیگ میں چلے گئے اور "تحریک پاکستان" میں خطابت کی دلنشینی سے لوگوں کو مسحور کرتے رہے۔ مسلکاً بریلوی مکتبۂ فکر کے علماء میں شامل تھے لیکن ہر مسلک کے لوگوں میں ان کے لیے احترام و محبت کے جذبات رہے۔ مسلمانوں میں سو شلزم کے متعلق بداعتمادی کا جو شعور اور جذبہ ابھر کر متشکل ہو رہا

وہ بھی اس جلیہ و شعور کے افراد سے دلوں میں شریک ہے۔ اس سلسلے میں وہ ہر آنکھ سے گر دو خواتین کی آنکھ ہیں ان کی شکر گزار تھیں۔

ان کی موت سے ایک جید عالم، ایک مخلص انسان، ایک اعلیٰ خطیب اور ایک معروف دینی خدمت گزار اٹھ گیا۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کیلئے بہت اجر ہے۔ وہ بارگاہ ایزدی سے اس کا بہت صلہ پائیں گے۔ لیکن صوبہ میں ان کی موت سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے وہ شاید پُر نہ ہو سکے۔ ہمیں ان کی موت پر ان کے اعزہ و اقارب، ان کے احباب، ان کے معتقدین تک اپنی طرف سے پوری پوری ہمدردی ہے کہ وہ خدمت گزاری اور علم دین کے اس بڑے مرکز سے محروم ہو گئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہت سے شعراء نے آپ کی رحلت پر قطعات تاریخ وفات کہے۔ چند ایک درج ذیل ہیں:-

(۱) حضرت صبا متھراوی۔ کراچی

"پیرِ ملک علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی"

۱۹۷۰ء

ہو گئے آج مولانا شہید — اہل حق ہیں ان کے غم میں سوگوار
پاکستان تھے وہ قطب دیار — مجمع قرآن حضرت عبدالغفور
رہبر تحریک پاکستان تھے — [illegible]
[illegible]
[illegible]

۱۹۷۰ء

(۲) جناب حکیم سرور سہارنپوری۔ گوجرانوالہ

آہ ہے اور ہوئی ختم علم و معرفت — آگاہ واقف اسرار کتاب و سنت
[illegible] حضرت کی تاریخ وفات — "فضل عبدالغفور ..."

۱۹۷۰ء

ماخذ

(۱) "تحریک پاکستان" جلد اول، از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۳۶ تا ۱۳۸۔

(۲) "مقصود دلہا" از سید آل احمد رضوی مطبوعہ ایبٹ آباد ۱۹۹۳ء ص ۱۲۶، ۱۲۹ تا ۱۳۰۔

(۳) "تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ" از پروفیسر محمد شفیع صابر مطبوعہ پشاور ۱۹۹۰ء ص ۱۹۹۔

(۴) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۹۶۲، ۹۶۵۔

(۵) "[illegible]" از [illegible] مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۱۱۲۔

(۶) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر، بیکن بکس مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۳۸۔

(۷) "چمنستان" از مولانا ظفر علی خان مطبوعہ لاہور ۱۹۴۳ء ص ۲۰۹، ۲۱۰۔

(۸) "حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ک تا ق۔

(۹) "تحریک پاکستان میں سیالکوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۶ء متعدد صفحات۔

(۱۰) "حضرت شیخ القرآن" از ابو المحمود احمد خان مطبوعہ وزیر آباد ۱۹۷۱ء متعدد صفحات۔

(۱۱) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۳۹۔

(۱۲) ماہنامہ "ترجمان اہل سنت" کراچی بابت ماہ اکتوبر ۱۹۷۳ء۔

(۱۳) روزنامہ "چٹان" لاہور بابت ۲۸ ستمبر ۱۹۷۱ء۔

(۱۴) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۷ فروری ۱۹۷۳ء، ۳ نومبر ۱۹۷۴ء، ۲۵ مئی ۱۹۷۶ء، ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء، ۲۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء، ۲۶ ستمبر ۱۹۸۹ء، ۹ جنوری ۱۹۹۱ء، ۱۷ جنوری ۱۹۹۹ء، ۱۰ دسمبر ۱۹۹۷ء، ۱۲ دسمبر ۱۹۹۷ء، ۹ جنوری ۱۹۹۸ء۔

(۱۵) روزنامہ "کوہستان" لاہور بابت ۲۵ مارچ ۱۹۶۳ء، ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

(۱۶) ہفت روزہ "چٹان" لاہور بابت ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۳۔

(۱۷) ماہنامہ "ترجمانِ مصطفےٰ" گوجرانوالہ، جنوری ۱۹۹۶ء ص ۱۶، ۱۷، نومبر ۱۹۹۵ء ص ۳۰۔

(۱۸) مجلہ "مہک" گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ، "گوجرانوالہ نمبر" ۱۹۸۲ء۔ ۱۹۸۳ء ص ۲۲۲ تا ۲۲۳۔

(۱۹) رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص ۸۱۔

(۲۰) مجلہ "آب جو" گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، "گولڈن جوبلی نمبر" اگست ۱۹۹۹ء ص ۷۲۔

مولانا غلام دین اشرفی رحمۃ اللہ علیہ

خطیب پاکستان مولانا غلام دین بن مولانا میاں سید احمد بن میاں فضل دین بن میاں کرم دین کی ولادت ۱۹۱۰ء میں فارسی زبان کے شہرہ آفاق شاعر ملا غنیمت گنجاہی (۱۶۳۰ء۔ ۱۶۹۵ء) کے وطنِ مالوف گنجاہ کے نواحی گاؤں چکوڑی بھو ضلع گجرات میں ہوئی۔ والد ماجد سے قرآن پاک پڑھنے کے بعد اسلامیہ ہائی سکول گنجاہ سے ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مولانا محمد عبداللہ گنجاہی سے سکندر نامہ تک فارسی پڑھی اور صرف و نحو کی کتابیں مولانا فضل حق موضع کھیکریاں (گجرات) سے پڑھیں۔ پھر لاہور آکر "دارالعلوم حزب الاحناف" میں داخلہ لے لیا۔ یہاں انہوں نے استاذ العلماء مولانا محمد عمر الدین نقشبندی جماعتی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۸۷ء)، مفتی اعظم مولانا سید ابوالبرکات سید احمد قادری (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۷۸ء) اور امام المحدثین سید دیدار علی شاہ الوری (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۳۵ء) سے اکتسابِ علم کیا۔ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد شہزادہ غوث الوری شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۳۶ء) سے شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ خود فرماتے ہیں:-

اشرفی ہوں بندہ مسکین ہوں
خادم قوم، غلام دین ہوں

فراغت کے بعد بطور خطیب "مسجد لال کھوہ اندرون موچی دروازہ لاہور" میں تقرر ہوا۔ چند سال بعد مولوی محبوب عالم، مسجد لوکو شیڈ کی امامت و خطابت سے معزول کر دیے گئے تو ان کی جگہ آپ کو امامت و خطابت کی ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ اس وقت لوکو شیڈ کی مسجد بہت چھوٹی تھی لیکن جب آپ نے یہاں خطابت شروع کی تو ہزاروں کا مجمع ہونے لگا۔ پھر اُن کی سعی و کاوش سے موجودہ عمارت تیار ہوئی جو لاہور کی عالیشان مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ اس کا موجودہ نام "جامع مسجد صدیقیہ" ہے۔

قدرت نے مولانا غلام دین کی آواز میں بلا کا سوز، درد اور اثر پیدا کر دیا تھا کہ لوگ دیوانہ وار اُن کی تقاریر سنتے اور سر دھنتے تھے۔ راقم الحروف کو بھی اُن کی دو تقاریر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ ایسی منظر کشی کرتے تھے کہ سامعین کو محسوس ہوتا تھا کہ ہر چیز اُن کے سامنے موجود ہے۔ بلا شبہ وہ اپنے دور کے بہترین اور عظیم مقرروں میں سے تھے۔ اُن کے بعد لاہور کو اُن کا ثانی خطیب نہ مل سکا۔

مولانا غلام دین نے تحریک کشمیر اور تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک پاکستان میں اُن کی خدماتِ جلیلہ کا احاطہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ انہوں نے اپنی جادو اثر تقاریر سے جس انداز سے اہالیانِ لاہور کو خصوصاً اور پنجاب کے لوگوں کو عموماً تحریک پاکستان کے اغراض و مقاصد سے روشناس کرایا وہ اُنہی کا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں دیوبندی مکتبہء فکر کے مورخ اور مصنف پروفیسر محمد اسلم (۱۹۳۲ء۔ ۱۹۹۸ء) سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور اپنی کتاب "تحریکِ پاکستان" کے صفحہ ۴۴۶ پر "آل انڈیا سنی کانفرنس" کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> "دیوبندی حلقوں کی جانب سے اس کانفرنس کی کاروائی پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کانفرنس میں شرکاء کا سیاسی وزن کتنا تھا اور اُن کی ملکی سیاست میں کیا حیثیت تھی۔ راقم آثم دیوبندی مکتبہء فکر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے باوجود عرض کرتا ہوں کہ ان مشائخ اور علماء کا عوام پر بڑا اثر تھا۔ خود لاہور میں تحریکِ پاکستان کے لئے بریلوی مکتبہء فکر کے علماء میں سے مولانا محمد بخش مسلم اور مولانا غلام الدین اشرفی نے جو کام کیا وہ محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ مؤخر الذکر کی تقریریں راقم

ہم نے سنی ہیں جس انداز سے وہ گاندھی اور نہرو کو للکارتے تھے اور جس بُری طرح سے گاندھی اور نہرو کا جھوٹا میٹھا کھانے والے "کانگرسی مولویوں" کے لئے لیتے تھے، یہ ان ہی کا حصہ ہے۔"

۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات میں مولانا غلام دین نے مُسلم لیگی امیدواروں کے حلقوں کے طوفانی دورے کر کے مسلم لیگ کو ہر دل کی دھڑکن بنا دیا۔ لاہور میں مسلم لیگیوں کی کامیابی نے ان کا اچھا خاصا عمل دخل ہے۔ ۱۹۴۷ء میں سر خضر حیات خان ٹوانہ (۱۹۰۰ء-۱۹۷۵ء) وزیر اعلیٰ پنجاب کے خلاف "تحریک سول نافرمانی" میں مولانا کی تقریروں نے ایک آگ لگا دی اور مسلم لیگیوں نے جیلیں بھر دیں۔

پاکستان بننے کے بعد سواد اعظم اہلسنت و جماعت کی نمائندہ تنظیم "جمعیت علماء پاکستان" میں فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم نبوت" میں دیوانہ وار حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر کے سنت یوسفی ادا کی۔ ۷۰-۱۹۶۹ء میں وطن عزیز میں سوشلزم کا فتنہ ظہور پذیر ہوا تو دوسرے علماء اہلسنت کے شانہ بشانہ انہوں نے بھی ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی سرگرم رہے۔ "فضائل درود شریف"، "فضائل امام اعظمؒ" اور "رفیق الواعظین" کے نام سے تین کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ۱۹۶۴ء میں اپنی مسجد میں "دارالعلوم جامعہ صدیقیہ" قائم کیا جس سے ہزاروں لوگوں نے اکتساب علم کیا۔

۹ر اکتوبر ۱۹۷۰ء کو شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی ثم وزیر آبادیؒ (۱۹۱۰ء-۱۹۷۰ء) کی رحلت ہوئی تو آپ ان کی نماز جنازہ میں شرکت کیلئے وزیر آباد تشریف لے گئے۔ واپسی پر اپنے محبوب دوست کی رحلت کے صدمہ سے چور چور تھے۔ زندگی کا مزا باقی نہ رہا تھا لہٰذا تین چار دن بعد ۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۰ء / ۱۳۹۰ھ بروز پیر دل کا دورہ پڑنے سے نماز ظہر کی ادائیگی کے دوران اپنی بنا کردہ "مسجد صدیقیہ" میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ سید ابو البرکات قادریؒ (۱۹۰۱ء-۱۹۷۸ء) نے پڑھائی۔ ایک لاکھ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مسجد کی جنوبی جانب مزار پُر انوار بنا جو مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کی رحلت پر دُنیائے اہلسنت میں صف ماتم بچھ گئی۔ بہت سے اخبارات اور

رسائل نے اپنے اداریوں میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ بطور اختصار صرف "جمعیت علماء اسلام" (دیوبندی تھانوی گروپ) کے ترجمان ہفت روزہ "صوت الاسلام" لاہور بابت ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۷ کا اداریہ نقل کیا جاتا ہے:۔

"ابو الحقائق علامہ پیر عبد الغفور ہزاروی اور حضرت مولانا غلام الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہما کی وفات ملت مسلمہ کیلئے ایک انتہائی اندوہگیں سانحہ ہے جس کا اظہار الفاظ و بیان میں ناممکن ہے۔

آج جبکہ ملت اسلامیہ کفر و الحاد کی مہیب قوتوں سے برسر پیکار ہے اس لئے اپنے ان دو عظیم مجاہد ساتھیوں سے محروم ہو جانا ایک ناقابل برداشت سانحہ ہے۔ کیونکہ ان ہر دو مجاہدین کی امت کو آج پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت تھی۔

ادارہ صوت الاسلام امت کے ان دونوں نامور فرزندوں کی وفات پر انتہائی اندوہگیں ہے اور دین کیلئے ان کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے خدائے قدوس کے حضور میں ان کی مغفرت کیلئے دعاگو ہے۔"

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے مندرجہ ذیل قطعہ ء تاریخ وفات کہا۔

"پاک میاں مولانا غلام دین خطیب"

۱۹۷۰ء

صد حیف وہ بھی عالم فانی سے چل دیے واعظ جو بے مثال تھے حضرت غلام دیں

لاہور لوکو شیڈ کی مسجد کے تھے خطیب رکھتے تھے سارے ملک میں شہرت غلام دیں

تحریک پاکستان کے بھی رہنما تھے آپ یوں کر گئے ہیں ملک کی خدمت غلام دیں

صابر ملا ہے غیب سے اُن کا سنِ وفات

"ہیں ماہِ علم ساکنِ جنت غلام دیں"

۱۹۷۰ء

جناب سید عارف محمود مجور رضوی گجراتی نے یوں تاریخ وفات کہی۔

"روشن طبع خطیبِ اسلام"

۱۳۹۰ھ

"سعدیِ زماں مولانا غلام الدین رحمۃ اللہ علیہ"

۱۹۷۰ء

چل دیئے ہیں جہانِ فانی سے ممدوحِ اشرفی سعیدِ زماں
خوش بیانی و خوش نوائی آہ اُن کے غم میں ہیں آج محوِ فغاں
اُن کی رحلت پہ ہم نشینوں کے ناتواں ہو گئے ہیں جسم و جاں
خادمِ قوم تھے غلام دیں واعظِ خوش نوا و سحر بیاں
معتقد اُن کا اک زمانہ تھا معترف آج بھی ہیں پیر و جواں
مسکراتی تھی اُن کے دم سے بہار بعدِ رحلت ہوئی ہے وقفِ خزاں
کہئے مجبور سالِ مرگ اُن کا
"واصلِ حق خطیبِ پاکستاں"

۱۳۹۰ھ

ماخذ

(۱) "تحریکِ پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۳۳۶۔

(۲) "خفتگانِ خاکِ گجرات" از ڈاکٹر محمد منیر سلیچ مطبوعہ گجرات ۱۹۹۶ء ص ۳۰۰۔

(۳) "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد دوم از اختر راہی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۴۴۳ تا ۴۴۴۔

(۴) "تذکرہ علماء اہلسنت لاہور" از علامہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۳۶۵۔

(۵) "وفیاتِ مشاہیرِ پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۷۵۔

(۶) "خفتگانِ خاکِ لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۹۵ تا ۲۹۶۔

(۷) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۰۳۲۔

(۸) ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" گوجرانوالہ بابت نومبر ۱۹۷۰ء ص ۳۔

(۹) ہفت روزہ "صوت الاسلام" لاہور بابت ۲۹ر اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۷۔

(۱۰) روزنامہ "مشرق" لاہور بابت ۱۳۔ ۱۴ر اکتوبر ۱۹۷۰ء۔

(۱۱) مکتوب گرامی جناب پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور بنام مؤلف محررہ ۲۶ر اگست ۱۹۹۷ء۔

(۱۲) رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص ۸۱، ۸۸۔

(۱۳) مجلہ "کہِ جو"، گولڈن جوبلی نمبر ۱۹۹۷ء، گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۲۸، ۱۹۳۔

(۱۴) "یادِ رفتگاں" جلد دوم از ستار طاہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۶۱۔

مولانا حکیم شمس الاسلام صدیقی رح

مولانا حکیم شمس الاسلام صدیقی کی ولادت ۱۹۰۵ء میں قصبہ منعم شریف ضلع جھنگ (مشرقی پنجاب، بھارت) میں ہوئی۔ نویں جماعت پاس کرنے کے بعد مسجد فتحپوری دلی میں آٹھ سال تک عربی اور فارسی پڑھی۔ ژجھنگ میں بطور طبیب ملازم رہے اور پھر قیام پاکستان تک ژجھنگ میں طبابت کرتے رہے۔ "آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس" کی ژجھنگ شاخ کے آٹھ سال تک مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ دس سال "مدرسہ خیر المعاد ژجھنگ" کی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری رہے اور اتنا عرصہ "سیرت کمیٹی" کے سیکرٹری رہے۔

آپ کو اولیاء اللہ کے عرسوں سے خاص دلچسپی رہی، لوگوں کو عرسوں میں شرکت پر آمادہ کرنے کے لئے آپ نے ایک "انجمن خدام الاولیاء" قائم کی اور دو سال تک اس کے ناظم رہے۔ آپ ژجھنگ کی "نماز کمیٹی" کے سرگرم کارکن رہے۔ تاریخ و ادب کا اعلیٰ ذوق پایا۔ ژجھنگ کے "میونسپل ہال" میں "بزم ادب" کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے مشاعرہ میں پانچ سال تک بحیثیت سیکرٹری کام کیا اور شعر گوئی سے مستفیض کیا۔

تحریک پاکستان کا دور آیا تو آپ نے اپنی تمام تر توجہیں اسی میں صرف کر دیں۔ ضلع ژجھنگ میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ جگہ جگہ دورے کر کے عوام کو تحریک پاکستان کا

حاجی صاحب ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۲ء میں "ضلع مسلم لیگ" کے سیکرٹری رہے۔ بحیثیت سیکرٹری آپ نے جو خدمات انجام دیں ان کا احاطہ کرنا ممکن ہے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں ملکر آگئے اور تین سال "انجمن صدیقیاں" کے سیکرٹری رہے۔ ۱۲ جنوری ۱۹۷۱ء کو ملتان میں رحلت فرمائی۔

حضرت صابر ردولوی قیم کراچوی نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

ہو گئے تو وہ عالم بھی جہاں سے رخصت
تھا اطبا میں بھی حاصل جنہیں اک اعلیٰ مقام
کہہ دے اے صابرِ خستہ کہ رحلت ان کا
"حامی و شہر ہیں اب خلد میں شمس الاسلام"

۱۹۷۱ء

ماخذ

(۱) "سیاستِ ملّیہ جلد اول" از پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۷۲، ۹۸ سر۔
(۲) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۹۸۔
(۳) مکتوب گرامی جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی بنام محمد صادق قصوری از کیڈٹ کالج حسن ابدال محررہ ۱۰ ار ستمبر ۱۹۷۵ء۔

مولوی فرید احمد شہیدؒ

مولوی فرید احمد کی ولادت ۱۹۲۳ء میں کاکس بازار (چٹاگانگ، مشرقی پاکستان) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ہائی سکول کاکس بازار میں حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج چٹاگانگ سے بی اے (آنرز) کیا۔ ایم اے (انگلش) اور ایل ایل بی کی ڈگریاں ڈھاکہ یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ دوران تعلیم تحریک پاکستان کے سپاہی بن گئے۔ ۱۹۴۵ء میں رمضان المبارک کی ۲۶ ویں شب کو خواب میں حضرت شاہ جلال سہلٹیؒ (م۔ ۱۳۴۷ء) کی زیارت ہوئی۔

شاہ جلالؒ نے انہیں حکم دیا، "فرید...... تم فرید احمد ہو، ہاتھ پر ہاتھ دھرے کیوں بیٹھے ہو...... ایک بہت بڑا اسلامی ملک بننے والا ہے۔ جاؤ اور جناح کے قافلے میں شامل ہو جاؤ...... تم پاکستان بنانے کے لئے ایک سو قدم چلو گے تو جنت تمہارے خیر مقدم کیلئے ایک ایک فرسخ کا فاصلہ طے کرے گی۔"

مولوی صاحب کی جب آنکھ کھلی تو ان کے ہوسٹل کے کمرے میں خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ان کے روم میٹ کی آنکھ بھی کھلی ہوئی تھی اور شاید خوشبو نے اسے بیدار کر دیا تھا۔ مولوی نے کلمہء شہادت پڑھ کر وضو کیا اور شکرانے کے نفل ادا کئے۔ اس وقت صبح کے چار بج رہے تھے، سحری کا وقت ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب نے سحری کھائی اور روزے کی

بیعت کر کے کلکتہ کو روانہ ہو گئے۔

۱۹۳۶ء میں "انجمن اتحاد طلبہ جامعہ ڈھاکہ" کے نائب صدر منتخب ہوئے۔ اسی سال "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے صدر منتخب ہوئے اور تحریک پاکستان کیلئے وقف ہو گئے۔ سلہٹ کے ریفرنڈم میں سرگرم مساعی بروئے کار لائیں۔

پاکستان بننے کے بعد گورنمنٹ کالج ڈھاکہ میں انگریزی کے استاد ہو گئے۔ ۱۹۴۸ء میں استعفیٰ دے کر کاکس بازار میں وکالت شروع کر دی۔ لیکن ان کی وکالت بہت کم چلتی تھی کیونکہ وہ موکل کی باقاعدہ تفتیش کرتے تھے کہ وہ حق پر ہے یا جھوٹا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ جب سچے موکل کی فیس لیتے تو اس کی فیس کم ہی ہوتی۔ ۱۹۵۲ء میں "نظام اسلام پارٹی" میں شمولیت اختیار کر لی۔ ۱۹۵۴ء میں مشرقی پاکستان اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں دوسری "دستور ساز کمیٹی" کے رکن رہے۔ ۱۹۵۷ء میں چندریگر (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۶۰ء) کی وزارت میں "وزیر محنت" بنائے گئے۔ ۱۹۵۸ء میں "نظام اسلام پارٹی" کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ ۱۹۶۵ء میں دوبارہ ایم این اے چنے گئے۔ یہ دور ان کی سیاست کے عروج کا دور تھا۔ انہوں نے کبھی بھی اپنی سرکاری حیثیت سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ سیاست کو انہوں نے تجارت نہیں بنایا۔ وکالت سے جو کچھ کمایا وہ سیاست پر لٹا دیا۔ ایوان میں ہمیشہ حق گوئی و بیباکی کا مظاہرہ کیا اور ایوب خان (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۷۴ء) کی آمریت کو للکارا۔

مولوی صاحب کو اسلام اور پاکستان سے عشق تھا۔ وہ درویش خدا مست اور باخدا صوفی تھے۔ اہل سنت و جماعت کے زبردست مبلغ تھے۔ جب بھی قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کیلئے اسلام آباد آتے تو گولڑہ شریف ضرور حاضری دیتے۔ لاہور آتے تو حضرت داتا گنج بخش (۱۰۰۹ء۔ ۱۰۷۲ء) اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کے مزارات پر خصوصی طور پر حاضری دیتے تھے۔ ۲۳/ اگست ۱۹۶۸ء کو "مسلمانان سلہٹ" نے مولوی صاحب کو "سفیر اہلسنت" کا خطاب دیا تھا جو ان کی خدمات کا عکاس تھا۔ ان کو انگریزی، اردو، بنگلہ، عربی، پنجابی، پشتو، سندھی، جرمن اور فرانسیسی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔

۱۹۷۰ء میں "پاکستان جمہوری پارٹی" کے نائب صدر تھے۔ دسمبر ۱۹۷۰ء کے

الیکشن میں اپنی پارٹی کے ٹکٹ پر حلقہ ۱۶۱ اچاٹگام سے قومی اسمبلی کے امیدوار تھے، مقابلے پر عوامی لیگ کے نور احمد اور کنونیشن مسلم لیگ کے ظفر عالم چوہدری تھے۔ غدار پاکستان شیخ مجیب الرحمٰن (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۷۵ء) صدر عوامی لیگ کی غنڈہ گردی اور بھارت جیسے کینہ دشمن کی پشت پناہی سے عوامی لیگ بھاری اکثریت سے جیت گئی اور محب وطن قوتیں ہار گئیں۔ عوامی لیگ کے امیدوار کے مقابلے میں مولوی فرید احمد بھی شکست سے دوچار ہو گئے۔ مشرقی پاکستان کے حالات ابتر ہوتے گئے۔ دیگر محب وطن رہنماؤں کی طرح مولوی صاحب بھی بہت پریشان تھے۔ ۱۹۷۱ء میں انہیں ''مشرقی پاکستان امن کمیٹی'' کا صدر نامزد کیا گیا۔ انہوں نے حالات کو سدھانے کے لئے پوری کوشش کی۔

۲۷ جون ۱۹۷۱ء کو رنگ پور گرلز کالج گراؤنڈ میں مقامی مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مولوی صاحب نے کہا:

> ''میں جانتا ہوں ــــ میری تقریر اخبار والے نہیں چھاپیں گے اسی لئے میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اوپر بادلوں کے اوپر کچھ سازشیں ہو رہی ہیں۔ ہمارے خلاف، آپ کے خلاف اور ان سب لوگوں کے خلاف جنہوں نے پاکستان بنایا تھا۔ پاکستان ہم نے اس لئے نہیں بنایا تھا کہ یہاں جم کر بیٹھ جائیں گے۔ ہم نے پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ پھر پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو آزاد کرائیں گے۔ ایک بڑی قوم بنے گی اور یہ قوم تمام دنیا کے مسلمانوں کو متحد کر کے ایک بڑی قوم میں تبدیل کر دے گی۔ لیکن ہمارے اس خواب کو، اس عظیم مقصد کو تباہ کرنے کے لئے سازشیں ہو رہی ہیں۔ ہوشیار ہوشیار ــــ ہوشیار!''

اس تقریر میں یہ مولوی صاحب کے آخری الفاظ تھے کیونکہ اس کے بعد وہ اپنی تقریر جاری نہ رکھ سکے۔ ان کی آواز بھرا گئی اور وہ بلک بلک کر رونے لگے۔ یہی حال حاضرین کا تھا۔

۱۴ اگست ۱۹۷۱ء کو پلٹن میدان ڈھاکہ میں عصر کے بعد ''یوم استقلال پاکستان'' کے جلسے سے مولوی صاحب نے خطاب کیا۔ ابتداء میں پلٹن میدان کے عقب

میں واقع مسجد میں کچھ ہلچل ہوئی تو مولوی صاحب نے کہا کہ "میں جانتا ہوں یہ کون لوگ ہیں اور میں ان کی خبر لینا بھی جانتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی ہلچل ختم ہو گئی۔ مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں تحریک پاکستان کے ابتدائی دنوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا:

"پاکستان، بنگال کے مسلمانوں نے بنایا ہے۔ مسلم لیگ بنانے کے لئے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی تو ڈھاکہ میں مسلم لیگ بنائی گئی۔ پاکستان کیلئے سب سے زیادہ ووٹ بنگال کے مسلمانوں نے دیئے۔ "ڈائریکٹ ایکشن ڈے" میں اگر کلکتہ کے مسلمانوں کا خون نہ بہتا تو ہرگز ہرگز انگریز اور ہندو، قائداعظم کے سامنے سرینڈر نہ ہوتے۔ آج بنگال ہی کو پاکستان توڑنے کا ذریعہ بنایا جارہا ہے۔"

تقریر کے آخر میں مولوی صاحب یوں گویا ہوئے:

"میں آپ سب کو یاد دلاتا ہوں کہ جب پاکستان قائم ہوا تو اللہ کی رحمت سے یہ ملک ۲۶ر اور ۲۷ر رمضان المبارک کی درمیانی شب کو قائم ہوا یعنی پاکستان اُس رات قائم ہوا جس رات قرآن نازل ہوا۔ یہ ایک غیبی اشارہ تھا کہ پاکستان کیوں قائم ہوا اور اُسے کن مقاصد کے لئے کام کرنا ہے لیکن ہم نے اپنا یوم منانے کے لئے اللہ کی دی ہوئی تاریخ کو ٹھکرا کر انگریزوں کی دی ہوئی تاریخ ۱۴ر اگست کو اپنا لیا اور اس طرح عوام کے ذہنوں سے تحریک پاکستان کے مقاصد کو کھرچنے کی کوشش پہلے ہی دن سے شروع کر دی تھی۔

چنانچہ اللہ نے بار بار ہمیں وارننگ دی لیکن ہم باز نہ آئے۔ اس لئے امن و سکون ہم سے روٹھ گیا۔ اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ "ہم جس قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتے ہیں اس میں پھوٹ ڈال دیتے ہیں۔ ہم جو بمبئی سے خیبر تک اور کراچی سے گوہاٹی تک ایک تھے، اب ڈھاکہ سے کاکس بازار تک بھی ایک نہیں ہیں۔ ذرا سوچئے تو یہ کیا ہے۔ یہ خدا کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں، ایک دوسرے کی عزت و آبرو کے دشمن

بن چکے ہیں۔ یاد رکھو! جب کسی قوم میں انتشار پھیل جائے تو پھر سمجھ لو
کہ وہ قوم عذابِ الٰہی میں گرفتار ہے۔"

مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ ...... اگر زندہ رہے تو آئندہ سال "یوم استقلال"، ۱۴/ اگست کی جائے ۲۷/ رمضان کو منائیں گے۔ پھر انہوں نے نعرہ لگایا۔ "اگست ہمیں بت، رمضان حوصلے جوان۔"

جلسے کے بعد مولوی صاحب سے پوچھا گیا، آپ نے آج کونسا نعرہ بلند کیا ہے؟ مولوی صاحب فرمانے لگے، "شاہ جلالؒ کل پھر میرے خواب میں آئے تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا تھا: "فرید! جاؤ لوگوں کو بتاؤ کہ اللہ اُن سے ناراض ہے کیونکہ وہ ۲۷/ رمضان المبارک کی جائے ۱۴/ اگست کے دیوانے ہیں۔" میں نے حضرت شاہ جلالؒ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب مغربی پاکستان کے دورہ پر آئے اور آخری دفعہ آئے۔ لاہور میں مشرقی پاکستان کے حالات بتاتے ہوئے بڑی دلسوزی کے ساتھ کہنے لگے:

"ایک روز میں عصر کی نماز کے بعد مصلے ہی پر بیٹھا رہا، دل بے حد افسردہ تھا، کیا اب میں کبھی مغربی پاکستان نہ جا سکوں گا؟ کیا اب کبھی علامہ اقبالؒ اور داتا گنج بخشؒ کے مزاروں پر حاضری نصیب نہ ہو گی؟ کیا اب کبھی اپنے بے شمار رفقاء اور دوستوں سے ملنا نہیں ہو گا؟ یہ سوال بار بار ذہن میں اٹھتے اور میں بے اختیار پکار اُٹھا۔ یاالٰہی! یہ تو بہت ظلم ہو گا۔"

۷/ نومبر ۱۹۷۱ء کو مولوی صاحب نے ڈھاکہ میں اپنی رہائش گاہ پر اپنی کتاب "سن بی ہائینڈ دی کلاؤڈز" (سورج بادلوں کی اوٹ میں) کی رونمائی کے سلسلے میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ تمام رپورٹروں کو ایک ایک جلد بطور تحفہ پیش کی۔ اس موقع پر انہوں نے بڑے دکھ کے ساتھ کہا کہ "مغربی پاکستان" کی قیادت یہ سوچ رہی ہے کہ "مشرقی پاکستان" جتنی جلدی الگ ہو جائے اُتنا ہی اچھا ہے۔ میں نے اُن سے کہا، "آپ مجھے مجیب سے ملا دیں میں اُس کے پاؤں پر اپنی ٹوپی رکھ کر کہوں گا کہ مفاہمت کر لو"۔ انہوں نے کہا کسی کی مجال نہیں ہے کہ "مشرقی پاکستان" پر قبضہ کر لے۔ مولوی صاحب! آپ کی ٹوپی

"مشرقی پاکستان" سے زیادہ مقدس ہے۔ اگر یہ گیا تو ہم برداشت نہیں کریں گے۔ اس سے ملاقات کا کوئی فائدہ نہیں۔"

۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کے بعد جب پاکستانی فوج نے ہتھیار ڈال دیے تو "ڈھاکہ ریڈیو اور ٹی وی" نے اعلان کیا کہ پاکستان کے حامی رہنما فوراً اپنے اپنے قریبی تھانہ میں گرفتاریاں پیش کریں۔ مولوی صاحب نے یہ کہتے ہوئے کہ اب کلمۂ شہادت کا وقت آ گیا ہے، تھانہ لال باغ ڈھاکہ میں خود کو پیش کر دیا۔ ۱۸ دسمبر کو چند طالب علم لال باغ تھانے کی حوالات سے زبردستی اپنے ساتھ لے گئے "اقبال ہال ڈھاکہ" میں۔ پولیس کے ایک سپاہی نے ان کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو طالب علموں نے ان کے سینوں کو سنگین کی نوک سے نشانہ بنایا تو وہ ایک طرف ہو گئے۔

مولوی صاحب نے کہا تھا کہ کلمۂ شہادت اس طرح ادا ہو کہ گردن پر چھری ہو اور انگلی آسمان کی طرف اٹھی ہو اور زبان پر کلمۂ شہادت جاری ہو۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۷۱ء کی صبح انہوں نے اسی انداز میں کلمۂ شہادت ادا کیا۔ مکتی باہنی کے جیالوں نے ایس ایم عبدالرب کی زیر قیادت ان پر تشدد اور انسانیت سوز سلوک کی انتہا کر دی۔ ان کی آنکھیں نکال دی گئیں لیکن وہ کلمۂ شہادت ادا کرتے رہے۔ ان کی ٹانگ کاٹ دی گئی وہ کلمۂ شہادت پڑھتے رہے۔ ان کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا وہ پھر بھی کلمۂ شہادت پڑھتے رہے۔ اور پاکستان زندہ باد کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی زبان کاٹ دی گئی اور پھر ان کی بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت نے آسمان کی طرف اشارہ کیا ـــــ "اللہ" کو پیارے ہوئے۔ یہ تھی شہادت کی موت ایک عاشقِ رسولؐ، ایک پاکستان کی دیوانے اور قائد اعظمؒ کے سپاہی کی موت"۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

پروفیسر اسرار احمد سہاروی نے مولوی فرید احمد شہید کے حضور جو خراج عقیدت پیش کیا ہے کون ہے جو پڑھ کر اشکبار نہ ہو۔

چشم دل اشکبار ہو کے رہی — فرقتِ دوست خار ہو کے رہی
زندگی باکمال تھی اس کی — موت بھی باوقار ہو کے رہی
اس کے عزم صمیم کے آگے — دشمنی شرمسار ہو کے رہی

خونِ ناحق سے اس کے خاکِ وطن ہر تن لالہ زار ہو کے رہی
زندگی اس کی اک امانت تھی جو وطن پر نثار ہو کے رہی
اس کے دشمن کی زندگی کی قبا ظلم سے تار تار ہو کے رہی
دشمنوں کی سیاہ پیشانی کس قدر داغدار ہو کے رہی
قاتلوں پر خدا کی قدرت ہے کیسی ذلت سوار ہو کے رہی
ہر ادا اس کی دوستوں کے لئے زندگی کا شعار ہو کے رہی
اس کی یہ بے مثال قربانی باغِ دیں کی بہار ہو کے رہی
اس کے ظلم و ستم کے سینے سے ہائے غم بیدار ہو کے رہی
چشمِ غم میری اس کی فرقت میں سہ توں اشکبار ہو کے رہی
یاد اس کی نہیں گئی اسرار
زندگی سوگوار ہو کے رہی

مولوی فرید احمد کے قاتلوں کو نجانے قدرت نے کیا کیا سزائیں اور اذیتیں دیں۔ ۲۷ فروری ۱۹۹۸ء کو پاکستان کے معروف صحافی محمد بدر منیر ڈھاکہ کے دورے پر گئے تو اس دوران وہ نیو مارکیٹ میں پرانی کتابوں کی دکانوں کی طرف جا نکلے۔ جہاں مولوی فرید احمد شہید کا ایک قاتل بھی پرانی کتابوں کا ڈھیر لگائے زبردست اذیت میں مبتلا تھا۔ اب اس کی داستان محمد بدر منیر کی زبانی سنئے!

"اس مارکیٹ میں ایک چھوٹے سے کھوکھے پر پرانی کتابوں اور اخبار کی ردی کا ڈھیر لگائے ایک شخص بیٹھا ہوتا ہے۔ یہ شخص گاہکوں کو سامنے دیکھ کر بھی متوجہ نہیں ہوتا تھا اس کے منہ سے رال ٹپکتی رہتی تھی اور مکھیاں اس کے چہرے پر بھنکتی رہتی تھیں۔ منہ پر شیشے کی عینک تھی۔ اور وہ ہر وقت بڑبڑاتا رہتا تھا۔ بہت غور کرنے سے اس کی بات کسی حد تک سمجھ میں آ جاتی تھی۔ وہ بس ایک فقرہ دہراتا رہتا تھا "اس کا انگلی اوپر کی طرف اٹھا ہوا ہے۔" میں نے جب اس کی بڑبڑاہٹ سنی تو پہلے مجھے حیرت ہوئی کہ وہ بنگالی ہونے کے باوجود اردو میں یہ فقرہ کیوں دہرا رہا ہے۔ مجھے اس سے دلچسپی ہوئی تو اس کے

قریب جا کر میں نے نرمی سے پوچھا "بڑے صاحب" اس کی انگلی اوپر کی طرف..... پہلے ہی لفظ پر وہ چونک پڑا اور پھر میری بات کاٹتے ہوئے کہنے لگا، "ہم تو بڑا صاحب نہیں ہے..... بڑا صاحب تو وہ تھا جس کا انگلی اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا۔"

"وہ کون تھا؟"

"وہ اب بھی رات کو آتا ہے اور ہمارا انکھی (آنکھوں) پر انگلی مار کر بولتا ہے میرا جیبھ مت کاٹو۔

وہ کون تھا؟

اس نے میرا سوال سُنا ان سُنا کرتے ہوئے کہا..... "پھر وہ بولتا ہے ہمارا جیبھ کاٹ دیا اب ہمارا ہاتھ تو مت کاٹو۔"

وہ کون تھا؟

"ہم نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا تو وہ بولنے لگا ہمارا دوسرا ہاتھ مت کاٹو"

"ہم نے اس کا جیبھ کاٹ لیا تھا وہ پھر بھی بولتا ہے، "ہاتھ مت کاٹو"

وہ کون تھا؟

وہ کون تھا؟

ہم اس کا ہاتھ تو نہیں کاٹا پھر اس کو نمکین چادر میں لپیٹ دیا۔"

میں نے ذرا سختی سے پوچھا

"پھر وہ مری گی بچے" (پھر وہ مر گیا) یہ واحد جملہ تھا جو اس نے بنگلہ میں ادا کیا تھا۔ وہ پھر بڑبڑانے لگا، "ہم اس کا ٹانگ کاٹا تو وہ بولا، "اللہ! گواہ رہنا"، ہم اس کا جیبھ کاٹا وہ بولا، "اللہ گواہ رہنا"، تو وہ اپنا انگلی آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ ہم خود سُنا اس کا انگلی بول رہا تھا..... "اللہ! گواہ رہنا"

پھر جب ہم نمک میں گیلا چادر اس کو لپیٹا تو اس کا انگلی بول رہا تھا، "اللہ! گواہ رہنا"..... اللہ! گواہ رہنا"۔

وہ شخص اب بھی بنو مار کیٹ کے علاقے میں پرانی کتابوں کی

مارکیٹ میں اپنے کھوکھے پر بیٹھا ہوا ہے اور ہر وقت ہی ہوا اتار رہتا ہے۔ "اس کا انگلی اوپر کی طرف اٹھا ہوا ہے۔"

حضرت صابر براری ثم کراچوی (۱۹۲۸ء۔ زندہ) نے اس شہید وفا کا یہ قطعہ تاریخ وفات کہا:۔

"آہ روشن خیال مولوی فرید احمد شہید"

۱۹۷۱ء

"روشن گوہر مشرقی پاکستان"

۱۹۷۱ء

حب وطن میں قربان وہ ہو گئے ہیں لیکن — غم یہ ہے کس ستم سے ان کی ہوئی شہادت
پھوڑی ہیں پہلے آنکھیں پھر کاٹے ہاتھ پاؤں — یوں مکتی باہنی نے دی ہے انہیں اذیت
وہ لیگی رہنما تھے وہ میر انجمن تھے — وہ عاشق نبیؐ تھے غمخوار ملک و ملت
فردوس میں ہو یارب اعلیٰ مقام ان کا — ہو روز حشر ان پر سرکارؐ کی عنایت

سال وفات کی ہو کر فکر تم کو صابر
کہدو "فرید احمد حق بیں باغ جنت"

۱۹۷۱ء

ماخذ

(۱) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۹۰۔

(۲) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۰۷۱۔

(۳) ہفت روزہ "زندگی" لاہور بابت ۱۲؍ تا ۱۸؍ دسمبر ۱۹۷۰ء ص ۹ اور ۲۴؍ تا ۳۰؍ مئی ۱۹۷۱ء ص ۱۵، ۱۶۔

(۴) ہفت روزہ "افق" کراچی بابت ۷ تا ۱۳؍ اگست ۱۹۸۰ء ص ۲۸ تا ۳۰۔

(۵) ہفت روزہ "ظاہر" (زندگی) لاہور بابت ۲۹؍ دسمبر ۱۹۷۵ء تا ۳؍ جنوری ۱۹۷۶ء کی جو

(۶) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، جمعہ میگزین بابت ۹؍ اکتوبر، ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۹۲ء۔

(۷) مکتوب گرامی حضرت صابرؔ براری از کراچی بنام محمد صادق قصوری محررہ ۱۲ر ستمبر ۱۹۹۷ء۔

(۸) "تذکرہ صمدیہ" از مولانا محی الدین قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء ص ۲۴،۷۸،۴۴۔

(۹) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۷ر جنوری ۱۹۷۲ء ۴ر جولائی ۱۹۷۴ء، ۱۹ر فروری ۱۹۷۶ء۔

(۱۰) روزنامہ "خبریں" لاہور بابت ۴ر فروری ۱۹۹۸ء۔ مضمون "مغربی پاکستان کا آخری شہید" از انور سدید۔

(۱۱) "تاریخ رفتگاں" جلد دوم از صابرؔ براری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۶۳۔

مولانا کرم ملیح آبادیؒ

مولانا حافظ کرم علی بن حکیم محمد حامد علی بن محمد نثار علی کی ولادت ۱۸۹۲ء میں ملیح آباد ضلع لکھنؤ (بھارت) میں ہوئی۔ والد گرامی ملیح آباد کے مشہور حکیم و بزرگ تھے اور حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ (۱۷۹۳ء۔۱۸۹۵ء) سے بیعت تھے۔ جدی پیشہ زمینداری اور مشغلہ علم دوستی اور علم پروری رہا۔

حافظ کرم علی نے ابتدائی تعلیم اپنے بہوئی علامہ مفتی محمد وصی علیؒ (سابق ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) سے حاصل کرنے کے بعد قرآن حکیم حفظ کیا۔ پھر کانپور کی مشہور دینی درسگاہ مدرسہ جامع العلوم سے تعلیم مکمل کی۔ زمانۂ خلافت میں آپ کی تعلیم آخری مراحل میں تھی۔ کمسنی میں ہی اوائلِ زمانہ حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے دستِ حق پر سعادت بیعت حاصل کر لی تھی۔

آپ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز تحریکِ خلافت سے کیا۔ فنِ تقریر پر دسترس حاصل تھی لہٰذا بہت جلد مقبول ہو گئے۔ مسلم کانفرنس، جمعیت علماء ہند (کانپور) کی ورکنگ کمیٹیوں کے رکن رہے۔ مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔۱۹۷۰ء) سے گہرے روابط تھے۔ ان کے ایماء پر ہی مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور تقسیم ہند تک "آل انڈیا مسلم لیگ کونسل" اور "یوپی مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی" کے ممبر رہے۔ کانگرس کی تردید اور مسلم لیگ کی حمایت

میں بھرپور دورے کیے، ہندوستان بھر میں مسلم لیگ کی رکن سازی اور تنظیم کے سلسلے میں نمایاں کام کیا اور اس راہ میں جو بھی مشکلات پیش آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ پریس کے ذریعے خاص طور پر مسلم لیگ کی نشر و اشاعت کا کام کیا۔

۲۵ و ۲۶ نومبر ۱۹۳۳ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دہلی زیر صدارت خان بہادر حافظ ہدایت حسین (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۳۶ء) میں آپ نے سرحد کے قبائلی علاقوں پر حکومت برطانیہ کی جانب سے بمباری کی مذمت کی اور مطالبہ کیا کہ قبائل کی آزادی کو سلب کرنے کے مسئلہ پر تشدد اور مظالم کو ترک کیا جائے۔ آپ نے اس ضمن میں "الامان" دہلی کے مالک و مدیر مولانا مظہر الدین شیر کوٹی شہید (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۹ء) کے تعاون سے اس اجلاس میں ایک قرارداد مذمت منظور کرائی جو اس سالانہ اجلاس کی قراردادوں میں سترویں نمبر پر ہے۔

جون ۱۹۳۷ء میں جھانسی سے مسلم لیگی ممبر خان بہادر حبیب اللہ کا انتقال ہو گیا تو اس نشست سے مسلم لیگ کے مقابلہ میں جمعیت علماء ہند نے بھاری قوت سے ضمنی انتخاب لڑا۔ مولانا کرم علی نے مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی کے ساتھ ڈٹ کر جمعیت علماء ہند کا مقابلہ کیا اور اسے شکست فاش سے دوچار کر کے چھوڑا۔

۱۵ر تا ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۷ء کو لکھنؤ میں قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی زیر صدارت "آل انڈیا مسلم لیگ" کا تاریخ ساز سالانہ اجلاس منعقد ہوا جسے بجا طور پر تحریک پاکستان کا نقطۂ آغاز کہا جا سکتا ہے۔ اس اجلاس میں فلسطینی مسلمانوں کی حمایت میں جو قرارداد منظور کی گئی اس کے محرک عبدالرحمٰن صدیقی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۵۳ء) اور مؤید مولانا کرم علی ملیح آبادی تھے۔ اس قرارداد کا یہ جملہ بے حد اہم تھا کہ اگر حکومت برطانیہ نے اپنی یہود نواز پالیسی ترک نہ کی تو مسلمانان ہند، مسلمانان عالم کی حمایت میں برطانیہ کو دشمن اسلام سمجھیں گے اور اپنے عقیدے کے مطابق اس کے خلاف تمام ضروری اقدامات کریں گے۔ یہ قرارداد اس سیشن کی قراردادوں میں دوسرے نمبر پر ہے اور اس کی حمایت میں نہ صرف اس کے محرک اور مؤید عبدالرحمٰن صدیقی اور مولانا کرم علی ملیح آبادی نے تقریریں

کی بیگم، ڈاکٹر صاحب، مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۳۱ء) مولانا عبد الماجد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، مولانا عبد الستار خیری (ء۔ ۱۹۳۵ء) اور حاجی سید محمد حسین (ء۔ ۱۹۶۰ء) مسٹر علی امام اور حبیب اللہ (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۸۰ء) اور ڈاکٹر شجاع اللہ (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۷۰ء) نے بھی اپنی پرجوش تقریروں سے اس کی حمایت کی۔

۲۶ اور ۲۹ دسمبر ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کا ۲۶واں سالانہ اجلاس قائد اعظم کی زیر صدارت پٹنہ میں منعقد ہوا۔ مولانا کرم علی نے اس اجلاس میں بھی پوری سرگرمی سے حصہ لیا۔ اس اجلاس میں بھی جب فلسطین کے مسلمانوں کے حق میں قرارداد منظور کی گئی اور حکومت برطانیہ سے کہا گیا کہ اگر اس نے فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنایا تو اس سے دنیا میں مستقل بدامنی اور شورش برپا ہو جائے گی تو مولانا کرم علی نے اس قرارداد کی حمایت میں پرزور تقریر کی۔ یہ قرارداد پٹنہ سیشن کی قراردادوں میں چوتھے نمبر پر ہے۔ اور اسے مولانا مظہر الدین شیر کوٹی نے پیش کیا تھا اور اس کی تائید مولانا محمد عرفان (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۳۹ء) نے کی تھی۔ قرارداد کی حمایت میں جن اکابرین نے تقریر کی تھیں ان میں مولانا کرم علی کے علاوہ سید حسین میاں آف بہار (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۶۲ء) پروفیسر عبد الستار خیری آف یوپی (ء۔ ۱۹۳۵ء) ملک سعید انور آف پنجاب (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۸۲ء) مولانا عبد الحامد بدایونی آف یوپی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) پروفیسر عنایت اللہ ملک آف پنجاب (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۶۶ء) سید رضا علی ایم ایل اے سنٹرل (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۴۹ء) اور بنگال کے مولانا محمد اکرم خان (۱۸۷۰ء۔ ۱۹۶۸ء) کا نام قابل ذکر ہے۔

۱۹۳۸ء ہی میں مولانا کرم علی نے مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۱ء) اور مولانا عبد الحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) کے ساتھ صوبہ یوپی کا بڑا تفصیلی دورہ کر کے گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ یہ دورہ کئی ہفتوں پر مشتمل تھا۔ اس طوفانی دورہ کا یہ اثر نکلا کہ مسلم لیگ، یوپی میں ایک نہایت فعال اور منظم جماعت بن گئی۔ اور ہندو کانگریس بری طرح بے عمل ہو گئی۔

اسی سال (۱۹۳۸ء) الہ آباد (یوپی) میں منعقد ہونے والی ایک صوبائی مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا کرم علی نے فرمایا:

''مسلمان کا دینی، دنیاوی پاکستان سے ملا ہوا ہے کیونکہ ہر

مسلمانوں کو ایک دستور حیات دیا ہے، ایک صاف ستھرا لباس پہننے، ایک ملک بنانے
اور ایک آئین دینے کا حکم دیا ہے۔"

"میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان ایک قدرتی مطالبہ ہے۔"

"مسلمان اس لئے پیدا ہوا ہے کہ دنیا پر قرآنی حکومت
کرے۔ اس صورت میں پاکستان کا مطالبہ بھی ایک مناسب مطالبہ
ہے۔ اگر مسلمان پاکستان حاصل کرنے کا عزم بالجزم کر لیں تو انہیں
پاکستان حاصل ہو کر رہے گا اور ضرور حاصل ہو گا۔" (انوار رضا)

۱۹۴۰ء میں آپ نے قائد اعظم کے حکم پر مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء-۱۹۷۰ء) اور نواب بہادر یار جنگ (۱۹۰۵ء-۱۹۴۴ء) کے ساتھ صوبہ سرحد کا تفصیلی دورہ کر کے [illegible] کا اعتراف ۱۹۴۶ء میں قائد اعظم نے مسلم لیگ کے جلسوں میں کیا۔

[illegible] اپریل ۱۹۴۶ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا [illegible] اجلاس حضرت قائد اعظم کی صدارت میں ہوا [illegible] نے اس اجلاس میں مولانا عبدالحامد کے ساتھ مل کر [illegible] مسلمانوں کی شہادت اور [illegible] مسلمانوں کے زخمی ہونے کے سلسلہ میں [illegible] ایک قرارداد منظور کرائی جس میں [illegible] سے مطالبہ کیا گیا کہ [illegible] کی آزادانہ تحقیقات کرائے۔ [illegible] اس قرارداد کا ذکر ہوا ہے۔

[illegible] کے بعد آپ پاکستان آنا چاہتے تھے مگر [illegible]

آپ [illegible] خوش لباس اور خوش اخلاق تھے۔ [illegible]

وہیں قلب رک جانے سے انتقال کر گئے اور اپنے وطن مالوف ملیح آباد میں سپرد خاک ہوئے۔ انتقال کے وقت یوپی مسلم لیگ کونسل کے صدر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے ممبر تھے۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

حضرت صادقؔ وارثی آف کراچی نے یہ قطعہ تاریخ کہا:

مشہور تھے مبلغ اسلام چار سو — تھے جان نثار خسرو خوباں کرم علی
تحریک پاکستان کے معمار رہنما — ملت کے غمگسار و مہرباں کرم علی
عابد تھے، متقی تھے، فرشتہ خصال تھے — وہ مرد حق وہ مرد مسلماں کرم علی
صادقؔ لکھا ہے غیب سے ان کا سن وصال
"فردوس میں ہیں لعل درخشاں کرم علی"

۱۹۷۲ء

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۰۴ تا ۲۰۵۔
(۲) "تاریخ کا ایک ورق" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۹۰ء ص ۵۳، ۱۹۲۔
(۳) "قائد اعظم اور مسلم پریس" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء ص ۱۰۷۔
(۴) "شاہراہ پاکستان" از چودھری خلیق الزماں مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۱۸۴، ۳۴۲، ۶۱۸، ۹۳۴، ۹۹۰۔
(۵) "مولانا امام یحییٰ پورا روی" از سید اشتیاق اظہر مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۸۳، ۸۴۔
(۶) ششماہی مجلہ "تاریخ و ثقافت پاکستان" اسلام آباد جلد ۱ شمارہ ۱ بابت جنوری ۱۹۹۰ء ص ۴۴۔
(۷) روزنامہ "مساوات" کراچی بابت ۱۵ اگست ۱۹۷۶ء ص ۳۔
(۸) مکتوب گرامی جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری (۱۹۲۶ء ۔ ۱۹۸۳ء) بنام محمد صادق قصوری محررہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۲ء از کراچی۔
(۹) مکتوب گرامی جناب حاجی اشرف علی (خواہر زادہ مولانا کرم علی) بنام محمد صادق قصوری محررہ ۱۲ نومبر ۱۹۷۲ء و ۲ اپریل ۱۹۷۵ء از کراچی۔

مولانا ظہورالحسن درسؔ صدیقیؒ

مولانا ظہور الحسن درسؔ صدیقی بن مولانا عبدالکریم درسؔ صدیقی (۱۸ ء۔ ۱۹۳۶ء) کی ولادت ۹؍ فروری ۱۹۰۵ء بروز جمعرات کراچی میں ہوئی۔ شجرہ نسب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت پیر سید ظہور الحسن بٹالویؒ (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۲۰ء) نے کان میں اذان کہی اور پھر اپنے ہی نامِ نامی پر "ظہور الحسن" نام تجویز فرمایا۔ والد گرامی سے معقولات اور جد امجد حضرت مولانا صوفی عبداللہ درسؔ سے منقولات کی کتابیں پڑھیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ ایف اے تک انگریزی تعلیم میں بھی دسترس حاصل کی۔ پھر ایک جادو بیان مقرر اور خوشنویس محرر کی حیثیت سے پورے ملک میں متعارف ہوئے۔

آپ نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۸ تا ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو کراچی میں سندھ مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی۔ تو اس میں اکناف واطرافِ سندھ سے حاضرین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر قابلِ دید تھا۔ اس کانفرنس میں دوسرے صوبوں کے لیڈر بھی شریک تھے۔ اس موقع پر حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) نے ایک ضیافت کا اہتمام کیا جس میں اکابرینِ سندھ کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ دورانِ ضیافت حاجی عبداللہ ہارون نے آپ کا تعارف حضرت قائداعظمؒ سے کروایا۔ قائداعظمؒ نے مسلم لیگ کا پروگرام

او منشور پیش کیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر مسلمانوں کی خدمت کا فریضہ انجام دینے کو کیا۔ چونکہ مقصد نیک اور منشور مسلمانوں کی فلاح و بہبود سے متعلق تھا اس لئے آپ نے اسی وقت اپنی جیب خاص سے ایک سو روپے نکال کر قائداعظمؒ کی خدمت میں پیش کئے اور مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان فرمایا۔ اس پر قائداعظمؒ نے مبارکباد پیش کرتے ہوئے فرط محبت سے اٹھ کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ آپ جیسے عالم دین جب ہماری جماعت میں شامل ہو گئے تو اب ہمیں سندھ میں مسلم لیگ کے روشن مستقبل کی ضمانت مل گئی ہے۔ اور پھر قائداعظمؒ نے آپ کو سندھ کی طرف سے آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کیا۔ اس کے بعد آپ نے مسلم لیگ کے جلسوں میں شرکت اور دورے شروع کر دیئے۔ اور اپنی خطابت کا جادو جگا کر مسلم لیگ کو زبردست تقویت پہنچائی۔

۲۸؍ جنوری ۱۹۳۹ء کو کراچی میں سندھ مسلم لیگ کی جنرل کونسل کا اجلاس حاجی عبداللہ ہارون کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں صوبائی عہدیداروں کا انتخاب ہوا۔ صدر: حاجی عبداللہ ہارون، نائب صدر: محمد ایوب کھوڑو، جنرل سیکرٹری: شیخ عبدالمجید سندھی، جوائنٹ سیکرٹری: پیر علی محمد راشدی، جوائنٹ سیکرٹری: آغا غلام نبی پٹھان، خزانچی: حاجی عبداللہ ہارون۔ ورکنگ کمیٹی کے لئے ۳۰ ارکان کو چنا گیا جن میں آپ بھی شامل تھے۔

۲۲؍ دسمبر ۱۹۴۰ء کو سیاسی جدوجہد کو تیز کرنے اور ہر مسلمان کو مسلم لیگ کا ممبر بنانے کے لئے "سندھ مسلم لیگ کونسل" کی کراچی میں میٹنگ ہوئی۔ اس موقع پر قائداعظمؒ بھی کراچی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس میٹنگ میں بھی آپ نے فعال کردار ادا کرتے ہوئے حصولِ پاکستان کی جدوجہد کو تیز تر کرنے کے لئے تجاویز و آراء پیش کیں۔

۱۲ تا ۱۵؍ اپریل ۱۹۴۱ء مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس حضرت قائداعظمؒ کی صدارت میں مدراس میں ہوا۔ جس میں آپ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے مسلمانوں نے جوق در جوق شرکت کر کے عظمتِ اسلام کا ڈنکا بجایا۔ یہ بڑا روح پرور منظر تھا۔ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جس کی موجوں کو روکا نہیں جا سکتا تھا۔ ہر شخص عجیب جوش اور ولولہ کا اظہار کر رہا تھا۔ ہندوؤں پر خوف و ہراس چھایا ہوا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس اجلاس میں قائداعظمؒ اور نوابزادہ لیاقت علی خاں کی تقاریر نے

مسلمانوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا، جس کو محسوس کیا جا سکتا تھا الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

۲۵ رمئی ۱۹۴۱ء کو سندھ پراونشل مسلم لیگ کا اجلاس سلطان کوٹ کے مقام پر ہوا۔ جس میں آپ کی خدماتِ جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے سندھ پراونشل مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا دوبارہ ممبر منتخب کیا۔ اس کمیٹی میں آپ کے علاوہ حاجی عبداللہ ہارون، محمد ایوب کھوڑو، شیخ عبدالمجید سندھی، جی ایم سید، محمد ہاشم گزدر، میر بندے علی خاں تالپور و دیگر حضرات شامل تھے۔

۳۱ رجولائی ۱۹۴۳ء کو ٹھٹھہ میں ضلع مسلم لیگ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں آپ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا۔ آپ کی تقریر دلپذیر نے سامعین کے قلب و جگر کو گرما کر رکھ دیا اور لوگ دیوانہ وار مسلم لیگ کے کام میں نکل پڑے اور پورے سندھ میں ایک ہلچل مچ گئی۔

تحریک پاکستان کو ہر دل کی دھڑکن بنانے کے بعد اب حصول پاکستان کی منزل بہت قریب تھی، جدوجہدِ آزادی کا خواب شرمندہء تعبیر کرنے کے لئے آپ نے "بزمِ صوفیہ سندھ" کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کے آپ سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ اس بزم کے زیر اہتمام ۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۶ء کو عید گاہ بندر روڈ کراچی میں ایک عظیم الشان "سنی کانفرنس" منعقد ہوئی جس میں مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۵۴ء) مجاہد تحریک پاکستان مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، مولانا ناصر جلالی دہلوی (ء۔ ۱۹۶۵ء) و دیگر مقتدر علمائے اہلسنت نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر حیثیت سیکرٹری جنرل سنی کانفرنس آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا، اُس میں کہا:

"پاکستان کے ہم حامی ہیں لیکن آپ سُنیں اور غور سے سُنیں، دل کے کانوں سے سُنیں، ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں قرآن حکیم کے احکامات نافذ ہوں، جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی واجب العمل ہو اور شریعت مقدسہ کے مطابق فیصلے ہوں۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں پاک لوگ بسیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ارکان اسلام کی توہین نہ ہو۔ ہم وہ پاکستان چاہتے ہیں جہاں مقابر و مساجد کی حرمت کو

ملحوظ رکھا جائے، جہاں لامذہبیت اور دہریت کی بنیادیں اکھاڑ کر پھینک دی جائیں۔ ایسے پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے اگر جان تک بھی کام آئے گی تو ہم دریغ نہیں کریں گے اور انشاء اللہ العزیز لے کر رہیں گے۔

لب پہ ساقی کے ہے جاری نام پاکستان پاک
اب کوئی دم میں ملے گا جام پاکستان پاک
میں نے پاکستان کی وہ رٹ لگائی ہے ظہور
لوگ کہتے ہیں مجھے بدنام پاکستان پاک

تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن اور پراونشل مسلم لیگ سندھ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور اہم عہدوں پر فائز رہے۔ صوبہ سندھ میں مسلم لیگ کو مقبول بنانے میں آپ کے کردار کی شہادت حکومت اور اخبارات کے فائل دیں گے۔ کراچی کی تاریخ میں بہت کم ایسے جلسے ہوئے ہوں گی جن میں قائداعظمؒ کیساتھ آپ نے تقریر نہ کی ہو۔

آپ کی زندگی قرونِ اولیٰ کا بہترین نمونہ تھی۔ جرأت و مردانگی، حق گوئی و بیباکی آپ کا طرہء امتیاز تھا اور اسلامی اصولوں کی دل و جان سے پابندی اُن کا شعار تھا۔ قائداعظم ہمیشہ کراچی میں قیام کے دوران آپ ہی کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد حسبِ دستور قائداعظمؒ نے نمازِ عید کے اوقات منگوائے مگر قائداعظمؒ بروقت عیدگاہ نہ پہنچ سکے۔ آپ نے وقت کی پابندی کے ساتھ تقریر ختم کی اور نماز عید پڑھانے کے لئے مصلےٰ پر بیٹھ گئے۔ نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء)، سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) محمد ایوب کھوڑو (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۸۰ء) ودیگر سیاسی اکابرین نے قائداعظمؒ کی آمد تک نماز میں تعطل کیلئے کہا تو آپ نے گرج کر فرمایا:

"میں ان علماء کرام و حفاظِ عظام کے علم کا احترام کروں یا جناح صاحب کا؟ میں نے جناح صاحب کو اوقات سے مطلع کر دیا تھا، میں اپنے وقت

کا پابند ہوں، اور دوسرے یہ کہ میں جناح صاحب کی نماز پڑھانے نہیں
آیا بلکہ خدائے اعظم جل جلالہ کی نماز پڑھانے آیا ہوں۔"

یہ کہہ کر صفوں کو درست کروا کر تکبیر فرمادی۔ نماز عید کے بعد احکام عید پر ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعد میں قائد اعظم جو پچھلی صفوں میں کھڑے تھے، آگے تشریف لائے اور تقریر فرمائی جس میں آپ کی جرأت ایمانی کی تعریف فرمائی اور ارشاد کیا کہ:

"ہمارے علماء کو ایسے ہی کردار کا حامل ہونا چاہیے جس کا
مظاہرہ آج مولانا اور یسی نے فرمایا ہے۔"

حضرت قائد اعظم کی رحلت کے بعد مختلف حکومتوں نے کئی مواقع پر آپ کو ڈرایا دھمکایا اور لالچ بھی دیا مگر آپ نے اپنی فقیرانہ اور قلندرانہ شان میں مگن جرأت و بے باکی سے اپنے مشن کی تکمیل میں لگے رہے۔"

دو عالی ہو گئے ہمسری ورحق کا کہہ دو
بسم اللہ نکل آئے وہ میدان عمل میں

۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو آپ بانی ارکان میں شامل تھے۔

مندرجہ ذیل کتابیں یادگار ہیں:

(۱) تعلیم تحفظ عقائد (۲) معاون للمورالحسن (۳) خون کے آنسو (۴) تحقیق الحق ابانی کو الحق وغیرہ وغیرہ۔

مذہب و ملت کی گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد آپ نے ۱۷ شوال المکرم ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۷۲ء بروز منگل بوقت عصر کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ وفات سے ایک روز قبل مادہ تاریخ وصال خود اخراج کیا:

"انکاروا شتے ان اللہ مع الصابرین"

۱۳۹۲ھ

علامہ عبد المصطفیٰ الازہری (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۸۹ء) نے نماز جنازہ پڑھائی اور پیر عراق سید القادر گیلانی (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۷۶ء) نے دعا فرمائی۔ کراچی کے قدیم قبرستان مخدوم صاحب نزد صوفی گھاٹ میں بعد نماز مغرب سپرد خاک کر دیا گیا۔

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے یہ قطعۂ تاریخ رحلت کہا:

ہوئے آہ وہ عالم دین بھی رخصت   فروزاں جن سے ہوئی تھی ہر اک مجلس
ہوا آہ صابر یہ تاریخ کہہ دو   "ظہور الحسن درس ہے زیب مجلس"

۱۹۷۲ء

ماخذ

(۱) "جدوجہد آزادی میں سندھ کا کردار" از ڈاکٹر عبدالجبار عابد لغاری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۳۵۹۔

(۲) "تحریک پاکستان میں سندھ کا حصہ" از ڈاکٹر محمد لائق زرداری مطبوعہ جامشورو سندھ ۱۹۸۶ء ص ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۵۷، ۱۹۱، ۲۰۲۔

(۳) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۲۵۔

(۴) ماہنامہ "ترجمان اہلسنت" کراچی بابت ماہ اپریل ۱۹۷۵ء ص ۳۹، اکتوبر ۱۹۷۷ء ص ۴۷۔

(۵) ہفت روزہ "افق" کراچی بابت ۱۰ ستمبر ۱۹۷۸ء ص ۹۔

(۶) مکتوب گرامی محمد اصغر درس (پسر حقیقی مولانا ظہور الحسن درس) بنام محمد صادق قصوری کراچی محررہ ۳۰ اگست ۱۹۷۵ء۔

مولانا سید حامد جلالیؒ

مولانا سید حامد جلالی بن مولانا سید امیر حمزہ (۱۸۶۰ء۔ ۱۹۰۷ء) بن سید امیر شاہ نقوی جلالی کی ولادت ۱۹۰۲ء میں قطب البلاد دہلی میں ہوئی۔ سلسلہ نسب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت (۱۳۰۸ء۔ ۱۳۸۴ء) سے ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی سید امیر حمزہ درویش عالم دین تھے۔ مدتوں ہندو کالج دہلی میں پروفیسر رہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر کی (۱۸۱۷ء۔ ۱۸۹۹ء) کے اجل خلفاء میں سے تھے۔

سید حامد جلالی نے ۱۹۱۵ء میں حافظ قاری سید احمد (ف ۱۹۴۲ء) امام عید گاہ شاہی دہلی سے حفظ قرآن کیا۔ مدرسہ عالیہ جامع فتحپوری دہلی سے تکمیل علوم کی۔ مدرسہ طبیہ دہلی سے سند حکمت حاصل کی۔ اپنے برادر بزرگ سید ناصر جلالی (ف ۱۹۶۵ء) کے ساتھ مل کر "جماعت اخوان الصفاء" قائم کی۔ متعدد جرائد مثلاً ماہنامہ "حق" دہلی "شعلہ" روزنامہ "اتحاد" اور ماہنامہ "زبان ہند" جاری کئے۔

۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور تن من دھن کی بازی لگا کر اس کی تنظیم، ترقی اور عروج کے لئے کام کیا۔ دہلی اور اس کے اکناف و اطراف میں مسلم لیگ کی دھاک بٹھادی۔ مسلم لیگ دہلی کے آپ صف اول کے لیڈروں میں سے تھے اور ویسے بھی آپ کا شمار دہلی کے ممتاز لوگوں میں ہوتا تھا۔ اتحاد عالم اسلامی کے زبردست حامی تھے۔

قیامِ پاکستان کے بعد کراچی تشریف لے آئے۔ "مجلس اتحادِ عالمِ اسلامی" کے صدر رہے۔ "جمعیت علماء پاکستان" کے سرپرست تھے۔ کراچی سے ماہنامہ "کوثر" اور ماہنامہ "علم و عرفان" جاری کیا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ "قرآن پاک" کی تفسیر اور "بخاری شریف" کی شرح یادگار ہے۔ "مجلس محبانِ علامہ اقبال" کے صدر تھے۔ علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کے بارے کئی کتابیں پُر از قلم فرمائیں۔ مثنوی مولانا روم کے شارح تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف تھے۔ ممالک اسلامیہ کا دورہ کر کے مسلمانوں میں عشقِ رسول ﷺ اور محبت اولیاء اللہ کی دولت تقسیم کی تھی۔ آپ کے والد حاجی سید ناصر جلالی بھی زبردست عالم تھے۔

آپ بہترین مقرر تھے۔ آپ کا طرزِ بیان مدلل، عالمانہ اور موثر تھا۔ اسی طرح تحریر میں بھی اپنی طرز کے مالک تھے۔ فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ اردو کی سلاست و چاشنی عجب لطف دیتی تھی۔ عربی، فارسی اور انگریزی کے ماہر تھے۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۵ء) کی تفسیر میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ کراچی میں طباعت ذریعہ روزگار تھا۔ ۳۰ اپریل ۱۹۷۳ء بروز پیر کراچی میں انتقال فرمایا۔

ماخذ

(۱) "تذکرہ اکابر اہلسنت" از مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۷۔

(۲) "حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء" از قاری فیوض الرحمن مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء ص ۶۵۔

(۳) "میرے زمانے کی دلی" از ملا واحدی دہلوی مطبوعہ کراچی طبع دوم ص ۴۲۹۔

(۴) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۵۹۔

(۵) "نزہۃ الخواطر جلد ہشتم" از حکیم سید عبد الحی لکھنوی مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۴۳۔

(۶) "علامہ اقبال اور ان کی پہلی بیوی" از سید حامد جلالی مطبوعہ کراچی اپریل ۱۹۹۶ء ص ۱۸، ۱۹۔

مولانا سید امیر الدین قدوائیؒ

مولانا سید امیر الدین قدوائی بن منشی سید وزیر الدین قدوائی وکیل (۱۸ء۔ ۱۹۳۴ء) بن سید ظہیر الدین قدوائی کی ولادت ۱۹۰۰ء میں موضع بھی ضلع بارہ بنکی (اودھ، بھارت) میں ہوئی۔ سلسلہ نسب حضرت امام حسنؓ (۶۲۵۔ ۶۷۰ء) تک پہنچتا ہے۔

ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی سکول اٹاوہ سے حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم اے، ایل ایل بی کیا۔ اور پھر علی گڑھ لاء کالج میں پروفیسر ہو گئے۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۴۷ء) کے ساتھ مل کر یونیورسٹی کو ہندو غنڈہ گردی کی آماجگاہ بننے سے روکنے کیلئے مثالی کام کیا۔ سیدنا وارث حسن شاہ لکھنویؒ سے بیعت تھی اور مولانا عبدالقادر آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) سے عقیدت و محبت۔

تحریک خلافت سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا اور علی برادران کے ساتھ بڑی محنت اور لگن سے کام کرتے رہے۔ انجمن خدام کعبہ صوبہ یوپی کے صدر رہے۔ اپنی بے لوث خدمات اور فرض شناسی کی بنا پر علی برادران سے قریبی تعلقات تھے۔ مولانا شوکت علی (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۳۸ء) تو آپ کو "مائی لیفٹیننٹ" کہہ کر خطاب کرتے تھے۔

۱۹۲۸ء میں نہرو رپورٹ کے بعد "آل انڈیا مسلم کانفرنس" بنی، جس کے صدر سر آغا خاں (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۷۳ء) اور ان کے نائب صدر حاجی عبداللہ ہارون اور علامہ

اقبال تھے۔ آپ مجلس عاملہ کے رکن بنے اور بعد میں سیکرٹری۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں آل انڈیا مسلم یوتھ کانفرنس کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔

۱۹۳۶ء میں سر راس مسعود (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۳۷ء) کے پرسنل اعزازی سیکرٹری مقرر ہوئے اور مسلم یونیورسٹی کی نشاۃ ثانیہ کیلئے کام کرتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ میں شمولیت کی۔ ۱۹۳۹ء میں ڈاکٹر سید ظفر الحسنؒ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۴۹ء) اور ڈاکٹر افضال حسین قادریؒ (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۷۴ء) کے ساتھ مل کر علی گڑھ اسکیم پیش کی جس کو بنیاد بنا کر قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) نے ۱۹۴۰ء کی قرار داد تیار کی۔ مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس لاہور کے موقعہ پر قائداعظمؒ کے حکم پر سر سکندر حیات خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۴۲ء) وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملاقات کر کے گرفتار شدہ خاکساروں کو رہا کروایا۔ یوپی مسلم لیگ میں کئی حیثیتوں سے کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں یوپی مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن رہے۔

۱۹۴۵ء میں "کل ہند جمعیت علماء اسلام" کی تاسیس کلکتہ میں ہوئی تو ڈاکٹر سید ظفر الحسن صدر شعبہ فلسفہ علی گڑھ یونیورسٹی (مرید خاص سنوسی ہند حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ) کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک اجلاس کی صدارت کی اور خطاب بھی کیا۔ ۱۹۴۶ء میں پاکستان کے جھنڈے کا ڈیزائن تجویز کر کے قائداعظمؒ کو پیش کیا جسے قائداعظمؒ نے بصد مسرت قبول و منظور فرمایا۔ قائداعظمؒ نے آپ کو "وزٹنگ کارڈ" پر دستخط کر کے دے رکھے تھے اور اجازت تھی کہ جب چاہیں ان سے مل سکتے ہیں۔

تحریک پاکستان کے دوران نواب محمد اسمٰعیل خاں میرٹھی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۴۷ء) نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) سید حسین شہید سہروردی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۳ء) سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۵۸ء) اور آئی آئی چندریگر (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۶۰ء) سے انکا قریبی تعلق تھا۔ راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) آپ کو "بھائی جان" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

پاکستان بننے پر ۱۹۴۷ء میں لاہور آ کر لاء کالج میں پروفیسر مقرر ہو گئے۔ بعد ازاں

پریکٹس شروع کر لی اور سپریم کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ رہے۔ ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی تو اس کے بانی مرکزی نائب صدر منتخب ہوئے۔ جمعیت کے مرکزی رہنماؤں مولانا سید ابوالحسنات قادریؒ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء)، مولانا عبدالحامد بدایونیؒ (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) اور خواجہ محمد قمر الدین سیالویؒ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء) سے انتہائی مخلصانہ تعلقات تھے۔ ۱۹۵۵ء میں "آل پاکستان سنی کانفرنس" کے اجلاس منعقدہ لاہور میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور کئی ایک تجویزیں اور قراردادیں پیش کیں۔

خواجہ حسن نظامی دہلویؒ (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۵ء) سے خصوصی تعلقات تھے۔ ان کے تعلیمی کاموں میں بھرپور تعاون کرتے تھے۔ ۱۹۵۰ء میں خواجہ صاحبؒ پاکستان آئے تو لاہور میں بھی نزول فرمایا۔ ۱۶ اردسمبر ۱۹۵۰ء بروز جمعہ کے روزنامچہ میں خواجہ صاحب نے آپ کا ذکر یوں فرمایا ہے:

"امیر الدین صاحب قدوائی اکثر ملنے آتے ہیں۔ یہ قدیم و جدید علوم کی مہارت کے علاوہ کمالاتِ باطن میں بھی برگزیدہ و ممتاز ہیں۔ کل میں نے ان کی نسبت استخارہ کیا تھا اور اس سے مجھے ایسی باتیں معلوم ہوئیں جو اپنے دوسرے ملنے والوں کی نسبت پہلے کبھی معلوم نہیں ہوئی تھیں۔"

قیامِ پاکستان کے بعد میاں علی محمد چشتی نظامی آف بسی شریفؒ (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۷۵ء) سے ارادت و محبت کا تعلق قائم ہو گیا تھا۔ میاں صاحبؒ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو داتا صاحبؒ کے حضور حاضری کے وقت آپ کو ساتھ لے جاتے۔ آپ اکثر اوقات عباداتِ الٰہی میں مصروف رہتے۔ حضور سید عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے بے پناہ عشق تھا۔ داتا صاحبؒ (۱۰۰۹ء۔ ۱۰۷۲ء) سے بھی بہت عقیدت تھی۔ آخری دنوں میں کراچی میں مقیم ان کے عزیزوں (بیٹے اور بیگم صاحب) نے بہت کوشش کی کہ آپ کراچی چلے آئیں مگر انہوں نے داتا صاحبؒ کے دربار سے دوری قبول نہ کی۔

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد بہت غمگین رہتے تھے۔ آپ نے دعا کرنے والوں کا ایک حلقہ بنایا تھا جس میں ہر اس قومی کام پر جسے وہ کر لیتے تھے جو پاکستان کی سلامتی کیلئے دعا کرنے کا اقرار کر لیتا۔ آپ فرماتے اپنی دعا میں یہ الفاظ بھی شامل کر لینا کہ "اے اللہ! ہمارے

ہندوستان کو پاکستان بنادے۔"

آخر سقوط ڈھاکہ کے غم کو زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکے اور ۲۱ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۷۳ء بروز منگل اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ۲۲ اگست کو ۹۷۔ ڈی۔ گلبرگ 2 نزد مسجد نوریہ سے جنازہ اٹھایا گیا۔ نماز جنازہ میں کثیر التعداد لوگوں نے شرکت کی اور گلبرگ کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔ پسماندگان میں سید انوار قدوائی جیسے نامور صحافی صاحبزادے چھوڑے۔

حضرت صابر براری آف کراچی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وفات کہا۔

ہائے اب ہو گئے ہیں نہاں ہم سے	واعظ خوش بیاں امیر الدین
تھے گل گلستان قدوائی	حیدری خاندان امیر الدین
عالم دین و جاں نثار نبیؐ	نیک نام جہاں امیر الدین
سال غم ان کا خوب ہے صابر	"رشک باغ جناں امیر الدین"

۱۹۷۳ء

ماخذ

(۱) "افکار تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۹۲، ۹۳۔

(۲) "سفرنامہ پاکستان" از خواجہ حسن نظامی مطبوعہ دہلی ۱۹۵۳ء ص ۹۹۔

(۳) "تحریک پاکستان گولڈ میڈل ۱۹۸۹ء ایوارڈ یافتگان، تعارف خدمات" مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء ص ۳۶۔

(۴) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۳۳۔

(۵) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۲۲، ۲۳ اگست ۱۹۷۳ء۔

(۶) مکاتیب گرامی جناب سید انور قدوائی محررہ لاہور ۱۱، ۳۰ر ۲۳ جولائی، ۲۰ اگست ۱۹۹۸ء۔

مولانا محمد ذاکر جھنگویؒ

مولانا محمد ذاکر بن مولانا عبدالغفور (ف ۱۹۴۶ء) بن میاں عبدالرحمن (ف ۱۹۱۲ء) بن میاں غلام محی الدین بن میاں خدایار بن میاں کریم بخش بن میاں خیر محمد بن حافظ شیخ سعد اللہ بن میاں امام الدین المعروف فقیر میاں محمدی (ف ۱۶۱۸ء) بن حافظ الہ داد کی ولادت ۱۹۰۴ء / ۱۳۲۲ھ میں قصبہ محمدی شریف تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ میں ہوئی۔ شجرہ نسب قطب شاہی کھوکھروں کے جد اعلیٰ حضرت عون المعروف قطب شاہ (۵۵۶ھ / ۱۱۶۱ء) کے واسطے سے مولا مشکل کشا شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰؓ (۵۹۹ء۔ ۶۶۱ء) تک پہنچتا ہے۔ آپ کے اجداد میں فقیر میاں محمدی (ف ۱۶۱۸ء) سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں۔

مولانا محمد ذاکر نے ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ محمدی شریف، چنیوٹ اور جامعہ عباسیہ بہاولپور اور سیال شریف ضلع سرگودھا سے حاصل کرنے کے بعد ۱۹۲۴ء میں دارالعلوم دیوبند میں اعتدال پسند مولانا انور شاہ کاشمیری (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۴ء) سے دورۂ حدیث پڑھا۔ اور پھر ضیاء الملت والدین خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۲۹ء) کے دست اقدس پر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۳۳ء میں حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کے مشورے سے چنیوٹ سے اٹھارہ میل دور جامعہ محمدی شریف

کی بنیاد رکھی اور دینی تعلیم کی خدمات انجام دینے لگے۔

تحریک خلافت سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا۔ پیرومرشد کے شانہ بشانہ انگریز حکومت کی کھل کر مخالفت کی۔ اپنی اس جرأت و بیباکی کی پاداش میں ایک سال دس ماہ داخل زنداں رہے لیکن عزم و استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ جب بھی رہا ہوتے، حکومت کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے۔

۱۹۳۱ء میں جھنگ میں "انجمن کساناں" قائم کر کے انگریزی حکومت کے جور و استبداد کے خلاف آواز اٹھائی۔ تحریک کشمیر کے سلسلہ میں بھی بھرپور جدوجہد کی۔ ایک دفعہ وفد لے کر کشمیر روانہ ہوئے مگر راستہ میں گرفتار کر لئے گئے اور تین ماہ تک اسیری کی مشقت اٹھاتے رہے۔

۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۳۸ء میں ضلع جھنگ میں مسلم لیگ کی تنظیم ہوئی تو اس کی کامیابی و کامرانی کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد سرگرم عمل ہو کر تحریک پاکستان کو ساحلِ کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے وقف ہو گئے۔ ۱۹۴۴ء میں مسلم لیگ کے باقاعدہ عہدیدار بنے اور ضلعی نائب صدر چنے گئے۔ مہر غلام فرید کپلانہ (۱۹۱۵ء۔ ء) کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا اور ۱۹۴۶ء میں مجلس عاملہ کے رکن بنے۔

تحریک پاکستان میں اپنے سود و زیاں سے بے نیاز ہو کر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے وہ ضلع جھنگ کی تاریخ کا ایک انوکھا باب ہے۔ اس دوران آپ کو جس قدر مشکلات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس کا بیان یہاں ممکن نہیں مگر آفرین اس مرد قلندر کے کہ ہر تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔

پاکستان بننے کے بعد اپنی تمام تر توجہ اپنے دارالعلوم جامع محمدی شریف پر ہی مرکوز رکھی۔ اور ۱۹۴۸ء میں اسے رجسٹرڈ کروایا۔ ۱۹۵۱ء میں پنجاب اسمبلی کے ممبر بنے۔ ۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم نبوت" میں سرفروشانہ کردار ادا کیا اور پابند سلاسل رہے۔ ۱۹۵۶ء میں دوبارہ پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۴ء میں مغربی پاکستان اسمبلی کے ممبر بنے۔ جمعیت علماء پاکستان سے آپ کا تعلق شروع ہی سے رہا۔ ۱۹۷۰ء میں جمعیت علماء پاکستان نے سیاست میں حصہ لیا تو اس کے ٹکٹ پر بھاری اکثریت سے "قومی اسمبلی" کے

رکن منتخب ہو گئے۔ جھنگ کی دوسری دونوں قومی اسمبلی کی نشستوں پر بھی جمعیت علماء پاکستان کے امیدوار صاحبزادہ نذیر سلطان اور مہر غلام حیدر بھروانہ (ف ۱۹۸۲ء) کامیاب ہوئے۔ مگر افسوس کہ مؤخر الذکر دونوں حضرات جمعیت علماء پاکستان سے بیوفائی کر کے پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے جبکہ مولانا محمد ذاکر تازیست اپنی جماعت سے وابستہ رہے۔ اور ڈٹ کر اسمبلی کے اندر اور باہر پیپلز پارٹی کا مقابلہ کرتے رہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آپ نے کبھی بھی کسی سے جائز ووٹ نہیں مانگے بلکہ اپنے جھونپڑے میں بیٹھے رہے۔ عوام چونکہ آپ کے خلوص، زہد و تقویٰ اور جذبہ خدمت سے واقف تھے اس لئے انہیں ہر بار بغیر کسی تیل وجہت کے کامیاب کیا۔ آپ کی فرض شناسی کا یہ عالم تھا کہ انتہائی علالت کے باوجود "وہیل چیئر" پر بیٹھ کر قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت فرماتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں دوبارہ تحریک "ختم نبوت" چلی تو آپ نے شدید علالت کے باوجود سرگرمی سے حصہ لیا اور قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش کی۔ قرارداد میں کہا گیا کہ قادیانیوں کے عقائد آئین کی دفعہ ۴۳ جدول سوم سے متصادم ہیں۔

آپ نے اسمبلی کے اندر اور باہر مقام مصطفیٰؐ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ کیلئے کوشش کیں۔ آپ کی یادگار جامعہ محمدی شریف، پاکستان کی عظیم درس گاہوں میں سے ایک ہے جہاں طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ایم اے تک انگریزی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک ماہنامہ "الجامعہ" بھی محمدی شریف سے نکلتا ہے جس میں عالم اسلام کے مسائل پر سیر حاصل تبصرہ ہوتا ہے۔

آٹھ سالہ طویل علالت کے بعد آپ کی رحلت ۳ر ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۱۹۷۶ء بروز جمعرات ساڑھے نو بجے صبح ہوئی۔ ۴ بجے سہ پہر آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔ وفات کی خبر آناً فاناً تمام ملک میں پھیل گئی۔ عوام کے علاوہ حکومت کے ایوانوں میں بھی سوگ منایا گیا۔ ملک بھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ کیوں نہ بچھتی کہ:

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

آپ کی وفات حسرت آیات پر متعدد اخبارات ورسائل نے اپنے اداریوں کالموں میں بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ ۲۷ر نومبر

۷۶ ۱۹ء کا اداریہ درج ذیل ہے :۔

"مولانا محمد ذاکر صاحب بانیء جامعہ محمدی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا موصوف نے اپنی زندگی میں مسلمانوں کی جہد آزادی اور طلب حقوق کی بہت سی تحریکیں دیکھیں اور اُن میں جوش و سرگرمی سے حصہ لیا۔ وہ اپنے اوضاع و اطوار میں بزرگان سلف کا نمونہ تھے۔ اور مسلمانوں کی دینی تعلیم کیلئے دل میں بڑی تڑپ رکھتے تھے۔ جھنگ جیسے پسماندہ ضلع میں انہوں نے جامعہ محمدی کی بنیاد رکھی۔ کالج تعمیر کرایا۔ اور اس سلسلے میں اتنی محنت اور تگ و دو سے کام لیا کہ اپنی صحت بھی قربان کر دی۔ اُن کی خواہش تھی کہ کسی طرح جامعہ کو یونیورسٹی کا درجہ مل جائے لیکن وہ یہ حسرت دل میں لئے دنیا سے اٹھ گئے۔ تعلیم کے علاوہ بھی وہ مسلمانوں کی ہر جہتی صلاح و فلاح کا خیال رکھتے تھے۔ ان کا مزاج اگرچہ سیاسی نہ تھا تاہم وہ اپنے حلقہء انتخاب سے صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے اور آج کل وہ قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ صحت جواب دے چکی تھی، چلنے پھرنے سے معذور تھے، لیکن شوق خدمت کا یہ حال کہ پہیوں والی کرسی پر بیٹھ کر ایوان میں آتے اور حق نمائندگی ادا کرتے۔ اسی برس تک اس دنیائے آب و گل کی سرد و گرم چکھ کر ۲۵ ر نومبر کو وہ اس جہان فانی سے عالم بقا کو سدھارے۔ اُن کی جدائی کو پورے ملک میں محسوس کیا گیا۔ اور اکابر پاکستان نے اپنے غم و رنج کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات آخرت میں بلند کرے اور قوم اور حکومت کو توفیق دے کہ وہ ان کے قائم کئے ہوئے تعلیمی اداروں کی نگرانی اور ان کی بہتری کا اہتمام کر سکیں۔ ہم ان کے پسماندگان کے حق میں صبر جمیل کی دعا کرتے ہیں۔"

آپ کی رحلت پر بہت سے شعراء نے قطعات تاریخ وفات کہے۔ جناب طارق سلطانپوری نے مندرجہ ذیل قطعہ کہا۔

"محمد رسول اللہ کا ذاکر"

۱۳۹۶ھ

فقر و عرفاں کی حق نے اسے بخشی دولت — پیکر علم و عمل تھا وہ مجسم قسمت

"دین وملت کی ضیا[۱]" ہے جو اسی سے معروف — اس سے حاصل تھا اسے شرف و کمال رفعت

جہد آزادی میں بھرپور تھا کردار اس کا — صدق و اخلاص سے کی لیگ کی اس نے نصرت

اس کی گرویدہ دل و جان سے تھی خلق خدا — ہر الیکشن میں فتح مند تھا وہ باعظمت

اور پھیلایا علوم نبوی کا اس نے — عمر بھر کرتا رہا دین نبیؐ کی خدمت

اس کی درویشی و بے لوثی کی دنیا ہے مقر — فخر عالم تھا وہ شیدائی کتاب و سنت

اس کی خدمات جلیلہ کی ملے اس کو جزا — اس کی تربت ہو خیابان ریاض جنت

اس کا ازروئے "یگانہ" کہا طارق نے وصل

"ایک انسان تھے کیسے فرشتہ سیرت"

۱۰+۱۹۶۶=۱۹۷۶ء

۱؎ حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صابر براری مرحوم کراچوی نے یوں تاریخ کہی:

وہ مرد مجاہد وہ درویش ذیشاں — جدا ہو گئے آہ مولانا ذاکر

شریعت کے حامل طریقت کے عامل — حقیقت سے آگاہ مولانا ذاکر

وہ اکثر اسمبلی کے ممبر رہے ہیں — تھے یوں صاحب جاہ مولانا ذاکر

ندا آئی صابر کو سال رحلت

"ہیں جنت میں اب شاہ مولانا ذاکر"

۱۹۷۶ء

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۳۴ ۔ ۲۳۵۔

(۲) "تاریخ جھنگ" از بلال زبیری مطبوعہ جھنگ ۱۹۷۶ء ص ۳۶۴، ۳۵۳، ۴۲۶، ۵۱۹۔

(۳) "تجلیات مہر پیرِ کامل" از شیخ ... مطبوعہ ملتان ۱۹۹۰ء ص ۲۲۹۔
(۴) "جامع اسرار العلماء" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۴۱ تا ۴۲۔
(۵) "آثارِ ذاکر" از حضرت علی احمد ... مطبوعہ جامع محمدی شریف (جھنگ) ۱۹۹۰ء ص ۸۰ تا ۸۸۔
(۶) "حضرت لالہ" از شیخ محمد سعید احمد ایڈووکیٹ مطبوعہ جھنگ ۱۹۸۱ء ص ۳ تا ۱۸۳، ۱۸۶، ۱۹۰، ۱۹۲۔
(۷) "اولیائے مشائخ پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۴۴۔
(۸) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۲۶ تا ۲ / نومبر ۱۹۹۶ء۔
(۹) "تحریک جامعہ محمدی شریف" از مولانا سید محمد حسین ہاشمی جامعہ محمدی شریف (جھنگ) ۱۹۶۳ء تعداد صفحات۔

مولانا حکیم محمد انور بابریؒ

مولانا حکیم محمد انور بابری بن حکیم محمد شریف بابری (ف ۱۹۷۰ء) کی ولادت ۱۹۲۲ء میں لاہور میں ہوئی۔ ۱۹۴۴ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی اے کرنے کے بعد "زبدۃ الحکماء" کی سند حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو دینی تعلیم سے بھی آراستہ کیا۔ والد ماجد کے ساتھ "دواخانہ رفیق صحت" متصل برکت علی اسلامیہ ہال بیرون موچی دروازہ لاہور اور یونانی طبی بورڈ میں لاہور رکن کام کرتے رہے اور ان ہی سے طب یونانی اسلامی میں مہارت تامہ حاصل کی۔

دور طالب علمی میں مجاہد ملت مرد سیاست مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔ اور تحریک پاکستان میں گرانقدر خدمات سر انجام دیں۔ جیسا کہ مجاہد ملت اپنے ایک مکتوب بنام جسٹس (ر) ذکاء الدین پال محررہ ۲۰ مارچ ۱۹۹۷ء میں رقمطراز ہیں۔

> "حکیم محمد انور بابری صاحب کے ساتھ میرا تعلق ۱۹۳۶ء میں ہوا جب وہ اسلامیہ کالج لاہور میں ایف اے کے طالب علم تھے۔ اسی سال حضرت علامہ اقبال کے مشورہ اور رہنمائی سے ہم نے "آل پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" قائم کی۔ ابتدائی دور میں شیخ انوار الحق مرحوم سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان، میاں محمد

شفیع صاحب (م ش) اور عبدالحمید نظامی صاحب ۳۳-۱۹۳۲ء میں یکے بعد دیگرے "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے صدر رہے۔ ۱۹۳۸ء میں مجھے صدر منتخب کیا گیا۔ حکیم محمد انور بابری صاحب فیڈریشن کے سرگرم کارکن اور آفس سیکرٹری رہے۔ ۱۹۴۱ء میں اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں "نوی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" نے "پاکستان کانفرنس" منعقد کی تو بابری صاحب نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۹۳۹ء میں ہم نے "نوی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی جانب سے "خلافت پاکستان اسکیم" پیش کی۔ ۱۹۴۰ء میں جب آل انڈیا مسلم لیگ نے "لاہور ریزولیشن" پاس کیا تو اسی دوران ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو ہم نے راجہ محمود آباد امیر احمد خان صدر "آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی زیر صدارت حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور میں "خلافت پاکستان کانفرنس" منعقد کی۔ سردار اورنگ زیب خان اور چوہدری خلیق الزمان صاحبان نے اس کانفرنس میں خطاب کیا۔ حکیم محمد انور بابری صاحب اس کانفرنس کے پروپیگنڈہ سیکرٹری تھے۔

۱۹۴۱ء میں "نوی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے زیر اہتمام "پاکستان کانفرنس" میں قائد اعظم کی صدارت میں "آل پاکستان رورل پروپیگنڈہ کمیٹی" قائم ہوئی جس کا سیکرٹری مجھے مقرر کیا گیا۔ حکیم محمد انور بابری صاحب اس کمیٹی کے رکن تھے۔ ۱۹۴۶ء میں حکیم صاحب پنجاب مسلم لیگ کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور دیہات میں مسلم لیگ کی تنظیم میں میرے ساتھ کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۱ء میں برٹش گورنمنٹ نے سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب، مولوی سر اے کے فضل الحق وزیر اعظم بنگال، سر سعد اللہ خان وزیر اعظم آسام، سر سلطان احمد خان اور بیگم جہاں آرا شاہنواز (جو آل انڈیا مسلم لیگ

ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے انکو قائداعظم کی رضامندی کے بغیر "جنگی ڈیفنس کونسل" کا ممبر بنا لیا۔ حالانکہ قائداعظم نے جنگی سرگرمیوں میں تعاون سے انکار کر دیا تھا بعد مطالبہ پاکستان منظور کرنے کی حکومت پر شرط عائد کر دی۔ پنجاب اور بنگال میں اس کے خلاف ایجی ٹیشن شروع ہوا۔ پنجاب میں "پاکستان رورل پروپیگنڈہ کمیٹی" نے اس احتجاجی ایجی ٹیشن میں بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ ہم نے لاہور اور فیصل آباد میں "جنگی ڈیفنس کونسل" میں شامل ارکان کے خلاف ایجی ٹیشن کیا اور ان کے خلاف تادیبی کاروائی کا مطالبہ کیا۔ اس ایجی ٹیشن میں حکیم محمد انور بابری نے سرگرم حصہ لیا اور کانفرنسوں میں شریک رہے۔

۱۹۴۶ء میں خضر وزارت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک میں نواب افتخار حسین ممدوٹ صدر پنجاب مسلم لیگ کی گرفتاری کے بعد شیخ صادق حسن نائب صدر نے تحریک کی قیادت کی۔ ان کی گرفتاری کے بعد میاں عبدالباری صاحب ڈکٹیٹر مقرر ہوئے۔ یہ گرفتار ہوئے تو مجھے تحریک کا ڈکٹیٹر صدر مقرر کیا گیا۔ میری گرفتاری کے بعد مولوی محمد ابراہیم علی چشتی صاحب ڈکٹیٹر مقرر ہوئے اور ساٹھ ہزار کا جلوس لے کر گرفتاری پیش کی۔ حکیم محمد انور بابری صاحب بھی اس تحریک میں گرفتار ہوئے۔ القصہ حکیم محمد انور بابری صاحب نے بحیثیت "ممبر ورکنگ کمیٹی پاکستان رورل پروپیگنڈہ کمیٹی"، بحیثیت "ممبر پنجاب مسلم لیگ کونسل"، بحیثیت "آفس سیکرٹری دی پنجاب مسلم لیگ خلافت پاکستان گروپ" نمایاں خدمات سرانجام دیں۔"

۱۹۴۷ء میں "مسلم لیگ خلافت پاکستان گروپ" قائم ہوا تو حکیم صاحب اس کے آفس سیکرٹری تھے۔ انہوں نے خلافت پاکستان گروپ کی طرف سے کافی لٹریچر شائع کیا۔ پاکستان بننے کے بعد مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے شانہ بشانہ گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۱ء میں مولانا نیازی نے "تحریک خلافت پاکستان" تشکیل دی تو حکیم صاحب

ان کی مرکزی انتخابیہ کے رکن رہے۔

۱۹۵۳ء کی "تحریک ختم نبوت" میں آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کر کے ناموس رسالت کا حق ادا کیا اور مولانا نیازی کے ساتھ شاہی قلعہ لاہور میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ کیا مجال کہ پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لرزش آئی ہو۔ حکیم صاحب، مجاہد ملت مولانا نیازی کے جگری دوست اور دست راست تھے۔ مولانا نیازی کے خلاف مقدمات عدالت سے لے کر ایم پی، ایل، او کے تحت چلنے مقدمات سب کی وہی پیروی کرتے رہے۔ بڑے نڈر، بے باک اور جری انسان تھے۔ جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔

حکیم صاحب نے فرید العصر حضرت میاں علی محمد خان آف بسی شریف (۱۸۸۱ء۔ ۱۹۷۵ء) کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (۱۹۱۰ء۔ ۱۹۹۸ء) سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ ان کے باوقار، باریش اور روشن چہرے کو دیکھ کر ایمان تازہ ہو جاتا تھا۔ ایک زاہد مرتاض اور عابد شب زندہ دار تھے۔ شب و روز اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ اور ہر وقت ذکر الٰہی اور درود شریف سے زبان تر رکھتے تھے۔ راقم الحروف کو ان کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔

حکیم صاحب کی وفات حسرت آیات یکم ربیع الاول ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۷۷ء بروز اتوار ہوئی اور قبرستان میانی صاحب لاہور میں والد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ کئی ایک شعراء نے قطعات تاریخ وصال کہے جو درج ذیل ہیں:

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے یہ قطعہ تاریخ کہا:

حکیم طب وہ باری صاحب ہائے افسوس آج ہم میں نہیں
تھے ترحم علی محمد سے چشتیہ سلسلے کے تھے وہ امیں
عشق سرکارؐ اور حبؐ وطن تھا یہی ان کا دین اور یقیں
زندگی بھر رہی یہی کاوش ملک میں ہو نفاذ شرع متیں

کہئے صابرؔ یہ مصرعہ تاریخ

"جان انور حکیم خلد بریں"

۱۳۹۷ھ

سید عارف محمود مجور رضوی گجراتی نے بھی تاریخ کہی۔

چھوڑ کر تنہا ہمیں دنیا سے ہیں رخصت ہوئے سن کے پیغام اجل آہ! انور باری
خدمت قوم و وطن تھا ان کا دستور حیات وقف خدمت تھے وہ ہر پل آہ! انور باری
قائد تحریک پاکستان میں بھی تھے وہ بالیقیں تھے سراپا فرد اکمل آہ! انور باری
دوستی کے کوئی سیکھے ان سے آداب حسیں آج ہے محفل میں ہلچل آہ! انور باری
ان کو تھی از حد ارادت در گہ بسی کے ساتھ ایک تھے چاہت کی کونپل آہ! انور باری
آج علامہ نیازی بھی ہیں بے شک رات دن آپ کی فرقت میں بیکل آہ! انور باری

بے سر القا کو مجور یہ سال وفات
"فخر ملت بے بدل" آہ! انور باری
-۱=۱۳۹۷ھ

ماخذ

(۱) "وے صورتیں الٰہی" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۲۔

(۲) "خفتگان خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۲۳۔

(۳) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد مطبوعہ ۱۹۹۰ء ص ۲۲۔

(۴) "مجاہد ملت" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۵۳، ۶۸، ۱۰۴، ۱۳۸، ۱۴۳، ۲۰۱۔

(۵) "یاران مکتب" جلد اول از بید ار ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۲۸۸۔

(۶) ماہنامہ "نقوش" "لاہور"، "لاہور نمبر" بابت فروری ۱۹۶۲ء ص ۸۳۰۔

(۷) ہفت روزہ "الہام" "بہاولپور"، "مجاہد ملت ایڈیشن" بابت ۲۸ رمئی ۱۹۸۷ء ص ۱۰۵، ۱۰۸، ۱۵۶، ۱۵۷۔

(۸) مکتوب گرامی مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بنام جسٹس ریٹائرڈ ذکی الدین پال محررہ از لاہور مورخہ ۲ رمارچ ۱۹۹۷ء۔

(۹) مکتوب گرامی جناب مودود علی باری پسر حقیقی حکیم محمد انور باری بنام محمد صادق قصوری از لاہور محررہ ۲۶ رجولائی ۱۹۹۷ء۔

(۱۰) "تاریخ رفتگاں" جلد دوم از صابر براری، کراچی ۱۹۹۸ء ص ۸۰۔

مولانا شاہ محمد عارف اللہ میرٹھیؒ

مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری بن مولانا حکیم شاہ محمد حبیب اللہ قادری رضوی (۱۸۸۷ء۔۱۹۴۸ء) بن مولانا شاہ محمد عظیم اللہ (۱۸ ء۔۱۹۱۲ء) کی ولادت باسعادت ۱۴ر شوال المکرم ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۹ر اکتوبر ۱۹۰۹ء بروز جمعۃ المبارک میرٹھ (انڈیا) میں ہوئی۔ یہ وہی میرٹھ ہے جسے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں سب سے پہلے انقلابی شہر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری نے ابتدائی تعلیم مدرسہ لدلو الاسلام، مدرسہ قومیہ عربیہ اور انتہائی کتب میرٹھ کی قدیم درسگاہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں پڑھیں۔ ۲۵ر نومبر ۱۹۳۳ء کو آپ کی دستار بندی ہوئی۔ بعد ازاں عربی، فارسی اور انگریزی کے امتحانات الہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد خاندانی دستور کے مطابق والد گرامی کے حکم پر جامع مسجد خیر المساجد میرٹھ میں خطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ تبلیغی دورے کر کے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کیا۔ اندازِ تقریر مبلغ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم میرٹھیؒ (۱۸۹۳ء۔۱۹۵۴ء) سے سیکھا اور جلد ہی ایک نامور مقرر کی حیثیت سے معروف ہو گئے۔ کچھ مدت کے بعد شہر کے کئی اداروں اور انجمنوں کے سرپرست اور رکن بن گئے۔

۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۳۶ء) کے دست حق پر بیعت کر کے تاج خلافت حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ احمد رضا خاںؒ (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۱ء) کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہونے کیلئے ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء میں والد گرامیؒ کے ہاتھ پر بیعت کر کے تمام رضوی اوراد و معمولات کی اجازت پائی۔

تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ نواب محمد اسمٰعیل خاں (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۵۸ء) نے ضلع میرٹھ میں مسلم لیگ کی تنظیم کی تو آپ نے فعال کردار ادا کیا۔ اور ضلع بھر میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ پھر مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچانے کیلئے ۲۵ر نومبر ۱۹۴۵ء کو میرٹھ میں سنی کانفرنس کا اہتمام فرمایا۔ ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۵ء کو مسلم لیگ کی حمایت میں ایک عظیم الشان کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے بمبئی میں فرمایا کہ:۔

"ہندو مسلم اتحاد بالکل ناممکن ہے۔ ہم ایسا علیحدہ وطن چاہتے ہیں جہاں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصولوں پر حکومت قائم کی جائے گی۔"

نواب محمد اسمٰعیل خاں صدر مسلم لیگ یوپی کی زیر قیادت شہری مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ منعقدہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۴۵ء یکم تا ۲ر جنوری ۱۹۴۶ء کو مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے جو خطبہ پڑھا وہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے "۱۸۵۷ء سے لے کر تحریک پاکستان تک مسلمانوں کی جدوجہد آزادی" پر روشنی ڈالی۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس کی کامیابی کیلئے آپ نے صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء) اور حضرت محدث اعظم کچھوچھوی (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۶۱ء) کی معیت میں یوپی، سی پی، بہار، پنجاب اور بنگال کے دورے کئے۔ اس کانفرنس نے تحریک پاکستان کو ایک نئی روح بخشی۔ پھر مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) اور مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی (ء۔ ۱۹۶۴ء) کی رفاقت میں آل انڈیا مسلم لیگ

کے جلسوں، کانفرنسوں اور بعض مشاورتی مجلسوں میں شرکت کرتے رہے، حتیٰ کہ پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔

۱۹۴۹ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ و زیارت روضہ اقدس حضور سید عالم ﷺ سے مشرف ہوئے۔ جب واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ تحریک پاکستان میں حصہ لینے اور مسلم لیگ کا سرگرم رکن ہونے کے جرم میں گرفتاری کا حکم صادر ہو چکا ہے۔ اطلاع ملتے ہی صرف جائداد کے کاغذ لے کر دہلی پہنچے اور براستہ بمبئی بذریعہ بحری جہاز ۱۹۵۰ء میں پاکستان آگئے۔ کچھ عرصہ کراچی اور خوشاب میں رہنے کے بعد راولپنڈی میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہو گئے۔

راولپنڈی میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا اور ملک کے طول و عرض میں تبلیغی دورے بھی کرتے رہے۔ ۱۹۵۱ء میں جمعیت علمائے پاکستان راولپنڈی کے صدر منتخب ہوئے اور تازیست اس عہدہ پر فائز رہے۔ "دارالعلوم احسن البرکات" کا اجراء کیا۔ مارچ ۱۹۵۳ء میں ماہنامہ "سالک" جاری کیا جو بفضلِ خدا بارہ سال تک مذہب و ملت کی گرانقدر خدمت کا فریضہ ادا کرتا رہا۔

۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوت میں جرأت مندانہ کردار ادا کیا اور قید و بند کی صعوبتوں سے بھی نبرد آزما رہے۔ ۲۴ر اگست ۱۹۵۹ء کی ایوبی مارشل لاء کے نفاذ پر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر جی ایم یزدانی ملک کے نامناسب رویے کی بنا پر مرکزی جامع مسجد راولپنڈی کی خطابت سے مستعفی ہو گئے۔ ملک کے طول و عرض سے خطابت کی پیشکشیں ہوئیں لیکن آپ نے باصرار جامع مسجد واہ فیکٹری میں خطابت منظور فرمائی جو آخر تک جاری رہی۔ (یاد رہے کہ یزدانی ملک ڈپٹی کمشنر راولپنڈی کو قدرت نے ایسی گرفت کی کہ وہ یحییٰ خاں کی دور میں اپنی بد اعمالیوں کی بنا پر تین سو تیرہ افسروں کے گروپ میں کمال بے عزتی سے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا۔) ۱۹۶۵ء میں متاثرین و مجاہدین کشمیر کے لئے امدادی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اندرون ملک دوروں کے علاوہ آپ نے بیرون ممالک بھی تبلیغی دورے کئے۔ ۱۹۶۸ء میں بغداد، نجف اشرف، کربلا، اور کاظمین سے ہوتے ہوئے انگلستان پہنچے اور آٹھ ماہ قیام فرما کر پورے ملک میں خطاب کیا اور لاتعداد عیسائیوں نے آپ کے دست حق پرست

پر اسلام قبول کیا۔ ۲۱ر اپریل ۱۹۷۴ء کو دوبارہ ورلڈ اسلامک مشن کی کانفرنس میں شرکت کی اور اگست تک مختلف شہروں اور قصبوں میں تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔

مارچ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں پیپلز پارٹی کی بے مثال دھاندلی کے بعد "تحریک نظام مصطفیٰ" چلی تو آپ نے اس میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی سال جنرل ضیاء الحق (۱۹۲۴ء۔ ۱۹۸۸ء) کی مارشل لاء حکومت نے آپ کو رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین منتخب کیا۔

مذہب و ملت کی گرانقدر خدمات انجام دینے کے بعد آپ نے ۳۰ر ربیع الاول ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۸ر فروری ۱۹۷۹ء بروز بدھ راولپنڈی میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ثم لاہوری نے پڑھائی۔ حضرت صابر براری ثم کراچوی نے قطعہ ء تاریخ کہا ۔

رخصت ہوئے جہاں سے جادو بیاں مقرر ۔۔۔ مغموم اس لئے ہیں پیرو جوان کیئے
تھا عالمان دین میں اعلیٰ مقام اُن کا ۔۔۔ تھی منفرد جہاں میں حضرت کی شان کیئے
گزری ہے عمر اُن کی تبلیغ دینِ حق میں ۔۔۔ دین مبین کا اُن کو روشن جہان کیئے
وہ ہر جگہ ہماری کرتے تھے پیشوائی ۔۔۔ حضرت کو اہل حق کا اک ترجمان کیئے
صابر اگر ہے فکر تاریخِ سال رحلت
"مولانا عارف اللہ جنت نشان کیئے"

۱۳۹۹ھ

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۰۲ تا ۱۰۴۔

(۲) "وفیاتِ مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۲۸۔

(۳) "تاریخ رفتگاں" از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۱۸۸ تا ۱۸۹۔

(۴) "اذکار راولپنڈی ڈائریکٹری ۱۹۶۲ء" مرتبہ سید غلام مصطفیٰ خالد گیلانی مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۶۲ء ص ۶۴۰۔

(۵) "اذکار حبیب رضا" از شاہ عارف اللہ میرٹھی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۹۰۶۔

(۶) "تعارف علمائے اہلسنت" از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۲۹ تا ۱۳۲۔

(۷) "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد اول از اختر راہی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۴۴۲ تا ۴۴۶۔

(۸) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۸ء ص ۹۳۹۔

(۹) ہفت روزہ "افق" کراچی بابت ۱۳/ مارچ ۱۹۸۰ء ص ۳۴ تا ۳۶۔

(۱۰) متعدد روزنامے۔

مولانا محمد مطیع الرضا خاں قادری

مولانا محمد مطیع الرضا خاں قادری بن حکیم احمد رضا خاں کی ولادت سوتیہ ضلع بدایوں
ضلع مرادآباد (یوپی، بھارت) کے ایک علمی گھرانے میں ۱۳۳۶ھ / ستمبر ۱۹۲۳ء کو ہوئی۔ بچپن
میں والد گرامی کا انتقال ہو گیا تو والدہ ماجدہ نے تعلیم دلائی۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ اور بریلی
شریف سے حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد امجد علی مؤلف بہار شریعت
([illegible])، مفتی محمد اعجاز ولی خاں رضوی (۱۹۱۳ء / ۱۹۷۳ء) اور مولانا
حامد المصطفی الازہری ([illegible]) شامل ہیں۔ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی
([illegible]) سے شرف بیعت حاصل کیا۔ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا
بریلوی ([illegible]) سے سند حدیث اور اوراد و وظائف اور سلسلہ رضویہ کے تمام
سلاسل کی اجازت مرحمت ہوئی تھی۔ ۱۹۴۳ء میں جامعہ طبیہ لکھنؤ سے حکیم حاذق کی سند
حاصل کی۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ رضا تخلص کرتے تھے۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ [illegible] ستمبر ۱۹۴۳ء کو پاکستان
مسلم لیگ بدایوں کے جنرل سیکرٹری منتخب کیے گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی [illegible]
بدولت "بدایوں" میں مسلم لیگ سرگرم ہو گئی [illegible] مسلم لیگ کی
[illegible] سیاست [illegible] کے اعلیٰ حلقوں تک [illegible] مسلمانوں کو [illegible]

میں شامل ہونے سے باز رکھنے کے لئے کوششیں تیز تر کر دی گئیں۔ ہندوؤں نے دارالعلوم دیوبند کے پرنسپل مولانا حسین احمد مدنیؒ (۱۸۷۹ء سے ۱۹۵۷ء) کو خصوصی طور پر مدعو کیا اور ایک بہت بڑے جلسے کے انعقاد کی بھرپور کوشش کی گئی۔ لیکن مولانا شفیع الرحمان اور ان کے مخلص اور بے لوث ساتھیوں کی شب و روز مساعی رنگ لائیں اور جلسہ گاہ میں ہندوؤں کو ان کی توقعات کے بالکل برعکس حالات دیکھنے پڑے۔ اس واقعہ سے کافر سیاستدانوں کی امیدیں پست ہو گئیں اور لوگوں میں مسلم لیگ کی آواز خوب کھل کر سامنے آگئی۔

تحریک پاکستان کے ان ایام میں آپ نے اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ انتھک محنت سے کام کیا۔ ایک ایک دن میں کئی کئی جلسوں سے خطاب کیا اور مختلف شہروں میں عوام کی رائے کو ہموار کیا۔ اسی دوران ایک ہندو لیڈر نے آپ سے سوال کیا کہ "آپ بھی پاکستان کے لئے اس قدر تگ و دو کر رہے ہیں لیکن کیا کبھی سوچا کہ پاکستان اس علاقہ (یوپی) میں تو نہیں ہوگا، مسلم اکثریت کے علاقوں میں۔" آپ نے جواب دیا "پاکستان کا مطالبہ ہمارا مقصد ہے۔ ہمارا ایک لیڈر قائد اعظمؒ ہے جس کی قیادت نے کلمہ کی تحریک کے تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لا کر اکٹھا کیا ہے اور جہاں پاکستان بنے گا وہ ہمارا پاکستان ہے۔ ہم تو ہندوستان کے اندر ایک الگ سرزمین چاہتے ہیں جہاں مسلمان اسلامی اصولوں کے مطابق طریقہ زندگی اختیار کر سکیں۔"

قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے کراچی آگئے اور پھر راولپنڈی کو اپنا مستقل مسکن بنایا اور جامع مسجد لال کرتی راولپنڈی میں خطابت کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ "تحریک ختم نبوت" (۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء) اور "تحریک نظام مصطفیٰ" (۱۹۷۷ء) میں نمایاں حیثیت سے حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتوں سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ مدرسہ تعلیم القرآن کے علم و ادب کی خدمات بجا لاتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ تقاریر و مواعظ کے ذریعے تبلیغ کا فرض بھی نبھاتے رہے۔

مولانا شفیع الرحمان خوش گفتار خطیب، اچھے مدرس، حاذق طبیب، نعت گو شاعر اور بحر کے عالم دین تھے۔ ۲۰ اپریل ۱۹۸۷ء کو بعارضہ قلب انتقال فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے اپنے بنائے ہوئے مدرسہ کے صحن میں ابدی آرام گاہ بنی۔

جناب طارق سلطانپوری نے مندرجہ ذیل قطعہ ء تاریخ وصال کہا۔

مظہر شانِ عالمانِ کبیر　　علم و عرفان و عشق کا پیکر
رنگ حامد رضاؔ سے تھا ممتاز　　تھا جو اس کا لباس فکر و نظر
حبِ محبوبِ حق تعالیٰ میں　　زندگی بھر رہا وہ نغمہ گر
علم و حکمت کا نور پھیلایا　　ظلمتوں میں رہا وہ سینہ سپر
خلقت ارض پاک کی خاطر　　کی جدوجہد اس نے بڑھ چڑھ کر
اس کا مقصود و مدعائے حیات　　اوج و اقبال اُمتِ سرورؐ

سال وصل اس کا ہے ز روئے "جلیل"
"حق سرشت حق شعار دیدہ ور"
۱۹۷۶+۳=۱۹۷۹ء

ماخذ

(۱) "افکار راولپنڈی ڈائریکٹری ۱۹۶۲ء" از سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی ص ۶۴۰۔

(۲) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۵۰۵۔

(۳) "وفیاتِ مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۲۸۱۔

(۴) "تذکرہ علمائے پنجاب" جلد دوم از اختر راہی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ص ۷۴۲۔

(۵) کتابچہ "فیضِ رضا" مرتبہ حمید اللہ چوہدری، محمد عباس رضا، شاہد حنیف وارثی مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۰ء۔

(۶) پمفلٹ "مولانا مطیع الرضا خاں قادریؒ" شائع کردہ انجمن طلباء اسلام راولپنڈی، لال کڑتی یونٹ سن ندارد۔

مولانا غلام قادر اشرفیؒ

مولانا غلام قادر بن میاں باغ علی چشتی کی ولادت ۱۴ر محرم الحرام ۱۳۲۴ھ ۱۰ر مارچ ۱۹۰۶ء بروز ہفتہ فرید کوٹ (حال بھارت) میں ہوئی۔ ابھی صغر سن تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ۱۹۱۱ء میں سکول میں داخل ہوئے اور ۱۹۲۲ء میں امتیازی حیثیت سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ کالج میں داخلہ لیا مگر طبیعت مائل نہ ہوئی۔ مذہبی تعلیم حاصل کرنا شروع کردی اور درج ذیل اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا۔

(۱) حضرت مولانا محمد سعید شبلی فرید کوٹیؒ (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۸۲ء)

(۲) حضرت مفتیٔ اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلویؒ (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۶۶ء)

(۳) حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب چڑیا کوٹیؒ (۱۸ء۔ ۱۹ء)

(۴) حضرت مولانا سید غلام قطب الدین برہمچاری اشرفی سہسوانیؒ (۱۸ء۔ ۱۹۳۲ء)

(۵) حضرت بابا خلیل داس ایم اے (سنسکرت) چتر ویدیؒ (۱۸ء۔ ۱۹ء)

(۶) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب فتحپوریؒ (۱۸۸۴ء۔ ۱۹ء)

(۷) حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادیؒ (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء)

سندِ فراغت "جامعہ نعیمیہ" مراد آباد (یوپی) سے حاصل کی اور اسی دوران "مدرسہ حلقہء اشاعۃ الحق گشتی مراد آباد" کا تبلیغی کورس بھی مکمل کر لیا جس میں ہندی، بھاشا اور

سنسکرت کی تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ گورمکھی اور گیانی پر بھی عبور حاصل کیا۔

حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی (۱۸۵۰ء۔۱۹۳۶ء) کے دست حق پرست پر بیعت کر کے اجازت وخلافت حاصل کی۔ علاوہ ازیں حضرت میاں شاہ محبوب قادری فیروزپوری اور حضرت مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی مدنی (۱۸۷۷ء۔۱۹۸۱ء) سے بھی اجازت وخلافت تھی۔

دوران طالب علمی "سنی کانفرنس مراد آباد" (۱۹۲۵ء) میں ایک رضاکار کی حیثیت سے حصہ لیا۔ آپ نے رضاکاروں کی ٹیم کے ساتھ کانفرنس کے انتظام وانصرام میں بہت دلچسپی اور شوق کا مظاہرہ کیا۔ تحصیل علم کے بعد ۱۹۲۶ء تا ۱۹۲۸ء یعنی تین سال تک مکتسر ضلع فیروزپور (حال بھارت) میں تدریس و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے اور ساتھ ہی ساتھ سیاسی تحریکوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ ضلع فیروزپور میں مسلم لیگ کے نصب العین اور سائمن کمشن کے بائیکاٹ کے سلسلے میں کام کرتے رہے۔ شاردا ایکٹ کو ناکام بنانے میں بھی بھرپور دلچسپی لیتے ہوئے علماؤ مشائخ کے شانہ بشانہ کام کیا۔

۱۹۲۹ء میں عملی طور پر میدان سیاست میں وارد ہو گئے اور مغلپورہ ایجی ٹیشن میں حصہ لیا۔ ۱۹۳۱ء میں تحریکِ کشمیر اور ۱۹۳۲ء میں مسلمانانِ ریاست الور، جب ریاستی مظالم کی تاب نہ لاکر اجمیر شریف، بھرت پور، گوڑگانواں اور دہلی کی طرف ہجرت پر مجبور ہوئے تو آپ اپنے برادرِ طریقت میر غلام بھیک نیرنگ انبالوی (۱۸۷۶ء۔۱۹۵۲ء) سیکرٹری جنرل انجمن تبلیغ الاسلام انبالہ کی زیر کمان کام کرتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں تحریک قادیان اور ۱۹۳۵ء میں "تحریکِ شہید گنج" میں بھرپور حصہ لیا۔ ۳۷۔۱۹۳۶ء میں خان غلام رسول خاں ایڈووکیٹ جنرل سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ (ء۔۱۹۴۹ء) اور ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔۱۹۴۶ء) کے ایماپر مسلم لیگ کے لئے خدمات انجام دیں۔ اور لاہور کے مضافات میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔

۱۹۳۸ء میں "تحریک آریہ سماج" جو نظام حیدر آباد (دکن) کے خلاف جتھہ بندی کی صورت میں چلائی گئی تھی، کے انسداد کیلئے کافی خدمات سرانجام دیں اور "یوم نظام" منایا۔ ۱۹۳۹ء میں حضرتِ قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء) کی ہدایت پر "یوم نجات" منایا گیا تو آپ نے بھی "مجلس تبلیغ الاسلام" لالہ موسیٰ کے زیر اہتمام یہ دن منایا، بھرپور

کوشش کر کے ضلع بھر میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں لائے اور جا بجا اس کی شاخیں قائم کیں۔

۱۹۴۵ء میں ملک فیروز خاں نون (۱۸۹۳ء۔۱۹۷۰ء) اور سردار شوکت حیات (۱۹۱۲ء۔۱۹۹۸ء) کے ساتھ مسلم لیگی امیدواروں کے لئے شب و روز کام کیا اور اسی سال آپ نے لالہ موسیٰ کے مسلم لیگیوں کی طرف سے قائداعظمؒ کی خدمت میں مسلم لیگ کے لئے تھیلی پیش کی، اس کی دلچسپ تفصیل خود آپ کی زبانی سنئے :۔

"قائداعظمؒ بذریعہ کار کشمیر سے واپس لاہور تشریف لا رہے تھے اور راستہ میں انھیں جا بجا جلسوں سے خطاب کرنا تھا۔ ہم نے بھی لالہ موسیٰ میں استقبال کی تیاریاں شروع کر دیں اور نذرانے کی تھیلی کا بھی بندوبست کیا۔ جی ٹی روڈ پر میل ڈیڑھ میل تک جھنڈیاں اور محرابیں، ہوائیں، مسلم لیگ کے جھنڈے لگائے اور تمام علاقے میں آدمی دوڑا کر صبح تک ہزاروں آدمی جمع کر لیے، پنڈال میں میلے کا سا سماں تھا، ہر طرف چہل پہل تھی، سٹیج تیار ہو چکا تھا، شامیانے نصب تھے لیکن لطف کی بات یہ کہ نہ تو قائداعظمؒ کو اس کی اطلاع تھی اور نہ ہی ان کے پروگرام میں لالہ موسیٰ ٹھہرنے کا اندراج تھا۔

دوپہر کو قائداعظمؒ تشریف لائے تو فضا نعرہ تکبیر، اللہ اکبر۔ مُسلم لیگ زندہ باد، قائداعظمؒ زندہ باد، لے کے رہیں گے پاکستان، آنکھوں کا نور پاکستان، دل کا سرور پاکستان، سے گونج اٹھی۔ لالہ موسیٰ کی فضا میں انتہائی جوش و خروش تھا۔ قائداعظمؒ نے پوچھا، یہ کونسی جگہ ہے؟ عرض کیا گیا، لالہ موسیٰ۔ فرمایا! ہمارے پروگرام میں شامل نہیں ہم گجرات ٹھہریں گے۔

سڑک پر استقبال کیلئے چوہدری غلام احمد قادری جنرل سیکرٹری مسلم لیگ لالہ موسیٰ مع رفقاء موجود تھے۔ میری ڈیوٹی اسٹیج پر تھی۔ جب قائداعظمؒ نے ٹھہرنے سے انکار کر دیا اور کار سے نہ اترے تو چوہدری صاحب نے مجھے آواز دی، "وہ جا رہے ہیں، یہیں آ کر مل

وہ "میں نے قریب آکر سلام عرض کر کے ہاتھ ملایا اور عرض کیا: "یہاں آکر کھڑے ہو چکے تھے۔ لیگ کے کارکن جو دور دراز سے راتوں رات پیدل سفر کر کے یہاں پہنچے ہیں، اپنے محبوب قائد کو ایک نظر دیکھ تو لیں۔"

یہ سن کر قائداعظم موٹر کے پائیدان پر کھڑے ہو گئے میں نے پھر عرض کیا: "آپ زمین سے فٹ ڈیڑھ فٹ بلندی پر کھڑے ہیں، اگر چھ سات فٹ اونچے کھڑے ہوں تو زیادہ لوگ دیکھ سکیں گے۔" فرمانے لگے "کیوں؟" میں نے عرض کیا: "اس لئے کہ میں مسلم لیگ کا قدیم ساتھی ہوں اور آپ اس کے صدر ہیں۔" فرمایا "کیسے؟" میں نے کہا کہ میری پیدائش ۱۹۰۶ء میں ہوئی اور مسلم لیگ کا قیام بھی ۱۹۰۶ء میں ہوا، چونکہ میں اور مسلم لیگ اکٹھے پیدا ہوئے لہٰذا میں اس کا قدیم ساتھی ہوں۔

اس پر قائداعظم نے وفور جذبات سے مجھے گلے لگا لیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اسٹیج پر تشریف لائے اور فرمایا: "حضرات! میرا مولانا سے تعارف ہوا، قیوم ثانی پیدا ہوا اور محبت کا تقاضہ سامنے آ گیا کہ قوت ہے میں اس پاکستان کا خواب دیکھ رہا ہوں، منزل بالکل قریب ہے آپ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر میرے ہاتھ مضبوط کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔"

اس دلکش اور دلچسپ خطاب کے بعد "مسلم لیگ زندہ باد" اور "قائداعظم زندہ باد" کے نعروں کی گونج میں میں نے مولانا کی تحریکی جدوجہد کی داستان کا خاتمہ [illegible] ہوا۔

۱۹۳۶ء میں جب بی بی آل انڈیا کی کانفرنس میں مولانا اپنے بہت سے ساتھی لے کر شریک ہوئے اور وہاں آکر شب و روز تحریک پاکستان کیلئے کام کیا ان جلوس میں گرفتار ہوئے [illegible] وقت میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ مجموعی طور پر آپ نے ملک [illegible] کے لئے تقریباً پچاس سال کا عرصہ جیلوں کی نذر کیا۔ مگر آپ کے عزم و ولولے میں [illegible]

جو کچھ کمی نہ ہوئی اور پوری دلجمعی کے ساتھ اپنے نصب العین کے حصول میں حصہ لیتے۔ انتخابات کے دوران ضلع جہلم کے اہم مقامات کا دورہ کیا۔ مسلم لیگ کا جھنڈا پکڑے ہوئے گلی کوچوں میں گاتے پھرتے تھے:

''تیرے جھنڈے کی کون سنے گا؟؟''

پھر جواب دیتے: ''اللہ پاک سنے گا'' ۔ عورتیں چھتوں، مکانوں پر کھڑی ہو کر یوں دعائیں دیتیں:

''ماں قربان جائے بیٹا، دادا صدقے، اللہ رہے جھنڈے دی

لاج رکھے، گلی والی سرکار اقبال اچا ہووے۔'' وغیرہ وغیرہ۔

یہ سلسلہ صبح سے لے کر رات تک جاری رہتا۔

جنوری ۱۹۴۷ء میں خضر وزارت کے خلاف مسلم لیگ کی ''تحریک سول نافرمانی'' میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھائیں۔ قیام پاکستان کے بعد زیادہ توجہ مذہبی امور کی طرف مبذول رہی تاہم سیاسی تحریکات سے دلچسپی میں فرق نہ آیا۔ ۱۹۵۳ء کی ''تحریک ختم نبوت'' میں حصہ لیا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علمائے پاکستان کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ ۱۹۷۷ء کی ''تحریک نظام مصطفےٰ'' میں پیرانہ سالی کے باوجود نوجوانوں اور سرفروشانہ کردار ادا کیا۔

الغرض اسلام اور ملک کیلئے بے پناہ خدمات انجام دینے والا یہ عظیم عالم دین اور شیخ طریقت ۲۶؍ اگست ۱۹۷۹ء / ۳؍ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ بروز اتوار ۶ بجے صبح عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف سدھار گیا۔ پانچ بجے ۔ پھر آپ کے استاذ محترم مولانا محمد سعید کرگی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۸۲ء) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جی ٹی روڈ لالہ موسیٰ پر مزار مقدس ہے۔ ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۷۹ء بروز جمعرات خانقاہ اشرفیہ پر تقریب چہلم منعقد ہوئی جس میں پیر سید برکات احمد شاہ سجادہ نشین جلالپور شریف ضلع جہلم (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۹۳ء) ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب سجادہ نشین بھیرہ شریف ضلع سرگودھا (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۹۸ء) خواجہ محمد قمر الدین سجادہ نشین سیال شریف ضلع سرگودھا (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۱ء) مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی اور دیگر علماء مشائخ نے شرکت فرما کر آپ کے حضور خراج تحسین پیش کیا۔

بہت سے شعراء نے قطعات تاریخ وفات کہے مگر بطور اختصار جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا ایڈیٹر ماہنامہ "مہر و ماہ" لاہور کا قطعہ درج ذیل ہے :-

لبیک کہہ کے حضرت رُخصت ہوئے جہاں سے
جب داعیٔ اجل نے پیغام حق سنایا!
مغموم اس پہ بیشک سب اہل دل ہیں، لیکن
ہے موت ہر بشر کی تقدیر کا تقاضا
شاہ علی حسین[1] کے الحق تھے آپ نائب
مشتاق حُسن احمد غوث الوریٰ کے شیدا
محبوبِ کبریا کی اُن پر تھی خاص رحمت
دل میں فروزاں اُن کے جلوہ ضیائے دیں[2] کا
واعظ تھے اور خطیب بھی عالم بھی، مرد حق بھی
مہر و وفا کا پیکر۔ خلق و ادب سراپا
ہاتف ز روئے ابجد گویا ہوا فدا سے
"حاجی غلام قادر"، سال وصال اُن کا

+۱=۱۳۹۹ھ

[1] حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ
[2] حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۷۶ تا ۱۸۱۔
(۲) "انوار قطب مدینہ" از خلیل احمد رانا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۲۲۳۔
(۳) "خفتگان خاک گجرات" از ڈاکٹر منیر احمد سلیچ مطبوعہ گجرات ۱۹۹۶ء ص ۱۵۲ تا ۱۵۳۔
(۴) "معدن التواریخ" از ابوالطاہر فدا حسین فدا مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء ص ۴۰۔
(۵) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۱۸۹۔
(۶) "جامع اردو انسائیکلو پیڈیا" جلد دوم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۰۳۷۔

مولانا شائستہ گل مردانیؒ

مولانا شائستہ گل بن مولانا محمد علی (ے ۱۸۳ء۔ ۱۹۲۵ء) بن ملک العلماء مولانا عمر دراز کی ولادت ۱۸۹۱ء میں موضع لنڈی شاہ حسنہ ضلع مردان (سرحد) کے "یوسف زئی مندڑ افغان قبیلہ" میں ہوئی۔ والد گرامی کے علاوہ مختلف نامور علماء سے علمی استفادہ کیا۔ سند حدیث مولانا عبدالعلی دہلوی سے حاصل کی۔ نیز جون پور (بھارت) کے دارالعلوم حنفیہ سے بھی دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ قرأت مولانا مولوی قاری عبدالسلام بن قاری عبدالرحمٰن پانی پتی (۱۸۱۲ء۔ ۱۸۹۶ء) سے پڑھی۔ تیس برس کی عمر میں تمام علوم مروجہ معقول و منقول میں کمال حاصل کر لیا۔ فراغت علم کے بعد درس و تدریس اور افتاء کو مقصد حیات بنا لیا۔ اپنے گاؤں میں "دارالعلوم حنفیہ شمیہ" کے نام سے مدرسہ قائم کیا جس میں درس نظامی کا مکمل اہتمام تھا۔

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ زاہدیہ میں حضرت پیر عبدالوہاب تخت ماکی شریف (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۰۴ء) کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ مذہبی مصروفیات و خدمات کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی بھرپور دلچسپی لی اور "تحریک خدائی خدمتگار" میں شامل ہو کر خان عبدالغفار خان (۱۸۹۰ء۔ ۱۹۸۸ء) کے دوش بدوش آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا مگر جب خان موصوف نے اپنی تنظیم کو انڈین نیشنل کانگرس میں مدغم کر دیا تو آپ نے

اس سے اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

۱۹۴۵ء میں پیر صاحب مانکی شریف محمد امین الحسنات (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۶۰ء) نے آپ کے مشورے سے مانکی شریف میں علماء و مشائخ کی کانفرنس طلب کی جس میں ہندوستان علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی۔ چند اسمائے گرامی یہ ہیں:۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء) پیر عبداللطیف زکوڑی شریف (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۸ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) خواجہ غلام سدید الدین تونسوی (۱۹۰۹ء۔ ۱۹۶۰ء) دیوان سید آل رسول علی خان اجمیری (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۳ء) خواجہ عبدالرشید پانی پتی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۶۴ء) خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۵ء) پیر صاحب گولڑہ شریف (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۵۴ء) مولانا بادشاہ گل آف اکوڑہ خٹک، مولانا حضرت گل آف دوسرہ، فقیر عبدالواسع ہوتی۔

اس عظیم الشان اجتماع میں جمعیت الاصفیاء کی تشکیل عمل میں لائی گئی جس کا ناظم مولانا شائستہ گل اور صدر پیر صاحب مانکی شریف کو منتخب کیا گیا۔ اس اجتماع کی صدارت پیر معصوم بادشاہ چورہانی (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۵۷ء) نے کی تھی۔ اس اجتماع میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔ پھر مسلسل دورے کر کے مولانا شائستہ گل نے صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی جڑیں مضبوط کیں۔ حتیٰ کہ پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

قیام پاکستان کے بعد جب صوبہ سرحد میں مسلم لیگی وزارت خان عبدالقیوم خان (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۸۱ء) نے سنبھالی تو مولانا شائستہ گل نے اپنی تقاریر میں نفاذ شریعت کا مطالبہ شروع کر دیا۔ مسلم لیگ کے جلسے جلوسوں میں شریک ہو کر مسلم لیگ کو شریعت کے نفاذ کا وعدہ یاد دلا کر یہ مطالبہ کیا۔ حکومت کو آپ کی یہ بات ناگوار گزری اور واپسی پر راہ کوہاٹ کی چوکی پر آپ کو پکڑ کر تین دن تک حوالات میں بند کر دیا گیا۔ بعد ازاں رہا کیا گیا۔ وہاں کے لئے نفاذ کا پاکستان کر دیا۔ آپ وہاں سے سیدھے سوات میں قیادت کے نظام کی گئے اور وہاں صحبت میں مصروف ہو گئے۔ اب آپ کو مسلم لیگ سے مکمل طور پر مایوسی ہو گئی اور سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے درس و وعظ کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔

گو کہ آپ مصروفیات کے باوجود کیا وہ کتابیں بھی لکھا۔ چھوڑ گئے ان میں قرآن

پاس کافی اچھا درک ہے۔ فارسی اور اردو زبان میں اپنی نظم آپ ہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۵ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۸۱ء کو مراد آباد میں ہوئی۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

مآخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۴۱ تا ۱۴۲۔

(۲) "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" جلد دوم از سید محمد امیر شاہ قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء ص ۴۳۔

(۳) "تحریک پاکستان اور مشائخ عظام" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۱۰۹۔

(۴) مکتوب گرامی مہتمم دار العلوم قادریہ ... مراد آباد بنام محمد صادق قصوری محررہ ۲۰ نومبر ۱۹۹۶ء۔

مولانا عبدالشکور شیوہؒ

مولانا عبدالشکور بن گل محمد خان کی ولادت ۱۵ر نومبر ۱۹۰۶ء مطابق ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ بروز جمعرات شیوہ ضلع مردان میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کی مسجد سے حاصل کرنے کے بعد موضع طورو میں قاضی سلطان محمود و دیگر علماء کرام سے استفادہ کیا۔ حفظِ قرآن وفقہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دارالعلوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۷ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔

۱۹۲۲ء میں دورانِ تعلیم حاجی صاحب ترنگزئی (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۳۷ء) کے دستِ حق پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں سرخ پوش تحریک میں شمولیت اختیار کرلی مگر جب اس تحریک کے باطل نظریات اور گاندھی جی کی کاسہ لیسی کی داستانیں منظر عام پر آئیں تو آپ نے اس کو خیرباد کہہ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرلی اور جان و دل سے مسلم لیگ کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

مسلم لیگ میں آپ نے اسقدر جانفشانی سے کام کیا کہ مسلم لیگی لیڈر آپ کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے اور آپ کو پرائمری مسلم لیگ شیوہ کا صدر منتخب کرلیا گیا۔ آپ نے مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہنچایا اور کانگریسی گماشتوں کے دام فریب کو تار تار

کیا۔ اگرچہ آپ کو صدائے حق بلند کرنے کی وجہ سے گوناگوں مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا مگر آپ نے ان کو پرکاہ کے برابر وقعت نہ دی اور اپنے نصب العین سے منور راہ پر گامزن رہے۔

۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کا تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہوا تو اپنے تمام رفقاء سمیت اس اجلاس میں شامل ہوئے اور ایک جانباز سپاہی کی طرح دوران اجلاس خدمات انجام دیتے رہے۔ قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد دیگر علماء اہلسنت کی طرح میدان عمل میں خوب سرگرمی دکھا کر مسلم لیگ کے پیغام کو گلی گلی کوچہ کوچہ پہنچانے کے لئے مقدور بھر کوشش کی۔

تحریک پاکستان کے دوران مسلم لیگ کے مرکزی رہنماؤں نواب بہادر یار جنگ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۴۴ء) مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مولانا کرم علی ملیح آبادی (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۷۲ء) قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۱ء) کے سرحد کے دوروں کے وقت ہر ممکن تعاون کیا۔ اور اپنے جان و مال کے خطرات کو بالائے طاق رکھ کر ان کے جلسوں کو کامیاب کرایا۔ ان رہنماؤں کے ساتھ آپ کی خط و کتابت بھی ہوتی رہی۔ ایک دفعہ قائداعظم نے تحریک پاکستان کیلئے مالی امداد کی اپیل کی تو آپ نے اپنی خالص حلال کمائی میں سے چھ آنے بطور چندہ ارسال کئے۔ اور ساتھ ہی اپنی مالی حالت سے قائد کو آگاہ کیا۔ جواب میں قائداعظم نے آپ کو شکریے کا خط لکھا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے جہاد کشمیر میں مردانہ وار حصہ لیا اور اوڑی کے محاذ پر داد شجاعت دی۔ ۱۷ر جون ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک آپ کی رحلت ہوئی۔ شیوہ میں ہی سپرد خاک ہوئے۔

حضرت صابر براری ثم کراچوی نے یہ قطعہ ء تاریخ وصال کہا۔

حاجی ترنگ زئی کے تھے وہ مریدِ مخلص مردان ہی نہیں، تھا سرحد میں ان کا شہرہ
سالِ وفات اُن کا صابر نے یہ کہا ہے "سرمست ہیں جناں میں عبدالشکور شیوہ"

۱۹۸۳ء

ماخذ

(۱) "اکابر" تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۲ء ص ۷۹ تا ۸۰۔

(۲) مکتوب گرامی قاضی محمد حبیب الحق، پرموئی ضلع صوابی مردان بنام محمد صادق قصوری محررہ یکم فروری ۱۹۹۸ء۔

مولانا عبدالباقی محمد بُرہان الحق جبلپوری

مولانا مفتی عبدالباقی محمد برہان الحق بن مولانا شاہ محمد عبدالسلام (۱۸۶۶ء۔ ۱۹۵۲ء) بن مولانا شاہ محمد عبدالکریم حیدر آبادی (ف ۱۸۹۹ء) بن شاہ عبدالرحمن بن شاہ محمد عبدالرحیم صدیقی کی ولادت جبل پور (سی پی، بھارت) میں ۲۱ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ / ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۲ء بروز جمعرات ہوئی۔ سلسلہ ءنسب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ۱۸۹۷ء میں جد امجد نے بسم اللہ شریف کا افتتاح فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔ مدرسہ برہانیہ جبلپور میں عم محترم قاری بشیر الدین سے فارسی پڑھی۔ منقولات و معقولات کی تکمیل والد ماجد سے کی۔ ۱۹۰۵ء میں پہلی بار بمبئی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاںؒ (۱۸۵۶ء۔ ۱۹۲۱ء) سے ملاقات ہوئی اور ان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ ۱۹۱۳ء میں بریلی شریف حاضر ہوئے۔ دارالافتاء میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ارشادات قلمبند کئے۔ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں مولانا ظہور حسین مجددی رامپوری (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۲۳ء) صدر مدرس کے حضور زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ تین سال تک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں رہے۔ مارچ ۱۹۱۹ء میں جب اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ جبلپور شریف تشریف لائے تو ان سے "علم توقیت" کی تحصیل کی اور جبلپور میں ہی اسی سال اعلیٰحضرت قدس سرہٗ نے دستار فضیلت و سند اجازت و خلافت سے نوازا۔

مولانا مفتی عبد الباقی محمد برہان الحق نے ۱۹۲۰ء میں سیاست میں دلچسپی لینا شروع کردی تھی۔ ان کی سیاسی بصیرت و فراست سو فیصد کامیاب ثبوت تھی۔ میدان سیاست میں بھی حصہ لیا تو ملک کے طول و عرض میں اپنی خطابت اور سیاسی بصیرت کا سکہ بٹھا دیا۔ "تحریک خلافت" اور "تحریک ترک موالات" کے پر آشوب دور میں جبکہ اکثر بڑے بڑے مشہور علماء بھی حالات کے دھارے میں بہ رہے تھے اور شعائر اسلام [illegible] مسلمین کو [illegible] خلاف [illegible] اس وقت بھی آپ نے اعتدال و سنجیدگی اور شریعت اسلامیہ کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا۔ مسلمین کی صحیح رہنمائی کی۔ اور جوش و اشتعال کے منفی اثرات اور بے پروائی کے نقصانات و خطرات کی نشاندہی کی۔

۵؍۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء/۱۹۵۸ء) کی زیر صدارت بریلی شریف میں ایک اجلاس عام ہوا۔ مفتی محمد برہان الحق نے اس اجلاس میں شرکت کر کے اپنی گرجدار اور مدلل تقریر میں مولانا آزاد کی [illegible] اور [illegible] کی [illegible] مولانا آزاد سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور جلسہ درہم برہم ہو گیا۔

۱۹۴۵ء میں مفتی محمد برہان الحق نے مسلم لیگ سے وابستگی اختیار کرلی اور [illegible] کی [illegible] مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے وقف کردیے۔ ضلع مسلم لیگ جبل پور کے صدر اور صوبہ مسلم لیگ سی پی و برار کے نائب صدر منتخب ہوئے اور پھر ۱۹۴۶ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ جبکہ صوبہ مسلم لیگ سی پی و برار کے صدر حضرت سید عبد الرؤف شاہ (۱۸۹۰ء/۱۹۵۳ء) تھے۔ قائد اعظم کے نزدیک مفتی صاحب کا سیاسی مقام و مرتبہ [illegible] مسلم لیگ [illegible] قائد اعظم کے دست راست تھے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ممبر بھی رہے۔

[illegible] دسمبر ۱۹۴۳ء کو آپ نے ضلع مسلم لیگ جبل پور کی طرف سے جبل پور میں ایک شاندار "مسلم لیگ کانفرنس" منعقد کی۔ صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے اس موقع پر آپ نے جو "خطبۂ صدارت" پڑھا وہ تحریک پاکستان کی [illegible] دستاویز ہے۔ اس کانفرنس میں شیر بنگال ابوالقاسم مولوی فضل الحق (۱۸۷۳ء/ [illegible]) [illegible] سردار عبد الرب نشتر (۱۸۹۹ء/۱۹۵۸ء) [illegible]

[illegible] آپ نے اس موقع پر [illegible]
[illegible] محمد علی جناح [illegible]
[illegible]

"سلطان [illegible] محمد علی جناح"

سلطان [illegible] محمد علی جناح   [illegible]

[illegible] محمد علی جناح   [illegible]

"[illegible]"

[illegible]

[illegible]

"[illegible]"

[illegible]

"[illegible]"

[illegible]

[illegible] مسلم لیگ کا [illegible]

مفتی صاحب کا "[illegible]" مسلم لیگ کا [illegible]

[illegible]

مولانا! ہماری مسلم قومیت کی بنا پر خود مختار ریاست کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ مسلمان وہاں اسلامی قوانین رائج کریں اور قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کریں۔ مولانا! دعا فرمایئے کہ خداوند تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیاب فرمائے۔"

تحریک پاکستان کے دوران مفتی صاحب کے حضرت قائد اعظم کے علاوہ دیگر اکابر ملت کے ساتھ دوستانہ مراسم رہے۔ خاص طور لسان ملت خطیب اسلام نواب بہادر یار جنگ (م ۲۵ جون ۱۹۴۴ء) صدر آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ و مجلس اتحاد المسلمین دکن نے آپ کے نام کئی خطوط تحریر کئے جن میں سے تین مکتوب درج ذیل ہیں۔

۲ فروری ۱۳۵۱ ف

(مطابق ۲۰ فروری ۱۹۴۲ء)

مولانا محمد برہان الحق صاحب!

جبل پور

مکرمی آج ایک نامہ دیکھ کر سخت رنج ہوا کہ علامہ مولوی تاج الدین مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کو ان کا اچھا بدل عطا فرمائے۔ ایسٹر کی تعطیلیں اپریل کی غالباً چوتھی یا پانچویں کو آتی ہیں۔ میں نے الہ آباد سے لکھنؤ اور کانپور جانے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس لئے الہ آباد جاتے ہوئے حاضر ہو سکتا ہوں۔ لیگ کے اجلاس سے ایک یا دو روز قبل آپ جو تاریخ مناسب سمجھیں مقرر فرما کر مطلع فرمایئے۔ انشاء اللہ ضرور حاضر ہوں گا۔

۱۳ فروری ۱۳۵۱ ف

(مطابق ۴ مارچ ۱۹۴۲ء)

معتمد صاحب ڈسٹرکٹ مسلم لیگ

جبل پور

مکرمی اطلاعاً پیش ہے کہ مولانا برہان الحق صاحب ہی کی دعوت پر جبل پور آ رہا ہوں اور مسلم لیگ ہی کے پلیٹ فارم سے صرف ایک تقریر کروں گا۔ میں قومی مقاصد کیلئے جب بھی سفر کرتا ہوں تو خود کسی کا مہمان نہیں ہوا کرتا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں خاکسار رہا ہوں اور خاکساری کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ مہمان داریاں قبول نہ کی جائیں۔

میرے ساتھ بیگم صاحبہ بھی ہوں گی۔ میں ممنون ہوں گا اگر آپ میرے قیام کا انتظام کسی سرکاری بنگلے یا ہوٹل میں فرما دیں۔

۱۶ فروری بابت ۱۳۵۲ ف

(مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۴۳ء)

مولانا مفتی خطیب محمد برہان الحق صاحب

جبلپور

مکرمی۔ گرامی نامہ مورخہ ۱۶ ربیع الاول تک ایک طویل سفر سے واپسی کے بعد نظر سے گزرا اور اس کے ساتھ جناب سید عبد الرؤف جنرل سیکرٹری مجلس استقبالیہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور جناب محمد افتخار علی صاحب سیکرٹری سیرت النبیؐ کے مکاتیب بھی وصول ہوئے۔ انشاء اللہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں اور انجمن سیرت النبیؐ کے زیر اہتمام جلسہ سیرت میں شرکت کی مسرت حاصل کروں گا۔

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا مجلس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے۔ میں اس عنایت کے لیے سب کا ممنون ہوں۔

اپنے والد محترم کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچا دیجیے۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔"

قارئین کرام نواب بہادر یار جنگ رحمۃ اللہ علیہ کے ان تینوں خطوط سے مفتی محمد برہان الحق صاحب کی مسلم لیگ سے وابستگی اور خدمات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس دور میں قائد اعظم، مسلم لیگ اور تحریک پاکستان سے عشق کی حد تک وابستگی تھی۔ ان کی وجہ سے جبلپور کے علاوہ اطراف کے عوام و خواص میں پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ تیس سے زائد اس علاقے کے تمام مسلمان قائد اعظم محمد علی جناح کی بے مثال قیادت پر متفق ہو گئے۔

دسمبر ۱۹۴۵ء میں کل ہند مرکزی اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو مفتی صاحب اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کی مساعی جمیلہ کی بدولت مسلم لیگی امیدوار نواب صدیق علی خان (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۷۴ء) صوبہ سی پی کی واحد نشست سے بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے۔ کانگریسی، احراری اور جمعیتی امیدوار کو شکست ہوئی کہ جرأت نہ ہو سکی۔

فروری ۱۹۴۶ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا غلغلہ بلند ہوا تو سی پی اسمبلی

میں کل ۱۴ مُسلم حلقے تھے۔ مسلم لیگ نے ۱۳ نشستیں جیت کر ۹۳ فیصد کامیابی حاصل کی۔ ایک سیٹ پر آزاد امیدوار کامیاب ہوا۔ نیشلسٹ مسلمانوں کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔ خود مولانا محمد برہان الحق صاحب صوبائی حلقہ جبل پور نمبر ۸ سے مسلم لیگ کی طرف سے امیدوار تھے۔ ان کے مدمقابل دو امیدوار تھے۔ محمد حنیف انصاری (مومن مجلس) اور اسرار حسین (آزاد امیدوار)۔ مفتی صاحب ۸۹۳۶ ووٹ لے کر کامیاب ہوئے جبکہ دوسرے دونوں امیدواروں نے علی الترتیب ۲۷۶ اور ۱۱ ووٹ حاصل کئے۔ مؤخر الذکر کی تو ضمانت بھی ضبط ہو گئی۔ ان نتائج سے مفتی صاحب اور ان کے عظیم ساتھیوں کی منصوبہ بندی، اثر و رسوخ اور مقبولیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

۱۱ر جون ۱۹۴۶ء کو جمعیت علماء اسلام کا دوسرا سالانہ اجلاس انجمن حمایت اسلام دہلی کے دفتر میں ہوا۔ جس میں مسلم لیگ کی طرف سے حسین شہید سہروردی (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۶۳ء) اور مفتی محمد برہان الحق وغیرہم نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں علماء کی طرف سے تحریک پاکستان کی زبردست حمایت کی گئی اس سلسلہ میں اس اجلاس میں مفتی صاحب کی تقریر تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔

قیام پاکستان کے بعد مفتی صاحب جبل پور ہی میں رہے۔ اسمبلی کے اندر اور باہر مسلم حقوق کے حصول کی جنگ لڑتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی مذہبی، روحانی اور سیاسی تربیت کرتے رہے۔ اندرا گاندھی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۸۴ء) کے دور میں "مسلم پرسنل لاء" میں ترمیم و تحریف اور تبدیلی کا بل پیش ہوا تو مفتی صاحب نے فوری طور پر احتجاجاً ایک مراسلہ حکومتِ ہند کو ارسال کیا جس میں "مسلم پرسنل لاء" میں کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی، ترمیم یا تحریف کو مسلمانوں کی جانب سے ناقابل قبول قرار دیا۔ اور اس کے لئے قانونی شرعی پہلوؤں کو اس مراسلے میں تحریر کیا گیا۔

اس کے بعد ہندوستان کے اربابِ فکر و دانش نے علماء کرام کی زیر قیادت بمبئی میں ایک احتجاجی جلسہ کا اعلان کیا۔ مفتی صاحب نے دو لاکھ کے اس تاریخی اجتماع میں بصیرت افروز تقریر کرتے ہوئے حکومتِ ہند پر واضح کیا کہ :

"مُسلم پرسنل لاء" مسلمانوں کا قرآنی شرعی اسلامی قانون ہے، جس میں ایک حرف کی نہ تو ترمیم ہو سکتی ہے نہ ہی کسی قسم کی

تحریف و تبدیلی کی جا سکتی ہے، قرآن عظیم کے حکم کے مطابق اس میں کسی قسم کی ترمیم و تحریف یا تبدیلی کرنا تو درکنار اس قسم کا کوئی ارادہ کرنا اور اس کا اظہار کرنا ہی کفر ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے۔ "ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاؤلٰئک ھم الکفرون"۔ اور بھی قرآن کریم کا ارشاد ہے، "ان الحکم الا اللّٰہ"۔ اسلام کیلئے حکم دینا صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے، اللہ ہی اسلام میں احکام کا مالک ہے"۔

حکومت ہند کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ:

"مسلمان سر پر کفن باندھ کر حکومت کے ہر اس اقدام کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں، اور ہر اس حکم کی دھجیاں اڑانے کو مستعد ہیں، اور یہ طے کر چکے ہیں کہ وہ حکومت کے اس ارادہ کو کبھی بھی کامیاب نہ ہونے دیں گے کہ وہ مسلم پرسنل لاء میں کسی قسم کی ترمیم و تحریف، تبدیلی کی کوشش کرے اور حکومت چونکہ سیکولر ہے اسے اپنی سیکولرزم کے پیش نظر مسلمانوں کے مذہبی، معاشرتی اور اخلاقی احکام میں دخل دینے سے احتراز کرنا چاہئے، اور ملکی قانون کے تحت شخصی و مذہبی آزادی میں حکومت کو کسی قسم کی دخل اندازی کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

حکومت کے پاس جو کچھ فضلہ خوار نام کے مسلمان ہیں اور اپنی مطلب براری کے لئے پال رکھے گئے ہیں، وہ صرف نام کے مسلمان ہیں، وہ احکام الٰہی میں کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ یا تحریف کا ارادہ کریں اور حکومت سے درخواست کریں تو وہ جب سرے سے مسلمان ہی نہیں بلکہ خارج از اسلام ہیں۔ اُن کی بات مسلمانوں کی بات نہ ہوگی، اور انہیں مسلم پرسنل لاء کے متعلق کچھ کہنے کا قانونی حق بھی نہیں ہے۔ اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے مقاطعہ کریں، اُن سے سلام و کلام ترک کریں۔ بیمار پڑیں تو عیادت نہ کریں، مر جائیں تو اُن کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔

میں حکومت کو بھی اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وزیر اعظم اندرا گاندھی نے اعلان کیا ہے کہ اگر مسلمان چاہیں گے تو مسلم پرسنل لاء میں ان کی منشاء کے مطابق تبدیلی کرنے کا قانون بنایا جا سکتا ہے۔ حکومت اور وزیر اعظم کو معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمان کبھی بھی مسلم پرسنل لاء میں کسی بھی قسم کی تبدیلی کو برداشت نہ کریں گے، اور جو مسلمان نہیں، انہیں مسلم پرسنل لاء میں تبدیلی کا کوئی قانونی حق نہیں۔ حکومت ان کی باتوں پر ہرگز ہرگز توجہ نہ دے۔"

مفتی صاحب کی اس بے باکانہ تقریر نے حکومت کے کان کھڑے کر دیئے اور تقریر کے دوران نعرہ تکبیر و رسالت گونجتے رہے۔ اگلے دن جب جلسے کی کارروائی مفتی صاحب کی تقریر کے ساتھ اخبارات میں جلی حروف کے ساتھ شائع ہوئی تو علماء اہلسنت نے آپ کیلئے دعائیں کیں اور کامیابی پر مبارکباد دی۔

مذہبی، روحانی، سیاسی اور علمی میدان میں گوناگوں خدمات سر انجام دینے کے بعد مفتی صاحب نے ۲۲؍ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۰؍ دسمبر ۱۹۸۴ء بروز جمعرات ساڑھے ۷ بجے شام رحلت فرمائی۔ جبل پور میں آخری آرام گاہ بنی۔ مزار مقدس مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت صابر براری ثم کراچوی (۱۹۳۸ء، زندہ) نے قطعہ تاریخ وصال کہا:-

"عالم معقول مفتی محمد برہان الحق"

۱۴۰۵ھ

مفتی اعظم جبل پوری شہ مردان حق	ہو گئے ہیں آج ہائے راہی بقا
نور چشم حضرت عبدالسلام قادری	اہل سنت و جماعت کے معزز پیشوا
تھے امام اہلسنت کے خلیفہ آخری	ان کے دم سے خوب پھیلا رضویت کا سلسلہ
دین کی خدمت بھی کی اور قوم کی خدمت بھی کی	تھے مسلمانان بھارت کے سیاسی رہنما

قطعہ صابر براری کہہ یہ تاریخ وفات
"مفتی سی پی شہ برہان حق شیریں تھا"

۱۹۸۴ء

جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا ایڈیٹر "مہر و ماہ" لاہور نے بھی تاریخ کہی:۔

رخصت جہاں سے آج ہیں رہبانِ حق ہوئے — تھے متقی و عابد و زاہد وہ خوش خصال
رحلت پہ اُن کی آج ہے مغموم اک جہاں — ہر آنکھ اشکبار ہے ہر قلب ہے نڈھال
قائم مقام حضرت احمد رضا تھے وہ — علمی علوم دیں میں ہے اُن کی کہاں مثال؟
تھے اسوۂ نبی مکرم کے وہ نقیب — ہر ذکر و فکر اُن کا حقیقت میں لازوال

آئی ندا یہ عرش معلی سے اے فدا
سال وصال اُن کا ہے "مغفور لایزال"

۱۴۰۵ھ

ماخذ

(۱) "اکرام امام احمد رضا" از مفتی محمد برہان الحق جبلپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء، متعدد صفحات۔

(۲) "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" از مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی مطبوعہ بنارس (بھارت) ۱۹۸۹ء ص ۲۶۲، ۲۶۳۔

(۳) "تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت" از محمد صادق قصوری، پروفیسر مجید اللہ قادری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۲ء ص ۷۱ تا ۷۲۔

(۴) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۸، ۱۳۰، ۱۷۸، ۱۸۵، ۲۶۳۔

(۵) "برہان ملت" از مولانا محمد شہاب الدین رضوی مطبوعہ لاہور سن ندارد، متعدد صفحات۔

(۶) "تحریک پاکستان کی اہم دستاویز" از مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء، متعدد صفحات۔

(۷) "تذکرہ علماء اہلسنت" از شاہ محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور (بھارت) ۱۹۷۱ء ص ۲۹۔

(۸) "تحریک شخصیات" جلد اول از صابر لاری مطبوعہ کراچی ۱۹۸۲ء ص ۷۰ تا ۷۲۔

(۹) "رہبر و رہنما" از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور سن ندارد ص ۱۵۔

(۱۰) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص

ص ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۹۲، ۹۳

(۱۱) "مکاتیب بہادر یار جنگ" مطبوعہ بہادر یار جنگ اکادمی کراچی ۱۹۶۷ء ص ۷۵، ۷۸

۸۱، ۸۲، ۸۷، ۹۰، ۹۲

(۱۲) "معمار پاکستان" از ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری مطبوعہ حیدر آباد سندھ ۱۹۹۹ء ص

۳۴

(۱۳) "قائد اعظم خطوط کے آئینے میں" از خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۷ء ص

۷۵

(۱۴) ماہنامہ "کنز الایمان" لاہور، "تحریک پاکستان نمبر" بابت اگست ۱۹۹۷ء ص ۹۳،

۹۴، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۸۰، ۱۸۹، ۱۹۱

(۱۵) "تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم" از پروفیسر محمد مسعود احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

ص ۱۳۵، ۱۳۶ (حاشیہ)

(۱۶) ہفت روزہ "اخبار جہاں" کراچی بابت ۱۶ تا ۲۲ مئی ۱۹۸۳ء ص ۱۵

(۱۷) "تذکرہ حضرت داروان ملت" از محمد رمضان عبدالعزیز رضوی سلامی مطبوعہ جبل پور

(بھارت) ۱۹۸۵ء

مولانا عبدالقدیر نعمانیؒ

مولانا عبدالقدیر نعمانی بن غلام محی الدین کی ولادت ۱۱ مئی ۱۹۱۱ء کو گجرات میں ہوئی۔ ایم اے نفسیات اور ایم اے انگلش کرنے کے بعد صحافت کو اپنایا۔ [illegible] آباد کالج کی تعلیم کے دوران حمید نظامی (۱۹۱۵ء۔ ۱۹۶۲ء) میاں محمد شفیع م ش (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۹۳ء) حکیم محمد انور بابری (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۷۷ء) مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۹۸ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی سے شناسائی ہوئی جو ایک ارادت و محبت میں بدل گئی کہ حضرات ایک دوسرے کے جاں نثار رہے۔ مولانا نیازی کے ساتھ مل کر "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی بنیاد رکھی۔ اور پھر پوری سرگرمی سے اسے پروان چڑھایا۔ روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، "پاکستان ٹائمز" لاہور اور دیگر جرائد میں کام کر کے تحریک پاکستان کو جلا بخشی۔ "تحریک خلافت پاکستان گروپ" میں جن پانچ اشخاص نے سب سے پہلے شرکت کی ان میں آپ بھی شامل تھے۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر وعدہ کیا کہ وہ "خلافت پاکستان" کے قیام کیلئے اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں اور جب تک اپنا مقصد حاصل نہیں کر لیں گے رشتۂ ازدواج سے منسلک نہیں ہوں گے۔ چنانچہ آپ نے حلف کی پاسداری کی۔ تجرد میں زندگی گزاری۔ اپنے قلم کے تمام جواہر تحریک پاکستان کے لئے وقف رکھے۔ رزق حلال کمایا۔ ساری عمر عسرت میں گزاری تھی

اپنے قلم کا سودا نہ کیا۔ آپ تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن اور پنجاب کی سیاست کے چشم دید گواہ تھے۔

۱۹۴۵ء میں ''کیبنٹ کمشن'' کی ناکامی کے بعد جب قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) نے مجموعی انتخابات کے ذریعے مسلمانوں کی نمائندگی کا فیصلہ کرنا چاہا تو اسلامیان ہند بالخصوص مُسلم طلباء سے امداد طلب کی کہ وہ مسلم لیگ کو کامیاب بنائیں تاکہ پاکستان کا حصول یقینی بن جائے۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی اس وقت اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ علوم اسلامیہ تھے۔ اُنہوں نے طلباء کو اکٹھا کر کے اس پیغام کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ ان طلباء نے دیوانہ وار کام کیا اور سارے صوبے میں پھیل گئے بلکہ علی گڑھ کے طلباء تو صوبہ سرحد کے پہاڑوں اور جنگلوں میں دورے کرتے نظر آتے تھے۔ اس مہم میں مولانا عبدالقدیر نعمانی نے طلباء کی پوری پوری حوصلہ افزائی کی۔ اس سے قبل ۱۹۴۱ء میں ''پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی'' کی تحریک میں بھی آپ نے مولوی محمد ابراہیم علی چشتی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۶۸ء)، چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۵۷ء)، حکیم محمد انور بابری (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۷۷ء)، حمید نظامی (۱۹۱۵ء۔ ۱۹۶۲ء)، ابوسعید انور (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۸۴ء)، پروفیسر چوہدری محمد صادق (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۸۷ء)، ظفر اللہ خاں ملک المعروف زیڈ کے ملک (ء۔ ۱۹۹۲ء) میاں محمد شفیع (م ش ۱۹۱۴ء۔ ۱۹۹۳ء) ظہور عالم شہید (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۸۸ء) میاں کفایت علی (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۹۴ء)، پروفیسر منظور الحق صدیقی (۱۹۱۷ء۔ ء) خواجہ اشرف احمد (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء) و دیگر حضرات کے ساتھ مل کر نمایاں کردار ادا کیا۔

وفات سے کچھ عرصہ پہلے آپ اپنے بڑے بھائی محمد حیات کی علالت کی وجہ سے لاہور سے گجرات منتقل ہو گئے تھے۔ ۲۶/ مارچ ۱۹۸۶ء کو اُن کے بھائی کا انتقال ہو گیا جس کا انہیں دلی دکھ ہوا۔ گردوں نے کام کرنا بند کر دیا تھا اور خون کا دباؤ بڑھ جانے سے اُن کے دماغ کی شریان پھٹ گئی جس کی وجہ سے ۲۷/ اپریل ۱۹۸۶ء بروز اتوار چار بجے صبح اُن کی رحلت ہو گئی۔ ۲۹/ اپریل ۱۹۸۶ء کو صبح ۸ بجے محلہ فتح پورہ گجرات میں اُن کے بھائی کے مکان ''حیات منزل'' میں ختم قل کی

رسم ادا کی گئی۔

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے آپ کی رحلت پر ۳۰ ر اپریل ۱۹۸۶ء کو یہ اداریہ لکھا:

"مولوی عبدالقدیر نعمانی جن کی زندگی کا زیادہ حصہ فری لانس صحافی کی حیثیت سے گزرا، ایک مختصر سی علالت کے بعد ۷۵ برس کی عمر میں آخرت کو سدھارے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نعمانی صاحب نے اعلیٰ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد باقاعدہ ملازمت کی جگہ صحافت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ وہ مختلف اخبارات میں کالم اور مضامین لکھتے رہے۔ اُن کا پسندیدہ موضوع بین الاقوامی اور زیادہ تر قومی مسائل ہی تھے۔ مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد پر وہ اکثر قلم برداشتہ کالم اور مضامین لکھتے تھے۔ طبعاً نہایت خاموش اور متین قسم کے انسان تھے اور حسن خلق کی وجہ سے اُن کے احباب کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ ایک عرصہ تک وہ ریڈیو پاکستان لاہور سے بھی منسلک رہے۔ آج کل اپنے بڑے بھائی کے بلاوے پر وہ گجرات میں رہائش پذیر تھے۔ پچھلے دنوں ان کے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے وہ بہت ملول وافسردہ رہتے تھے۔ غالباً یہی صدمہ اُن کی موت کا باعث ہوا۔ "نوائے وقت" سے ان کا خاص تعلق تھا اور وہ وقتاً فوقتاً بعض اہم موضوعات پر لکھتے رہے تھے۔ ادارہ ان کے سوگواروں کے غم میں شریک اور اُن کی مغفرت کیلئے دعا گو ہے"۔

حضرت صابر براری آف کراچی نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ وصال کہا:

تحریک پاکستان کے معروف رہنما ۔۔۔ لاریب تھے وہ ارض صحافت کے اک نگیں

صابر ملیں گے اب تو وہ میدان حشر میں ۔۔۔ "عبدالقدیر عالم ذی احترام دیں"

۱۹۸۶ء

ماخذ

(۱) "مجاہد ملت" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۴۳۔

(۲) "وفیات مشاہیر پاکستان" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۰ء ص ۸۱۰

(۳) "اختصاص خاک گجرات" از ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ مطبوعہ گجرات ۱۹۹۶ء ص ۸۲۔

(۴) "آئے صورتیں الٰہی" از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۰۔

(۵) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۲۸، ۲۹ اپریل، ۳۰ اپریل ۱۹۸۹ء، ۸، ۹ ستمبر ۱۹۹۰ء

(۶) روزنامہ "جنگ" لاہور بابت ۱۹ مئی ۱۹۸۹ء۔ منو بھائی کا کالم "گریبان"

علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ

علامہ سید احمد سعید کاظمی بن سید محمد مختار کاظمی کی ولادت ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء کو امروہہ ضلع مرادآباد (یوپی، بھارت) میں ہوئی۔ سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ ایام طفولیت میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے۔ آپ کی پرورش برادر اکبر سید محمد خلیل کاظمی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۰ء) نے فرمائی اور سولہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کرکے انہی کے دست حق پر بیعت ہوئے۔ دستار بندی حضرت شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (۱۸۵۰ء۔ ۱۹۳۶ء) نے فرمائی اور اس تقریب میں مولانا معوان حسین رامپوری (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۳۳ء)، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (۱۸۸۳ء۔ ۱۹۴۸ء)، مولانا نثار احمد کانپوری (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۳۲ء) اور دیگر علماء و مشائخ جلوہ افروز تھے۔

فراغت کے بعد کچھ عرصہ جامعہ نعمانیہ لاہور میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۱ء میں امروہہ واپس چلے گئے اور چار سال تک امروہہ کے مدرسہ محمدیہ حنفیہ میں تدریس فرماتے رہے۔ ۱۹۳۵ء میں ملتان تشریف لے آئے اور مدرسہ انوار العلوم کی بنیاد رکھی۔ علم و عرفان کی نہریں بہائیں، طالبان حق آکر شراب توحید و رسالت کے جام لنڈھانے لگے۔

آپ نے تحریک پاکستان میں بھی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی اور پھر مسلم لیگ کے سٹیج سے قیام پاکستان کے لیے جلسے کرتے رہے۔ ملتان ڈویژن میں مسلم لیگ کو فعال بنانے کے لئے طوفانی دورے کئے۔ [illegible] اسلامیہ ہال بیرون موچی دروازہ لاہور میں ہونے والے مسلم لیگ کی جلسوں کو رونق بخشی اور اپنی جادو بیانی سے اہالیان لاہور کو نظریہء پاکستان کا والا و شیدا بنا دیا۔ ۱۹۴۶ء میں قرارداد پاکستان کی توثیق کے لئے بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کی۔ جس زمانہ میں کانگریسی اور احراری علماء سر دھڑ کی بازی لگا کر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے، اس وقت آپ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کی زیر قیادت الگ قومیت اور آزاد پاکستان کے لئے سعیء مسلسل اور جہد پیہم کر رہے تھے۔ کانگریسی اور احراری مقررین کے پُر اعتراضات کے جوابات دینے میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

۱۹۴۸ء میں آپ نے جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد رکھنے کے لئے ملتان میں علماء اہلسنت کا کنونشن بلایا جس میں مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۶۱ء) کو صدر اور آپ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ اہلسنت کو منظم کرنے میں فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۷۴ء "جامعہ اسلامیہ بہاولپور" میں شیخ الحدیث کے عہدہء جلیلہ پر فائز رہے۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء میں ملتان میں "کل پاکستان سنی کانفرنس" کا انعقاد کر کے سوئے ہوئے سُنیوں کو بیدار کیا۔ ملک کے طول و عرض میں دورے کر کے مقام مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفےٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے سرگرم عمل رہے۔ بالآخر علم و عمل اور شریعت و طریقت کا یہ آفتاب ۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ مطابق ۴ر جون ۱۹۸۶ء بروز بدھ ملتان کی زمین میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

ابوالطاہر فدا حسین فدا مدیر "مہر و ماہ" لاہور نے یہ قطعہء تاریخ وفات کہا۔

کس نے جانا؟ کون تھا، کیا تھا وہ مرد حق نیوش
کیا سمجھ پائے گا کوئی حال و قال کاظمی
اُن کے اٹھ جانے سے علم و فضل ہیں وقف فغاں
اب کہاں سے ڈھونڈ کر لائیں مثال کاظمی

حامل قرآں تھے وہ نور عالم فقہ و حدیث تھے
مشعل راہ ہدیٰ فضل و کمال کاظمی

قدسیان حق بھی حاضر تھے بہنگام نزع
اللہ اللہ کیا ہوا روشن مآل کاظمی

آپ تھے مہر و مودت کا سراپائے حسیں
پیکر اخلاص و خلق و صدق آل کاظمی

اے فدا ہاتف نے مجھ سے کہہ دیا بے ساختہ
"حضرت شاہ زماں" سال وصال کاظمی

۱۴۰۶ھ

خان شاہد اکبر آبادی ثم کراچوی (ف ۱۹۹۴ء) نے بھی یہ تاریخ کہی۔

جب سے گئے وہ خلد کو شاہد یہ فکر تھی کوئی ملے تو پوچھوں وہ کیسے ہیں خلد میں
دیکھا جو مضطرب مجھے تاریخ بول اٹھی "احمد سعید کاظمی اچھے ہیں خلد میں"

۱۹۸۶ء

ماخذ

(۱) "مقالات سعیدی" از مولانا غلام رسول سعیدی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۲۷۶ تا ۲۹۳۔

(۲) "تعارف علماء اہلسنت" از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۲ تا ۳۲۔

(۳) "مقالات کاظمی" جلد اول از سید احمد سعید کاظمی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۰ تا ۱۱۔ (مقدمہ)

(۴) "تلخ و شیریں یادیں" از شیخ ریاض پرویز مطبوعہ ملتان ۱۹۷۷ء ص ۱۵۶ تا ۱۵۸۔

(۵) "تاریخ ملتان" جلد دوم از مولانا نور احمد خان فریدی مطبوعہ ملتان ۱۹۷۳ء ص ۳۸۳۔

(۶) "آئینہ ء ملتان" از منشی عبدالرحمن خان مطبوعہ ملتان ۱۹۷۲ء ص ۴۲۔

(۷) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص

۱۵ تا ۲۴۔

(۸) "معدن التوارخ" از ابو القاسم محمد حسین قمر مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۵۸۔

(۹) ماہنامہ "السعید" ملتان بابت مارچ ۱۹۹۵ء، فروری ۱۹۹۶ء، فروری ۱۹۹۷ء، متعدد صفحات۔

(۱۰) "جلوۂ خورشید حرم" از خان شاہد کیم آبادی مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء ص ۲۱۵۔

(۱۱) ماہنامہ "السعید" ملتان بابت فروری ۱۹۹۸ء ص ۱۰۳، ۱۰۴۔

(۱۲) "رپورٹ تحقیقات عدالت ۱۹۵۳ء" ص ۹۶، ۲۸۲۔

مولانا محمد بخش مُسلم بی اے

مولانا محمد بخش مُسلم بن میاں پیر بخش ۱۸ / فروری ۱۸۸۷ء مطابق ۲۳ / جمادی الاول ۱۳۰۴ھ بروز جمعۃ المبارک چھتہ بازار لاہور میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالا گیٹ لاہور سے میٹرک کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ادیب عالم اور مولوی فاضل کے امتحانات امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ ۱۹۱۹ء میں بطور پرائیویٹ امیدوار بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ مولانا محمد ذاکر بگوی (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۱۹ء) مولانا اصغر علی روحی (۱۸۶۷ء۔ ۱۹۵۴ء) مولانا غلام مرشد (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۷۹ء) و دیگر علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔

تحریک خلافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۱۹ء میں علماء نے فتویٰ دیا کہ انگریز کی نوکری حرام ہے، مولانا مسلم نے اسی موضوع پر گجرات میں تقریر کی تو ڈپٹی کمشنر گجرات نے ضلع بدر کر دیا۔ گویا یہ انگریز سے بغاوت کی ابتدا تھی۔ روزنامہ "سیاست" اور روزنامہ "زمیندار" لاہور میں ۳۱½ برس ملازمت کی۔ "محکمہ لد اوباہی" کے مجلہ "لد اوباہی" کے مدیر بھی رہے۔ مختلف طریقوں سے ۱۹۵۶ء تک صحافت سے وابستہ رہے۔

۱۹۳۰ء میں باقاعدہ خطابت کا آغاز کیا۔ خطابت کے علاوہ شاعری کے شغل کو بھی اپنائے رکھا۔ مسلم مسجد لوہاری گیٹ لاہور کی بنیاد، تعمیر و ترقی اور تکمیل انہی کے ہاتھوں

ہوئی۔ اور تاحیات اسی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کی بھرپور خدمت کرتے رہے اور علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کی خدمت میں حاضری کا شرف بھی حاصل تھا۔

تحریک پاکستان میں مولانا مستقیم نے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ ۱۹۳۳ء میں محرم الحرام کے جلسہ کے سلسلہ میں بمبئی گئے تو وہاں صوبائی مسلم لیگ کے صدر الحاج یوسف کی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مولانا مستقیم کو مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دی۔ مولانا مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور پھر دیوانہ وار تحریک پاکستان کیلئے کام کیا۔ اسی زمانے میں "محکوم قوم" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کیا گیا ہے۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں اجلاس قرارداد پاکستان منعقدہ اقبال پارک لاہور میں شرکت کی اور پھر مسلم لیگ کے پیغام کو ملک کے طول و عرض میں پہنچانے کے لئے سرگرم ہو گئے۔ جمعۃ المبارک کے خطبات میں اپنی مدلل تقاریر سے مسلمانوں میں تحریک پاکستان کے مقاصد کو اجاگر کیا۔ دیہاتی لوگوں کو مسلم لیگ کا حامی بنانے کے لئے آپ بڑی سادہ سی بات کہتے کہ "مسلم لیگ کفر اور اسلام کے درمیان "لیک" ہے۔ (پنجابی میں "لیک" "خط" "لکیر" کو کہتے ہیں۔) آپ کی اس سادہ سی بات سے عام دیہاتی کی سمجھ میں مسلم لیگ کا منشور واضح ہو جاتا تھا۔

مسلم لیگ کے لئے مولانا مستقیم کی مخلصانہ خدمات کا ذکر لاہور کے مشہور جانثار مسلم لیگی میاں فیروز الدین احمد (۱۹۰۱ء۔ ۱۹۴۶ء) نے حضرت قائداعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) سے کیا تو قائداعظم نے کہا مستقیم صاحب کو میرے پاس لاؤ، میں ملنا چاہتا ہوں۔ قائداعظم ان دنوں "ممدوٹ ولا" میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میاں فیروز الدین احمد نے مولانا مستقیم کو "ممدوٹ ولا" لے جا کر ملاقات کرائی تو قائداعظم بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"ان جیسے علماء یقیناً تحریک پاکستان کی کامیابی کا باعث بنیں گے۔"

۱۹۴۲ء میں مولانا مستقیم، حضرت قائداعظمؒ کے حکم پر روزنامہ "ڈان" دہلی کے

اجراء کے سلسلہ میں چندہ لینے کے لئے کاٹھیاواڑ گئے۔ وہاں کے معروف تاجر طاہر محمد جانو نور علی سیٹھ نے کہا کہ ہمیں پسند نہیں کہ آپ جلسہ میں چندہ مانگیں۔ ہمیں بتائیں کہ "دارالحق" کے علاقے سے آپ کتنا روپیہ لینا چاہتے ہیں۔ مولانا مسلم نے جواب دیا کہ قائداعظم کی فہرست کے مطابق تین لاکھ ان جانوں نے پانچ لاکھ روپیہ پیش کر دیا۔ قائداعظم نے صرف تین لاکھ لیا۔ باقی دو لاکھ انہیں واپس کر دیا۔ جسے انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ قائداعظم نے حکم دیا کہ اسے "دارالحق" کی "مسجد فاروقی" کو دے دیا جائے۔

۱۹۴۳ء، ۱۹۴۴ء اور ۱۹۴۵ء میں مولانا مسلم ایک ایک ماہ کیلئے دھوراجی (کاٹھیاواڑ) تشریف لے جاتے رہے۔ وہاں کے آباد مسلمانوں کا شمار امیر ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔ مولانا مسلم نے انہیں مسلم لیگ میں شامل کرنے اور کراچی میں کاروبار کرنے کیلئے انتھک محنت کی۔ بفضلِ خدا نتیجہ خاطر خواہ نکلا اور یوں مسلم لیگ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔

۱۹۴۶ء میں پھلور ضلع جالندھر (حال مشرقی پنجاب، بھارت) میں "مجلس احرار" نے ایک جلسہ کیا اور دعوے کے ساتھ کہا کہ "پاکستان قائم نہیں ہو گا۔" مسلمانوں کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ انہوں نے لاہور سے نوابزادہ رشید علی خاں (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۷۴ء) اور مولانا مسلم کو بلایا۔ پہلے ان کا شہر کے بازاروں میں بڑا شاندار جلوس نکالا گیا۔ پھر پرانی منڈی میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں ہر دو حضرات نے پاکستان کے حق میں پر زور اور مدلل تقریریں کیں۔ مولانا مسلم کی تقریر نے تو سماں باندھ دیا۔ رائے عامہ ہموار ہو چکی تھی اور یوں احراریوں کو ذلت آمیز خفت اٹھانا پڑی۔

جنوری ۱۹۴۷ء میں غدار خضر حیات ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۵ء) وزیراعظم پنجاب کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک چلی تو مولانا مسلم نے پیش پیش رہ کر تحریک کو کامیاب کرنے کی سعی کی۔ دوسرے لیڈروں کے ساتھ گرفتار ہو کر سنٹرل جیل لاہور میں ایک ماہ قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما رہے۔

قیام پاکستان کے بعد دس سال تک ہفت روزہ "استقلال" لاہور کے ایڈیٹر رہے۔ ۱۹۴۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کی تاسیس ہوئی تو آپ بانی رکن اور پہلے سیکرٹری نشر و اشاعت بنے اور استحکام پاکستان کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا گیا۔ گوناگوں مصروفیات کے

باوجود مندرجہ ذیل کتابیں بھی لکھیں۔ "کتاب الاخلاق"، "آدمی کی انسانیت"، "تعلیم الاسلام"، "روزہ اور اس کا فلسفہ"، "غزوہ بدر"، "مسلمانوں کی زبوں حالی"، "مظلوم قوم"، "ختم نبوت"، "خطبات نبوی"، "تحریک پاکستان، مسلم لیگ اور جناح"۔

۱۷ فروری ۱۹۸۷ء مطابق ۱۸ جمادی الاثانی ۱۴۰۷ھ بروز منگل آپ کی وفات ہوئی۔ فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی بنا کردہ مسلم مسجد کے جنوب مغربی گوشے میں ایک تہہ خانے میں سپرد خاک ہوئے۔

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور نے اپنی اشاعت ۱۹ فروری ۱۹۸۷ء میں "مولانا مسلم کا انتقال پر ملال" کے عنوان سے مندرجہ ذیل اداریہ لکھ کر یوں خراج تحسین پیش کیا:

"تحریک پاکستان کے معروف کارکن اور نامور عالم دین مولانا محمد بخش مسلم گذشتہ روز لاہور میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر ایک سو سال تھی۔ مولانا مرحوم کا شمار ان علماء میں ہوتا تھا۔ جنہوں نے جدوجہدِ آزادی اور قیام پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور مسلم لیگ کے ایک پُرجوش مبلغ کارکن کی حیثیت سے اسلامیان برصغیر کو دو قومی نظریہ کی اہمیت وافادیت سے آگاہ کیا۔ وہ ایک خوش الحان مقرر کی حیثیت سے پنجاب کے علاوہ دوسرے صوبوں میں بھی مقبول تھے اور اپنی اس مقبولیت کو انہوں نے ہمیشہ ملک و قوم میں اتحاد و یگانگت کے جذبات کے فروغ کے لئے استعمال کیا۔ اپنی مرنجاں مرنج طبیعت اور صلح کل مشرب کے سبب ان کا تمام مکاتب فکر میں احترام کیا جاتا تھا۔ اور وہ عمر بھی امت کو اتفاق واتحاد کی تلقین کرتے رہے۔ مولانا مرحوم کو یہ فخر بھی حاصل تھا کہ وہ علامہ اقبال اور قائداعظم کے جانثار ساتھیوں میں سے تھے اور اپنی اس حیثیت میں انہوں نے مسلم لیگ کا پیغام برصغیر کے طول و عرض میں پہنچایا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ان کی وفات سے تحریک پاکستان کا ایک ہیرو اور اسلام کا انتہائی مخلص مبلغ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عاشقِ رسول (ﷺ) کو اپنے جوار

رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔"

بہت سے شعراء نے آپ کی وفات حسرت آیات پر قطعات تاریخ لکھے۔ بخوف طوالت صرف ابو الطاہر فداؔ حسین فدا مدیر "مہر و ماہ" لاہور اور جناب محمد حسن میرانی نوشاہی آف بہاولپور حضرت صابرؔ براری ثم کراچوی کے قطعات نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱)

پیر صد سالہ محمد بخش آہ!   دہر فانی سے گئے وہ بے گماں
کامرانی سے ہوئے وہ ہمکنار   مل گئی ان کو حیات جاوداں
قاطع الحاد و کفر و شرک تھے   مسلک سنت کے وہ روح رواں
سر میں تھا سودائے عشق مصطفیٰ   درد ملت کی تڑپ دل میں نہاں
صاحب علم و عمل، واعظ، خطیب   عظمت دین متیں کے پاسباں
اہل دل، اہل نظر، جان شعور   علم و حکمت کا وہ بحر بیکراں

کر رقم ان کا سن رحلت فداؔ
"قلزم دین مستقیم خلد آشیاں"

۱۴۰۷ھ

(۲)

وہ محمد بخش مستقیم خوش خصال   تھے خطابت کے مسلم بادشاہ
دین کی خدمت بڑی وہ کر گئے   چھوڑ کر دنیا کو، لی جنت کی راہ
سال رحلت لب پہ آیا حسنؔ   "چل بسے ہیں مستقیم ذی شان آہ"

۱۴۰۷ھ

(۳)

حضرت صابرؔ براری ثم کراچوی نے بھی تاریخ کہی۔

کیوں نہ ہو ان کی جدائی ہم کو شاق   تھے محمد بخش اک عالی صفات
ہے یہ صابرؔ ان کا سال انتقال   "مسلم شیریں زبان و نیک ذات"

۱۹۸۷ء

ماخذ

(۱) "سفر نامہ ہند" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۵ء ص ۴۸۷۔
(۲) "جامع اردو انسائیکلوپیڈیا" جلد دوم "از شیخ غلام علی اینڈ سنز مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۴۵۱۔۵۲۔
(۳) "اشاریہ نوائے وقت" (۱۹۴۴ء۔ ۱۹۴۷ء) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۳۶۔
(۴) "خفتگان خاک لاہور" از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۳۹۸۔
(۵) "قرارداد پاکستان صحافتی محاذ پر" از ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر مطبوعہ کوئٹہ ۱۹۹۰ء ص ۲۷۳۔
(۶) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد دوم از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۹۲۸۔
(۷) "قائداعظم خطوط کے آئینے میں" از خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۵ء ص ۹۵۔
(۸) "معدن التواریخ" از ابوالطاہر فدا حسین فدا مطبوعہ لاہور ۱۹۹۲ء ص ۹۳۔
(۹) "قندیل تواریخ" از محمد حسن میرانی مطبوعہ بہاولپور ۱۹۹۱ء ص ۱۹۳۔
(۱۰) ماہنامہ "کنزالایمان" لاہور، "تحریک پاکستان نمبر" بابت اگست ۱۹۹۵ء ص ۱۵۹، ۱۷۲، ۱۸۳، ۲۱۳۔
(۱۱) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۲، ۱۹، ۲۱، فروری۔ ۶، مارچ ۱۹۸۷ء۔
(۱۲) ہفت روزہ "الہام" بہاولپور بابت ۷، اپریل ۱۹۸۷ء ص ۴۔
(۱۳) "شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا" از مقصود ایاز، محمد ناصر مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۶۱۳۔
(۱۴) "تحریک آزادی میں پنجاب کا کردار" از ایم جے اعوان مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۹۳ء ص ۲۵۰۔
(۱۵) "بقائے دوام" از سجاد مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۵۸۔
(۱۶) "جب امرتسر جل رہا تھا" از خواجہ افتخار مطبوعہ ۱۹۸۲ء ص ۸۶، ۱۷۳۔

(۱۷) "مجلہ لب جو" گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ، "گولڈن جوبلی نمبر ۱۹۹۷ء" ص ۲۶، ۱۹۴، ۹۰۴۔

(۱۸) "تاریخ رفتگاں" جلد دوم از صابر براری مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء ص ۱۲۱۔

(۱۹) "آہنگ بازگشت" از محمد سعید مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۴۵۔

(۲۰) "تذکرہ علمائے اہلسنت وجماعت لاہور" از اقبال احمد فاروقی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۳۷۴، ۳۷۵۔

مولانا صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ سید محمود شاہ بن آفتاب ولایت پیر سید ولایت شاہ (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۷۰ء) کی ولادت باسعادت ۱۹۲۲ء میں گجرات میں ہوئی۔ والد گرامی کے "مدرسہ تجوید قرأت مسجد حاجی پیر بخش گجرات" سے قرآن پاک حفظ کیا اور ساڑھے گیارہ سال کی عمر میں پہلی بار نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ ساتویں جماعت تک سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ خدام الصوفیہ گجرات میں دینی تعلیم حاصل کرنے لگے جہاں شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (۱۹۱۰ء۔ ۱۹۷۰ء) نے انہیں بڑی محنت و کاوش سے پڑھایا۔ علامہ ہزاروی کی وزیر آباد آمد کے بعد آپ نے دارالعلوم "حزب الاحناف لاہور" میں داخلہ لے کر سند فراغت حاصل کی۔

صاحبزادہ سید محمود شاہ نے ۱۹۳۹ء میں سلطان ہند امیر ملت حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) کے دست مبارک پر سعادت بیعت حاصل کی اور انہی کے ارشاد گرامی پر مسلم لیگ میں شامل ہو کر ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ حضرت امیر ملت قدس سرہ نے آپ میں جرأت و بیباکی کے آثار دیکھ کر آپ کی پشت مبارک پر تھپکی دیتے ہوئے فرمایا تھا:۔

"یہ علماء اہلسنت میں نڈر، بہادر اور حق گو عالم اور لیڈر ہو گا۔"

چنانچہ آپ علماء میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور بڑے سے بڑے جابر حکمران کے سامنے بھی کلمہ حق بلند کرنے سے گریز نہ کیا۔

۱۹۴۴ء میں آپ "پنجاب مسلم لیگ" کے ممبر منتخب ہوئے۔ شب و روز تحریک پاکستان کے لئے سرگرم عمل رہے، طویل دورے کر کے ہر جگہ نظریہ پاکستان کا پرچار کیا اور لوگوں تک مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا۔ ۱۹۴۶ء کی سول نافرمانی کی تحریک میں سب سے پہلے جیش لے کر جیل گئے۔ یہ وہ دور تھا جب گجرات کے بڑے بڑے سیاسی لیڈر یونینسٹ اور بڑے بڑے علماء مجلس احرار اور کانگرس میں شامل تھے۔ جب آپ ڈسٹرکٹ جیل گجرات گئے تو اس وقت آپ سے پہلے میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء) میاں عبدالباری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۸ء) نوابزادہ مسدی علی (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۵۸ء) اور سابق صدر پاکستان چوہدری فضل الٰہی (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۸۲ء) جیل میں موجود تھے۔ جیل میں ۱۲ ربیع الاول شریف کا دن آیا تو صاحبزادہ سید محمود شاہ اور ان کے ساتھی پریشان اور بے قرار ہو گئے کہ ہم عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں شرکت نہ کر سکیں گے۔ آپ کے والد گرامی حضرت پیر سید ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ جلوس کی قیادت فرما رہے تھے۔ جب وہ تیس ہزار کے قریب شمع رسالت کے پروانوں کا جلوس لے کر جیل کے قریب پہنچے تو جونہی جلوس کی آواز جیل میں پہنچی، سیاسی کارکنوں میں ایک نیا اسلامی جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا۔ نوجوان جیل کی کوٹھڑیوں پر چڑھ گئے اور صاحبزادہ صاحب کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور جیل کی چھتوں کو نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے ہلا دیا۔ آپ نے تقریر کرنے کی خواہش ظاہر کی تو شمع رسالت کے پروانے جیل کی دیواروں سے لگ گئے۔ میاں ممتاز دولتانہ نے آپ کو تقریر کرنے سے روکا کہ کہیں سزا طویل نہ ہو جائے مگر آپ نے تمام قانونی حدود و قیود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تقریباً آدھ گھنٹہ تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا کہ :

"اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان، پاکستان حاصل کر کے رہیں گے۔ اب یہ تحریک کہیں نہیں رک سکتی۔"

آپ کی تقریر اس قدر جامع اور موثر تھی کہ جیل کے اندر اور باہر ہر طرف نعرے لگ رہے تھے۔ جیل کے سامنے انگریز ایس پی مسٹر وائل اور ہندو ڈپٹی کمشنر وزیر چند، سینکڑوں ڈوگرا اور سکھ سپاہیوں کے ساتھ کھڑے منہ دیکھتے رہ گئے۔ شرکاء جلوس نے

گولیوں اور سنگینوں کی پرواہ کیے بغیر "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ عوام کو آپ کی انتھک [illegible] یہ جلوس پرامن طور پر ختم ہو گیا۔

پاکستان بننے کے بعد مہاجرین کی آبادکاری میں سرگرم حصہ لیا۔ پیر صاحب مانکی شریف (۱۹۲۳ء تا ۱۹۶۰ء) کی زیرِ قیادت جہادِ کشمیر میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۹ء میں آرگنائزنگ سیکرٹری مقرر ہوئے۔ جولائی ۱۹۵۲ء پنجاب مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے متعلق قرارداد پیش کی۔ ۲۳ جولائی کو یہ قرارداد آٹھ کے مقابلے میں ۳۰۰ کی عظیم اکثریت سے منظور ہوئی۔ اس قرارداد میں کہا گیا کہ عقیدہ ختم نبوت کے متعلق مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات بنیادی ہیں اور انہی اختلافات کی وجہ سے یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ دستورِ پاکستان میں احمدیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور [illegible] تحریک کے سربراہ چنے گئے۔ قید و بند کی صعوبتوں سے نبرد آزما ہوئے۔ ۱۹۵۸ء تک پنجاب مسلم لیگ اور آل پاکستان مسلم لیگ کے ممبر رہے۔ بعد میں مسلم لیگ میں انتشار اور حرصِ اقتدار کی وجہ سے الگ ہو گئے اور جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت اختیار کر لی۔ صدر محمد ایوب خان (۱۹۰۷ء تا ۱۹۷۴ء) کی آمریت کے خلاف ڈٹ گئے اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (۱۹۱۵ء تا ء) کے ساتھ مل کر ایوبی جبر و استبداد کے خلاف آواز بلند کرتے رہے۔ ۱۹۷۴ء میں دوبارہ تحریک ختم نبوت چلی تو مجلس عمل کے متفقہ سربراہ بنے۔ ۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو گرفتار ہوئے۔ گجرات، میانوالی اور سیالکوٹ کی جیلوں میں سخت ایام گزارتے رہے۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۷۴ء کو سیالکوٹ جیل سے رہا ہوئے۔

ذوالفقار علی بھٹو (۱۹۲۸ء تا ۱۹۷۹ء) کے دورِ حکومت میں کلمہ حق بلند کرنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کرنے والا اپنے حقوق کی [illegible] گنوا بیٹھتا تھا۔ [illegible] کے حیلے ملک بھر میں ادھم مچائے ہوئے تھے۔ مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے علاوہ صاحبزادہ محمود شاہ گجراتی ان چند افراد میں سے تھے جنہوں نے ہر قسم کی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حکومت پر کڑی تنقید کی۔ اگرچہ ان کو متعدد طور پر [illegible] کے پہاڑوں سے [illegible] مگر انہوں نے حق گوئی [illegible]

کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

۲۰/۲۱ جون ۱۹۷۳ء کو متحدہ جمہوری محاذ نے لاہور میں "قومی یکجہتی" منایا تو آپ نے اس عہد کے اجتماع کے دوسرے روز خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"تحریک پاکستان میں حکمران جماعت کے قائدین اور ان کے ساتھیوں کا کہیں نام و نشان نہ تھا اور آج یہ لوگ پاکستان کے تحفظ کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ ان کے نظریات شروع ہی سے پاکستان دشمنی کے ہیں۔"

پھر آپ نے یہ اعلان کیا کہ:

"اپوزیشن لیڈر اپنی جائیدادیں عوام کے لئے دینے کو اس شرط پر تیار ہیں کہ حکومتی پارٹی کے تمام لیڈر اور مرکزی وزراء بھی اپنی جائیدادیں چھوڑ دیں۔"

اس کے بعد عوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"عوام کو اب قربانیاں دینے کے لئے تیار ہو جانا چاہیے اور گھر گھر پھیلانے والوں کا متحد ہو کر مقابلہ کرنا چاہیے۔"

۱۹۷۸ء میں مولانا شاہ احمد نورانی کی طرف سے جمعیت علماء پاکستان پر آمرانہ پالیسیاں مسلط کرنے کے خلاف آواز بلند کی جو مولانا نورانی اور ان کے حواریوں کی برداشت نہ کر سکی۔ نتیجہ صاحبزادہ صاحب نے جمعیت علماء پاکستان کو خیرباد کہہ دیا اور اپنی زندگی تبلیغی کاموں میں صرف کر دی۔ اور پھر محبت مصطفی ﷺ کی خوشبو شہر شہر گلی گلی گھر گھر پھیلاتے رہے اور اسی میں ان کی عمر تمام ہو گئی۔

صاحبزادہ سید محمود شاہ نے جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی نائب صدر کی حیثیت سے مقام مصطفی ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کیلئے جو گراں قدر خدمات انجام دیں اپنی پرسوز تقاریر کے ذریعے پورے ملک میں "اسم محمد ﷺ" سے اجالا کیا۔ قدرت نے انہیں دلنشین سوز آواز، درد مندانہ لہجہ اور خطابت کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ دوران تقریر حکیم الامت علامہ اقبال (۱۸۷۷ء تا ۱۹۳۸ء) کے اشعار جھوم جھوم کر پڑھتے تو سامعین کے قلب و جگر میں مچلتی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ راقم کو ان کی کئی تقاریر سننے کا اتفاق

ہوا لیکن ہر دفعہ دوبارہ سننے کی تشنگی باقی رہی۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۸ ذیقعد ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۸۷ء بروز ہفتہ صبح سات بجے بوجہ حرکت قلب بند ہونے کے ہوئی۔ والد گرامی کے پہلو میں قلعہ علی پورہ گجرات میں آخری آرام گاہ بنی۔ حضرت صابر براری ثم کراچوی نے یہ قطعہ تاریخ وفات کہا۔

"فصیح بیاں صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی نقشبندی"

۱۹۸۷ء

تھی جہان پاک میں نکہت فشاں — گلشن شاہ ولایت کی کلی
تھا ہر اک کے دل میں جس کا احترام — تو وہ ہستی جہاں سے اٹھ گئی
روح تحریک نظام مصطفےٰ — بالیقیں تھی ذات اقدس آپ کی
وہ سیاستداں بھی تھے عالم بھی تھے — تھے مقرر بھی وہ بے باک و جری

لب ہیں صابر، سال غم کہے
"حضرت محمود شاہ صاحب ولی"

۱۹۸۷ء

ماخذ

(۱) "اکابر تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۲۲۴ تا ۲۲۵۔

(۲) "تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی" از محمد صادق قصوری مطبوعہ دیپالپور (قصور) ۱۹۹۰ء ص [illegible] تا ۲۶۷۔

(۳) "تذکرہ شاہ ولایت" از محمد نواز شاہد مطبوعہ گجرات ۱۹۹۰ء ص ۴ تا ۲۰۔

(۴) "حیات شاہ ولایت" از محمد یونس شاہد مطبوعہ گجرات [illegible]

(۵) "مختصر حیات" از پروفیسر وقار حسین ناظم مطبوعہ گجرات ۱۹۸۷ء ص [illegible]

(۶) "مشاہیر ضلع گجرات" از ڈاکٹر محمد حنیف احمد مطبوعہ گجرات ۱۹۹۹ء ص [illegible]

(۷) "حیات [illegible]" از پروفیسر محمد اعظم مطبوعہ اسلام آباد [illegible]

مولانا بشیر احمد اخگرؒ

مولانا بشیر احمد اخگر بن مولوی حامد شاہ (۱۹۰۹ء ۔ ۱۳۲۷ھ) کی ولادت ۲۳
اپریل ۱۹۰۹ء بروز جمعرات محلہ ریاست جموں و کشمیر میں ہوئی، جہاں ان کے والد بحیثیت
معلم تبلیغ و ارشاد مقیم تھے۔ اصل وطن گجرات تحصیل شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ تھا۔ سلسلہ
نسب حضرت شاہ جمال دریائی چشتیؒ (۱۰۳۲ھ ۔ ۱۶۲۳ء) سے ملتا ہے۔ دینی تعلیم دار
جامعہ دار العلوم انجمن نعمانیہ امرتسر اور دار العلوم حزب الاحناف لاہور سے حاصل کی۔
۱۹۳۰ء میں بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ دوران تعلیم ایم اے او کالج
امرتسر کے میگزین "الہلال" کے انگریزی حصہ کے مدیر رہے۔ متعدد سوسائٹیز کے صدر
اور جنرل سیکرٹری منتخب ہوتے رہے۔ ۱۹۳۲ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے بی ٹی کیا۔
کالج میں دوران تعلیم مسلم لیگ سے تعلق پیدا ہوا۔ ۱۹۳۴ء میں باقاعدہ کام سے
اور تقریر و تحریر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ۱۹۴۳ء میں "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" نے
لاہور میں "پاکستان کانفرنس" منعقد کی تو اس کی کامیابی کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ پاکستان
سوال پر [illegible] کھلے۔ کئی پروفیسر چوہدری محمد صادق (۱۹۱۳ء ۔ ۱۹۹۹ء) کے ساتھ
سیالکوٹ کے اکثر دیہات میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ ۱۹۴۳ء تا ۱۹۴۷ء
۱۹۴۶ء پنجاب مسلم لیگ کونسل کے ممبر، ۱۹۴۳ء تا ۱۹۴۷ء تحصیل مسلم لیگ شکرگڑھ

کے صدر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے۔

آپ کی وضع قطع شستہ زبان میں لوچ اور اثر کی وجہ سے اردو اور پنجابی میں تقاریر بہت ہی کامیاب رہا کرتی تھیں۔ تحریک پاکستان کو عوام کے دلوں میں اتارنے میں ان کے جوشیلے بیان اور زبان نے بڑا کام کیا۔ ۲۸ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۴ء کو سیالکوٹ میں پنجاب مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرت قائداعظم (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء) نوابزادہ لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۱ء) سردار عبدالرب نشتر (۱۸۹۹ء۔۱۹۵۸ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔۱۹۷۰ء) نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔۱۹۶۹ء) ملک برکت علی (۱۸۸۵ء۔۱۹۴۶ء) میاں ممتاز محمد خان دولتانہ (۱۹۱۶ء۔۱۹۹۵ء) راجہ غضنفر علی خان (۱۸۹۵ء۔۱۹۶۳ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔۱۹۵۲ء) قاضی محمد عیسیٰ (۱۹۱۳ء۔۱۹۷۶ء) سید غلام مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی (۱۹۰۷ء۔۱۹۹۹ء) مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (۱۹۱۵ء۔ زندہ) اور مولانا بشیر احمد اختر نے شرکت کر کے تاریخی کردار ادا کیا۔

۳۰ اپریل ۱۹۴۴ء کو اجلاس کی آخری نشست تھی جس کی صدارت سردار عبدالرب نشتر نے کی۔ مولانا اختر نے اپنی تقریر میں بڑی گرمجوشی کے ساتھ یونینسٹوں کے تانے بانے کے تاروپود بکھیر دیے۔ اور مسلمانوں کو خبردار کیا۔

"کبھی انہیں جاٹ مہاسبھا کے نام پر ورغلایا جاتا ہے۔ کبھی رقابت کھتی کے چکر میں بہکایا جاتا ہے۔ ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں اور مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر متحد و متفق ہو کر اپنی ملی اور قومی آزادی کی جنگ کامیابی سے جاری رکھ سکتے ہیں۔ ہم میں تفرقہ ڈالنے کے لیے آئے روز نئے روپ بھرے جاتے ہیں جس سے یونینسٹ اپنے اقتدار کو طول دینا چاہتے ہیں۔ آپ لوگ یونینسٹوں اور ہندو سکھ گٹھ جوڑ کے جال میں نہ پھنسیں اور صرف قائداعظم کی رہنمائی پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے مسلم لیگ کا بھرپور ساتھ دیں۔"

آپ نے ایک قرارداد میں جاٹ مہاسبھا، زمیندارہ لیگ اور اس قسم کی تنظیموں

کی مذمت کی کہ اس کی لہاس گروہی سیاست پر رکھی گئی تھی جس سے پیشے کی بنیاد پر عصبیت پھیلانا مقصود تھا۔ اس قرار داد کی تائید چوہدری محمد سر فراز خاں گورایہ صدر ضلع مسلم لیگ سیال کوٹ نے کی اور یہ اتفاق رائے سے منظور کی گئی۔

آپ تقریر کر کے مائیک سے پیچھے ہٹنے لگے تو قائداعظمؒ نے ان کی پیٹھ پر تھپکی دی اور فرمایا:۔

"I want such young men in the organization."

اسی دوران مکان شریف ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب، بھارت) میں سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت سید امام علی شاہؒ (۱۷۹۷ء۔ ۱۸۶۶ء) کے عرس شریف پر سجادہ نشین نے احراری لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری (۱۸۹۱ء۔ ۱۹۶۱ء) کو بلا رکھا تھا جبکہ اسی خاندان کے فرد فرید سید منظور احمد شاہؒ (۱۹۰۵ء۔ ۱۹۶۹ء) جو مسلم لیگ کے حامی تھے، نے آپ کو مدعو کیا ہوا تھا۔ دونوں اسٹیج آمنے سامنے تھے۔ نصف گھنٹہ بعد بخاری کے سامعین ادھر چلے آئے اور وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ اس بات سے آپ کی سحر بیانی اور شعلہ افشانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۹ر نومبر ۱۹۴۴ء کو ضلع مسلم لیگ لاہور کا ایک اسپیشل اجلاس نوابزادہ رشید علی خاں (۱۹۰۴ء۔ ۱۹۷۴ء) بارایٹ لاء صدر لاہور سٹی مسلم لیگ کی صدارت میں قصور منڈی میں ہوا جس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا اختر نے اپنے دلکش انداز میں واضح کیا کہ جب تک انگریز اور ہندو کی سیاست اس ملک میں موجود ہے اس کے مقابلے کے لئے قائداعظم محمد علی جناح مسلمانان ہند کے بہترین رہنما اور ترجمان ہیں۔

۱۹۴۶ء میں مجلس احرار نے بٹالہ ضلع گورداسپور میں ایک کانفرنس منعقد کی جس میں اکابرین احرار شریک ہوئے۔ مسلم لیگ، قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کو بڑی شدت سے ہدف تنقید و ملامت بنایا گیا۔ مسلم لیگ نے مقابلے پر جلسہ کا اہتمام کیا اور آپ کو دعوت خطاب دی گئی۔ دونوں جلسہ گاہیں پاس پاس تھیں۔ مولانا اختر کی آواز بہت بلند تھی۔ علاوہ ازیں ان کا کمال یہ تھا کہ وہ کلام اللہ کی تلاوت انتہائی پر تاثیر آواز میں کرتے تھے۔ اس جلسہ میں بھی انہوں نے مسلم لیگ اور قائداعظمؒ کے خلاف لگائے گئے الزامات کا بڑے مؤثر انداز میں جواب دیا اور مخالفین کو انتباہ کیا کہ وہ مسلمانوں کے محبوب قائد کے خلاف دشنام طرازی

سے باز آجائیں ورنہ مسلم لیگی کارکن ان کا منہ توڑ جواب دیں گے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

عاشق بُری بلا ہے پہنچتا ہے دُور دُور
اور تیرے گھر کی تو دیوار بھی نہیں

یہ شعر نہایت ہی بر محل تھا اور مجلس احرار پر ٹھیک چسپاں ہوتا تھا۔ اس شعر نے حاضرین میں اس قدر جوش پیدا کر دیا کہ مخالفین کو بٹالہ سے اپنا بستر گول کرنا پڑا۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی اکثر ضلعی شاخوں کی طرف سے صوبائی مسلم لیگ کے دفتر میں یہ مطالبہ کیا جاتا تھا کہ اُن کے حلقے میں مولانا بشیر احمد اختر کو ضرور بھیجا جائے۔ اجنالہ ضلع امرتسر کی نشست پر مسلم لیگی امیدوار کا یونینسٹ امیدوار چوہدری انور حسین سے بڑا کانٹے دار مقابلہ تھا۔ مسلم لیگی امیدوار چوہدری نصر اللہ خاں ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کے سیکرٹری بھی تھے۔ اجنالہ شہر کی وسیع و عریض جامع مسجد میں بہت بڑا انتخابی جلسہ ہوا جو رات کو بعد از نماز عشاء شروع ہوا اور نماز فجر کے قریب اختتام پذیر ہوا۔ مولانا اختر اس جلسے میں سب سے اہم اور آخری مقرر رہتے۔ اُن کی تقریر کے دوران لوگ دم بخود ہو کر بیٹھے رہے۔ ان کی تقریر جو اردو، پنجابی اور انگریزی زبانوں کا حسین امتزاج تھی لوگوں کے دلوں میں اترتی چلی گئی۔

تقریر کے آخر میں انہوں نے سامعین سے وعدہ لیا کہ وہ مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں گے۔ چنانچہ چوہدری نصر اللہ خاں ۵۳۲۶ ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے جبکہ یونینسٹ امیدوار ۱۴۷۶ ووٹ لے کر خاسر و نامراد رہا۔ دیگر چار آزاد امیدواروں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں۔

جسٹس ریٹائرڈ ذکی الدین پال راوی ہیں کہ ایک دفعہ اسی الیکشن کے دوران ہم مولانا بشیر احمد اختر کی معیت میں ضلع امرتسر کے ایک گاؤں پہنچے اور گاؤں کے خطیب سے رابطہ کر کے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کیا۔ مولانا نے لوگوں کو بڑے مؤثر اور دلپذیر انداز میں سمجھایا کہ اس وقت مسلم لیگ کو کامیاب کرنے کی کیوں ضرورت ہے اور قائداعظم کو قائد ماننا کیوں ضروری ہے۔ سامعین میں ان کی تقریر سے بڑا جوش پیدا ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان کی طرف سے یہ تک کہا گیا کہ اب ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان واضح ایک تفریق پیدا

ہو گئی ہے۔ اور ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ اس تفریق کے مطابق ہوگا۔

تحریک پاکستان کے دوران خطیب حضرات اکثر و بیشتر مطالبہ پاکستان کی تائید میں دھواں دھار تقاریر کیا کرتے تھے۔ جمعہ کا دن ہو یا عید کا موقعہ، مسلمانوں کے ذہنوں میں مطالبہ پاکستان کی اہمیت کو واضح کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی تھی۔ ۱۹۴۶ء میں جب تحریک پاکستان اپنے پورے جوبن پر تھی اور عید الفطر قریب تھی۔ جسٹس ذکی الدین پال کے اہل محلہ نے اس مرتبہ ایک کھلے پارک میں نماز عید ادا کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور اس موقعہ پر مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی اور مولانا بشیر احمد اختر کو دعوت خطاب دی گئی۔ دونوں حضرات عید کے روز سے ایک دن قبل ہی امرتسر پہنچ گئے۔ نماز عید سے پہلے ہی ہزاروں کا اجتماع ہو گیا اور دونوں حضرات کی تقاریر نے ایک ولولہ پیدا کر دیا۔ اور یوں امرتسر میں مخالفین پاکستان کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔

مولانا اختر، اسلامیہ ہائی سکول بیلوی تحصیل شکر گڑھ ضلع سیال کوٹ (تب ضلع گورداسپور) میں بطور سینئر انگلش ٹیچر ۱۹۴۵ء تک متعین رہے۔ ۴۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات میں سکول کا منیجر چوہدری عبدالرحیم (ف ۱۹۸۸ء) یونینسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کے لئے کھڑا ہو گیا تو مولانا کا اس سے اختلاف ہو گیا اور مستعفی ہو کر اس کے خلاف سرگرم ہو گئے۔ اور بفضل خدا مسلم لیگی امیدوار عبدالغفور قمر نے ۳۵۱۶ ووٹ لے کر کامیابی حاصل کی جبکہ چوہدری عبدالرحیم نے ۳۷۷۸ ووٹ لے کر شکست فاش کھائی۔ اسی طرح سیال کوٹ جنوبی (بجروال) کی نشست پر مسلم لیگی امیدوار میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ کی پرزور مہم چلائی۔ دولتانہ ۸۳۶۱ ووٹ لے کر کامیاب ہوئے اور یونینسٹ امیدوار خان بہادر نواب محمد دین باجوہ ۳۹۸۳ ووٹ لے کر ناکام ہوا۔

ان انتخابات میں مولانا اختر نے پنجاب کے علاوہ صوبہ سندھ اور سرحد میں بھی اپنی جادو بیانی کا ڈنکا بجایا۔ ۱۹۴۷ء کے ریفرنڈم کے موقعہ پر آپ کی تقاریر نے خرمن کانگرس کو راکھ کا ڈھیر کر دیا۔ غرض تحریک پاکستان میں ان کی خدمات کا احاطہ کرنے کے لئے کئی دفتر درکار ہیں۔

؎ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

قیام پاکستان کے بعد سیاست کو خیرباد کہہ کر گوشہ نشین ہو گئے۔ چک ۵۹ ای ایس

صادق آباد ضلع رحیم یار خاں میں زمینداروں میں مصروف ہو گئے۔ لیکن مرتے دم تک مسلم لیگ کی محبت ان کے دل سے نہ نکل سکی اور پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے۔ ۱۹۸۷ء میں حکومت پنجاب نے تحریک پاکستان میں ان کی خدمات کے اعتراف کے طور "گولڈ میڈل" دیا۔

مولانا اختر نے حضرت پیر محمد فاضل قادری نوشاہی سندر پور شریف ضلع سیالکوٹ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔ حضرت خواجہ شاہ سراج الحق چشتی صادق گورداسپوری (۱۸۷۵ء۔ ۱۹۳۲ء) اور ستونِ ہند امیر ملت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۸۴۱ء۔ ۱۹۵۱ء) سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی سے برادرانہ مخلصانہ تعلقات تھے۔ آخری عمر میں ہر فکر ماسوا سے بے نیاز ہو کر یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ ایک مردِ مومن کی طرح جیے اور مردِ مومن کی طرح مرے۔

۱۵ر مئی ۱۹۹۴ء / ۳ر ذوالحجہ ۱۴۱۴ھ بروز اتوار دل کا دورہ پڑنے سے رحلت ہوئی اور ہزاروں آہوں اور سسکیوں کے دوران اپنے چک ۱۵۹ ای ایس صادق آباد ضلع رحیم یار خاں میں سپرد خاک ہوئے۔ باقی رہے نام اللہ کا۔

سید عارف محمود مجور رضوی آف گجرات نے راقم آثم کی فرمائش پر یہ قطعہ تاریخ وصال کہا۔

"مقبولِ جہاں طوطیٔ عدو ہر مولانا بشیر احمد اختر"

۱۹۹۴ء

محترم ذیشان تھا اختر کہو — عزم کا عنوان تھا اختر کہو
اپنے اوصافِ حمیدہ کے سبب — ایک عظیم انسان تھا اختر کہو
جنگِ آزادی کا وہ لاریب اک — بے بدل سلطان تھا اختر کہو
زندۂ جاوید ہے وہ بے گماں — راسخ الایمان تھا اختر کہو

اس کے سالِ مرگ پر مجور تم
"فخرِ پاکستان" تھا اختر کہو

۱۴۱۴ھ

راقم آثم صادق قصوری نے بھی تاریخ کہی۔

"گرامی گوہر مولانا بشیر احمد اختر"

۱۹۹۴ء

چل دیے گلشن ہستی سے بزرگ نامی ۔۔۔ واعظ شعلہ بیاں مرد مجاہد رہبر

ان کی خدمات کے واصف تھے یہ جملہ قائد ۔۔۔ قائد اعظم و لیاقت ہوں کہ ناظم، نشتر

کیوں نہ غمگیں ہوں مولانا نیازی صاحب ۔۔۔ آپ کے وہ تھے محب آپ تھے ان کے دلبر

کی رحلت کوئی پوچھے تو یہ کہدو صادق ۔۔۔ "ہیں گل و لالہ و فردوس جناب اختر"

۱۴۱۴ھ

ماخذ

(۱) "افکار تحریک پاکستان" جلد دوم از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۰۱ تا ۱۰۲۔

(۲) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ولی مظہر ایڈووکیٹ مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص ۳۱۱، ۳۱۲۔

(۳) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۲۰۵۔

(۴) "ہو تا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا" از ڈاکٹر محمد الیاس مسعود مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء۔

(۵) "تحریک پاکستان" (نوائے وقت کے اداریوں کی روشنی میں) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۳۰۵، ۵۰۲ تا ۵۰۴۔

(۶) "اشاریہ، نوائے وقت (۱۹۴۴ء۔ ۱۹۴۷ء) از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء ص ۸۰، ۸۱۔

(۷) "اولیائے سیالکوٹ" از رشید نیاز مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۹۲ء ص ۱۴۴ تا ۱۴۹۔

(۸) ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور بابت جولائی ۱۹۹۴ء ص ۸۳ تا ۸۹۔

(۹) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۱۶ / مئی، ۱۹ / جون، ۲۹ / جون، ۱۸ / جولائی، ۲۰ / ستمبر ۱۹۹۴ء۔

(۱۰) مجلہ "برگ گل" اردو کالج کراچی، قائد اعظم نمبر ۱۹۷۶ء ص ۱۹۸۔

(۱۱) مکاتیب گرامی مولانا بشیر احمد اختر بنام حضرت حکیم محمد موسیٰ امر تسری مد ظلہ محررہ

۲۷، ۲۰ اگست ۴، ۱۱ ستمبر ۱۹۸۷ء۔

(۱۲) مکاتیب گرامی مولانا بشیر احمد اختر بنام محمد صادق قصوری محررہ ۱۹، جنوری، ۲۳، جنوری ۱۹۸۵ء از صادق آباد ضلع رحیم یار خاں۔

(۱۳) "انوار الاعالی" از پروفیسر محمد حسین آسی مطبوعہ علی پور سیداں ۱۹۸۵ء (طبع سوم) ص ۲۰۹۔

(۱۴) ماہنامہ "کنز الایمان" لاہور، "تحریک پاکستان نمبر" اگست ۱۹۹۵ء ص ۱۸۳۔

(۱۵) "تحریک پاکستان اور سرگودھا کی یادیں" از ملک محمد اقبال ایڈووکیٹ مطبوعہ سرگودھا ۱۹۸۴ء ص ۲۹، ۳۹۔

مولانا جمال میاں فرنگی محلی

تحریک پاکستان کے نامور مجاہد مولانا محمد جمال الدین عبدالوہاب المعروف بہ جمال میاں ابن قیام الملت والدین مولانا محمد عبدالباری (۱۸۷۸ء۔۱۹۲۶ء) کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۱۹ء بروز جمعۃ المبارک بوقت فجر فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ آپ کی پیدائش پر تمام عزیز و اقارب نے مسرت و شادمانی کے شادیانے بجائے کیونکہ اس سے قبل حضرت قیام الملت والدین کی کوئی نرینہ اولاد زندہ نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ آپ کی پیدائش پر سب کا بے حد مسرور ہونا ایک لازمی امر تھا۔

مولانا جمال میاں نے اپنے خاندانی مدرسہ عالیہ نظامیہ فرنگی محل سے حفظ قرآن کے بعد تمام علوم متداولہ پر مہارت تامہ حاصل کر کے ''مولانا'' کی سند حاصل کی۔ والد گرامی کے علاوہ اپنے پھوپھا حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی (۱۸۶۹ء۔ ۱۹۴۵ء) سے اجازتِ حدیث و سلاسل طریقت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔۱۹۴۱ء) جیسے افاضل شامل ہیں۔

تحریک پاکستان میں علمائے فرنگی محل نے جو تاریخ ساز کردار ادا کیا ہے وہ کسی بھی چشم بینا سے مخفی نہیں ہے۔ مولانا محمد عبدالباری کی رحلت کے بعد مولانا قطب الدین عبدالوالی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۵۴ء) مولانا صبغۃ اللہ شہید (ف ۱۹۶۳ء) اور مولانا عنایت اللہ

(۱۸۸۸ء۔ ۱۹۳۱ء) نے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آزادی وطن کے لئے بھرپور جدوجہد کی اور انہی بزرگوں کے شانہ بشانہ مولانا جمال میاں نے بھی نو عمری میں ہی اپنے آپ کو ملی و آزادی کے حصول کی خاطر وقف کر دیا۔

مولانا جمال میاں شروع سے ہی مسلم لیگ کے حامی تھے لیکن عملی طور پر ۱۹۳۷ء کے "آل انڈیا مسلم لیگ" کے سالانہ اجلاس لکھنؤ کے موقع پر اس جماعت میں شمولیت کی اور پھر ۱۹۴۳ء میں دہلی کے سالانہ اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے جوائنٹ سیکرٹری منتخب ہوئے اور تقسیم برصغیر تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ اپنی ذہنی اور دماغی صلاحیتوں کی بدولت اوائل شباب سے ہی ہندوستان کی سیاست میں اپنی شیریں گفتاری اور قابلیت سے لیڈروں کی صف میں آ گئے تھے۔

۱۹۳۷ء میں صوبہ سرحد میں عوامی طور پر مسلم لیگ کی ابتدا ہوئی اور ایبٹ آباد میں ایک شاندار "مسلم لیگ کانفرنس" انعقاد پذیر ہوئی جس میں خطیب اسلام مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء)، چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) اور مولانا جمال میاں نے شرکت کر کے اپنی شعلہ بار تقاریر سے عوام و خواص کو مسلم لیگ کا والا و شیدا بنا دیا۔ اسی سال یوپی اسمبلی کے انتخابات کے سلسلے میں آپ نے مولانا شوکت علی اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی کے ساتھ پورے صوبہ کا دورہ کر کے مسلم لیگی امیدواروں کے لئے بھرپور جدوجہد کی جس کے نتیجے میں اس صوبے سے کانگریس کا جنازہ نکل گیا۔

۷ تا ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو کراچی میں قائد اعظم (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) کی زیر صدارت سندھ مسلم لیگ کی پہلی صوبائی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء) مولانا شوکت علی (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۳۸ء) بیگم مولانا محمد علی جوہر (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۷ء) راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۵۲ء) مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) حاجی عبدالستار اسحاق سیٹھ (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۸۸ء) سید عبدالرؤف شاہ ورلڑی (۱۸۷۸ء۔ ۱۹۵۴ء) و دیگر بہت سے رہنماؤں کے علاوہ مولانا جمال میاں نے بھی شرکت فرمائی۔ ۹ اکتوبر کی رات کی نشست زیر صدارت

قائداعظم، میں مولانا جمال میاں نے بڑے جذباتی اور پر اثر میں تقریر کرتے ہوئے کہا

" مسلمان ایک شیر کی مثل ہے۔ شیر سوائے چھیڑ چھاڑ کے کسی پر حملہ نہیں کرتا۔ ہمیں اپنے کانگرسی دوستوں کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ انھوں نے سوئے ہوئے شیر کو گولی مار کر گہری نیند سے جگایا ہے اور اس کے منتشر شیرازہ کو اکٹھے ہونے کا موقعہ دیا ہے۔"

آل انڈیا مسلم لیگ کو فروغ دینے، مسلمانوں کو منظم کرنے اور مسلم لیگیوں کو قائم کرنے کیلئے صوبائی لیڈروں نے اپنے اپنے صوبوں میں رات دن تگ و دو کی۔ شہری، ضلعی اور صوبائی سطحوں پر کانفرنسیں ہوئیں۔ کل ہند شہرت رکھنے والے اکابرین کو خاص خاص جلسوں میں کبھی مہمان خصوصی بنا کر مدعو کیا گیا اور کبھی کانفرنسوں کا صدر بنایا گیا۔ اس کے علاوہ "آل انڈیا مسلم لیگ" کے کئی وفود نے دورے کئے اور اس کے تمام عہدیداروں نے بھاورش کی خاک چھانی۔ قائداعظم باوجود اپنی اہم گوناگوں مصروفیات کے لوگوں سے ملنے اور ان کو منظم کرنے کا کوئی بھی موقعہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

ان حالات میں مولانا جمال میاں نے بھی آرام و آسائش کو خیرباد کہہ کر اپنی تمام تر مساعی مسلم لیگ کے لئے وقف کر دیں۔ ۱۰۔ ۱۱ر جون ۱۹۳۹ء کو ناگپور شہر (سی پی) میں دو روزہ "ناگپور مسلم پولیٹکل کانفرنس" انعقاد پذیر ہوئی تو مولانا جمال میاں نے لکھنؤ سے بہ نفس نفیس تشریف لاکر اس کانفرنس کو زینت بخشی۔ آپ کی تشریف آوری سے یہ کانفرنس بہت کامیاب رہی اور بہت سے لوگ جو ساحل پر بیٹھے ہوئے تماشا دیکھا کرتے تھے، مسلم لیگ کی کشتی میں سوار ہو گئے جس سے غیر متوقع طور پر مسلم لیگ کو بڑی تقویت پہنچی کیونکہ مسلم لیگ کی تنظیم نو کا یہ ابتدائی دور تھا۔

۲۲ر دسمبر ۱۹۳۹ء کو "یوم نجات" کے سلسلے میں سب سے بڑا اجتماع بمبئی میں ہوا جس میں ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ جلسہ گاہ کے باہر جو بینر لگایا گیا تھا اس پر یہ نعرہ تحریر تھا، "شکر ہے خدائے پاک ذات، مل گئی ظالم حکومت سے نجات"۔ اس تاریخی اجتماع میں قائداعظمؒ (۱۸۷۶ء۔ ۱۹۴۸ء) آئی آئی چندریگر (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۶۰ء) اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) کے ساتھ مولانا جمال میاں نے بھی شرکت کر کے اپنی شعلہ نوائی سے حاضرین و سامعین کے دلوں کو گرمایا۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں "قرار داد لاہور" والے اجلاس میں آپ نے مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی (۱۸۸۸ء۔ ۱۹۴۱ء) و دیگر ساتھیوں کے ساتھ شرکت کی اور پھر مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی۔

"قرار داد پاکستان" کی تفہیم و نشر و اشاعت کیلئے "آل انڈیا مسلم لیگ" نے پورے ہندوستان میں بڑے بڑے جلسے کر کے اور جلوس نکال کر "یوم پاکستان" منانے کا حکم دیا تو کانگرس اور ہندوؤں نے اپنی عادت کے مطابق اس میں بہت کیڑے نکالے۔ ہندو مہا سبھا نے جو کچھ کہا اور کیا، وہ سمجھنے کی بات تھی کیونکہ انہوں نے کسی لگی لپٹی کے بغیر ہمیشہ کھل کر مخالفت کی تھی۔ لیکن شری راجگوپال آچاریہ (۱۸۷۹ء۔ ۱۹۷۲ء) جیسے ایک معمر، مدبر، معاملہ فہم کانگرسی کی حرکت بڑی ناشائستہ اور نازیبا بھی تھی۔ اس نے اپنی باطنی مخاصمت کو یہ کہہ کر طشت از بام کیا کہ "تقسیم ہند" کا مطالبہ ایسا ہی ہے جیسا "گؤ ماتا" کے دو ٹکڑے کئے جائیں"۔ یہ بڑی اشتعال انگیز دلیل تھی جس نے ہندوؤں کے مذہبی عقیدہ کو مجروح کر کے مشتعل کیا۔ لیکن اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ کانگرسی ذہنیت خوب اجاگر ہوئی اور اس کی مزید تصدیق ہو گئی کہ وہ حق تلفی کے معاملہ میں کتنے پانی میں ہے۔ قائداعظم نے مزید نشر و اشاعت کیلئے بمبئی سے ایک وفد کا اعلان کیا جس کے رکن راجہ صاحب محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) راجہ صاحب پیر پور سید محمد مہدی (۱۸۹۶ء۔ ۱۹ ء) سر کریم بھائی ابراہیم (ء۔ ء) مرزا ابوالحسن اصفہانی (۱۹۰۲ء۔ ۱۹۸۱ء) نواب صدیق علی خاں (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۷۴ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی تھے۔ سب سے پہلے اس وفد نے صوبہ بہار کا وسیع دورہ کیا اور گھر گھر پاکستان کی افادیت و ضرورت کا ڈھنڈورا پیٹا۔ اس دورے میں مولانا جمال میاں کی شعلہ بیانیوں نے جادو کا کام کیا۔

مولانا جمال میاں، ہندوستان کے نوجوان خطیبوں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ نفاست زبان، روانی بیان اور طرز ملیح ان کی خطابت کے خاص اوصاف تھے۔ تحریک پاکستان کو بھڑکانے میں مولانا کی تقریروں کا ناقابل فراموش حصہ رہا ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ان کی شعلہ بار تقریروں نے مسلم لیگ کو بہت تقویت بخشی۔ ۱۹۴۱ء میں لکھنؤ میں "پاکستان کانفرنس" منعقد ہوئی تو مولانا نے دن رات کام کر کے اس کو کامیاب و کامران بنایا، جس سے تحریک پاکستان کی گاڑی تیز تر ہو گئی۔

۱۷ اور ۱۸ نومبر ۱۹۴۲ء کو پنجاب مسلم لیگ کے سہ روزہ اجلاس منعقدہ لائل پور (موجودہ فیصل آباد) میں مولانا جمال میاں نے بھی حضرت قائداعظم کے ساتھ شرکت کی۔ جس ٹرین میں قائداعظم سفر کر رہے تھے اس کے انجن کے ساتھ ۱۱ بڑے پرچم لہرا رہے تھے اور ۱۱ بڑے پرچم آخری بوگی پر لہرا رہے تھے جس میں قائداعظم سوار تھے۔ باقی ٹرین میں مولانا جمال میاں کے ساتھ مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی (۱۹۱۵ء۔) خواجہ ناظم الدین (۱۸۹۴ء۔ ۱۹۶۴ء) نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) اور دیگر حضرات سوار تھے۔

۱۹ نومبر کو اس کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں خواجہ ناظم الدین کی صدارت میں ایک قرارداد "پاکستان پر بمبئی کونسل کی قراردادوں کی تصدیق" کے طور پر ابوسعید انور (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۴ء) نے پیش کی۔ یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا جمال میاں و دیگر مقررین نے اس کی تصدیق کی۔

۱۹۴۲ء میں جھنگ میں "ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کانفرنس" کا انعقاد میر غلام فرید کپلانہ (۱۹۱۶ء۔) کی کوششوں سے ہوا۔ اس کانفرنس میں نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) میاں عبدالباری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۸ء) ابوسعید انور (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۴ء) مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (۱۹۱۵ء۔) اور مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے تشریف لا کر جھنگ کے لوگوں کو گرمایا۔ یہ کانفرنس بڑی کامیاب رہی اور جلد ہی ضلع بھر میں مسلم لیگ کا جال بچھ گیا۔

مولانا جمال میاں کی آتش نوائی، خلوص اور جذبہ ایثار نے یوپی کے عوام کو پاکستان کا شیدائی بنا دیا تھا۔ پاکستان کی تحریک میں ان کی شعلہ بار تقریریں بڑی مقبول ہوئی تھیں۔ علاوہ ازیں آپ نے "وطنیت" اور "ہندو قومیت" کے خلاف منظم جدوجہد کی اور "مسلم قومیت" پر زوردار مقالے لکھے۔ آپ کے ساتھ ساتھ مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۷۰ء) اور مولانا آزاد سبحانی (۱۸۸۲ء۔ ۱۹۵۷ء) نے بھی مسلم قومیت کو ابھارنے کی بھرپور جدوجہد کی۔ مولانا آزاد سبحانی نے "خلافت ربانی" کا تصور پیش کیا اور اس مقصد کے لئے پورے مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا۔ مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۷۴ء) سے ملے۔ ان سب کوششوں نے پاکستان کے نصب العین کو فکری اور ذہنی غذا فراہم کی۔

۲۲۔ ۱۹۴۶ء میں صوبہ سرحد میں بھی انتخابات کا مرحلہ آیا تو اس موقع پر بھی مولانا جمال میاں نے مولانا عبدالحامد بدایونی کے ساتھ سرحد کا دورہ کر کے مسلم لیگ کو کامیاب کرایا اور کانگریس اور سرخ پوشوں کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

۲۳۔ ۲۲ جولائی تا ۳ اگست ۱۹۴۶ء کو لاہور میں ''پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کے زیر اہتمام ایک تربیتی کنونشن کا انعقاد ہوا۔ اس کنونشن کے ناظم اعلیٰ پروفیسر چوہدری محمد صادق (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۸۷ء) تھے۔ پنجاب بھر سے کارکنوں نے شرکت کی جن میں سید قاسم رضوی (۱۹۲۷ء۔ ۱۹۷۵ء)، ڈاکٹر محمد الیاس مسعود (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۸۵ء)، خلیفہ انعام اللہ، رانا چاند عزیزی (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۹۵ء)، سید احمد سعید کرمانی (۔ ۱۹۸۵ء)، ملک رفیق احمد (۱۹۲۳ء۔ ء)، کرنل ڈاکٹر شفیع الدین طور (۔ ۱۹۹۸ء)، خواجہ اشرف احمد (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء) وغیرہ شامل تھے۔ اس کیمپ میں نظم و ضبط اور تربیت کا انداز بالکل ایک فوجی کیمپ کی طرح تھا۔ باقاعدہ حاضری لگتی تھی۔ پانچوں وقت باجماعت نماز ادا کی جاتی۔ صبح سویرے ورزش کا دور ہوتا۔ ناشتے کے بعد درس قرآن ہوتا۔ اس کے بعد دوپہر تک اسلامی تاریخ، مسلمانان ہند کی اقتصادی اور سیاسی مشکلات اور طرز سیاست، نظام تعلیم اور سب سے بڑھ کر پاکستان کی اہمیت اور نظریہ پاکستان پر لیکچر دیے جاتے۔ جس کے لیے پروفیسر علم الدین سالک (۱۹۰۰ء۔ ۱۹۷۳ء)، میاں عبدالباری (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۶۸ء)، ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۸۶ء) اور دیگر دانشور تشریف لا کر لیکچروں اور مباحثوں میں شرکت کر کے کارکنوں کی رہنمائی اور تربیت میں حصہ لیتے۔ کیمپ میں ایک چھوٹی سی لائبریری کا بھی بندوبست تھا اور اخبارات و جرائد بھی مہیا کیے جاتے تھے۔ رات کو عشاء کے بعد حاضری لگا کر گیٹ بند کر دیے جاتے تھے۔ اس کیمپ میں جن قائدین مسلم لیگ نے تشریف لا کر عزت بخشی ان میں نوابزادہ لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۱ء)، سید حسین امام (۱۸۹۷ء۔ ۱۹۸۵ء)، نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء)، میاں ممتاز محمد خان دولتانہ (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء)، نواب محمد حیات قریشی آف سرگودھا (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۴۸ء) کے علاوہ مولانا جمال میاں بھی شامل تھے۔

اپنی شعلہ بار تقریروں کے علاوہ مولانا جمال میاں نے میدان تحریر میں بھی بے مثال کارنامے سر انجام دیے۔ اپنے اخبار روزنامہ ''ہمدم'' لکھنؤ کے ذریعے مسلم لیگ کی

گرانقدر خدمات انجام دیں۔ چنانچہ جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی (۱۸۷۸ء-۱۹۵۵ء) رقمطراز ہیں:-

لکھنؤ کے مشہور روزنامہ اخبار "ہمدم" کو جناب مولانا جمال الدین عبدالوہاب خلف الرشید حضرت مولانا عبدالباری صاحب حسرت الایمان "فرنگی محل" نے مسلم لیگ کا آرگن بنا دیا ہے۔ اور جب سے مولانا جمال میاں کی نگرانی میں آیا ہے "ہمدم" میں اخباری جمال پیدا ہو گیا ہے اور لکھنؤ کی شاعری کا جمال بھی روزنامہ "ہمدم" کی پیشانی پر نظر آتا ہے کہ وہ فرنگی شاعری کا ایک مصرعہ بن جاتی ہے۔

"ہمدم" جناب صاحب دہلوی کی یادگار ہے۔ ان کی وفات کے بعد نواب عبداللہ خان کسمنڈوی اس کو چلاتے رہے اور اب فرنگی محل کے ایک ہونہار نوجوان نے ایک چائے کی پیالی اس اخبار کو پلائی ہے۔

فرنگی محل کے علماء جس محلے میں رہتے ہیں اس کا نام کسی حقیقت کے سامنے لایا جاتا تو وہ کہتا کہ یہ مولوی انگریزی مولویوں کی طرح فرنگیوں کے مولوی ہوں گے کیونکہ فرنگیوں کے محل میں رہتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ فرنگی محل کے مولویوں کے اجداد [illegible] نصاب تعلیم [illegible] جاتے ہیں [illegible] بھی حال ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ [illegible] نصاب تعلیم کی یہ تاثیر ہے کہ درس نظامی تعلیم کے مولوی صاحبان [illegible] ہو گئی ہے تو میں عرض کروں گا کہ فرنگی محل کے علماء بے شک خلافت کے زمانے میں ہندوؤں کے ساتھ تھے مگر اب جمال میاں کی ذات نے ہندو ذہنیت کو کچھ ایسا [illegible] مسلم لیگ کے ساتھ ہو گئے [illegible] زیادہ تیز اور روشن خیالی بھی جناب تک [illegible] ہیں۔

مولانا جمال میاں بہت کم عمر ہیں اور مسٹر جناح کی طرح

بہت سے چھٹے ہیں اور جن میں ان کو مولویوں نے جنہیں ہم جاہل اور ان پڑھ
جس سیاست، مولویت کے معنی ہے جس کی ان کی سیاست پر جمعیت علمائے
کے جمہوری طرز کی سیاست ہوگی اسلام ہے اور یہ شریعت ہے اور
قربانی ہے وہ مجھ کے دیں۔ بچے ہیں اور انگریزی حکومت کے
قریب سے دور رکھتے ہیں۔ مسلم لیگ کا مجھ جیسی ہر جگہ مسلم
لیگ کا خیر مقدم ہے۔ اس کے مولانا عبدالحامد بدایونی کی قسم کھا کر
پیر کا اخبار "مقدم" کا "خیر مقدم" (WELL COME) کرتے تھے۔
(ہفت روزہ "معارف" دہلی ۲۲ اگست ۱۹۳۹ء ص ۴)

جنوری ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج گراؤنڈ لاہور میں ایک عظیم الشان "علماء کانفرنس" منعقد ہوئی جس میں سنی علماء نے بڑی تعداد میں شرکت کی (۱۸۷۳ء۔۱۹۵۱ء) صدر کانفرنس مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔۱۹۷۰ء) خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (۱۹۰۶ء۔۱۹۸۱ء) پیر محمد امین الحسنات مانکی شریف (۱۹۲۲ء۔۱۹۶۰ء) مخدوم سید محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (۱۸۹۲ء۔۱۹۴۹ء) علامہ ابوالبرکات (۱۹۰۵ء۔) وغیرہ کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی نے کانفرنس میں شرکت کی اور اپنی تقاریر میں پاکستان کی حمایت کی اور مسلم لیگ کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔

مولانا جمال میاں فرنگی محلی بھی شامل تھے۔ حضرت قائد اعظم (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء) اور دیگر مسلم لیگی رہنما آپ کے معتقد تھے۔ قائد اعظم نے آپ کو آل انڈیا مسلم لیگ کا رکن بنایا۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں آپ نے مسلم لیگ کی حمایت میں دورے کیے اور انگریزی حکومت کے خلاف تقریریں کیں۔ مولانا نے انگریزی حکومت کے خطابات واپس کر دیے تھے۔ آپ کا نام تحریک پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

نواب زادہ لیاقت علی خان (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۱ء) سے مولانا کے گہرے تعلقات تھے۔ دونوں میں بہت قریبی دوستی تھی۔

مشترک چیز "تحریک پاکستان" بھی تھی۔ ذیل میں نواب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک خط نقل کیا جارہا ہے جس سے دونوں بزرگوں کی آپس میں محبت و شفقت کا پتہ چلتا ہے :۔

۶۔ اردی بہشت ۱۳۵۲ ف

(مطابق ۱۱ر مارچ ۱۹۴۳ء)

مولانا جمال میاں صاحب

فرنگی محل۔ لکھنؤ

عزیز مکرم سلمکم اللہ!

گرامی نامہ ۲۳ر فروری پہنچا۔ لیکن میرے مسلسل دوروں اور کثیر مشاغل کی وجہ سے آج میری نظر سے گزرا۔ جواب میں تاخیر کے لئے متاسف ہوں۔ "جلسۂ سیرت طیبہ" میں شرکت ہی میرے لئے کیا کم سعادت ہے کہ آپ مجھ سے صدارت کی خواہش فرماتے ہیں۔ اگر آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کے عین بعد یہ جلسہ منعقدہ ہو تو میرے لئے باعثِ سہولت ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ دہلی میں اس کی تفصیلات پر گفتگو ہو گی۔ امید ہے کہ آپ خیر و عافیت ہوں گے"۔

تقسیم برصغیر کے بعد آپ کی خواہش تھی کہ قائداعظمؒ ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کی قیادت فرمائیں۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۴۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا تو آپ نے بڑے جذباتی انداز میں اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اجلاس کی تھوڑی سے تفصیل درج کر دی جائے تاکہ قارئین کرام اس تاریخی اجلاس کی اہمیت سے آگاہ ہو سکیں۔

ڈاکٹر صفدر محمود (۱۹۴۴ء۔ زندہ) اپنی کتاب "مسلم لیگ کا دور حکومت" میں یوں رقمطراز ہیں :

"۱۳ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو "آل انڈیا مسلم لیگ" کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس آخری دفعہ پاکستان کی سرزمین پر منعقد ہوا۔ قائداعظمؒ خرابیٔ صحت کے سبب صرف صبح والے اجلاس میں شریک ہو سکے۔ ورکنگ کمیٹی نے غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور اس ضمن میں ریزولیشن، کونسل کے

سامنے پیش کیا جائے۔

"آل انڈیا مسلم لیگ" کا اجلاس خالقدینا ہال کراچی میں ہوا۔ کونسل نے ایک قرارداد مرتب کی جس میں آل انڈیا مسلم لیگ کو دو علیحدہ اور جداگانہ تنظیموں میں تقسیم کر دینے کی سفارش کی۔ ایک تنظیم پاکستان کیلئے اور دوسری بھارت کیلئے۔ اس اجلاس کی صدارت قائداعظم کر رہے تھے۔

اجلاس کا ماحول بڑا پژمردہ تھا۔ فضا پر اداسی چھائی ہوئی تھی اور کونسلروں کے چہروں پر غم کی پرچھائیاں عیاں تھیں۔ مسلمانان ہندو پاک کے وہ راہنما جنہوں نے متحد ہو کر نصف صدی تک انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف جنگ لڑی تھی اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کا ساتھ دیا، آج حالات کے اس موڑ پر آن کھڑے تھے جہاں سے ان کی راہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الگ ہو جاتی تھیں۔ اُن کو اس امر کا بھی احساس تھا کہ مستقبل اُن کے درمیان حائل ہونے والی دیواروں کو اور بھی بلند کر دے گا۔ حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے شناسا بھی نہ رہیں گے۔ حالانکہ قائداعظمؒ کی شخصیت قانون اور دستور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی اور جذبات کا مدوجزر اُن کو متاثر نہیں کرتا تھا لیکن اس اجلاس کی افسردہ فضا نے اُن کے دل پر بھی اثر کیا۔ چنانچہ جب اُن کی تقریر میں ہندو مسلم فسادات اور قتل و غارت کا ذکر آیا تو اُن کا چہرہ سوگوار ہو گیا، شدتِ غم سے ان کا دل پگھل گیا اور پھر مسلم لیگ کے کونسلروں نے دیکھا کہ وہ قائداعظمؒ جو سنجیدگی، صبر اور متانت کا نمونہ تھے، آج ان کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کی برسات جاری تھی، شائد خود انہیں بھی اندازہ نہ تھا کہ آزادی کی صبح اس قدر خون آلود ہو گی۔

اجلاس میں ایک کونسلر مولانا جمال میاں فرنگی محلی نے تقریر کرتے ہوئے بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ جذبات کی رو میں بہہ کر قائداعظمؒ سے یہ کہا کہ :

"ہم ہندوستان میں بے یار و مددگار رہ گئے ہیں۔ آپ یہاں آئیں اور ہماری قیادت کریں۔"

قائد اعظم نے کہا:

"مسلم لیگ کونسل نے مجھے گورنر جنرل بنایا ہے۔ جناح میں ملک کو ان سے نکال سکتا۔ لیکن اگر آپ کونسل یہ فیصلہ کرے تو میں گورنر جنرل کے عہدے سے مستعفی ہو کر ان کی رہنمائی کے لیے ہندوستان جانے کو تیار ہوں۔ لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کب تک میری قیادت پر بھروسہ کرتے رہیں گے۔ اگر میں مر جاؤں تو آپ کیا کریں گے۔"

مولانا جمال میاں ۱۹۵۵ء تک فرنگی محل لکھنؤ میں قیام پذیر رہے۔ پھر مشرقی پاکستان چلے گئے جہاں ان کا کاروبار تھا۔ ۱۹۷۱ء کے بعد مشرقی پاکستان میں حالات خراب ہوئے تو کراچی تشریف لے آئے اور سیاست کو خیرباد کہہ کر خاموشی سے اپنے کاروبار میں مشغول ہو گئے اور دینی حلقوں کی خدمت میں لگے رہے۔

مآخذ

(۱) "تذکرہ علمائے فرنگی محل" از مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۳۰ء ص ۱۱۸۔

(۲) "شاہراہ پاکستان" از چودھری خلیق الزمان مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء ص ۵۶، ۱۱۸، ۸۳۵ سے ۹۴۰، ۹۴۵۔

(۳) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۲۲۰ تا ۲۲۵، ۲۲۳۔

(۴) "حیات علامہ سید جنگ" از مولانا غلام محمد مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء ص ۳۲۰۔

(۵) "مرد حق" از ڈاکٹر ... مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۰۳۔

(۶) "تحریک پاکستان میں علماء کا حصہ" از ڈاکٹر محمد صادق قریشی مطبوعہ ... ۱۹۸۳ء ص ۳۳۔

(۷) "جدوجہد آزادی میں علماء کا کردار" از ڈاکٹر عبدالحمید ... مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۱۳۵ تا ۲۲۰۔

(۸) "تحریکِ پاکستان میں صوبہ سرحد کے مسلمانوں کا کردار" ڈاکٹر [illegible] مطبوعہ
پشاور۔ پیام ... ۱۹۸۲ء ص ۱۸۸،۱۸۔
(۹) "قائد اعظم اور ان کی بہن" ڈاکٹر سید معین الرحمٰن مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۶،
۳۷،۴۰،۴۲۔
(۱۰) "کاروانِ گم گشتہ" از رئیس احمد جعفری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء ص ۳۶۔
(۱۱) "مکاتیب بہادر یار جنگ" مطبوعہ بہادر یار جنگ اکیڈمی کراچی ۱۹۶۷ء ص ۱۲۔
(۱۲) "مسلم لیگ کا دورِ حکومت" ڈاکٹر صفدر محمود مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء ص ۲۵،۲۶،۲۷۔
(۱۳) "عظیم قائد عظیم تحریک" جلد اول از ملک حبیب اللہ [illegible] مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء ص
۹۰،۳۔
(۱۴) "حضرت امیر ملت اور تحریکِ پاکستان" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء
ص ۷۵۔
(۱۵) "تحریکِ پاکستان میں علماء و مشائخ کا کردار" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص
۵۲،۵۱۔
(۱۶) مجلہ گورنمنٹ سٹی کالج کراچی "پاکستان نمبر" حصہ اول ۱۹۸۳ء ص ۳۲۷۔
(۱۷) "سیاسی مکتوبات" رئیس الاحرار مولانا محمد علی" ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری مطبوعہ
۱۹۷۸ء ص ۳۶۔
(۱۸) "کاروانِ شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۱۵۔
(۱۹) "تحریکِ پاکستان" از منصور احمد بٹ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۳۲۔
(۲۰) "مولانا ظفر علی خان" ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۹۰۔
(۲۱) مجلہ "راوی" گورنمنٹ کالج شیخوپورہ لاہور۔ "قرار دادِ پاکستان گولڈن جوبلی نمبر" سن
۱۹۹۰ء ص ۳۲۔
(۲۲) ماہنامہ "اردو ڈائجسٹ" لاہور بابت ۱۹۷۶ء ص ۳۰۔
(۲۳) ہفت روزہ "حجازی" دہلی بابت ۱۸ تا ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۶ء ص ۱۔
(۲۴) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور بابت ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۲ء۔
(۲۵) روزنامہ "جنگ" لاہور بابت ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء۔

(۲۶) روزنامہ "امروز" لاہور بابت ۱۴ر اگست ۱۹۷۶ء۔

(۲۷) مکتوب گرامی جناب مولانا جمال میاں صاحب بنام مؤلف از کراچی محررہ ۲۴ر جون ۱۹۷۷ء، ۲۲ر اگست ۱۹۷۸ء

(۲۸) ماہنامہ "چراغ راہ" کراچی، "نظریہ پاکستان نمبر" ص ۲۳۲۔

(۲۹) "تحریک آزادی میں اردو کا حصہ" از ڈاکٹر معین الدین عقیل مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء ص ۳۶۵، ۳۶۸۔

مولانا محمد عبدالستار خان نیازی

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

ضیغم اسلام، فاتح تحفظ دار، غازی ء تحریکِ ختم نبوت، بطل حریت، مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی بن ذوالفقار خان (۱۸ ء۔ ۱۹۱۹ء) کی ولادت باسعادت یکم / اکتوبر ۱۹۱۵ء مطابق ۲۲ ذیقعد ۱۳۳۳ھ بروز جمعۃ المبارک بمقام اٹک پیالہ تحصیل عیسیٰ خیل ضلع میانوالی کے ممتاز نیازی خاندان میں ہوئی۔ شجرہ ء نسب شیر شاہ سوری (۱۴۸۵ء۔ ۱۵۴۵ء) کی افواج کے کمانڈر انچیف عیسیٰ خاں نیازی سے جاملتا ہے۔

۱۹۳۳ء میں گورنمنٹ ہائی سکول عیسیٰ خیل سے میٹرک کرنے کے بعد اسی سال ہی لاہور تشریف لے آئے اور حکیم الامت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔ ۱۹۳۸ء) کے قائم کردہ "اشاعت اسلام کالج" میں داخلہ لے کر دو سالہ "ماہر تبلیغ" کا کورس مکمل کر کے ۱۹۳۵ میں کالج میں ٹاپ کیا اور حکیم الامتؒ کے دستخطوں سے طلائی تمغہ حاصل کیا۔ ۱۹۳۵ء ہی میں "منشی فاضل" کا امتحان اول پوزیشن میں پاس کر لیا۔ ۱۹۳۶ء میں ایف اے اور ۱۹۳۸ء میں بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ ۱۹۴۰ء میں ایم اے (عربی)

اور ۱۹۴۰ء میں ایم اے (فارسی) کے امتحانات میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ دوران تعلیم اسلامیہ کالج لاہور کے نمایاں طالب علموں میں شمار ہوتے تھے۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت فقیر قادر بخش (۱۸۸۵ء۔۱۹۵۵ء) آستانہ عالیہ نیل شریف ضلع گجرات کے دست اقدس پر سعادت بیعت حاصل کی تھی۔

مولانا نیازی ابتدا ہی سے اسلامی انقلابی ذہن رکھتے تھے۔ انہوں نے ۱۹۳۶ء میں "مجلس اصلاح قوم میانوالی" کی بنیاد ڈالی۔ اسی سال لاہور میں "دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۳۷ء میں قائد اعظم (۱۸۷۶ء۔۱۹۴۸ء) کی حمایت کا برملا اعلان کیا۔ ۱۹۳۸ء میں ضلع مسلم لیگ میانوالی کے کنوینر اور صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۹ء میں "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے نصب العین خلافت پاکستان کو کتابی شکل میں مرتب کیا۔ ان دنوں دہلی میں "آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی" کے اجلاس ہو رہے تھے۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں مولانا نیازی کو "آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کونسل" اور "ورکنگ کمیٹی" کے اجلاس منعقدہ عریبک کالج دہلی میں بحیثیت صدر "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" شرکت کا موقع ملا تو وہاں نوابزادہ لیاقت علی خاں (۱۸۹۵ء۔۱۹۵۱ء) سے ملاقات ہوئی جو "دہلی مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے صدر کی حیثیت سے شریک اجلاس تھے۔ شام کو عریبک کالج ہال میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مولانا نیازی نے "خلافت پاکستان سکیم" کے اہم نکات کی وضاحت کی۔ جلسہ کے بعد نوابزادہ لیاقت علی خاں کی زبانی معلوم ہوا کہ کل ان کی کوٹھی "گل رعنا" ہارڈنگ روڈ نئی دہلی میں "کانسٹی ٹیوشن کمیٹی" کا اجلاس ہو رہا ہے اگر آپ اس کمیٹی میں پیش ہو کر اپنے خیالات ارکان کمیٹی کے گوش گزار کریں تو بہتر ہوگا۔ مولانا نیازی اس سے قبل سکیم کا ایک نسخہ قائد اعظم کے نام بذریعہ ڈاک ارسال کر چکے تھے۔ چنانچہ دوسرے روز نیازی صاحب دس بجے "گل رعنا" میں پہنچے اور کوٹھی پر حضرت قائد اعظم سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ جب قائد اعظم کی خدمت میں سکیم کا ایک نسخہ پیش کیا تو قائد اعظم نے ارشاد کیا کہ "تمہاری سکیم بہت زیادہ گرم ہے۔" بقول ان کے: "YOUR SCHEME IS VERY HOT." (تمہاری سکیم بہت گرم ہے) اس پر مولانا نیازی نے برجستہ جواب دیا کہ:

"MY SCHEME IS HOT BECAUSE IT HAS COME OUT

FROM A BOILING HEART-"

(میری اسکیم اس لئے گرم ہے کہ یہ خوفناک طوفان خیز قلب سے نکلی ہے)۔

اس پر قائد اعظمؒ ہنس دیے اور مولانا نیازی سے فرمایا کہ: "تم نے مسلمان کو پیر مین بنا دیا ہے"۔ قائد اعظمؒ کا اشارہ غالباً اس اسکیم میں "انصاف کا تصور" کے عنوان سے لکھے گئے کلمات کی طرف تھا۔ ان تمام کلمات کو یہاں نقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ اختصار کے طور پر ان میں سے چند فقرات پیش کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ملاحظہ ہوں:

"ایک ناکارہ مسلمان، ایک جاہل اور بیوقوف مسلمان، حتیٰ کہ ہندوستان کا موجودہ نالائق مسلمان بھی ہماری نگاہوں میں وارڈھا اور لندن کے بہترین غیر مسلموں پر ترجیح رکھتا ہے کیونکہ مسلمان کی فطرت کو صرف تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے لیکن غیر مسلم ابھی حیوانیت کے اس درجہ میں ہے جہاں انسانیت کا مرتبہ حاصل کرنے کے لئے قبول اسلام کی کسر باقی رہتی ہے"۔

"امت مسلمہ کا یہ خیر الامم ہونا ہمارے عقیدے کی وہ آخری بنیاد ہے جہاں تسلسل دلائل ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام کا مذہب ہونا اور مکمل انسان بننے کے لئے قبول اسلام کا لازمی ہونا ہمارے استدلال کی وہ ابتداء ہے جسے منطق سے نہیں بلکہ عمل کی قوت سے منوایا جاتا ہے۔ خود منطق کو اپنی اس کمزوری کا اقرار ہے کہ آخری دلیل کسی دلیل سے نہیں منوائی جا سکتی۔ اگر کوئی سوال کرے کہ نیکی کیوں اچھی ہے اور برائی کیوں بری۔ تو اس کا جواب منطق سے نہیں بلکہ عمل سے دیا جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس مسلمان کی کافر پر فضیلت کسی لکچر ہال میں یا کسی گول میز کانفرنس پر ثابت نہیں کی جا سکتی بلکہ اس قسم کے مناظرے پانی پت کے وسیع میدان میں طے ہو چکے ہیں، اور اب بھی بالآخر کسی ایسی ہی جگہ طے پائیں گے۔

مومنے پالا ہے جو پالا قرے
فرشتہ کو نہ ملتا ہو اکسر سے"

الغرض قائداعظمؒ نے اس تجویز کو مسلم لیگ کی متعلقہ کمیٹی کے سپرد کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے بعض اہم نکات کو تسلیم کیا۔ چنانچہ حاجی عبداللہ ہارون (۱۸۷۲ء۔ ۱۹۴۲ء) کی سربراہی میں قائم شدہ مسلم لیگ کی سفارشات کمیٹی میں اس سکیم کو پیش کیا گیا۔ یہ سب سے پہلی سکیم تھی جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان کاری ڈور کے لئے علاقے کا مطالبہ شامل تھا۔ مولانا نیازی نے خوب خوب زور دیا تھا کہ اگر "کاری ڈور" کے حصول کی کوئی صورت نہ نکالی گئی، تو ایک وقت آئے گا کہ بھارت، مشرقی اور مغربی حصوں کو الگ الگ کر دے گا۔ قائداعظمؒ نے "قرار داد لاہور" کے موقع پر ۱۹۴۰ء میں پہلی بار "کاری ڈور" کا ذکر بھی فرمایا تھا۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں اقبال پارک لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا چھبیسواں سالانہ اجلاس منعقد ہوا جہاں ۲۳ مارچ کو "قرار داد پاکستان" منظور کی گئی تو اس وقت مولانا نیازی ایم اے فائنل ایئر میں تھے۔ مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں نے اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں "دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے زیر اہتمام "پاکستان کانفرنس" منعقد کی۔ مولانا نیازی اس وقت "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے صدر اور مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۶۸ء) سیکرٹری جنرل تھے۔ سردار اورنگ زیب خاں آف صوبہ سرحد (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۵۷ء) چوہدری خلیق الزمان (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۳ء) اور راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۷۳ء) نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ مولانا نیازی نے اس کانفرنس میں "خلافت پاکستان" کا تصور اجاگر کیا اور پاکستان کا نقشہ بھی شائع کیا۔ یہ نقشہ اس کانفرنس کے انعقاد سے تین برس پیشتر مولانا محمد ابراہیم علی چشتی نے "انٹر کانٹیننٹ مسلم برادرہڈ" میں بھی شائع کیا تھا۔

مولانا نیازی کی عقابی نگاہ اور انقلابی پروگرام کا اندازہ کیجئے کہ جب اکابر مسلم لیگ، پاکستان کا نام لئے بغیر "لاہور ریزولیشن" پیش کر رہے تھے تو وہ "خلافت پاکستان کانفرنس" منعقد کر رہے تھے۔ اور یہ سعادت بھی مولانا نیازی ہی کو نصیب ہوئی کہ اس کانفرنس میں ڈیڑھ لاکھ نفوس کی موجودگی میں "لاہور ریزولیشن" پیش ہونے پر انہوں نے اس قرارداد کو پاکستان کی تعبیر سمجھ کو پوری طاقت کے ساتھ "پاکستان زندہ باد" کا نعرہ لگایا۔ اگرچہ اس جلسہ سے خطاب کرنے والے تمام مقررین کا مدعا قیام پاکستان ہی تھا مگر کسی نے بھی پاکستان

کا کام نہیں لیا۔

قرار داد لاہور میں حصول پاکستان، ملت کا نصب العین قرار پایا تو مولانا نیازی ایم اے کرنے کے بعد گویا اسی کام کے لئے وقف ہو گئے۔ آپ قریہ قریہ، بستی بستی، نگر نگر اور شہر شہر گھومے اور پاکستان کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

اجلاس لاہور کے فوراً بعد اکناف و اطراف ہند میں مسلم لیگ کے زیر اہتمام جلسوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا تاکہ عوام کو حصول پاکستان کی منزل کو حاصل کرنے کے لئے کمر بستہ کیا جائے۔ ایک ایسا ہی جلسہ شہری مسلم لیگ سیالکوٹ کے زیر اہتمام پرانی سبزی منڈی میں انعقاد پذیر ہوا جس میں مولانا نیازی نے ولولہ انگیز خطاب کر کے نہ صرف مسلم لیگ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا بلکہ عوام و خواص کے قلب و جگر کو اک ولولہ تازہ بخشا۔

۲۸ فروری تا یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے زیر اہتمام "اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور" کی گراؤنڈ میں "پاکستان کانفرنس" منعقد ہوئی جس کی صدارت قائد اعظمؒ نے فرمائی۔ مولانا نیازی نے پاکستان کی حمایت میں تقریر کرنے کے بعد مرکزی ریزولیشن پیش کیا۔ اس اجلاس کے ساتھ ایک دلچسپ واقعہ روح پرور یادوابستہ ہے کہ چند روز قبل سر سکندر حیات خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۴۲ء) وزیر اعظم پنجاب نے اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں تقسیم انعامات کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کی مخالفت کی تھی اور پنجابیوں کی حکومت کا نعرہ لگایا تھا۔ سر سکندر نے اعلان کیا تھا:

> "ہم ہندوستان کی تقسیم کی مخالفت کرتے ہیں، پنجاب اپنا مستقل وجود رکھتا ہے وہ کسی سکیم میں شامل نہ ہو گا اور پنجاب میں صرف پنجابیوں کی حکومت ہو گی، یہ نوجوان سوائے پر جوش نعروں کے کچھ نہیں"۔

سر سکندر حیات خاں کے ان الفاظ سے فضا میں ایک زبردست تلخی موجود تھی، یہ جملے نوجوان نسل کیلئے تیر و نشتر کا کام کر گئے اور وہ سخت برافروختہ تھے۔ مولانا نیازی نے حضرت قائد اعظمؒ کی صدارت اور موجودگی میں اس سے اختلاف کرتے ہوئے اور قرارداد پیش کرتے وقت فرمایا تھا:

"ہم پاکستان کے اندر ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جو رنگ، نسل، قومیت، وطنیت، علاقائیت اور دیگر تعصبات سے پاک ہو۔ اس میں حاکیت اعلیٰ کا حق ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا نہیں مانتے۔ کیونکہ۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتان آزری

حاکیت مطلقہ اور ملکیت مطلقہ میں ہم نیابت و امانت کے اصول کو تسلیم کر کے "خلافت علیٰ منہاج نبوت" کا نقشہ دماغ میں رکھتے ہیں۔ ہمارا اللہ، رب الناس ہے، ملک الناس ہے، الہ الناس ہے۔ اس لئے پنجاب میں پنجابی کی حکومت، ہندوستان میں ہندوستانی کی حکومت اور بلوچستان میں بلوچی کی حکومت کے تصور کو مسترد کر کے ربانی خلافت کے اصول کو اپنے مجوزہ خطہ پاکستان میں نافذ العمل کرنا چاہتے ہیں۔ سر سکندر کی یہ بھول ہے کہ پنجاب میں پنجابیوں کی حکومت ہو گی۔ خوشامدیوں نے اس کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ ورنہ جہاں تک ملت اسلامیہ ہند کا تعلق ہے ہم انگریز کے اس کاسہ لیس وزیراعظم کی حیثیت ایک ٹکے سے زیادہ نہیں سمجھتے اور وہ وقت بالکل قریب ہے کہ سوائے قائداعظم کی جوتیوں میں بیٹھنے کے اسے کسی دوسری جگہ پناہ نہیں ملے گی"۔

اس کے بعد مولانا نیازی نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"قرار داد پاکستان کی منظوری ہماری زندگی میں ایک زبردست انقلابی موڑ ہے، تم لوگ پاکستان کی تائید کرنے سے پہلے ان خطرات اور محرکات کا بھی اندازہ کر لو جو تمہارے راستے میں سنگ گراں بن کر رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ میں اس موقعہ پر بیعت عقبیٰ اولیٰ کے ان گیارہ مجاہدین کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ جب مدینہ طیبہ سے آنے والے گیارہ عشاق رسول ﷺ نے بیعت کر لی تو ان کے

قائد حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے رفقاء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "جانتے ہو کہ لا الہ الا الہ محمد رسول اللہ کا مطلب کیا ہے؟ یہ جن وانس کے خلاف اعلان جنگ ہے، تمام دنیا سے لڑائی ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ تمہاری مخالفت پر کمربستہ ہو جائے گا۔ اگر تم ان سب مشکلات کا مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتے ہو تو پھر ضرور بیعت کرو ورنہ اپنے آپ کو فریب نہ دو"۔ سب نے جواب دیا کہ "ہم خوب سوچ سمجھ کر بیعت کر رہے ہیں اور بیعت کے بعد سب کچھ قربان کر دیں گے"۔

بعینہ آپ لوگ بھی نظریہ پاکستان سے متفق ہونے کے بعد ان تمام قربانیوں کے لئے تیار ہو تو بے شک اس قرارداد کی تائید کرو بصورت دیگر نہ اپنے آپ کو دھوکہ دو اور نہ قائداعظم کو دھوکہ دو۔ ہمیں ادھورے مقلدین کی ضرورت نہیں ہے، بے عمل لوگوں کی پاکستان کو ضرورت نہیں، منافقین کی ضرورت نہیں کیونکہ:

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور تیر کے جانا ہے

جہاں تک ہمارے رفقاء کا تعلق ہے ہم اس بھرے مجمع میں ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ ہم قیام پاکستان کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے، جب تک پاکستان نہیں بن جاتا، زندگی کی تمام لذتیں، راحتیں اور آسائشیں تیاگ کر ہم سر بکف میدان عمل میں سرگرم عمل رہیں گے۔ نہ خود چین سے بیٹھیں گے اور نہ کسی کو چین سے بیٹھنے دیں گے۔ اے حاضرین! آپ اسی جذبے کے تحت قرارداد پاس کریں"۔

اس پر کم وبیش ایک لاکھ کے مجمع نے ہاتھ لہرا لہرا کر قرارداد کی تائید کی اور نعرہ ہائے تکبیر ورسالت بلند کئے۔

جب مولانا نیازی تقریر کر رہے تھے تو قائداعظمؒ ہمہ وقت ان کی طرف متوجہ

رہے۔ تحریک پاکستان کے نامور کارکن، مصنف اور صحافی چوہدری حبیب احمد (۱۹۱۹ء۔ ۱۹۸۰ء) کے الفاظ ہیں:

"نیازی صاحب خطبہ استقبالیہ کیلئے سٹیج پر جلوہ نما ہوئے، بھرپور شباب، سرخ وسفید چہرہ، سفید لٹھے کی شلوار، سیاہ اچکن، دبدبہ و طنطنہ اور حمکنت سے مالا مال آواز، تلوار مار کہ باریک مونچھیں، بال انگریزی، یہ پیکر جمال و جلال، حسن ورعنائی کا مجسمہ جب اپنے خلوص و ایثار، جاں رفتگی اور جان سپردگی کے بیتاب جذبوں کو نمایاں کر رہا تھا اور جوانوں کو زندگی کی لو پیدا کرنے کی تلقین وہدایت کے ساتھ ساتھ اپنا عشق اور اپنی نظر نقش رہا تھا، اور بزرگوں کے دلوں کو احساسِ ملی سے گرما اور اُن کی ذمہ داریوں سے اُن کو باخبر کر رہا تھا تو قائداعظمؒ کی نگاہیں باربار اس پرشکوہ چہرے اور پیکر عزم واستقلال کی طرف اٹھیں رہیں۔ بالآخر جوش ایمان ومسرت سے قائداعظمؒ کے شگفتہ اور متین و مدبر رُخ زیبا پر اظہار خوشی ومسرت کی حسین لکیریں ابھریں اور انہوں نے متبسم انداز اور پروقار لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ:

"جس قوم کے پاس عبدالستار خاں نیازی جیسے پیکران یقین و صداقت ہوں، اس کے پاکستان کو کون روک سکتا ہے"۔ یہ ایک عظیم المرتبت شخصیت کی طرف سے عظیم اعتراف وخراج تھا"۔

اس موقعہ پر مولانا نیازی نے مسلم لیگ کا پیغام دیہات اور دور افتادہ مقامات تک پہنچانے کے لئے "پاکستان رورل پراپیگنڈا کمیٹی" کے قیام کی تجویز پیش کی۔ مولانا نیازی کو اس کمیٹی کا سیکرٹری بنایا گیا۔ قائداعظمؒ کی زیر صدارت اس کمیٹی کے قیام کا ریزولیشن پاس ہوا۔ یہ اجلاس ۲۸ر فروری ۱۹۴۱ء کو منعقد ہوا۔ یکم ر مارچ ۱۹۴۱ء کو قائداعظمؒ نے نوجوانوں کو پیغام دیا۔"MARCH ON"(آگے بڑھو)۔

جولائی ۱۹۴۱ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے دوران ہندوستان کے لیڈروں اور عوام کا تعاون حاصل کرنے کے لئے وائسرائے نے ایک "نیشنل ڈیفنس کونسل" تشکیل دی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ دوران جنگ تعاون کے لئے ہندو کانگرس کا یہ نعرہ تھا کہ

"ہندوستان چھوڑ دو"۔ جب کہ قائداعظم کا نعرہ یہ تھا کہ "سارا ملک ہندو کانگریس کے سپرد کر کے ملک چھوڑنے کی بجائے آپ دس کروڑ مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرتے ہوئے پہلے ملک کو تقسیم کرو، پھر چھوڑ دو"۔

(FIRST DEVIDE AND THEN QUIT)

انگریز حکومت نے ہندوستانی عالمی اور رائے عامہ کی تائید و حمایت حاصل کرنے کے لئے "نیشنل ڈیفنس کونسل" قائم کر کے سر سکندر حیات خاں (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۴۲ء) وزیراعظم پنجاب، مولوی اے کے فضل الحق (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۶۲ء) وزیراعظم بنگال، سر سعد اللہ خاں (۱۸۸۶ء۔ ۱۹۵۵ء) وزیراعظم آسام، سر سلطان احمد (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۶۳ء) ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ اور بیگم جہاں آرا شاہنواز (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۹ء) کو ممبر نامزد کیا۔ "نیشنل ڈیفنس کونسل" کا قیام براہ راست قائداعظمؒ کے موقف سے انحراف تھا، بغاوت تھی، غداری تھی۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ حضرت قائداعظمؒ کی پرواہ کئے بغیر غالب مسلم اکثریت کے صوبوں سے حکومت نے سربر آوردہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا ہے۔

صوبہ پنجاب مسلم لیگ، سر سکندر کی پاکٹ میں تھی اور دوسری تنظیمیں، جاگیر دار اور سرمایہ داران کے زیر اثر تھے۔ بدیں وجہ سے کسی طرف سے بھی حضرت قائداعظمؒ کی تائید و حمایت میں آواز بلند نہ ہوئی۔ حالانکہ یہ صرف قائداعظمؒ کی ذات کا مسئلہ نہیں تھا بلکہ دس کروڑ مسلمانوں کی عزت و وقار اور غیرت کو چیلنج کیا گیا تھا۔ جب ہر طرف سے خاموشی کی فضا قائم ہو گئی تو "آل پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی" کے نوجوان جو بقول حکیم الامت۔

دیوانہ باگفتارم فرزانہ با کردارم

از بادہء شوق تو ہشیارم و مستم من

مولانا نیازی کی قیادت میں آگے بڑھے اور حضرت قائداعظمؒ کے موقف کی تائید و حمایت میں سارے صوبے میں جلسوں اور کانفرنسوں کی بھر مار کر دی۔ لاہور میں سکندر حیات کا جنازہ نکال دیا گیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جو نوجوان دن کو تانگے میں بیٹھ کر جلسے کی منادی کر رہے تھے وہی رات کے جلسے میں اسٹیج کے منتظم تھے۔ مولانا نیازی بتاتے ہیں "کہ میں نے خود ایک ٹیکسی پر لاؤڈ سپیکر فٹ کر کے جلسہ کی منادی کی اور رات کو تیس ہزار

کے جلسے کی صدارت بھی کی۔

مولانا نیازی نے اس سلسلہ میں لائل پور (حال فیصل آباد) میں ایک کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ مگر سکندر حیات نے "آل پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی" کے بعض کارکنوں کو لالچ دے کر اغوا کر لیا۔ اور ان کے زیر اہتمام ۵ جولائی ۱۹۴۱ء کو دسوہہ گرونہ فیصل آباد میں طلباء کی ایک "پالسرا کانفرنس" منعقد کی جس میں پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے سر سکندر حیات نے کہا:

"پاکستان لغوستان ہے، ہم اسے نہیں بننے دیں گے۔ ایک ضدی اور خود سر پٹھان (مولانا نیازی) نے ہمارے نوجوانوں کو تباہ کر دیا ہے اور اس کے اکسانے پر میرے خلاف مظاہرے کئے جا رہے ہیں۔ نوجوانو! تم اپنے مستقبل کی سوچو، تم اس کے پیچھے کیوں لگ گئے ہو۔ آج جو تم نعرے لگاتے پھر رہے ہو، جلسے کرتے پھرتے ہو، کل تعلیم سے فارغ ہو کر پچاس روپے کی نوکری کیلئے ہمارے دفتروں میں جوتیاں چٹخاتے پھرو گے۔ پاکستان ایک دیوانے کا خواب ہے، مجذوب کی بڑ ہے۔ اس لئے اے نوجوانو! میں تمہیں بروقت انتباہ کرتا ہوں کہ وقتی اور ہنگامی نعروں سے گمراہ نہ ہو جانا، اپنے مستقبل کی فکر کرو۔"

سر سکندر حیات خان کی تقریر کے دوران پنڈال سے "مسلم لیگ زندہ باد"، "پاکستان زندہ باد" اور "قائد اعظمؒ زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے لگے تو سر سکندر غصے سے لال پیلا ہو گیا اور کہا کہ ہم تمہارے قائد اعظمؒ سے نپٹ لیں گے"۔

مولانا نیازی نے سکندر حیات کی لائل پور کی تقریر کے اخباری تراشے قائد اعظمؒ کو بھیجے اور ساتھ ہی خط لکھا کہ ہم سر سکندر حیات کی کانفرنس کے جواب میں لائل پور میں علماء کی کانفرنس کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ملک برکت علی ایڈووکیٹ (۱۸۸۵ء۔۱۹۴۶ء) کو اس کانفرنس سے خطاب کرنے کے لئے آمادہ کیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ اسی جگہ ۱۸، ۱۹ جولائی ۱۹۴۱ء کو جوابی کانفرنس ہو گی۔ مولانا نیازی کی ایجی ٹیشن کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ سر سکندر حیات نے قائد اعظمؒ کی قیادت سے بغاوت کی ہے، اس کا واحد حل یہ ہے کہ وہ "نیشنل ڈیفنس کونسل" سے فی الفور استعفیٰ دے اور قائد اعظمؒ سے معافی مانگے۔

اس کانفرنس کی صدارت ملک برکت علی ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ (۱۸۸۵ء۔ ۱۹۴۶ء) جیسے مشہور قانون دان اور ہر دلعزیز مسلم لیگی رہنما کر رہے تھے۔ مولانا ظفر علی خاں (۷۲-۱۸ء۔ ۱۹۵۶ء) بھی اس میں خطاب کر رہے تھے۔ اس دوران سر سکندر حیات نے مولوی غلام محی الدین قصوری ایڈووکیٹ (۱۸۸۰ء۔ ۱۹۶۳ء) اور مقبول محمود امر تسری (ء۔ ۱۹۴۸ء) چیف پارلیمانی سیکرٹری حکومت پنجاب (سر سکندر حیات کے بیٹے سردار شوکت حیات خاں کے ماموں و خسر) کے ذریعے مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ مذاکرات شروع کئے۔ ہر قسم کے لالچ دیئے، اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں مثلاً ڈپٹی کمشنر وغیرہ کی پیشکش کی گئی اور ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ نقد پیش کرنے پر آمادہ تھے مگر مولانا نیازی جیسے اقبال کے مردِ مومن کا جواب یہ تھا کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے نہ عہدے کی اور نہ سیم و زر کی۔ ہمارا مطالبہ صرف اور صرف یہ ہے کہ سر سکندر، "نیشنل ڈیفنس کونسل" سے استعفیٰ دے کر قائداعظمؒ سے معافی مانگے، ہم تمہاری پیشکش پر تھوکتے بھی نہیں۔

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے!

مذاکرات ناکام ہو گئے۔ مولانا نیازی نے اپنی مہم جاری رکھی۔ ۱۸۔۱۹ر جولائی کو کانفرنس کے انعقاد کے مصمم ارادے کو عملی جامہ پہنانے پر تل گئے۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ مسلمان دکان داروں نے جلسے کے لئے میز، کرسیاں، شامیانے اور لاؤڈ سپیکر کرایہ پر اپنے سے انکار کر دیا۔ لائل پور کے ڈپٹی کمشنر شیخ نور محمد (ء۔ ۱۹۶۵ء) نے سر سکندر حیات کے حکم پر گراؤنڈ میں پانی چھوڑ دیا۔ ایک سکھ دکاندار کو ڈبل کرایہ دے کر سارا سامان حاصل کیا گیا۔ میاں نور اللہ ایم ایل اے (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۸۴ء) کی کوٹھی پر جا کر ان کی کار حاصل کر کے اس پر لاؤڈ سپیکر فٹ کر کے منادی شروع کر دی۔ سوئے اتفاق کہ زوردست بارش شروع ہو گئی اور دیر تک جاری رہی جس سے رات کی نشست نہ ہو سکی۔ دوسرے دن روز اتوار ۱۹ر جولائی کو پھر منادی شروع کر دی گئی۔ نو بجے کا جلسہ بارہ بجے دن شروع ہوا۔ ساری انتظامیہ مخالف تھی، مقامی مسلم لیگ قدم قدم پر رکاوٹیں ڈال رہی تھی مگر مولانا نیازی اور ان کے جیالے ساتھی مردانہ وار اپنے نصب العین کی طرف بڑھتے چلے جا رہے

تھے۔ دوسرے دن جلسہ شروع ہوا۔ صدر مجلس استقبالیہ چوہدری مختار احمد المعروف پر ثمر کو سر سکندر نے اغوا کر لیا تھا۔ ان کی عدم موجودگی کی مولانا نیازی نے یہ توجیہ کی کہ "صورت ہست حاشیں بپرس" کے مصداق در و دیوار خطبہ استقبالیہ پڑھ رہے ہیں۔ ہم خود اس کانفرنس کی اہمیت کو جانتے ہیں۔ ہماری نظر وزیر اعظم سے ہے۔ ظاہر ہے کہ سوائے عوام کے کسی کی تائید کی توقع نہیں ہے۔ اس لیے خطبہ صدارت ہوگا جو ملک برکت علی پیش کریں گے۔ رات کی نشست بعد نماز عشاء شروع ہوگی جس میں ہم عصر حاضر کے میر جعفر سر سکندر حیات خان کی غداریوں کو بے نقاب کریں گے۔

رات کو جلسہ ہوا اور خوب ہوا۔ مسٹر ابو سعید انور (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۳ء) مولانا ظفر علی خان (۱۸۷۳ء۔ ۱۹۵۶ء) اور مولانا نیازی نے خطاب کیا اور ملک برکت علی نے خطبہ صدارت دیا۔ مولانا نیازی کی تقریر بڑی شعلہ بار تھی۔ انہوں نے جب یہ سر عام اور ڈنکے کی چوٹ کہا کہ

"میں سر سکندر حیات ولد محمد حیات ذات کھٹر ساکن موضع واہ (واہ کینٹ) ضلع کیمبل پور (حال اٹک) جو کچنر کے اردلی کا بیٹا ہے، اس کو میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ غیر پاکستان جو سر سکندر حیات بزعم خویش اپنی خود غرضیوں، مکاریوں، عیاریوں اور ستم رانیوں کی خاطر بنانے کا یقین دلاتا ہے وہ "مخدوستان" ہو گا۔ لیکن جو پاکستان کتاب و سنت کی بالادستی اور شریعت کی سیادت و قیادت قائم کرنے کیلئے وجود میں آئے گا وہ معرض وجود میں آ کر رہے گا۔ کتے بھونکتے رہتے ہیں اور کارواں چلا جاتا ہے۔ سر سکندر کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ مسلم نوجوان آگ کے شعلے ہیں۔ ان سے ٹکرانے والا جل کر راکھ ہو جائے گا اور پاکستان بن کر رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔"

تو تیس ہزار کا مجمع جھوم جھوم اٹھا اور فضا پھٹ گئی۔

اس جلسے کا اہتمام کرنے والوں میں مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (۱۹۱۰ء۔ ۱۹۹۸ء) حکیم محمد انور بابری (۱۹۳۳ء۔ ۱۹۷۷ء) مولوی عبد القدیر نعمانی (۱۹۱۱ء۔ ۱۹۷۲ء) ابو سعید انور (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۳ء) ڈاکٹر محمد الیاس مسعود (۱۹۲۳ء۔ ۱۹۹۵ء)

ظہور عالم شہید (۱۹۱۸ء۔ ۱۹۸۸ء) حمید نظامی (۱۹۱۵ء۔ ۱۹۶۲ء) اور شیخ محمد اقبال احمد (۱۹ء۔ ۱۹ء) نے بڑی ہمت، جرأت اور جوانمردی اور استقامت سے کانفرنس کو کامیاب کیا۔ جلسہ بے حد کامیاب ہوا۔ حضرت قائداعظم کو اس کی روئیداد بھیجی گئی۔ بہت خوش ہوئے اور مولانا نیازی کے نام جو خط لکھا خاص طور پر اس کا یہ فقرہ قابل توجہ تھا:

"YOU YOUNG MEN ARE DOING A GREAT WORK. I AM WITH YOU. YOU WILL SUCCEED ULTIMATELY, ANSHA ALLAH.

اس کانفرنس کا زبردست اثر ہوا اور سر سکندر بوکھلا گیا۔

اسی دوران لاہور کے دو اخبارات (روزنامہ "انقلاب" اور "شہباز") نے سر سکندر کی حمایت اور قائداعظمؒ کے خلاف بڑی شدومد کے ساتھ پروپیگنڈہ شروع کر رکھا تھا۔ ان میں سے ایک نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا کہ مسٹر جناح محض ایک سیاسی جماعت کے صدر ہیں اور سر سکندر حیات پنجاب کے منتخب وزیراعظم ہیں۔ اس سے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ سر سکندر کی حیثیت زیادہ مضبوط ہے۔

"پاکستان رورل پروپیگنڈا کمیٹی" نے ان اخبارات کے خلاف احتجاج کا پروگرام بنایا۔ ان اخبارات کی بہت سے پرچے خرید لیے گئے اور ۳۰ جولائی ۱۹۴۱ء کو دوپہر دن سے شام کے ساڑھے سات بجے تک لاہور کے ہر قابل ذکر چوک میں کھڑے ہو کر ان اخبارات کو نذر آتش کیا گیا۔ اخبار سوزی کی یہ رسم پورے لوازم کے ساتھ ادا کی جاتی۔ چوک میں پہنچ کر تختے والے کھڑے کر لیے جاتے۔ "پاکستان زندہ باد" اور "قائداعظم زندہ باد" کے نعروں کے بعد ڈاکٹر محمد الیاس مسعود (۱۹۲۲ء۔ ۱۹۹۵ء) ترنم کے ساتھ ترانہ ملی پڑھتے۔ اتنے میں دو چار سو لوگ اور دکاندار جمع ہو جاتے۔ پھر مولانا نیازی اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرماتے۔ جس کے اختتام پر اخبار جلائے جاتے۔ اخبار جلانے کے بعد شام کے جلسے کا اعلان کیا جاتا۔ رات کو دہلی دروازہ کے باہر جلسہ ہوا۔ تلاوت کے بعد ڈاکٹر محمد الیاس مسعود نے ترانہ ملی سنایا۔ پھر چوہدری نصر اللہ خاں ایڈووکیٹ (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۹۵ء)، پروفیسر چوہدری محمد صادق (۱۹۱۳ء۔ ۱۹۸۷ء)، پروفیسر منظور الحق صدیقی (۱۹۱۰ء۔ ندرد) اور ظفر اللہ خاں ملک (۔ ۱۹۹۳ء) نے تقریریں کیں۔ آخر میں مولانا نیازی نے اپنی شعلہ نوائی

سے حاضرین کے قلب و جگر کو گرمایا۔ مولانا نیازی کے اس خطاب کے بارے میں پروفیسر منظور احق صدیقی لکھتے ہیں:

"نیازی صاحب عوامی نفسیات کو خوب سمجھتے تھے۔ خود طویل القامت اور اوپر طرے دار پگڑی۔ پھر آواز میں گھن گرج، الفاظ پر شکوہ، ہر خوف کو پاؤں کے نیچے رگیدتے اور ہر مصلحت کو ٹھوکر مارتے ہوئے بیباکانہ تقریر کی۔ ازلی کاسہ لیس، غدار ابن غدار مسمی سکندر حیات ولد محمد حیات قوم کھٹر ساکن واہ "ایسے بیباکانہ الفاظ کسی پبلک جلسے میں ہم نے ان کی زبان سے سنے"۔("حکایت صادق" ص ۳۸، ۳۹)

مجلس احرار کے گڑھ میں پاکستان کے حق میں یہ پہلا جلسہ تھا جسے منعقد کرنے کی جرأت اور کوئی نہ کر سکتا تھا۔ اس مظاہرے سے دونوں اخبارات کی فروخت پر خاصا اثر پڑا۔ اور قائداعظم کو بیسیوں انجمنوں کی طرف سے اس مضمون کے تار دیئے گئے:

EXPEL SAKANDAR. FINISH THE TRAITOR. KILL THE WEATHER COCK. DO AWAY THE JUDAS. BURY THE MIR JAFFAR OF THE PUJAB.

"سکندر کو نکال دو، غدار کو نیست و نابود کرو۔ اس مرغ باد نما کو ختم کرو، اس یہودا اسکریوطیوں کو نکال پھینکو۔ پنجاب کے اس میر جعفر کو دور نکال کر دفن کر دو"۔

مولانا نیازی کی ان سر فروشانہ سرگرمیوں سے سر سکندر کی نیند حرام ہو گئی اور اس نے ایک دفعہ پھر نیازی صاحب کو رام کرنے کی کوشش کی۔ ان کو فوری طور پر "محکمہ دیہات سدھار" کا ڈویژنل ڈائریکٹر مقرر کرنے اور بعد میں باقاعدہ سول سروس میں لینے کی پیشکش کی اور میر مقبول محمود نے دو لاکھ روپے بھی پیش کرنے چاہے مگر آپ نے دونوں پیشکشوں کو پائے انکار سے ٹھکرا کر سر سکندر کے طلسم و فریب کو توڑ دیا۔

برو ایں دام بہ مرغ دگر نہ
کہ عنقارا بلند است آشیانہ

اسی دوران ۱۹۴۱ء میں بعض قانونی وجوہ کی بنا پر حلقہ اندرون لاہور (مسلم سیٹ) سے خالد لطیف گابا المعروف کے ایل گابا (۱۸۹۹ء۔۱۹۸۱ء) کے دیوالیہ قرار پانے کی وجہ سے ضمنی انتخاب کا اعلان ہوا تو سوال پیدا ہوا کہ پنجاب کے دارالسلطنت سے، جو صوبے کا سب سے بڑا مرکز تھا، کس کو کھڑا کیا جائے۔ سر سکندر حیات خاں اور نواب شاہنواز خاں ممدوٹ (۱۸۸۴ء۔ ۱۹۴۲ء) کی خواہش تھی کہ یہ ٹکٹ میاں امیر الدین (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۸۹ء) کو دیا جائے لہذا پنجاب مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے اسے ٹکٹ دیا۔ نوجوان سر سکندر کے اس خاص الخاص گماشتے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ قائداعظم کا جاں نثار اور مخلص کارکن میدان میں آئے اور قائداعظم اس کی مدد کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قائداعظم کو متوجہ کیا گیا تاکہ برٹش گورنمنٹ پر واضح ہو جائے کہ قوم کس کے ساتھ ہے۔ بہر حال نوجوان مسلم لیگی کارکنوں کی خواہش تھی کہ یہ ٹکٹ مولانا نیازی کو دیا جائے کیونکہ ان کی خدمات جلیلہ سے پنجاب مسلم لیگ کو بہت تقویت حاصل ہوئی تھی اور اس کا احساس حضرت قائداعظم کو بھی تھا۔ چنانچہ مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں نے حضرت قائداعظم کو اس ضمنی انتخاب کی طرف متوجہ کیا۔ کہ یہاں پر آپ اپنا نمائندہ کھڑا کریں اور دوران الیکشن تشریف بھی لائیں، لاہور کے غیور مسلمان آپ کے ساتھ ہیں۔ اسی موقعہ پر ہی سر سکندر حیات کی اوقات کھل کر سامنے آ جائے گی۔ آپ کا نمائندہ لازمی کامیاب ہوگا اور اس کا بالواسطہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ "نیشنل ڈیفنس کونسل" کے رکن رکین سر سکندر حیات کے اثر و رسوخ، مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا بھرم بھی کھل جائے گا۔

القصہ مولانا نیازی کو ٹکٹ دے دیا گیا اور انہوں نے کاغذات نامزدگی داخل کر دیئے۔ سر سکندر حیات کے امیدوار میاں امیر الدین تھے۔ مولانا نیازی کے پیچھے ملک برکت علی ایڈووکیٹ جیسے ہر دلعزیز مسلم لیگیوں اور "پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کی طاقت تھی۔ سر سکندر گھبرا گیا اور سردار اورنگ زیب خاں سابق وزیراعظم صوبہ سرحد اور ابو سعید انور کو میاں امیر الدین کی طرف سے نیازی صاحب کے پاس بھیجا کہ جو چاہو لے لو، ہم دینے کو تیار ہیں اور ہمارے مقابلہ سے دستبردار ہو جاؤ۔ دس ہزار روپیہ نقد و دیگر مراعات کی پیش

کش کی مگر مولانا نیازی نے یہ پیشکش پائے استحقار سے ٹھکرادی اور کہا کہ جھکنے اور جھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، قائداعظمؒ کے حکم سے میدان میں اترا ہوں۔ جب تک سر سکندر حیات، قائداعظمؒ سے معافی نہیں مانگے گا اور "نیشنل ڈیفنس کونسل" سے استعفیٰ نہیں دے گا، ہماری جنگ جاری رہے گی۔

مولانا نیازی نے اپنی انتخابی مہم شروع کر دی اور ہر جلسے کی کاروائی قائداعظمؒ کو پہنچنا شروع ہو گئی۔ چنانچہ سر سکندر گھبرا گیا اور پھر گورنر بمبئی کے ذریعے اس کا یہ موقف بھی مسترد ہو گیا کہ اسے حیثیت "چیف مسلم" نہیں بلکہ حیثیت وزیراعظم، "ڈیفنس کونسل" میں لیا گیا ہے کیونکہ وائسرائے کے خط نے اس حقیقت کو واشگاف کر دیا کہ اس کو حیثیت وزیراعظم نہیں بلکہ حیثیت "چیف مسلم" لیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا نیازی اور ان کے ساتھیوں کی لاج رکھ لی، سکندر حیات نے ۲۴ اگست ۱۹۴۱ء کو "آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی" کے اجلاس منعقدہ بمبئی میں "نیشنل ڈیفنس کونسل" سے استعفیٰ دے دیا اور قائداعظمؒ سے معافی مانگ لی۔

اس کے بعد مولانا نیازی نے اپنی دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ دستبرداری کے بعد میاں امیر الدین نے دوبارہ ابو سعید انور کو مولانا نیازی کے پاس بھیجا اور پیشکش کی کہ ضمنی انتخاب کے سلسلے میں آپ کا جو خرچ ہوا ہے، وہ ہم دینے کو تیار ہیں۔ بیس پچیس ہزار تک دینے کو تیار ہیں۔ مولانا نیازی نے اس کے جواب میں کہا:

> "ہمارا انتخاب کیلئے کھڑا ہونا کسی ذاتی غرض، مفاد یا لالچ کے لئے نہیں تھا بلکہ ہم یہ چاہتے تھے کہ سر سکندر، قائداعظمؒ کا وفادار بن جائے اور دس کروڑ مسلمانوں کے موقف سے آگاہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ ہم نے جو خرچ کیا ہے، ملی غیرت اور ذاتی کردار کی استقامت کی خاطر کیا ہے، ہم اس کا اجر کسی سے نہیں لیتے۔ فرض کی ادائیگی کا شوق اور ولولہ تھا جو ہم نے پورا کر دکھایا"۔

اس ضمنی انتخاب میں سر سکندر حیات خاں کو قائداعظمؒ کی قیادت و سیادت تسلیم کرنے پر مجبور کرنے کے بعد مولانا نیازی اور ان کے ساتھی حضرت قائداعظمؒ سے رہنمائی

حاصل کرنا چاہتے تھے کہ اب ہمارا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے۔ چند خطوط کے تبادلہ کے بعد حضرت قائداعظمؒ نے مولانا نیازی کو لکھا کہ یہ بات خطوط کے ذریعے نہیں ہو سکتی۔ آپ لوگ میرے پاس آئیں، بالمشافہ گفتگو ہو گی۔

چنانچہ ستمبر اکتوبر ۱۹۴۱ء میں مولانا نیازی اور مولانا محمد ابراہیم علی چشتی، دہلی میں ان کی رہائش گاہ ۱۰ اورنگ زیب روڈ پر حاضر ہوئے۔ انہوں نے لاہور کے ضمنی انتخاب کے سلسلہ میں دونوں کو مبارکباد دی اور فرمایا:

"نوجوانو! تم بہت بڑی قوت ہو۔ یہ تمہاری کامیابی ہے۔
میری کامیابی تمہاری وجہ سے ہے۔ مجھے تم پر فخر ہے"۔

دونوں حضرات نے ان کا شکریہ ادا کیا اور آئندہ پروگرام کا پوچھا تو انہوں نے کہا:

"آپ لوگ مسلم لیگ کو مقبول بنائیں"۔

۱۹۴۲ء میں مولانا نیازی، ضلعی مسلم لیگ میانوالی کے دوبارہ صدر منتخب ہو گئے اور ساتھ ہی ساتھ انہیں "صوبائی کونسل" اور "آل انڈیا مسلم لیگ" کا رکن بھی چن لیا گیا۔ اب آپ نے اپنا تمام وقت مسلم لیگ کیلئے وقف کر دیا۔ اسی سال مولانا نیازی بحیثیت سیکرٹری "اقبال ڈے کمیٹی" حضرت قائداعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور "یوم اقبال" کی صدارت کے لئے دعوت دی۔ قائداعظمؒ پہلے سے بعض مقامات پر اپنے دورے کا پروگرام طے کر چکے تھے، اس لئے معذرت کی۔ البتہ "اقبال ڈے" کے لئے ایک مفصل پیغام ارسال کرنے کا وعدہ فرمایا جو بعد میں انہوں نے پورا بھی کیا۔

اس پیغام کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

"علامہ اقبالؒ برصغیر میں مسلمانوں کے استقلال اور عروج کے لئے علیحدہ ہوم لینڈ کا مطالبہ اپنے "خطبہ الہ آباد" میں فرما چکے ہیں۔ ہم نے "اقبال ڈے" کے موقعہ پر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اسلامی نظام حیات کو برپا کرنے کے لئے قوت عمل سے جلد از جلد وہ خطہ ارضی حاصل کر لیں۔ اقبالؒ ملت کے عزائم کا ترجمان ہے اور نوجوانوں کو سرگرم عمل دیکھنا چاہتا ہے۔ میں اسکے خواب کی تعبیر کیلئے مصروف کار ہوں اور ہر مسلمان کو اس پاکیزہ مقصد کے حصول کے لئے ہر ممکن

علامہ مصطفیٰ شاہ خالد گیلانی (۱۹۰۰ء۔۱۹۸۹ء) اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی نے کیا۔ انگریز اور پنجاب مسلم لیگ نے شرکت کی۔ مولانا نیازی نے اپنے حقائق افروز اور باطل سوز خطاب میں مخالفین پاکستان کی دھجیاں بکھیر دیں۔ آپ نے نظریہ پاکستان کے موضوع پر اپنی ولولہ انگیز اور فکر خیز تقریر میں سامعین کے قلب و جگر میں آگ لگا دی اور تمام پنڈال "نعرہ تکبیر و رسالت" اور "قائد اعظم زندہ باد" "پاکستان زندہ باد" کے نعروں سے گونج اٹھا۔

۱۴، ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو امرتسر میں "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن پنجاب" کی دو روزہ صوبائی کانفرنس انعقاد پذیر ہوئی۔ پہلا اجلاس ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو بعد نماز عشاء راجہ امیر احمد خاں آف محمود آباد (۱۹۱۴ء۔۱۹۷۳ء) کی زیر صدارت ہوا جس میں مولانا نیازی نے اسلامی نظام حیات کی خصوصیات پر روشنی ڈالی۔ سیاست حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے کہا:

"دور حاضر میں کفر کئی رنگ بدل کر آیا مگر اسلام کو سرنگوں نہ کر سکا۔ اب پھر مسلمانوں کو "ہم رنگ زمین" دام فریب میں پھنسانے کی کوشش کی گئی لیکن مرد مومن قائد اعظم کی فراست نے اس جال میں بھی پھنسنے نہ دیا۔ مسلمان نوجوانوں کے ولولے ابھی تازہ ہیں۔ وہ نہ ہندو پر اعتماد کرتے ہیں نہ انگریز پر۔ اس لئے کہ اللہ والوں کو ہمیشہ اللہ پر بھروسہ ہوتا ہے۔"

مولانا نیازی نے واضح کیا کہ مسلمان اس امر کے خلاف نہیں کہ ہندو اپنی اکثریت والے علاقوں میں اپنی آزاد ریاست قائم کریں۔ انہوں نے مذہب اور سیاست کو دو مختلف چیزیں ثابت کرنے والوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ

"اسلام کسی حالت میں یہ اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان کسی غیر اسلامی آئین کے سامنے سر جھکائے۔ مسلمانوں کے سامنے رسول اکرم ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی مشعل راہ ہے۔ علاوہ ازیں رسالت مآب ﷺ کی مکمل تعلیمات اور پوری اسلامی تاریخ موجود ہے۔ اسلام نے نسل، قومیت، رنگ، وطنیت تمام بتوں کو مٹا دیا ہے۔

مسلمانوں کی سیاست مذہب ہے اور مذہب سیاست ہے"۔

سلسلہ ء تقریر جاری رکھتے ہوئے مولانا نیازی نے گاندھی (۱۸۶۹ء۔۱۹۴۸ء) پر کڑی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ :

"وہ مکار ہندوستان کی آزادی کے بارے میں مخلص نہیں
ورنہ وہ قائداعظمؒ سے ضرور معاہدہ طے کر لیتا"۔

۱۹۴۴ء میں ہی جب مولانا نیازی، صوبہ مسلم لیگ پنجاب کے سیکرٹری اور اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ علوم اسلامیہ تھے تو قائداعظمؒ تقسیم انعامات کی تقریب کے موقعہ پر لاہور تشریف لائے۔ رات کو جلسہ ء عام منعقد ہوا۔ "مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" کے کارکنوں نے مولانا نیازی کو بھی تقریر کیلئے مدعو کیا۔ نیازی صاحب نے نہایت ہی تند و تیز لہجہ میں حکومت وقت پر تنقید کی اور حصول پاکستان کیلئے سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے سامعین کو ابھارا۔ جلسہ کے بعد جب حضرت قائداعظمؒ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ :

"YOU ARE STILL VERY HOT."

"تم ابھی تک بہت گرم ہو"۔

مولانا نیازی نے جواب دیا "اس لئے کہ ماحول کو پگھلانا ہے"۔ اس پر قائداعظمؒ نے تبسم کیا اور فرمایا

"GO AHEAD CAUTIOUSLY."

"محتاط انداز میں بڑھے چلو"۔

اسی سال یعنی ۱۹۴۴ء میں مولانا نیازی نے پنجاب مسلم لیگ کونسل سے یہ تجویز پاس کرائی :

"پاکستان کا آئین شریعت اسلامیہ پر مبنی ہوگا"۔

صوبائی کونسل کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ نے بھی یہ تجویز منظور کر لی۔

۱۹۴۵ء میں مولانا نیازی نے معروف صحافی اور ادیب مسلم لیگی رہنما میاں محمد شفیع المعروف م ش (۱۹۱۴ء۔۱۹۹۴ء) کے ساتھ مل کر "پاکستان کیسے بن کے رہے گا" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں زندگی کے ہر شعبے پر تقریباً خلافت کے نقشہ

نظم سے دو تین سال کی تھی، جو اس زمانے میں قیام پاکستان کی منزل قریب آ رہی تھی اور مسلم لیگ میں ان اوقات قوم کے پاس وہاں مختلف طریقوں سے شامل ہو رہے تھے۔ ایک نئے طبقہ یعنی طلباء کی تحریک اس میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ مولانا نیازی نے اپنے احباب کے تعاون سے پنجاب مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں نیو مسلمانوں کو مسلم لیگ سے نکالنے کی قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی اور مسلم لیگ سے اقبال خلیفی، ڈاکٹر ... شیخ محمد بھٹی اور مرکزی نیو مسلمانوں کو نکال دیا گیا۔

۱۹۴۵ء میں "کیبنٹ مشن" کی ناکامی کے بعد جب قائداعظم نے مجوزہ انتخابات سے قبل مسلمانوں کی اکثریت کا فیصلہ کرنا چاہا تو اسلامیان ہند یا بالخصوص مسلم طلباء سے امداد طلب کی کہ وہ مسلم لیگ کو کامیاب بنائیں تاکہ پاکستان کا حصول ممکن ہو سکے۔ مولانا نیازی اس وقت اسلامیہ کالج لاہور میں "شعبہ علوم اسلامیہ" تھے۔ انہوں نے طلباء کو انتخابات کے اس پیغام کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ مسلمان نوجوانوں نے دیوانہ وار کام کیا۔ سارے صوبے میں پنجاب کے بعد علی گڑھ کے طلباء تو سرحد کے پہاڑوں اور دیہاتوں میں دورے کرتے نظر آتے تھے۔ اس ضمن میں مولانا نیازی کے شاگردوں میں سے جن نوجوانوں نے صف اول میں کام کیا، ان میں سید قاسم رضوی سی ایس پی (۱۹۲۴ء ـ ۱۹۹۵ء) حکیم آفتاب احمد قرشی (۱۹۲۵ء ـ ۱۹۸۱ء) اور اقبال محمد (ء ـ ۱۹ ء) وغیرہ ہم نے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس سے قبل "پاکستان رول ... کشی" کی تحریک میں مولانا محمد اکرم علی چشتی (۱۹۰۸ء ـ ۱۹۶۸ء) چوہدری نصر اللہ خان ایڈووکیٹ (۱۹۱۶ء ـ ۱۹۹۵ء) مولوی عبدالقدیر نعمانی (۱۹۱۱ء ـ ۱۹۸۶ء) حکیم محمد انور بابری (۱۹۲۴ء ـ ۱۹۹۲ء) سید اقبالی (۱۹۱۵ء ـ ۱۹۶۴ء) اور سعید انور (۱۹۱۴ء ـ ۱۹۸۶ء) پروفیسر چوہدری محمد صادق (۱۹۱۴ء ـ ۱۹۸۶ء) ظفر اللہ خان عرف ... کے علاوہ (۱۹ ء ـ ۱۹۹۴ء) خواجہ اشرف انور (۱۹۱۶ء ـ ۱۹۹۵ء) میاں محمد شفیع المعروف م ش (۱۹۱۴ء ـ ۱۹۹۴ء) ظہور عالم شہید (۱۹۱۸ء ـ ۱۹۸۸ء) میاں کفایت علی (۱۹۰۱ء ـ ۱۹۹۴ء) پروفیسر منظور الحق صدیقی، شیخ محمد اقبال اور ڈاکٹر ضیاء الاسلام نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔

۹ ـ ۱۰ ـ ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلامیہ کالج لاہور کی گراؤنڈ میں جمعیت علماء اسلام پنجاب کی ایک تاریخی کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت ... جماعت علی شاہ محدث علی پوری

(۱۸۸۱ء۔۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت منعقد ہوئی جس کا مقصد پنجاب میں مسلم لیگ کے کام کو تیز تر کرنا تھا تاکہ ۱۹۴۶ء میں ہونے والے الیکشن میں مسلم لیگ بھاری اکثریت سے کامیاب و کامران ہو۔ اس کانفرنس سے اکابر اہلسنت مولانا سید ابوالحسنات قادری (۱۸۹۶ء۔۱۹۶۱ء) مولانا عبدالحامد بدایونی (۱۸۹۸ء۔۱۹۷۰ء) مولانا عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی (۱۹۱۰ء۔۱۹۷۰ء) خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (۱۹۰۶ء۔۱۹۸۱ء) مخدوم سید محمد رضا شاہ گیلانی ملتانی (۱۸۹۲ء۔۱۹۴۹ء) خواجہ غلام محی الدین گولڑوی (۱۸۹۱ء۔۱۹۷۴ء)، پیر صاحب مانکی شریف (۱۹۲۲ء۔۱۹۶۰ء) مولانا جمال میاں فرنگی محلی (۱۹۱۹ء۔ ۱۹ء) و دیگر اکابر کے علاوہ مولانا نیازی نے بھی خطاب فرمایا۔

فروری ۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ نے آپ کو ضلع میانوالی سے صوبائی سیٹ کا ٹکٹ جاری کیا۔ اس نشست پر مولانا نیازی کے مقابلہ میں ایک ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر خان اللہ داد میدان میں آیا۔ اسے اپنے مال و دولت، شان و شوکت اور یونینسٹ پارٹی پر ناز تھا۔ مگر مولانا کے پاس نظریہ پاکستان کا لازوال جذبہ تھا۔ چنانچہ اس علاقہ (میانوالی شمالی) کے عوام و خواص نے ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کیا اور ہر سو اس نعرے نے گونج ڈال دی۔

دھر رگڑا ہے تے رگڑا مقابلہ　　ایہہ دوہاں دا جھگڑا مقابلہ
چھوڑا لیگ نوں کنڈ کریسی　　اوہ ہر گز جنت نہ ویسی
او جنوا ہوسی جہنم نکالہ　　دھر رگڑا ہے تے رگڑا مقابلہ

الیکشن کا نتیجہ سامنے آیا تو مولانا نیازی ۱۰۸۴۲ ووٹ لے کر کامیاب ٹھہرے اور یونینسٹ امیدوار کو ۸۱۰۳ ووٹ ملے اور اس کا غرور تکبر خاک میں مل گیا۔

غرور و لعب سٹ جاتا ہے سب مال والوں کا
خدا اپنا حامی ہو اگر تو ہے استقلال والوں کا

اس الیکشن میں مسلم لیگ کو عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی۔ کانگریس کو تو یہ کامیابی ناقابل برداشت تھی ہی لیکن امام الہند ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء۔۱۹۵۸ء) پر مسلم لیگ کی یہ برتری غیر قانونی گزری۔ مولانا لاہور آئے، فلیٹی ہوٹل میں قیام کے دوران انہوں نے خضر حیات ٹوانہ (۱۹۰۰ء۔۱۹۷۵ء) سے ملاقات کی کرکے مسلم لیگ کی اکثریت ہوتے ہوئے

کی کانگریس، یونینسٹ اور اکالیوں کے اتحاد سے مخلوط وزارت بنوا دی۔ خضر حیات ٹوانہ جن
سے آزادی کو پنجاب کا وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ پنجاب کے انگریز صوبہ میں چند مسلمان
غداروں کے تعاون سے کانگریس اور اکالیوں نے اپنی وزارت قائم کر لی اور مسلم لیگ کو اس
کے خلاف تحریکیں چلانی پڑیں [illegible] سکھوں کو ہندو راج [illegible] کر دیا گیا۔ اسکے نتیجے میں بعد میں
مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ اگر مسلمان [illegible] کے ہاتھوں پر مسلم
وزارت [illegible] تو پنجاب اس [illegible] سے محفوظ ہو جاتا۔ مولانا آزاد کی ساری کاروائی
یہ تھی کہ مسلم لیگ کو پنجاب میں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء ۔ ۱۹۶۹ء) نے گورنر پنجاب کے اس غیر
آئینی اقدام کو منسوخ بھی کیا مگر بے سود۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی اس عظیم الشان کامیابی
(پنجاب میں غیر مسلم وزارت کی تشکیل) پر بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ اور اپنی کتاب "انڈیا
ونس فریڈم" میں لکھا کہ "ملک کے اطراف و جوانب سے مبارکبادی کے تاروں کی بھرمار
ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ کانگریس کے زعماء نے بھی "جنگل پیر اللہ" نے مجھے مبارکباد دی ہے۔"

مولانا آزاد کے اس کارنامے پر جناب رئیس احمد جعفری (۱۹۱۴ء ۔ ۱۹۶۸ء) نے
اپنی کتاب "آزادی ہند" میں کیا شاندار تبصرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"مولانا کو اپنے اس کارنامے پر فخر ہے، جس کی داد "جنگل
پیر اللہ" کو دوسرے کانگریسی لیڈروں نے دی، اسی طرح کا فخر "نظام
حیدر آباد" کو بھی تھا جب اس نے انگریزوں کا ساتھ دے کر "ٹیپو
سلطان" کی حکومت ختم کرائی تھی۔ "حکیم احسن اللہ خاں" کو اور "میر
رجب علی" کو "مرزا الٰہی بخش" کو بھی تھا، جنہوں نے بہادر شاہ ظفر کی
حکومت ختم کرائی۔ "علی نقی" کو بھی تھا، جس نے "واجد علی شاہ" کا
تختہ الٹوایا۔ حیرت ہے کہ قائد اعظم اور مسلم لیگ کے خلاف مولانا
آزاد اتنے آگے جا پہنچے کہ وہ یہ سب کچھ کرنے پر تیار ہو گئے؟ انہوں
نے ذرا نہ سوچا کہ ملت اسلامیہ تو ممکن ہے انہیں معاف کر دے لیکن
تاریخ کسی سے بغض سے رہتے ہوئے کبھی معاف نہیں کرے گی"۔

انہی دنوں بعض لوگوں نے تجویز کی کہ پنجاب میں مسلم لیگ اور کانگریس کو ایک ہو

چاہتا تھا۔ اس پر مولانا یزدانی نے ایک بیان میں کہا کہ:

"اس امر حقیقت پر پنجاب میں "یونینسٹ کانگریس ایک ہو" کا نعرہ
بہری آنکھ سے بالاتر ہے۔ مسلم لیگ، کانگریس سے جدا ہے۔ کانگریس
کیلئے ماضی میں ہمیشہ تلخ اور ناگوار تجربہ رہا ہے مگر کانگریس کیلئے ایک
خاص فضا کی ضرورت ہوتی ہے اور اس وقت پنجاب میں یہ فضا مفقود
ہے۔ ہندو کانگریس کے مسلمان اور شریف صاحب ابوالکلام آزاد اس
صوبہ میں دعوے دار کر چکے ہیں اور اس وقت یہاں سے روانہ ہوئے
جب ان کی کوششوں سے مسلمانان پنجاب میں انتشار پیدا ہو گیا۔"

مسلم لیگ کی اس تحریک اور ہر طرح کی زیادتی کے خلاف "تحریک سول نافرمانی"
چلی تو مولانا یزدانی نے پنجاب میں طوفانی دورہ کر کے مسلمانوں کو منظم کیا۔ خضر حیات حکومت
جو آپ کا تعاقب کرتے، یہاں تک کہ ملتان میں آپ کو گرفتار ہونا پڑا۔ خضر
حیات نے تنگ آکر آپ کو گرفتار کرایا اور رہائی پر معافی مانگنے کی پیشکش کی تو مولانا نے فرمایا:

"ہمیں مرنے کے لئے اپنے ایمان کی ضرورت ہے۔"

رہائی ہو چکی تو فرمایا:

"ہم جو قربانی کی بات کرتے ہیں وہ کچھ سودا نہیں پاکستان کے لئے ہیں۔"

تحریک ختم ہونے کا اعلان کیا تو آپ نے فرمایا:

"اسلام کی روح ہوتی ہے وہ تاریخ ہی کافی ہے۔"

جب ملک آگے بڑھا طرح طرح کے دام اور وعدے پیش ہوئے تو خضر حیات
مجبوراً مستعفی ہو گیا اور آپ پاکستان کا پیغام لے کر دورے کرتے رہے۔

اسی سال (۱۹۴۷ء) جب عوامی انتخابات کے بعد "مسلم لیگ" کی پارٹی کا
پہلا اجلاس ہوا تو اس کے چند دنوں بعد حضرت قائداعظم لاہور تشریف لائے اور حبیبیہ ہال
اسلامیہ کالج میں ایک جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ اتفاقاً مولانا یزدانی کی نشست ایک ہی میز پر
قائداعظم کے مقابل آگئی۔ کھانا کھاتے وقت وہ گفتگو کرتے رہے۔ راجہ غضنفر علی خان
(۱۹۵۵ء - ۱۸۹۵ء) یزدانی صاحب کی بائیں طرف موجود تھے۔ مولانا یزدانی فرماتے ہیں
کہ اس گفتگو کا صرف ایک جملہ ہی حافظہ میں رہ گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا:

”ہمیں پاکستان سے مکمل وزارت سے بھی فائدہ ضرور حاصل ہو سکتا ہے مگر ناکام رہنے کی صورت میں ہماری جدوجہد میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ اس صورت میں تصادم کے لئے ہمت درکار ہوتی ہے۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا، وزارت بنانے میں مسلم لیگ ناکام رہی مگر ملی وحدت و اتحاد کے جوش و خروش نے بالآخر سول نافرمانی کی شکل اختیار کر لی اور خضر وزارت کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا۔

۱۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو قائد اعظم نے عربک کالج دہلی میں ”مسلم لیجسلیٹرز کنونشن“ طلب کیا، جس میں سارے ہندوستان سے صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے ارکان کے علاوہ ”آل انڈیا مسلم لیگ“ کے ممبر بھی شامل تھے۔ قائد اعظم نے ۱۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو عربک کالج دہلی میں تمام ممبران کو پہلے مشروب کی پارٹی دی اور تمام ارکان سے ایک ”میثاق“ پر دستخط کروائے گئے۔ ہر رکن کے سامنے ایک پرچہ لایا جاتا تھا جس پر ”میثاق“ کی عبارت درج تھی۔ مولانا آزاد کو بھی یہ حلف نامہ پیش کیا گیا۔ اس کے الفاظ یہ تھے:

مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۴۶ء

حلف نامہ

(جس پر سب سے پہلے قائد اعظم نے دستخط کئے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۝

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (پارہ ۴ سورہ آل عمران: ۱۰۳)

(اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو)

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ۝ لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین (پارہ ۸ سورہ الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

”اے میرے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کیلئے ہے جو دونوں جہان کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔“

میں .... رکن مسلم لیگ اسمبلی پارٹی صوبائی/مرکزی اسمبلی ....

صوبہ .... اپنے اس پختہ عقیدے کا اعلان کرتا ہوں کہ "بر کوچک ہند" میں بسنے والی مسلم قوم کی نجات، اس کی سلامتی، اس کا تحفظ اور اس کا مستقبل، حصول پاکستان میں مضمر ہے اور پاکستان ہی اس وسیع تر "بر کوچک" کے پیچیدہ دستوری مسائل کا پائیدار اور معقول حل ہے۔ اور اسی کے ذریعے یہاں بسنے والی تمام قوموں اور فرقوں کو امن، آزادی اور خوشحالی نصیب ہو سکتی ہے۔

میں بصمیم قلب اقرار کرتا ہوں کہ اس مقصد عظیم یعنی پاکستان کو حاصل کرنے کے لئے "آل انڈیا مسلم لیگ" کی طرف سے جو تحریک بھی اٹھے، عمل لائی جائے گی اور اس سلسلہ میں جو ہدایات اور احکامات جاری کئے جائیں گے، میں بلاتامل، فوراً اس امر کا کامل یقین رکھتے ہوئے کہ میرا مقصد و مدعا حق و انصاف پر مبنی ہے، عہد کرتا ہوں کہ اس راہ میں جو خطرات اور آزمائشیں پیش آئیں گی اور جن قربانیوں کا مطالبہ ہوگا انہیں برداشت کروں گا۔

ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین O (پارہ ۲، البقرہ: ۲۵۰)

"اے ہمارے رب ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں (لڑائی میں) ثابت قدم رکھ اور (لشکر) کفار پر فتح یاب کر"۔

دستخط

.... مورخہ

مولانا نیازی یہ فارم پُر کر کے سیدھے قائداعظمؒ کے قریب چلے گئے اور دریافت کیا، "کیا آپ نے بھی یہ فارم پُر کیا ہے"۔ قائداعظمؒ نے جواب دیا کہ:

"میں کسی ایسے کام کے لئے اپنے ارکان سے مطالبہ نہیں کرتا جس پر خود عمل نہ کر لوں۔ اس لئے میں نے سب سے پہلے اس فارم پر دستخط کئے ہیں"۔

یہ ادروح پرور منظر تھا۔ پھر آیت کریمہ کا تاثر، پھر ماحول کی کیفیت اور آخر میں دعا نے ایک وجد آفریں سماں باندھ دیا۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کی دعاؤں کو ضرور شرف قبولیت بخشے گا۔ اس اجتماع کی تعداد ساڑھے چھ سو سے زیادہ تھی۔

۱۹۴۶ء میں "کیبنٹ مشن پلان" کے تحت ہندوستان کے لئے ایک گروپنگ سکیم

سامنے آئی۔ اس میں کہا گیا کہ ہندوستان میں تین گروپ بنائے جائیں گے۔

اے گروپ :اس میں ہندو اکثریت والے صوبے شامل ہوں گے۔

بی گروپ : اس میں مسلم اکثریت والے صوبے شامل ہوں۔ (اس میں وہ علاقے تھے جو بعد میں مغربی پاکستان میں شامل ہوئے)۔

سی گروپ :اس میں آسام اور بنگال وغیرہ کو شامل کیا جانا تھا۔

سکیم یہ تھی کہ ان تینوں گروپوں کی الگ الگ حکومتیں قائم کی جائیں اور ان تینوں کو ملا کر ایک "یونین گورنمنٹ" بنائی جائے گی۔ اور خارجہ، فنانس اور دفاع و مواصلات کے سوا باقی تمام تر اختیارات ان گروپوں کو دیئے جائیں گے۔ سکیم میں یہ بات بھی شامل تھی کہ یہ گروپ دس سال تک برقرار رہیں گے۔ دس سال تک کوئی صوبہ اس یونین سے الگ نہیں ہو سکتا۔ "یونین گورنمنٹ" میں کانگرس اور مسلم لیگ کے علاوہ اقلیتوں کی بھی نمائندگی ہو گی۔ پروگرام یہ تھا کہ کوئی ایسا مسئلہ جس کا تعلق خاص طور پر مسلمانوں سے ہو یا انہیں متاثر کر رہا ہو وہ "مسلم اکثریت" طے کرے گی۔ اسی طرح ہندوؤں سے متعلق مسئلے کو یونین میں "ہندو اکثریت" طے کرے گی۔ اس کو ہندوؤں نے سمجھا کہ یہ ایک لحاظ سے ویٹو ہے۔ اس سکیم کے ساتھ انگریزوں نے شرط رکھی کہ جو فریق اس اسکیم کو قبول کرے گا، حکومت اسے منتقل کر دی جائے گی۔ اس پر غور کرنے کے لئے امپریل ہوٹل دہلی میں ۹ر جون ۱۹۴۶ء کو قائداعظمؒ نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس طلب کیا۔

مولانا نیازی دیر سے پہنچے تھے لہٰذا سیدھے جلسہ گاہ میں چلے گئے اور ایک چٹ کے ذریعے حضرت قائداعظمؒ (جو صدر جلسہ تھے) سے تقریر کرنے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے فوراً بلا لیا۔ آپ نے سکیم کی پُرزور مخالفت کی اور کہا :

"اگر کیبنٹ مشن پلان" منظور کر لیا جائے اور تین گروپوں کی تجویز کو قبول کر لیا جائے، تو پاکستان کے قیام کا مطالبہ دس سال کے لئے ملتوی ہو جائے گا۔ دوسرے اگر اس گروپنگ کو مان لیا جائے تو جداگانہ قومیت کا تصور جو ہم لے کر اٹھے ہیں، دس سال کے اندر اسے بُری طرح نقصان پہنچے گا۔ تیسرے پنجاب، سندھ، سرحد اور بنگال میں کسی جگہ بھی ہماری مضبوط وزارت نہیں بن سکے گی۔ کیونکہ مسلمان

ان علاقوں میں زیادہ سے زیادہ ۶۸ فیصد بنتے ہیں۔ پنجاب میں ہم ۵۶ فیصد ہیں اور سندھ میں اس سے ذرا زیادہ ہیں۔

جب ہم اس گروپنگ میں آئیں گے تو "بی" اور "سی" گروپوں میں بھی ہماری حکومت کے قیام سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو ہندو واضح اکثریت رکھتے ہیں۔ پھر یہ کہ دفاع، مواصلات اور خزانہ کے امور یونین گورنمنٹ کے پاس رہیں گے۔ اس طرح وہ ہم پر حاوی ہو جائیں گے، جس سے آہستہ آہستہ پاکستان کا تصور غارت ہو جائے گا"۔

ستم ظریفی دیکھئے کہ ووٹنگ پر ساڑھے چھ سو کے ہاؤس میں مشکل سولہ سترہ آدمی مولانا نیازی کے ہمنوا بن سکے۔ مولانا نیازی کے بعد سید الاحرار مولانا حسرت موہانی (۱۸۷۸ء-۱۹۵۱ء) نے تقریر کی اور انہوں نے بھی اس سکیم کی مخالفت کی مگر ہاؤس کو وہ بھی قائل نہ کر سکے۔ سکیم کے خلاف بدستور وہی سولہ سترہ اراکین رہے۔ چنانچہ یہ سکیم مسلم لیگ کی جانب سے بھاری اکثریت سے منظور کر لی گئی۔

یہ سکیم صرف اس لئے قبول کر لی گئی تھی کہ اکثریت کے خیال میں "بی" اور "سی" گروپ عملاً پاکستان بن گئے تھے اور دس سال کے اندر مسلمان اس پاکستان کو قبول کر سکتے تھے چنانچہ ان کے دلائل کے حق میں فضا سازگار ہوئی اور "کیبنٹ مشن پلان" قبول کر لیا گیا۔

اجلاس کے بعد کچھ لوگ قائداعظمؒ سے ملے اور استفسار کیا کہ آپ کے پاس مولانا نیازی کی ان دلیلوں کا کوئی جواب ہے جو انہوں نے مخالفت میں دی ہیں؟ قائداعظمؒ نے فرمایا: "کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہر بات میں ہی مسترد کر دوں؟ کانگرس خود اسے مسترد کر دے گی"۔

چنانچہ واقعی کانگرس نے اس پلان کو مسترد کر دیا اور اس طرح حضرت قائداعظمؒ کی بصیرت کی دھاک بیٹھ گئی۔ انگریزوں نے اس سکیم کو پیش کرتے ہوئے شرط رکھی تھی کہ جو فریق (کانگرس اور مسلم لیگ میں سے) اسے تسلیم کرے گا؟ اسے اقتدار منتقل کر دیا جائے گا۔ عبوری حکومت بھی وہی فریق بنائے گا۔ مگر جب مسلم لیگ نے اس سکیم کو مان لیا تو

کانگرس نے سکیم کے دوسرے حصے یعنی یونین میں اختیارات کی تقسیم اس طرح ہو گی کہ مسلمان کی اکثریت ان سے خصوصی تعلق کے معاملات میں فیصلہ کن حیثیت رکھے گی، کو ایک طرح کاویٹو قرار دیااور اسے مسترد کر دیا۔ اور انگریز باوجود پیش کش کے بد عہدی پر اتر آیا اور قائد اعظمؒ سے کہنا شروع کر دیا کہ آپ نہرو سے ملیں۔ اس پر قائد اعظمؒ نے کہا کہ ہم نہرو سے کیوں ملیں؟ نہرو کون ہے؟ تم اپنا وعدہ پورا کرو، تم لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ چنانچہ قائد اعظمؒ نے ساری سکیم مسترد کرتے ہوئے ۲۹ر جولائی ۱۹۴۶ء کو "راست اقدام" (DIRECT ACTION) کا فیصلہ کیا اور قومی خدام سے فعال جدو جہد کا مطالبہ کیا۔

مولانا نیازی نے اس فیصلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسلامیہ کالج لاہور میں بحیثیت "صدر شعبہ اسلامیات" اپنی مصروفیات کو خیر باد کہہ دیا اور ہمہ تن "راست اقدام" کی سر گرمیوں کیلئے وقف ہو گئے۔ پروگرام تیار کیا اور فضا ساز گار کی۔ ۱۹۴۶ء اسی کش مکش میں گزرا۔ اسی زمانے میں پنجاب میں "سول نافرمانی کی تحریک" چل رہی تھی جس سے پریشان ہو کر خضر حکومت نے جنوری ۱۹۴۷ء میں "مسلم لیگ نیشنل گارڈز" پر پابندی لگا دی اور "پبلک سیفٹی ایکٹ" نافذ کر دیا گیا۔ اور پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے دفتر (رائل پارک) کی تلاشی لی گئی۔

۲۴ر ۲۵ر جنوری ۱۹۴۷ء کی درمیانی رات جب پولیس مسلم لیگ کے دفتر کی تلاشی کیلئے "رائل پارک میکلوڈ روڈ لاہور" میں آئی تو مولانا نیازی ایم ایل اے ہونے کی حیثیت سے اس وقت "پیپلز ہاؤس" میں قیام پذیر تھے۔ جب پولیس نے تلاشی کی غرض سے دفتر پر چھاپہ مارا تو میاں افتخار الدین (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۶۲ء) دفتر کے آگے کھڑے ہو گئے اور کہا کہ میں تلاشی نہیں لینے دوں گا۔ انہیں پولیس نے گرفتار کر لیا۔ اسی طرح نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) بیگم شاہ نواز (۱۸۹۶ء۔ ۱۹۷۹ء) میاں ممتاز خاں دولتانہ (۱۹۱۶ء۔ ۱۹۹۵ء) اور سردار شوکت حیات خاں (۱۹۱۲ء۔ ۱۹۹۸ء) نے مزاحمت کی اور ان سب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔

ان گرفتاریوں پر ۲۵ر جنوری ۱۹۴۷ء کو لاہور میں "تحریک سول نافرمانی" شروع ہو گئی۔ مسلم لیگ اسمبلی پارٹی کا اجلاس ہوا۔ مولانا نیازی نے اس سے خطاب کیا۔ شیخ

صادق حسن امرتسری ایم ایل اے (۱۸۸۷ء۔۱۹۵۹ء) نائب صدر پنجاب مسلم لیگ نے تجویز پیش کی کہ ہر روز پانچ ایم ایل اے دفعہ ۱۴۴ اور سیفٹی ایکٹ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گرفتاری پیش کریں۔ کل ۸۵ ایم ایل اے ہیں، لہذا سترہ دن اس طرح کام چل سکتا ہے۔ مولانا نیازی نے اس تجویز سے اختلاف کیا کہ "روزانہ پانچ گرفتاریاں دینے سے بھی کبھی تحریکیں چلی ہیں؟ یہ تو پچاس ہزار کا جلوس ہو تب تحریک چلے گی ورنہ سب کے سب پکڑے جائیں گے اور جماعت کا خاتمہ ہو جائے گا"۔

شیخ صادق حسن (۱۸۸۷ء۔۱۹۵۹ء) نے حیثیت قائم مقام صوبائی صدر و ڈکٹیٹر تحریک کی قیادت کی اور گرفتار ہوئے۔ اُن کی جگہ میاں عبدالباری (۱۸۹۵ء۔۱۹۶۸ء) نے قیادت سنبھالی اور برکت علی اسلامیہ ہال لاہور میں جلسہ کیا جہاں پولیس نے اشک آور گیس پھینک کر لوگوں کو منتشر کر دیا۔ میاں عبدالباری نے مولانا نیازی سے کہا کہ آج رات میں تو گرفتار ہو جاؤں گا۔ میرے بعد تم پارٹی ڈکٹیٹر (احکام جاری کرنے والا) ہو گے۔ انہوں نے باقاعدہ تحریری طور پر مولانا نیازی کی نامزدگی کی۔ ڈکٹیٹر خود بخود صدر کے فرائض بھی ادا کرتا تھا۔ اس طرح میاں عبدالباری کے بعد مولانا نیازی نے کام سنبھالا اور آرگنائز کیا۔ پنجاب مسلم لیگ کے پاس اس وقت کل سات سو روپیہ تھا۔ مولانا نیازی نے وہ بنک سے نکلوا لیا۔ کالج کے طلباء کو بلا کر انہیں اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اور سارے صوبے میں اُن سے کام لینے کا پروگرام مرتب کیا۔

مولانا نیازی سے پہلے سول نافرمانی کا طریق کار یہ تھا کہ ڈکٹیٹر پانچ ممبران اسمبلی کو لے کر سڑک پر باہر آتا تھا اور سیفٹی ایکٹ کے خلاف نعرے لگا کر اپنے آپ کو بمعہ رفقاء گرفتاری کے لئے پیش کر دیتا تھا۔ مولانا نیازی نے اس طریق کار کو بدل دیا۔ انہوں نے طلباء کو سمجھایا کہ:

> "آپ نے تحریک چلانی ہے، جلوس نکالنے ہیں، گرفتاریاں پیش کرنی ہیں۔ لا الہ الا اللّٰہ کا ورد کرتے جائیں، سلوگن منفی نہیں مثبت ہونے چاہئیں۔ اس طرح آپ نے گورنمنٹ کے دفاتر کا کام معطل کرنا ہے۔ ڈپٹی کمشنر ہو یا سیکرٹری، کسی بھی سرکاری دفتر میں کام نہیں ہونا چاہئے، ایڈمنسٹریشن کو جام کر کے رکھ دو"۔

مقصد یہ تھا کہ جب تک حکومت کے کاروبار کو معطل نہ کر دیا جائے اور ساری قوم پرامن طریق پر جلوس کی شکل میں مظاہرہ نہ کرے، ہماری تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔

متحدہ پنجاب کے انتیس اضلاع تھے۔ مولانا نیازی نے اسلامیہ کالج لاہور کے طلباء (جو اُن کے شاگرد تھے) کو ہدایات دے کر تمام ضلعی مراکز میں بھیجا کہ ہر ضلع میں جلسے کئے جائیں، جلوس نکالے جائیں۔ سیفٹی ایکٹ کے خلاف قرار دادیں پاس کی جائیں اور خضر وزارت کی برطرفی کا مطالبہ کیا جائے۔ اس طرح یہ تحریک سارے پنجاب میں بیک وقت پھیل گئی اور پورے صوبے میں حکومت کا کاروبار روک دیا گیا۔ مولانا کی گرفتاری کسی وقت بھی عمل میں آسکتی تھی چنانچہ اُنہوں نے اپنے بعد مولانا محمد ابراہیم علی چشتی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۶۸ء) ممبر پرونشل مسلم لیگ کونسل وسیکرٹری مشائخ کمیٹی کو اپنی جگہ ڈکٹیٹر پریذیڈنٹ نامزد کر دیا۔

مولانا نیازی پنجاب ہاؤس کے اے بلاک کے کمرہ نمبر ۸ میں مقیم تھے۔ ۲۸؍ جنوری ۱۹۴۷ء کو رات کو دو بجے اُن کے کمرے کے دروازہ پر دستک ہوئی تو انہوں نے جواب دیا۔ "میں جاگ گیا ہوں، تم جاؤ"۔ کیونکہ ان کا خادم ان کو تہجد کی نماز کیلئے جگایا کرتا تھا۔ پھر دستک ہوئی، تو مولانا نے کہا، "جاؤ جاؤ، بے وقوف۔ کہہ تو دیا میں جاگ گیا ہوں"۔ تیسری بار پھر دستک ہوئی تو مولانا نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ دیکھا تو باہر ایک ایڈیشنل ایس پی بھاری پولیس فورس ہمراہ لئے کھڑا تھا۔ مولانا کو دیکھتے ہی بولا، "معاف کیجئے، آپ کی گرفتاری کا ناخوش گوار فرض مجھے انجام دینا ہے"۔

مولانا نے کہا ٹھیک ہے۔ میں اپنا بستر وغیرہ باندھ لوں۔ اس پر اس نے کہا۔ "بستر میں آپ کا باندھتا ہوں"۔ وہ بستر باندھنے لگ گیا اور مولانا کتابیں وغیرہ سمیٹنے لگ گئے۔ مولانا نے اپنے خادم کو بلایا اور اسے ضروری ہدایات دیں۔ اس طرح رات اڑھائی بجے مولانا کو گرفتار کر کے پولیس گاڑی میں بٹھا کر تھانہ سول لائن میں لے گئے۔ یاد رہے کہ گرفتاری سے قبل پولیس نے ٹیلی فون تار کاٹ دیئے تھے۔

مولانا بستر بچھانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ پولیس والے نے کہا، یہاں بستر مت بچھاؤ۔ ہم آپ لوگوں کو یہاں سے منتقل کرنے والے ہیں۔ مولانا اپنا سامان لے کر سول لائن تھانے سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جس پولیس ویگن میں اُنہیں بٹھایا جا رہا ہے اس میں ملک

فیروز خاں نون (۱۸۹۳ء۔ ۱۹۷۰ء) نواب افتخار حسین ممدوٹ (۱۹۰۶ء۔ ۱۹۶۹ء) ڈاکٹر عمر حیات ملک (۱۸۹۲ء۔ ۱۹۸۲ء) پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور اور ڈاکٹر عبدالوحید آف فیروز سنز (۱۹۰۹ء۔ ۱۹۸۴ء) وغیرہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ پولیس سب کو فیروز پور جیل میں لے گئی۔ وہاں سب کو جیل کی انیکسی میں رکھا۔ سب لوگ نظر بند تھے اس لئے سب کو جیل میں اے کلاس مل گئی۔ نواب افتخار حسین ممدوٹ کی چونکہ وہاں "جلال آباد ممدوٹ" ریاست تھی لہذا کھانا وغیرہ باہر ہی سے آتا تھا۔ جیل کے اندر درسِ قرآن و دوسری حث و مباحثہ کی سرگرمیاں بھی ہوا کرتی تھیں۔ بعد میں علامہ علاء الدین صدیقی (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۷۷ء) اور ملک لال خاں (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۷۶ء) بھی وہاں لائے گئے۔ تحریک ایک ماہ تک جاری رہی اور مولانا نیازی اور ان کے ساتھی فیروز پور جیل میں نظر بند رہے۔ ۲۸ر فروری کو مولانا اور دوسرے لیڈروں کی رہائی ہوئی۔ یکم رمارچ ۱۹۴۷ء کو گورنمنٹ نے نیشنل گارڈ سے پابندی واپس لے لی۔ ۳ر مارچ کو خضر وزارت مستعفی ہو گئی۔ پنجاب میں فرقہ وارانہ فسادات کا آغاز ہو گیا۔

یہ حالات تھے جب مولانا نیازی نے ۲۰ر مارچ ۱۹۴۷ء کو قائداعظمؒ کے نام ایک مفصل مکتوب ارسال کیا جس میں "آل انڈیا مسلم لیگ لجسلرز کنونشن" کے موقع پر پیش کردہ "پاکستان جنرل سٹاف" کی تجاویز کی روشنی میں انقلابی پروگرام مرتب کرنے کی درخواست کی۔ سنگین خطرات ظاہر کر کے انہیں متوجہ کیا کہ پنجاب کی موجودہ قیادت کی بے عملی اور کوتاہ اندیشی سے مہلک ترین نتائج سامنے آرہے ہیں۔ آپ فوری توجہ مبذول فرمائیں۔ ۳۰ر مارچ ۱۹۴۷ء کو "صوبہ مسلم لیگ کونسل" کے اجلاس میں مولانا نے اپنی تجاویز کو دہرایا مگر اس وقت صوبائی قیادت کی آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پس جو کچھ ہوا، اس کے ذکر سے رُوح لرز جاتی ہے اور دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ حضرت قائداعظمؒ کی صحت پر ان فسادات کا بہت اثر ہوا۔

خضر حیات ٹوانہ کے استعفیٰ کے بعد آئین کی دفعہ ۹۳ کے تحت پنجاب میں گورنر راج نافذ ہو گیا۔ ۳ر جون ۱۹۴۷ء کو قیامِ پاکستان کا حتمی فیصلہ ہو گیا۔ بلآخر ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آگیا۔ اس روز رمضان المبارک کی ۲۷ تاریخ تھی۔

قیامِ پاکستان کے بعد مولانا نیازی کی خدماتِ جلیلہ کی تفصیلات جاننے کے لئے

راقم الحروف محمد صادق قصوری کی کتاب "مجاہد ملت" (سوانح و خدمات مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی) جلد اول و دوم کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ویسے یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ قیام پاکستان کے بعد تحریک نفاذ شریعت، تحریک ختم نبوت، تحریک بحالی جمہوریت، تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ، میں مولانا نیازی نے جو خدمات انجام دی ہیں اور جس طرح قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا ہے وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ گورنر جنرل غلام محمد (۱۸۹۵ء۔ ۱۹۵۶ء) صدر سکندر مرزا (۱۸۹۹ء۔ ۱۹۶۹ء) صدر ایوب خاں (۱۹۰۷ء۔ ۱۹۷۴ء) وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو (۱۹۲۸ء۔ ۱۹۷۹ء) ڈکٹیٹر جنرل محمد ضیاء الحق (۱۹۲۴ء۔ ۱۹۸۸ء) اور وزیر اعظم میاں نواز شریف (۱۹۴۸ء۔ زندہ ہ) کے دور میں ڈنکے کی چوٹ کلمہ ء حق بلند کیا۔ دار و رسن تک بھی پہنچے مگر دنیا کی کوئی طاقت انہیں احقاق حق اور ابطال باطل سے باز نہ رکھ سکی۔ ان کی زندگی ایک مرد مومن کی زندگی ہے جو قرون اولیٰ کی یاد دلاتی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن\
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

ماخذ

(۱) "انکار تحریک پاکستان" جلد اول از محمد صادق قصوری مطبوعہ گجرات ۱۹۷۶ء ص ۱۲۲ تا ۱۴۰۔

(۲) "مجاہد ملت جلد اول" (سوانح و خدمات مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی) از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء ص ۱۷ تا ۶۵۔

(۳) "مجاہد ملت اور قائد اعظم" از محمد صادق قصوری مطبوعہ برج کلاں (قصور) ۱۹۹۴ء متعدد صفحات۔

(۴) "مکاتیب مجاہد ملت" از محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۹۵ء متعدد صفحات۔

(۵) "نگارشات مجاہد ملت" از محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۹۷ء متعدد صفحات۔

(۶) "خطبات مجاہد ملت" از محمد صادق قصوری، لاہور ۱۹۹۸ء متعدد صفحات۔

(۷) "حکایات صادق" از پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء ص ۳۸، ۳۹۔

(۸) "قائد اعظم اور راولپنڈی" از پروفیسر منظور الحق صدیقی مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۳ء ص

۷۵۔

(۹) "شجرہ نسب حضرت آدم علیہ السلام تا حضور سید عالم ﷺ و نیازی پٹھان و قطب شاہی اعوان" از حاجی خلاص خاں مطبوعہ میانوالی ۱۹۸۴ء ص ۴ تا ۱۱۔

(۱۰) "حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان" از محمد صادق قصوری مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۵۷۔

(۱۱) "یاران مکتب" جلد اول از بیدار ملک مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء ص ۴۲، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۱۱۶، ۱۲۰، ۱۲۵، ۲۱۶، ۲۹۳، ۳۰۰، ۳۸۱، ۴۲۲۔

(۱۲) "میں مولانا عبدالستار خاں نیازی" لاہور ۱۹۹۱ء ص متعدد۔

(۱۳) "بے تیغ سپاہی" از نواب صدیق علی خاں مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء ص ۲۰۵، ۲۵۱۔

(۱۴) "تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء" از چوہدری حبیب احمد مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء متعدد صفحات۔

(۱۵) "تاریخ نظریہ پاکستان" از پیام شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۴۰۱ تا ۴۰۵۔

(۱۶) "تعارف علمائے اہلسنت" از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۱۵۰ تا ۱۷۸۔

(۱۷) "تحریک ختم نبوت" از شورش کاشمیری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء متعدد صفحات۔

(۱۸) "چالیس چہرے" از رفیق ڈوگر مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۵۶ تا ۵۸۔

(۱۹) "دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن" از سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء متعدد صفحات۔

(۲۰) "دو نامور مجاہد" از مولانا محمد صدیق ہزاروی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۷۳ تا ۸۰۔

(۲۱) "رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء" از جسٹس محمد منیر مطبوعہ لاہور ۱۹۵۴ء متعدد صفحات۔

(۲۲) "سیرت امیر ملت" از سید اختر حسین مطبوعہ علی پور سیداں (سیالکوٹ) ۱۹۷۵ء ص ۵۸۱۔

(۲۳) "کاروان شوق" از حکیم آفتاب احمد قرشی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ص ۵۶، ۵۷، ۹۷، ۱۰۲،

۲۹۷، ۳۱۵، ۵۰۲۔

(۲۴) "کل پاکستان سنی کانفرنس" از سید عالم مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۲۰۵، ۲۱۸ تا ۲۲۶۔

(۲۵) "قائداعظم اور لائل پور" از ڈاکٹر سید معین الرحمن مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء متعدد صفحات۔

(۲۶) "قائداعظم خطوط کے آئینے میں" از خواجہ رضی حیدر مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء ص ۳۴۴، ۳۴۵۔

(۲۷) "تحریک پاکستان میں سیال کوٹ کا کردار" از خواجہ محمد طفیل مطبوعہ سیال کوٹ ۱۹۸۷ء متعدد صفحات۔

(۲۸) "بازگشت" از پروفیسر محمد اجمل نیازی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء متعدد صفحات۔

(۲۹) "تذکرہ مجاہدین ختم نبوت" از مولانا اللہ وسایا دیوبندی مطبوعہ ملتان ۱۹۹۰ء ص ۹۳، ۹۴، ۲۱۷، ۳۷۷۔

(۳۰) "قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت" از مولانا اللہ وسایا دیوبندی مطبوعہ ملتان ۱۹۹۰ء متعدد صفحات۔

(۳۱) "تحریک پاکستان میں اسلامیہ کالج کا کردار" از محمد حنیف شاہد مطبوعہ ریاض (سعودیہ) ۱۹۹۲ء ص ۲۹، ۱۸۷۔

(۳۲) "اشاریہ ء نوائے وقت" از ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء متعدد صفحات۔

(۳۳) "جدوجہد آزادی میں پنجاب کا کردار" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء متعدد صفحات۔

(۳۴) دیگر بہت سی کتب، رسائل، اخبارات وغیرہ۔

قطعاتِ تاریخِ قیامِ پاکستان

(۱)

(از مولانا پروفیسر حامد حسن قادریؔ نقشبندی مجددی جماعتی (۱۸۸۷ء۔ ۱۹۶۴ء) کراچی)

تاریخ اساسِ نیک پاکستان

۱۹۴۷ء

ہوا قائم جو پاکستان آخر بھلی قسمت تھی ہندوستان کی واللہ
سمجھتے ہیں اسے وہ مژدۂ امن جو اسلام اور مسلم سے ہیں آگہ
یہ دنیا کو ہے آزادی کا پیغام شبِ تاریک میں ہے مشعلِ راہ
مساوات و اخوت کا عملدار سکون و عافیت کا پیش خیمہ
ریاست کی مثالی بے مثالی سیاست کا زمانے کو نمونہ
سناؤں قادریؔ قرآں سے تاریخ بتاؤں اس کی اک وجہِ موجّہ
مسلمانوں کا پاکستان حق تھا
کہ تھا ارشاد "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّہ"

۱۳۶۶ھ

(۲)

(از جناب خان شاہدؔ اکبر آبادی (ف ۱۹۹۴ء)............ کراچی)

اِک الگ خطہ پے ترویجِ دین حق کا گیا یہ مرے اللہ کا کتنا عظیم احسان ہے
امن کی تاریخ ہے تاریخِ دینِ مصطفیٰ "امن کا اک معجزہ تخلیقِ پاکستان ہے"

۱۹۴۷ء

(۳)

(از جناب طارق سلطانپوری، محلہ حطاراں، حسن ابدال ضلع اٹک (پنجاب)

"چراغِ بامِ مسرت"

۱۹۹۳ء

مسلسل بر، کو چپک پر رہی ہے — مسلمانوں کی صدیوں تک حکومت
ہوئی خاتم ہماری تمکنت کی — اٹھارہ سو ستاون کی ہزیمت
جو رزم آرا کبھی تھے ان کی دلکش — ہوئی بزم طرب کی زیب و زینت
انہیں ٹھہرے سرود و رقص مرغوب — جو تھے اولاد ارباب شجاعت
جو تھے مردان میدان ان کے اخلاف — ہوئے دلدادگان بزم عشرت
تن آسانی بنایا مقصدِ زیست — کبھی تھی سخت کوشی جن کی فطرت
ہے ہم دشمنوں کا تر نوالہ — ہوئی جب ختم اپنی مرکزیت
ہوئی کثرت ہمارے دشمنوں کی — رہی موجود جب ہم میں نہ وحدت
فقط اپنی ہی کوتاہی تھی جس سے — زمین بوس ہو گیا ایوان عظمت
بنا ڈالا ہمیں محکوم اس نے — جو آیا تھا یہاں بہر تجارت
کچھ اہل حق نے کی بھرپور کوشش — چنی راہ جہاد و استقامت
مگر جو اجتماعی غلطیاں تھیں — سزا سے بچ سکی ان کی نہ ملت
ہوا ہم سے وہی برتاؤ آخر — غلط کاروں سے جو کرتی ہے قدرت
ہوئے دو چار جس انجام سے ہم — سبب اس کا ہے کیا صرف اپنی غفلت
ہماری ابتدا عہد اوج و اقبال — ہماری انتہا ادبار و نکبت
ہماری ابتدا تھی سر بلندی — ہماری انتہا پستی و ذلت
ہماری ابتدا تحسین شاباش — ہماری انتہا افسوس حسرت
ہمارے ساتھ دہلی میں جو بیتی — وہ ہے تاریخ کا اک باب عبرت
مٹا اقتدار اتنی جب اپنی — ہوئی قائم نصاریٰ کی حکومت
غلامی کا شکنجہ جب ہوا سخت — تو یاد آنے لگی گم گشتہ سطوت
پھر احساس زیاں ابھرا دلوں میں — جو تھی سوئی ہوئی جاگی وہ غیرت

پریشان ملتِ اسلامیہ کی — جب اہلِ فکر نے دیکھی یہ حالت
ہوئے مائل بہ جدوجہد و تحریک — ہوئی محسوس تنظیمی ضرورت
بنایا ایک نصب العین اپنا — جمال و مجتمع کی بکھری قوت
چنا تحریک کا پھر ایک قائد — مثالی جس کا تھا رنگِ قیادت
سمجھتا تھا حقوقی وہ نظر در — دسیسہ کارِ مغرب کی سیاست
فریب و مکر ابنائے وطن سے — وہ تھا آگاہ مردِ پاک طینت
کئی اپنے بھی تھے باطل کے ہمدرد — خبردار ان سے تھا وہ حق جبلت
ہوئی یوں متحد اک منتشر قوم — کہ ہے اہلِ جہاد کو اب بھی حیرت
ہوئی جب قوم سامی صدقِ دل سے — خدائے پاک نے بھی کی عنایت
جب امت نے کیا اظہارِ اخلاص — کرم فرما ہوئے سلطانِ امت
مشائخ بھی ہوئے سرگرم و فعال — رہے پیچھے نہ پیرانِ طریقت
مکرم صاحبانِ علم و تقویٰ — گرامی رہنمایانِ شریعت
تھے اس تحریکِ آزادی کے حامی — انھوں نے اس میں کی بھرپور شرکت
خدا کے اولیاء و صوفیا نے — علی اعلان کی اس کی حمایت
غلامی کی شبِ تیرہ ہوئی ختم — گئے ملت کے ایام نحوست
بڑی قربانیوں کے بعد نکلا — یہ آزادی کا سورج درحقیقت
شبِ تنزیلِ قرآں تھی وہ جس میں — خدا نے کی عطا ہم کو یہ نعمت
یہ تھا اس بات کی جانب اشارہ — کہ یہ خطہ ہو قرآنی سیاست
خوشا اس سال ہے پنجاہ سالہ — اس ارضِ پاک کا یومِ ولادت
ادا کر شکرِ خدا طارقؔ کریں ہم — ادائے شکر سے بڑھتی ہے نعمت
خدایا یہ رہے تیرے کرم سے — جہاں امروز تا روزِ قیامت
یہ گہوارہ ہو امن و عافیت کا — پھلے پھولے یہ گلزارِ اخوت
وقار و احتشام اس کا فزوں کر — بڑھا دنیا میں اس کی شان و شوکت
ترا اسلام ہے بنیاد اس کی — رہے قائم اسی پر یہ عمارت
علَم قرآن و سنت کا اٹھا کر — کرے اقوامِ عالم کی امامت

شروش غیب نے فرمایا مجھ سے ۔۔۔ ہے ہنگامہ اظہار مسرت
کہو سال قیام اس کا کچھ ایسا ۔۔۔ جو کیف انگیز ہو اور خوبصورت
عمل پیرا ہوا اس حکم پر میں ۔۔۔ یہ ہے میرا شرف میری سعادت
اس ارض خوشنما و دلکشا کا ۔۔۔ ہے پیدائش کا سن "ماہِ لطیفات"

۱۳۶۶ھ

(۴)

(از جناب حضرت صابر براری صاحب ۔۔۔ کراچی)

"عنایت خالق قیام پاکستان"

۱۹۴۷ء

فضلِ رب سے ہوا ہمیں حاصل ۔۔۔ ملک روشن ہمام پاکستان
ہو یہاں شرح دین حق کا نفاذ ۔۔۔ یوں ہیں کوشاں عوام پاکستان
جلوہ زا ہو یہ چار سو یا رب ۔۔۔ ہو فزوں فیض عام پاکستان
اس کا سال قیام ہے صابر
"فخر اعلا قیام پاکستان"

۱۹۴۷ء

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	جائے طباعت	سن طباعت
۱	عظیم قائد	نوابزادہ محمود علی خاں	لاہور	۱۹۸۶ء
۲	تذکرہ علمائے فرنگی محل	مولانا عنایت اللہ فرنگی محل	لکھنؤ	۱۹۳۰ء
۳	تذکرہ علمائے اہلسنت	شاہ محمود احمد قادری	کانپور (ہندوستان)	۱۳۹۱ھ
۴	حیات شبلی	سید سلیمان ندوی	اعظم گڑھ	۱۹۴۳ء
۵	دید شنید	سید رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۴۸ء
۶	اعمالنامہ	سر رضا علی	لاہور	۱۹۹۵ء
۷	داستان پاکستان	چوہدری نذیر احمد خاں	لاہور	۱۹۷۶ء
۸	مسلمانوں کا روشن مستقبل	سید طفیل احمد منگلوری	بدایوں	۱۹۴۰ء
۹	عظیم قائد عظیم تحریک، جلد اول	ولی مظہر ایڈووکیٹ	ملتان	۱۹۸۳ء
۱۰	کاروان گم گشتہ	سید رئیس احمد جعفری	کراچی	۱۹۷۱ء
۱۱	تاریخ ہند و پاک	مولانا قاری احمد	کراچی	۱۹۷۴ء
۱۲	حیات شیخ الہند	سید اصغر حسین	لاہور	۱۹۷۷ء
۱۳	معاصرین	مولانا عبدالماجد دریابادی	کراچی	۱۹۸۰ء
۱۴	مسلمانوں کا ایثار اور آزادی کی	عبدالوحید خاں	لکھنؤ	۱۹۳۸ء
"	جنگ	" "	"	" " "
۱۵	روح روشن مستقبل	سید طفیل احمد منگلوری	بدایوں	۱۹۴۶ء
۱۶	دس بڑے مسلمان	عبدالرشید ارشد	لاہور	۱۹۷۵ء
۱۷	حیات امیر شریعت	جانباز مرزا	لاہور	۱۹۷۶ء
۱۸	شاہراہ پاکستان	چوہدری خلیق الزمان	کراچی	۱۹۹۷ء
۱۹	کاروان شوق	حکیم آفتاب احمد قرشی	لاہور	۱۹۸۴ء
۲۰	جمعیت علماء ہند جلد اول	پروین روزینہ	اسلام آباد	۱۹۸۰ء
۲۱	تحریک خلافت	قاضی محمد عدیل عباسی	دہلی	۱۹۷۸ء
۲۲	مشاہیر جنگ آزادی	مفتی انتظام اللہ شہابی	کراچی	۱۹۵۷ء
۲۳	پاکستان ناگزیر تھا	سید حسن ریاض	کراچی	۱۹۸۶ء

۲۴	محمد علی ردولوی کے چند	مولانا عبدالماجد دریا	اعظم گڑھ	۱۹۵۳ء
"	اوراق حصہ اول	بادی	" " "	" " "
۲۵	میرے زمانے کی دلی	ملا واحدی	کراچی	طبع دوم
۲۶	دانائے راز	سید نذیر نیازی	لاہور	۱۹۷۹ء
۲۷	سفر نامہ ہند	پروفیسر محمد اسلم	لاہور	۱۹۹۵ء
۲۸	قائد اعظم اور ان کے سیاسی	اقبال احمد صدیقی	کراچی	۱۹۹۰ء
"	رفقاء	" " " "	" "	" " "
۲۹	تحریک آزادی میں اردو کا حصہ	ڈاکٹر معین الدین عقیل	کراچی	۱۹۷۶ء
۳۰	اکابر تحریک پاکستان جلد اول	محمد صادق قصوری	گجرات	۱۹۷۶ء
۳۱	یاد رفتگاں	سید سلیمان ندوی	کراچی	۱۹۵۶ء
۳۲	تاریخ کا نوحہ	سید اشتیاق اظہر	کراچی	۱۹۹۰ء
۳۳	صرف مسٹر جناح	سید شمس الحسن	لاہور	۱۹۹۵ء
۳۴	تذکرۃ الواصلین	مولوی رضی الدین بدایونی	بدایوں	۱۹۳۵ء
۳۵	تذکرہ طیبہ	مولانا ضیاء القادری بدایونی	بدایوں	۱۳۵۱ھ
۳۶	اقبال اور علمائے پاک و ہند	اعجاز الحق قدوسی	لاہور	۱۹۷۷ء
۳۷	تحریک پاکستان (نوائے وقت	سرفراز حسین مرزا	لاہور	۱۹۸۷ء
"	کے اداریوں کی روشنی میں)	" " " "	" "	" "
۳۸	کتاب زیست	الحاج محمد زبیر	کراچی	۱۹۸۲ء
۳۹	تاریخ پاکستان	شیخ محمد رفیق	لاہور	۱۹۷۳ء
۴۰	ہمارے محمد علی جوہر	کلیم نشتر	لاہور	سن ندارد
۴۱	جلوہ خورشید حرم	خان شاہد اکبر آبادی	کراچی	۱۹۹۳ء
۴۲	مولانا محمد علی کی یاد میں	سید صباح الدین عبدالرحمن	اعظم گڑھ (الہند)	۱۹۷۷ء
۴۳	سیدی والدی (سوانح مولانا داؤد	پروفیسر ابوبکر غزنوی	لاہور	۱۹۷۳ء
"	غزنوی)	" " " "	"	" "
۴۴	حصول پاکستان	پروفیسر احمد سعید	لاہور	۱۹۷۵ء
۴۵	جنگ آزادی کے مسلم	[illegible] الرحمن جامی	دہلی	۱۹۷۵ء
"	مجاہدین حصہ سوم	احمد میانوی	" "	" "

۴۶	عندلیب تواریخ	سید مسعود حسن شمیم پوری	الٰہ آباد (بھارت)	۱۹۶۳ء
۴۷	مقدمات و بیانات اکابر	عبدالرشید ارشد	لاہور	۱۹۷۵ء
۴۸	مولانا محمد علی جوہر	شاہد الحق صدیقی	کراچی	۱۹۷۵ء
۴۹	خطبات محمد علی	رئیس احمد جعفری	کراچی	۱۹۵۰ء
۵۰	حیات جوہر	سید آزاد محمود	لاہور	۱۹۷۸ء
۵۱	مولانا محمد علی کے یورپ کے سفر	پروفیسر محمد سرور	لاہور	۱۹۳۱ء
۵۲	مقدمہ کراچی	—	لاہور	سن ندارد
۵۳	علی برادران اور ان کا زمانہ	سید محمد ہادی	دہلی	۱۹۷۸ء
۵۴	انجمن خدام کعبہ	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	کراچی	۱۹۸۸ء
۵۵	علی برادران	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۶۳ء
۵۶	سیرت محمد علی	رئیس احمد جعفری	دہلی	۱۹۳۲ء
۵۷	تذکرہ کاملان رامپور	حافظ احمد علی خاں شوق	دہلی	۱۹۲۹ء
۵۸	فیروز سنز اردو انسائیکلوپیڈیا	—	لاہور	۱۹۸۷ء
۵۹	اکابر تحریک پاکستان جلد دوم	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۷۹ء
۶۰	تاریخ نظریہ پاکستان	پیام شاہجہانپوری	لاہور	۱۹۷۰ء
۶۱	قائداعظم اور ان کا عہد	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۶۶ء
۶۲	آہنگ بازگشت	محمد سعید	لاہور	۱۹۷۹ء
۶۳	خطبات قائداعظم	رئیس احمد جعفری	لاہور	۱۹۶۶ء
۶۴	طالب علم کی ڈائری	سید الطاف علی بریلوی	کراچی	طبع دوم
۶۵	ہماری قومی جدوجہد	ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی	لاہور	۱۹۶۶ء
۶۶	بے تیغ سپاہی	نواب صدیق علی خاں	کراچی	۱۹۷۱ء
۶۷	شخصیات سرحد	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	۱۹۹۰ء
۶۸	تاریخ سرحد	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	۱۹۸۶ء
۶۹	عظمت رفتہ	سید آل احمد رضوی	ایبٹ آباد	۱۹۹۴ء
۷۰	چمنستان	مولانا ظفر علی خاں	لاہور	۱۹۳۳ء
۷۱	سیاسی مکتوبات رئیس الاحرار	ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری	کراچی	۱۹۷۸ء
۷۲	جامع اردو انسائیکلوپیڈیا جلد اول	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور	لاہور	۱۹۸۷ء

۷۳	" " " " جلد دوم	" " " "	لاہور	۱۹۸۸ء
۷۴	شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا	مقصود ایاز، محمد باقر	لاہور	۱۹۸۷ء
۷۵	یادوں کے چراغ	احمد ندوی پیام پوری	ڈیرہ غازی خان	۱۹۶۷ء
۷۶	کاروانِ احرار جلد دوم	جانباز مرزا	لاہور	۱۹۷۷ء
۷۷	سیرت امیر شریعت	سید انور حسین علی پوری /	علی پور سیداں	۱۹۷۵ء
"	" " " "	پروفیسر محمد طاہر فاروقی	"	" "
۷۸	مولانا اشرف علی تھانوی اور	پروفیسر احمد سعید	راولپنڈی	۱۹۷۲ء
"	تحریک آزادی	" " " "	"	" "
۷۹	فروغ صحافت میں اہل سنت کا	شاہ حسین گردیزی	کراچی	۱۹۸۳ء
"	کردار	" " " "	"	" "
۸۰	صحافت ہند و پاکستان میں	ڈاکٹر عبد السلام خورشید	لاہور	۱۹۸۲ء
۸۱	دلی جرنلسٹ سے دلی اخبار تک	سید شہاب دہلوی	بہاولپور	۱۹۸۷ء
۸۲	پاکستان و ہند میں مسلم صحافت	ڈاکٹر مسکین علی حجازی	لاہور	۱۹۸۹ء
"	کی مختصر ترین تاریخ		"	" "
۸۳	تحدیث نعمت	محکمہ قومی تعمیر نو حکومت	لاہور	۱۹۷۰ء
"	" " " "	مغربی پاکستان	"	" "
۸۴	مشاہیر ادب پاکستان	چوہدری خلیق الزمان	کراچی	۱۹۶۷ء
۸۵	اقبال کا آخری معرکہ	سید نور محمد قادری	لاہور	۱۹۷۹ء
۸۶	قائد اعظم میری نظر میں	مرزا ابوالحسن اصفہانی	لاہور	۱۹۷۶ء
"	" " " "	(شاہکار ایڈیشن)	"	" "
۸۷	سیاست ملیہ	محمد امین زبیری	لاہور	۱۹۹۱ء
۸۸	مولانا ظفر علی خان	ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار	لاہور	۱۹۹۳ء
۸۹	جدوجہد آزادی میں بلوچستان	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	لاہور	۱۹۹۱ء
"	کا کردار	" " " "	"	" "
۹۰	حیات بہادر یار جنگ	مولانا غلام محمد	کراچی	۱۹۷۳ء
۹۱	بہادر یار جنگ مشاہیر کی نظر	بہادر یار جنگ اکادمی	کراچی	۱۹۷۶ء
"	میں	" " " "	"	" "

۹۲	نواب بہادر یار جنگ	سید احمد اللہ نصرت نوشاہی	لاہور	۱۹۷۱ء
۹۳	مکاتیب بہادر یار جنگ	بہادر یار جنگ اکادمی	کراچی	۱۹۶۷ء
۹۴	تذکرہ شہ جماعت	سید حیدر حسین علی پوری	لاہور	۱۹۷۳ء
۹۵	مشہور ملی نظمیں	میاں بشیر احمد	لاہور	۱۹۷۲ء
۹۶	نواب بہادر یار جنگ	پروفیسر محمد خلیل اللہ	کراچی	۱۹۸۳ء
۹۷	بلوچستان میں فارسی شاعری	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۶۸ء
۹۸	جوئے کوثر	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۷۶ء
۹۹	نبی کریم ﷺ کا ذکر بلوچستان میں	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	لاہور	۱۹۸۳ء
۱۰۰	پشتو میں سیرت نگاری	پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ	کوئٹہ	۱۹۸۷ء
۱۰۱	سرور کونین ﷺ کی مدح بلوچستان میں	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۹۷ء
۱۰۲	تقویم ہجری و عیسوی	ابو النصر خالدی، محمود احمد خاں	کراچی	۱۹۷۳ء
۱۰۳	بلوچستان آزادی کے بعد	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۹۷ء
۱۰۴	انگریز کا ایجنٹ کون؟	پروفیسر صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی	جوہر آباد	طبع اول
۱۰۵	حیات استاذ العلماء	مولانا غلام رسول سعیدی	بندیال شریف (سرگودھا)	۱۳۸۹ھ
۱۰۶	وفیات مشاہیر پاکستان	پروفیسر محمد اسلم	اسلام آباد	۱۹۹۰ء
۱۰۷	تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء	چوہدری حبیب احمد	لاہور	۱۹۶۶ء
۱۰۸	تحریک پاکستان میں صوبہ سرحد کا حصہ	پروفیسر محمد شفیع صابر	پشاور	۱۹۹۰ء
۱۰۹	حیات صدر الافاضل	حکیم غلام معین الدین نعیمی	لاہور	طبع دوم
۱۱۰	مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی	پروفیسر اشتیاق طالب	لاہور	سن ندارد
۱۱۱	حضرت امیر ملت اور تحریک پاکستان	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۳ء

۱۱۲	اقبال، فلسفہ اور آل انڈیا [illegible] کانفرنس	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۱ء
۱۱۳	تاریخ ساز خطبات	محمد [illegible]	لاہور	۱۹۹۴ء
۱۱۴	تحریک آزادی و وحدت اور [illegible] اور [illegible] اعظم	ڈاکٹر محمد [illegible]	لاہور	[illegible]
۱۱۵	تاریخ دکن جلد اول	[illegible]	کراچی	۱۹۸۴ء
۱۱۶	تاریخ دکن جلد دوم	[illegible]	کراچی	۱۹۸۸ء
۱۱۷	[illegible] لاہور	ڈاکٹر محمد اسلم	لاہور	۱۹۹۴ء
۱۱۸	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۸۹ء
۱۱۹	اقبال کا سیاسی کارنامہ	محمد احمد خان	کراچی	۱۹۷۷ء
۱۲۰	[illegible]	محمد صادق قصوری	[illegible]	۱۹۸۱ء
۱۲۱	تحریک پاکستان	[illegible]	لاہور	[illegible]
۱۲۲	[illegible] آزادی [illegible]	[illegible]	لاہور	[illegible]
۱۲۳	[illegible] کراچی	ڈاکٹر محمد اسلم	لاہور	۱۹۹۱ء
۱۲۴	[illegible] اقبال جلد اول	[illegible]	لاہور	[illegible]
۱۲۵	[illegible] آزادی [illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۰ء
۱۲۶	[illegible]	[illegible]	کراچی	[illegible]
۱۲۷	تحریک پاکستان	ڈاکٹر محمد اسلم	لاہور	۱۹۹۵ء
۱۲۸	[illegible] پاکستان	[illegible]	لاہور	۱۹۹۴ء
۱۲۹	تاریخ پاکستان	[illegible]	لاہور	[illegible]
۱۳۰	آزادی کی کہانی [illegible]	[illegible]	کراچی	[illegible]
۱۳۱	اقبال [illegible]	[illegible]	لاہور	[illegible]
۱۳۲	[illegible]	[illegible]	لاہور	[illegible]

۱۳۳	[illegible]	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	اسلام آباد	۱۹۸۱ء
"	زبانوں کا تقابلی مطالعہ	" " "	"	" "
۱۳۴	[illegible]	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۸۱ء
۱۳۵	[illegible]	ڈاکٹر عبدالسلام خورشید	لاہور	۱۹۸۲ء
۱۳۶	[illegible]	راسخ محمد کمال	لاہور	۱۹۸۶ء
۱۳۷	[illegible]	عبدالمجید سالک	لاہور	۱۹۹۰ء
۱۳۸	[illegible]	سید اشتیاق اظہر	کراچی	۱۹۸۶ء
۱۳۹	غازی علم الدین شہید	راسخ محمد کمال	لاہور	۱۹۸۶ء
۱۴۰	[illegible]	[illegible]	لاہور	۱۹۹۰ء
۱۴۱	[illegible]	پروفیسر احمد سعید	لاہور	۱۹۸۶ء
۱۴۲	[illegible]	پروفیسر [illegible]	[illegible]	۱۹۹۱ء
۱۴۳	[illegible]	[illegible]	اسلام آباد	۱۹۹۲ء
"	[illegible]	" " "	"	" "
۱۴۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۵ء
"	[illegible]	" " "	"	" "
۱۴۵	[illegible]	پروفیسر [illegible]	کراچی	۱۹۸۸ء
۱۴۶	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۹۱ء
۱۴۷	[illegible]	[illegible]	کراچی	۱۹۷۱ء
۱۴۸	[illegible]	سید اشتیاق اظہر	[illegible]	۱۹۸۷ء
۱۴۹	[illegible]	سید اشتیاق اظہر	کراچی	۱۹۸۸ء
۱۵۰	[illegible]	[illegible]	فیصل آباد	۱۹۸۷ء
۱۵۱	[illegible]	[illegible]	دہلی	۱۹۷۴ء
۱۵۲	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۱۹۷۵ء
۱۵۳	[illegible]	[illegible]	کراچی	۱۹۹۱ء
۱۵۴	[illegible]	سید اشتیاق اظہر	کراچی	۱۹۹۴ء
۱۵۵	[illegible]	سید اشتیاق اظہر	کراچی	۱۹۹۵ء
۱۵۶	[illegible]	[illegible]	کراچی	۱۹۹۴ء

۱۵۷	کلیاتِ حسرت موہانی	مولانا حسرت موہانی	لاہور	۱۹۷۶ء
۱۵۸	سیرت النبیؐ بعد از وصال النبیؐ	محمد عبدالمجید صدیقی	لاہور	۱۹۷۹ء
"	" " " "	ایڈووکیٹ	"	" "
۱۵۹	تحریکِ پاکستان (شاہکار ایڈیشن)	شمیم احمد	لاہور	۱۹۷۵ء
۱۶۰	صحافت اور جمہوریت	ڈوان ریڈلے	کراچی	۱۹۶۸ء
۱۶۱	اولیائے چشت	محمد دین کلیم	لاہور	۱۹۶۸ء
۱۶۲	چند محسن چند دوست	سید الطاف علی بریلوی	کراچی	۱۹۶۹ء
۱۶۳	چند یادیں چند تاثرات	ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی	لاہور	۱۹۶۹ء
۱۶۴	کلامِ نیرنگ	میر غلام بھیک نیرنگ	لاہور، کراچی	۱۹۲۳ء
	"	" " " "	" "	۱۹۸۳ء
۱۶۵	حیاتِ اقبال کی چند گمشدہ	محمد عبداللہ قریشی	لاہور	۱۹۸۲ء
"	کڑیاں	" " " "	"	" "
۱۶۶	معاصرین، اقبالؔ کی نظر میں	محمد عبداللہ قریشی	لاہور	۱۹۶۷ء
۱۶۷	سی پی میں کانگرس کا راج	حکیم اسرار احمد کریوی	ناگپور (انڈیا)	۱۹۴۱ء
۱۶۸	تحریک پاکستان میں سندھی	ڈاکٹر اکرام الحق پرویز	سندھ یونیورسٹی	۱۹۸۴ء
"	مسلمانوں کا کردار	" " " "	"	" "
۱۶۹	جدوجہد آزادی میں سندھ کا	ڈاکٹر عبدالجبار عابدؔ لغاری	لاہور	۱۹۹۲ء
"	کردار	" " " "	"	" "
۱۷۰	تحریک پاکستان میں سندھ کا	ڈاکٹر محمد لائق زرداری	مورو (سندھ)	۱۹۸۴ء
"	حصہ	" " " "	"	" "
۱۷۱	تذکرہ مشاہیر برار	انجمن یادِ رفتگاں امراوتی	امراوتی (برار)	۱۹۸۷ء
"	" " " "	(بھارت)	"	" "
۱۷۲	قائداعظم محمد علی جناح اور	سید شریف الدین پیر	اسلام آباد	۱۹۸۹ء
"	پاکستان	زادہ	"	" "
۱۷۳	آزادی کے مجاہد	جنگ پبلشرز	لاہور	۱۹۸۹ء

۱۷۴	رپریزینٹیشن آف دی آل انڈیا مسلم لیگ فرام اکتوبر ۱۹۳۷ء تا دسمبر ۱۹۳۸ء	سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ	دہلی	۱۹۳۸ء
۱۷۵	شاہ عبدالعلیم صدیقی	خلیل احمد رانا	کراچی	۱۹۹۴ء
۱۷۶	تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت بریلوی	محمد صادق قصوری	کراچی	۱۹۹۲ء
۱۷۷	اجمل انوار رضا	مولانا حشمت علی خاں	پیلی بھیت	۱۹۳۵ء
۱۷۸	ستر سوالات دینیہ ایمانیہ	مولانا حشمت علی خاں	پیلی بھیت	۱۹۳۵ء
۱۷۹	مولانا غلام یحییٰ ہزاروی	سید اشتیاق اظہر	کراچی	۱۹۷۷ء
۱۸۰	دس پھول ایک کانٹا	خواجہ افتخار	لاہور	۱۹۸۵ء
۱۸۱	ذکر آزاد	عبدالرزاق ملیح آبادی	کلکتہ	۱۹۶۰ء
۱۸۲	شب چراغ	حکیم نثار احمد علوی	کراچی	۱۹۸۲ء
۱۸۳	اعجاز تغلق	حیرت جالپوری، چوہدری غلام نبی	لاہور	۱۹۸۳ء
۱۸۴	تعمیر پاکستان اور علمائے ربانی	منشی عبدالرحمن خاں	لاہور	۱۹۵۶ء
۱۸۵	مولانا آزاد سبحانی	ڈاکٹر نبی بخش بلوچ	لاہور	۱۹۸۹ء
۱۸۶	ماثر الاجداد	پروفیسر منظور الحق صدیقی	لاہور	۱۹۶۳ء
۱۸۷	شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری	پروفیسر محمد سلیم چوہدری	لاہور	۱۹۹۶ء
۱۸۸	مولانا غلام محمد ترنم	حکیم محمد موسیٰ امرتسری	لاہور	۱۹۷۱ء
۱۸۹	جب امرتسر جل رہا تھا	خواجہ افتخار	لاہور	۱۹۸۲ء
۱۹۰	معدن التواریخ	ابوالطاہر فدا حسین فدا	لاہور	۱۹۹۲ء
۱۹۱	سات ستارے	حکیم محمد حسین بدر	لاہور	۱۹۷۶ء
۱۹۲	رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء	ہائی کورٹ لاہور	لاہور	۱۹۵۳ء
۱۹۳	کچھ شکستہ داستانیں کچھ پریشاں تذکرے	اشرف عطا	لاہور	۱۹۶۶ء

۱۹۴	تذکرہ مجاہدین ختم نبوت	مولانا اللہ وسایا	ملتان	۱۹۹۰ء
۱۹۵	پاکستان کا مطلب کیا؟	تہمینہ شیر درانی	لاہور	۱۹۹۸ء
۱۹۶	تفہیم ولایت	ابو مظفر چشتی	لاہور	۱۹۹۳ء
۱۹۷	تذکرہ صوفیہ	محی الدین قادری	کراچی	۱۹۷۷ء
۱۹۸	تعارف علمائے اہلسنت	محمد صدیق ہزاروی	لاہور	۱۹۷۹ء
۱۹۹	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء	قاری فیوض الرحمٰن	کراچی	۱۹۸۴ء
۲۰۰	نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم	حکیم سید عبدالحی لکھنوی	کراچی	۱۹۷۶ء
۲۰۱	علامہ اقبالؔ اور انکی پہلی بیوی	سید حامد جلالی	کراچی	۱۹۹۶ء
۲۰۲	تاریخ جلیلہ	پیر غلام دستگیر نامیؔ	لاہور	۱۹۶۰ء
۲۰۳	دی پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن	سرفراز حسین مرزا	لاہور	۱۹۷۸ء
۲۰۴	مجاہد ملت جلد اول	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۶ء
۲۰۵	لاہور کے چشتی خاندان کی اردو خدمات	ڈاکٹر گوہر نوشاہی	لاہور	۱۹۹۳ء
۲۰۶	یاران مکتب، جلد اول	سید ار ملک	لاہور	۱۹۸۶ء
۲۰۷	تحریک پاکستان اور صحافت	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۹۷ء
۲۰۸	مسجد نبویؐ اور مآثر مبارکہ کے تحفظ کا مطالبہ	مولانا محمد محسن شافعی	کراچی	۱۹۵۴ء
۲۰۹	اکابرین تحریک پاکستان	محمد علی چراغ	لاہور	۱۹۹۰ء
۲۱۰	تحریک پاکستان میں سیال کوٹ کا کردار	خواجہ محمد طفیل	سیال کوٹ	۱۹۸۷ء
۲۱۱	تحریک پاکستان میں خطہ پوٹھوہار کا کردار	صفدر شاہد	لاہور	۱۹۹۷ء
۲۱۲	تحریک پاکستان کا اہم باب	ڈاکٹر محمد انعام الحق کوثر	کوئٹہ	۱۹۹۸ء
۲۱۳	حضرت شیخ القرآن	راجا منظور احمد خاں	وزیر آباد	۱۹۷۱ء
۲۱۴	خفتگان خاک گجرات	ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ	گجرات	۱۹۹۶ء

۲۱۵	سفرنامہ پاکستان	خواجہ حسن نظامی	دہلی	۱۹۵۳ء
۲۱۶	تحریک پاکستان گولڈ میڈل اعزاز	محکمہ اطلاعات پنجاب	لاہور	۱۹۹۱ء
"	یافتگان و تعارف خدمات	حکومت	"	" "
۲۱۷	تاریخ جھنگ	بلال زبیری	جھنگ	۱۹۷۶ء
۲۱۸	تیغ و شیر کی یادیں	شیخ ریاض پرویز	ملتان	۱۹۷۷ء
۲۱۹	ذکر ذاکر	نصرت علی اثیر چچ	جھنگ	۱۹۹۷ء
۲۲۰	مشکلات لاالہ	شیخ محمد سعید ایڈووکیٹ	جھنگ	۱۹۸۱ء
۲۲۱	تحریک جامع محمدی شریف	مولانا محمد متین ہاشمی	جھنگ	۱۹۷۳ء
۲۲۲	اذکار راولپنڈی ڈائریکٹری	سید غلام مصطفیٰ خالد	راولپنڈی	۱۹۶۳ء
"	" " "	گیلانی	"	" "
۲۲۳	اذکار حبیب رضا	شاہ عارف اللہ میرٹھی	لاہور	۱۹۷۶ء
۲۲۴	انوار قطب مدینہ	خلیل احمد رانا	لاہور	۱۹۸۷ء
۲۲۵	تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد دوم	سید محمد امیر شاہ قادری	لاہور	۱۹۷۳ء
۲۲۶	اکرام امام احمد رضا	مفتی محمد برہان الحق جبل	لاہور	۱۹۸۱ء
"	" " "	پوری	"	" "
۲۲۷	تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ	مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی	بنارس (بھارت)	۱۹۸۹ء
۲۲۸	برہان ملت	مولانا محمد شہاب الدین	لاہور	سن ندارد
"	" " "	رضوی	"	" "
۲۲۹	تحریک پاکستان کی اہم دستاویز	مولانا عبدالستار خان	لاہور	۱۹۸۶ء
"	" " "	نیازی	"	" "
۲۳۰	معمار پاکستان	ڈاکٹر اقبال احمد اختر	حیدرآباد سندھ	۱۹۹۶ء
	" " "	القادری	" "	" "
۲۳۱	مقالات سعیدی	مولانا غلام رسول سعیدی	لاہور	۱۹۸۳ء
۲۳۲	مقالات کاظمی جلد اول	سید احمد سعید کاظمی	لاہور	۱۹۷۷ء
۲۳۳	تاریخ ملتان جلد دوم	مولانا نور احمد خان فریدی	ملتان	۱۹۷۳ء
۲۳۴	آئینہ ملتان	منشی عبدالرحمن خان	ملتان	۱۹۷۲ء
۲۳۵	قندیل تواریخ	محمد حسن میرائی	بہاولپور	۱۹۹۱ء

۲۳۶	شیدایان امیر ملت	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	۱۹۹۷ء
۲۳۷	تذکرہ شاہ ولایت	محمد نواز شاہد	گجرات	۱۹۸۰ء
۲۳۸	حیات شاہ ولایت	محمد یونس شاہ کاظمی	گجرات	۱۳۹۲ھ
۲۳۹	نقش حیات	پروفیسر وقار حسین طاہر	گجرات	۱۹۷۸ء
۲۴۰	ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا	ڈاکٹر محمد الیاس مسعود	لاہور	۱۹۶۳ء
۲۴۱	اولیائے سیال کوٹ	رشید نیاز	سیال کوٹ	۱۹۹۲ء
۲۴۲	تحریک پاکستان اور سرگودھا کی	ملک محمد اقبال ایڈووکیٹ	سرگودھا	۱۹۸۴ء
"	یادیں	" " "	" "	" "
۲۴۳	تاریخ ہزارہ	ڈاکٹر شیر بہادر پنی	لاہور	۱۹۶۹ء
۲۴۴	قائداعظم اور لائل پور	ڈاکٹر سید معین الرحمٰن	لاہور	۱۹۷۷ء
۲۴۵	مسلم لیگ کا دور حکومت	ڈاکٹر صفدر محمود	لاہور	۱۹۷۴ء
۲۴۶	مجاہد ملت اور قائداعظم	محمد صادق قصوری	برج کلاں (قصور)	۱۹۹۴ء
۲۴۷	مکاتیب مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۵ء
۲۴۸	نگارشات مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۷ء
۲۴۹	خطبات مجاہد ملت	محمد صادق قصوری	لاہور	۱۹۹۸ء
۲۵۰	حکایت صادق	پروفیسر منظور الحق صدیقی	لاہور	۱۹۹۰ء
۲۵۱	قائداعظم اور راولپنڈی	پروفیسر منظور الحق صدیقی	اسلام آباد	۱۹۸۳ء
۲۵۲	تحریک ختم نبوت	شورش کاشمیری	لاہور	۱۹۷۶ء
۲۵۳	قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد	مولانا اللہ وسایا	ملتان	۱۹۹۰ء
"	کی سرگزشت	" " "	"	" "
۲۵۴	چالیس چہرے	رفیق ڈوگر	لاہور	۱۹۷۷ء
۲۵۵	دو نامور مجاہد	محمد صدیق ہزاروی	لاہور	۱۹۷۸ء
۲۵۶	کل پاکستان سنی کانفرنس	سید عالم	کراچی	۱۹۷۹ء
۲۵۷	قائداعظم خطوط کے آئینے	خواجہ رضی حیدر	کراچی	۱۹۸۶ء
"	میں	" " "	"	" "
۲۵۸	بازگشت	ڈاکٹر محمد اجمل نیازی	لاہور	۱۹۸۹ء

۲۵۹	تحریک پاکستان میں اسلامیہ	محمد حنیف شاہد	ریاض (سعودیہ)	۱۹۹۲ء
"	کالج کا کردار	" " "	"	" "
۲۶۰	"اشاریہ نوائے وقت"	ڈاکٹر سرفراز حسین مرزا	لاہور	۱۹۸۷ء
۲۶۱	دیگر بہت سی کتب، مجلے، رسائل واخبارات، خطوط اور انٹرویو وغیرہ۔			

قطعہ ء تاریخِ سالِ تکمیل، ''تحریکِ پاکستان اور علمائے کرام''

حسیں عمل ہے قصوریؔ کا ایک مدت سے
بیان ذوق فزا رہبرانِ ذیشاں کا

☆☆☆☆☆

مشائخ و علماء حامیانِ پاکستان
کرے ہے ذکر مسلسل ان اہلِ ایماں کا

☆☆☆☆☆

ہے اس کی پیر جماعت علیؓ سے نسبتِ فقر
نیاز مند ہے وہ اس عظیم انساں کا

☆☆☆☆☆

کتاب خوب یہ تحریر اس نے جو کی ہے
ہے جامع تذکرہ دیدہ ورانِ دوراں کا

☆☆☆☆☆

ملا ہے جن کی مساعی سے ہم کو پاکستان
جو ہے خصوصی عطیہ خدائے رحماں کا

☆☆☆☆☆

سروش غیب نے اس کا کہا سنِ تکمیل
''عزیز تذکرہ'' اربابِ علم و عرفاں کا

۱۴۱۹ھ

نتیجہ ء فکر

حضرت طارق سلطان پوری
حسن ابدال ضلع اٹک
۸ / اگست ۱۹۹۸ء

زاویه